تفسیر الکتاب

عبرانیوں — مکاشفہ

ولیم میکڈونلڈ

جلد ششم

تفسیر الکتاب

کلامِ الٰہی کی عام فہم اور آیت بہ آیت تشریح

جلد ششم

(عبرانیوں ـــ مکاشفہ)

ـــ از ـــ

ولیم میکڈونلڈ

ـــ مترجم ـــ

جیکب سموئیل ایم۔ اے، بی۔ ایڈ

ـــ ناشرین ـــ

مسیحی اشاعت خانہ

۳۶۔ فیروز پور روڈ، لاہور

بار ———— دوم

تعداد ———— ایک ہزار

قیمت ———— ۷۵ روپے

سنہ ۲۰۰۰ء

اُردو ایڈیشن کے جُملہ حقوق بحق مسیحی اشاعت خانہ ، لاہور محفوظ ہیں ۔

Copyright © 1990 by William MacDonald.
Urdu edition published by permission of author.

مینجر مسیحی اشاعت خانہ ۳۶ فیروزپور روڈ لاہور نے ناصر باقر پرنٹرز ، لاہور سے
چھپوا کر شائع کیا ۔

پیش لفظ

مسیحی عُلمائے کرام نے بائبل مُقدّس کی مُتعدد تفسیریں رقم فرمائی ہیں تاکہ بائبل کے طالب علم اور بالخصوص ایسے طُلبا جو بائبل کی اَصل زُبانوں یعنی عبرانی اور یُونانی سے ناآشنا ہیں اُسے بخوبی سمجھ سکیں ۔ زیرِنظر کتاب اُسی سلسلے کی ایک کڑی ہے ۔ لیکن جو بات اِس تفسیر کو دیگر تفاسیر سے ممتاز بناتی ہے یہ ہے کہ اِسے آسان اور سادہ اور غیر فنی زُبان میں لکھا گیا ہے ۔ لیکن اِس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مُصنّف نے مُشکل بیانات کو نظر اَنداز کر دیا ہے ۔ اِس کے برعکس اُس نے نہ صرف اُن پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے بلکہ دیگر عُلما کی اِختلافی تشریح کو بھی شامل کیا ہے ۔

مُصنّف نے ہر کتاب کی تشریح سے پیشتر اُس کا پس منظر بھی بیان کیا ہے اور پھر کُل کتاب کو موضُوعات کے لحاظ سے تقسیم کرکے سطر بہ سطر اِس کی تفسیر کی ہے جس سے ایک قاری کو متن سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے ۔

بے شک بائبل کے ہر ایک مُفسّر کا اپنا مخصُوص زاویۂ نگاہ اور اَندازِ بیان ہوتا ہے ۔ لہٰذا حیرانی کی کوئی بات نہیں کہ بعض اوقات جب بائبل کا طالب علم کسی آیت کی تشریح کو اپنے زاویۂ نگاہ سے مُختلف پاتا ہے تو شش و پنج میں پڑ جاتا ہے ۔ ایسے موقع پر قاری کو خُود فیصلہ کرنا چاہیئے کہ اُس کے اپنے مخصُوص حالات میں پاک متن کا کیا مطلب ہے ۔

ہمیں یقین ہے کہ اِس تفسیر کی اِشاعت سے اُردو خواں مسیحیوں کو بڑی مدد ملے گی اور وُہ کتابِ مُقدّس کو اور بھی بہتر طور پر سمجھنے کے قابل بن جائیں گے ۔

— ناشرین —

مُصنّف کا دِیباچہ

"تفسیرُ الکتاب" پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ایک عام مسیحی خُدا کے کلام کا سنجیدہ طالب علم بن جائے۔ لیکن کوئی تفسیر بھی بائبل مُقدّس کا بدل نہیں ہو سکتی۔ زیادہ سے زیادہ یہ توقع رکھی جا سکتی ہے کہ تفسیر عام فہم اَنداز میں پاک متن کی سادہ تشریح پیش کر دے اور پھر مزید گہرے مُطالعہ کے لئے قاری کو پاک صحائف کی طرف واپس بھیج دے۔

یہ تفسیر سادہ اور غیر تکنیکی زُبان میں لکھی گئی ہے۔ یہ دعویٰ نہیں کہ یہ ایک عالمانہ کاوش ہے جس میں علمِ الٰہیات کے دقیق نکات پر بحث کی گئی ہے۔ بہت سے ایماندار پُرانے اور نئے عہدنامہ کی اَصل زبانوں سے واقفیّت نہیں رکھتے۔ لیکن اِس وجہ سے اُنہیں خُدا کے کلام کے عملی فوائد سے محرُوم رہنے کی ضرُورت نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ صحائف کے باقاعدہ اور ترتیب وار مُطالعہ سے ہر مسیحی ایک ایسا شخص بن سکتا ہے "جس کو شرمندہ ہونا نہ پڑے اور جو حق کے کلام کو دُرستی سے کام میں لاتا ہو" (۲۔ تیمتھیُس ۲: ۱۵)۔

تبصرہ مختصر اور مُجمل ہے مگر ضرُوری اور اہم نکات کو نظرانداز نہیں کیا گیا۔ کسی بھی حِصّے کو سمجھنے کے لئے قاری کو طویل عبارتوں سے گزرنا نہیں پڑتا۔ آج کے تیز رفتار زمانے کا تقاضا ہے کہ سچّائی کو اِختصار کے ساتھ پیش کیا جائے۔ تو بھی مُشکل حِصّوں سے پہلُو تہی نہیں کی گئی۔ مُتبادل تشریحات بھی درج کی گئی ہیں اور یہ فیصلہ قاری پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ کون سی تشریح سیاق وسباق کے ساتھ زیادہ مُوافقت رکھتی ہے۔

بائبل مُقدّس کا صرف علم حاصل کر لینا ہی کافی نہیں۔ ضرُور ہے کہ پاک کلام کا زندگی پر عملی اطلاق کیا جائے۔ چنانچہ اِس تفسیر میں یہ مشورے بھی دِئے گئے ہیں کہ خُدا کے لوگوں کی زندگیوں میں پاک صحائف کیسے کارآمد ہو سکتے ہیں۔

اگر اِس تفسیر کے مُطالعہ ہی کو مقصد بنا لیا گیا تو یہ کتاب مُعاون ثابت ہونے کی بجائے ایک پھندا یا جال ثابت ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر اِس کتاب کے باعث پاک صحائف کے شخصی مُطالعہ کی تحریک مِل جائے اور خُداوند کے آئین واحکام کی تعمیل کے لئے آمادگی پیدا ہو جائے تو اِس کا مقصد پُورا ہو جائے گا۔

میری دُعا ہے کہ رُوحُ القُدس جس نے بائبل مُقدّس کا اِلہام عطا کیا قاری کے دِل و دِماغ کو روشن کرے، تاکہ وُہ کلامِ پاک کے وسیلے سے خُدا کا عرفان حاصِل کرے۔ آمین۔

عبرانیوں کے نام کا خط

تعارف

"پاک نوشتوں کے کسی حصے کے مصنّف کے بارے میں اتنا تنازع نہیں اور نہ کسی تصنیف کے الہامی ہونے کے متعلق اتنا اختلافِ رائے ہے جتنا کہ اس خط کے متعلق"

(کونی بیئر اور ہوئسن)

۱- فہرستِ مسلّمہ میں منفرد مقام

نئے عہدنامہ میں عبرانیوں کے نام کا خط کئی باتوں میں بے مثال ہے۔ گو اس کی ابتدا خط کی سی نہیں تو بھی اختتام خط کی مانند ہے۔ یہ صاف ظاہر ہے کہ یہ خط اطالیہ سے یا وہاں رہنے والے غالباً عبرانی مسیحیوں کے نام لکھا گیا (۱۳: ۲۴)۔ کسی نے یہ خیال پیش کیا ہے کہ دراصل یہ ایک چھوٹی گھریلو کلیسیا کے نام لکھا گیا تھا، اس لئے اس کے لکھے جانے اور منزلِ مقصود کی روایت کو قائم رکھنے کی کوشش نہیں کی گئی۔

نئے عہدنامہ میں اس کا طرزِ تحریر بڑا ادبی ہے۔ اس کا انداز شاعرانہ ہے اور ہفتادی[1] ترجمہ سے اقتباسات سے بھرا ہوا ہے۔ اس کا ذخیرۂ الفاظ بہت وسیع ہے اور اس میں یونانی زبان کو بڑے درست طریقے سے استعمال کیا گیا ہے۔

اگرچہ اس میں یہودی رنگ نمایاں ہے (اس کا مقابلہ احبار کی کتاب سے کیا جاتا ہے) تاہم اس میں یسوع مسیح کی موت کی حقیقت کو نظرانداز کر کے مذہب پرستی کی طرف راغب ہونے کے بارے میں جو تنبیہ پائی جاتی ہے اس کی مسیحی دنیا کو ہمیشہ ہی ضرورت رہی ہے۔ اس لحاظ سے یہ کتاب نہایت اہم ہے۔

۲- مصنّف

اس خط پر مصنّف کا نام نہیں، اگرچہ "کنگ جیمز ورژن" کے بعض ابتدائی ایڈیشنوں پر پولس رسول

---

[1] عہدِ عتیق کا یونانی زبان میں پہلا ترجمہ۔ اسے یسوع مسیح سے کئی صدیاں پیشتر یہودی علما نے سکندریہ (مصر) سے شائع کیا تھا۔ مسیح اور اس کے شاگرد اسی کو استعمال کرتے تھے۔

کا نام لکھا ہوا ہے۔ ابتدائی مشرقی کلیسیا (دیونوسیاس اور سکندریہ کا کلیمینس) پولس ہی کو اس کا مصنف سمجھتی تھی۔ اس بات پر کافی بحث و تمحیص ہوئی اور آتناسیس کے بعد اس خیال نے غلبہ حاصل کر لیا، یہاں تک کہ بالآخر مغربی کلیسیا نے بھی اس بات کو قبول کر لیا۔ لیکن موجودہ زمانہ میں چند ایک مفسر ہی اس سے اتفاق کرتے ہیں۔ مقدس اوریگین مانتا تھا کہ متن پولس کا ہی لکھا ہوا ہے اور اس میں پولس کی جھلکیاں بھی ملتی ہیں لیکن اس کا طرز اس سے بہت مختلف ہے۔ (اس سے پولس کے مصنف ہونے کا انکار نہیں ہو سکتا کیونکہ ایک ادبی دانشور اپنا طرز بدل سکتا ہے)۔

اس ضمن میں بہت سے مصنفین کے نام تجویز کئے گئے ہیں، مثلاً لوقا جس کا طرز پولس ہی کی مانند ہے اور جو اس کی منادی سے بھی آگاہ تھا۔ پھر برنباس، سیلاس، فلپس اور یہاں تک کہ اکولہ اور پرسکلہ کے نام بھی لئے جاتے ہیں۔

مارٹن لوتھر کے خیال میں اس کا مصنف اپلوس تھا۔ اس کا طرز اور مضمون اس سے مطابقت رکھتا ہے اور وہ عہدِ عتیق کا ماہر تھا۔ وہ ایک فصیح البیان شخص تھا (سکندریہ جو کہ فنِ خطابت میں مشہور تھا اس کا شہر تھا)۔ لیکن اپلوس کے خلاف یہ بات جاتی ہے کہ اگر اسے کسی سکندریہ کے رہنے والے نے لکھا تو اس کا ذکر سکندریہ کی روایات میں کیوں نہیں ملتا!

ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ خداوند نے کسی وجہ سے اس کے مصنف کو گمنام رکھنا ہی مناسب سمجھا۔ ایک رائے یہ ہے کہ لکھا تو اسے پولس ہی نے تھا لیکن اپنے خلاف یہودی تعصب کی وجہ سے اس نے دیدہ دانستہ اپنا نام نہیں دیا۔ اگرچہ یہ ممکن ہے تو بھی اوریگین کے ان قدیم الفاظ سے بہتر الفاظ نہیں ملتے کہ "اس خط کو کس نے لکھا صرف خدا ہی یقینی طور پر جانتا ہے"۔

۳۔ تاریخِ تصنیف

انسانی مصنف کی گمنامی کے باوجود اس خط کی تاریخِ تصنیف کو بیان کرنا ممکن ہے۔

خارجی شہادتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ پہلی صدی میں لکھا گیا کیونکہ رومہ کے کلیمینس نے اسے استعمال کیا (قریباً ۹۵ء)۔ پالکارپ اور یوسطین شہید نے بھی اس کا حوالہ دیا ہے لیکن وہ مصنف کا نام نہیں بتلاتے۔ دیونوسیاس از سکندریہ کہتا ہے کہ اسے پولس نے تحریر کیا اور سکندریہ کا کلیمینس یہ کہ پولس نے اسے عبرانی میں لکھا اور لوقا نے اس کا ترجمہ یونانی میں کیا (لیکن یہ کتاب ترجمہ معلوم نہیں ہوتی)۔ ایرینیس اور ہپالیت[1] کے خیال میں پولس نے اسے عبرانی میں نہیں لکھا اور طرطلیان یہ سمجھتا ہے کہ

---

[1] Hippolytus

اِسے برنباس نے لکھا ہے۔

داخلی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مُصنِّف پہلی صدی کا کوئی مسیحی ہے (۲:۳؛ ۱۳:۷)۔ البتہ یہ یعقوب یا ۱۔ تھسلنیکیوں ایسی اِبتدائی تصانیف کے بعد ہی معرضِ وجود میں آیا (قب ۱۰:۳۲)۔ چونکہ اِس میں یہودیوں کی جنگ کا ذِکر نہیں مِلتا جو سن ۶۶ء میں شروع ہوئی اور ہیکل کی قربانیاں ہنوز جاری تھیں (۸:۴؛ ۹:۶؛ ۱۲:۲۷؛ ۱۳:۱۰) اِس لئے اِس کی تاریخِ تصنیف سن ۶۶ء سے پیشتر اور یروشلیم کی بربادی سے (سن ۷۰ء) یقیناً پیشتر ہوگی۔ ایذا رسانی کا ذکر تو ہے (۱۲:۴) لیکن ایمان داروں نے ابھی ایسا مُقابلہ نہیں کیا تھا "جس میں خون بہا ہو"۔ اگر اِس کی منزلِ مقصود اطالیہ ہے تو نیرو کی خونی ایذا رسانی (سن ۶۴ء) اِس خط کا سنِ تصنیف کم از کم سن ۶۴ء کے وسط کا بنا دیتی ہے۔ قیاسِ غالب یہ ہے کہ اِس کی تاریخ سن ۶۳-۶۵ء ہے۔

۴- پس منظر اور مضامین

عام طور پر عبرانیوں کے نام خط اُس عظیم جدوجہد کو بیان کرتا ہے جو ایک شخص کو اپنا مذہب چھوڑ کر دوسرے مذہب کو اختیار کرتے وقت کرنی پڑتی ہے۔ اُسے پُرانے بندھنوں کو توڑنا اور جُدائی کے تناؤ اور دباؤ کو برداشت کرنا پڑتا ہے اور اُس پر واپس آنے کے لئے بے حد دباؤ ڈالا جاتا ہے۔

لیکن اِس خط کا مسئلہ ایک مذہب کو چھوڑ کر دوسرے نئے مذہب کو اِختیار کرنے کا نہیں ہے، بلکہ یہودیت کو ترک کر کے مسیح کو قبول کرنے کا۔ مُصنِّف دِکھاتا ہے کہ اِس کا مطلب سایہ کو چھوڑ کر حقیقت کو پکڑنا، پہلے کو چھوڑ کر آخر کو پکڑنا، عارضی کو چھوڑ کر مُستقِل کو پکڑنا ــــــ المختصر اچھّے کو چھوڑ کر بہترین کو پکڑنا تھا۔

نیز، اِس کا مطلب یہ بھی تھا کہ مقبول کی بجائے غیر مقبول، اکثریت کی بجائے اقلیت اور مظلوم بنا جائے۔ اور یہ نہایت سنگین مسائل کو پیدا کرنے کا سبب بنا۔

یہ خط اُن لوگوں کو لکھا گیا جو یہودی پس منظر رکھتے تھے۔ اِن عبرانیوں نے کلیسیا کے اِبتدائی دِنوں میں رسولوں اور دوسروں سے انجیل کا پیغام سُنا تھا اور عظیم معجزات دیکھے تھے جو اُن کے پیغام کی تصدیق کرتے تھے۔ اور اُنہوں نے اِس خوشخبری کو سن کر اِن تین طرح سے اپنے ردِّ عمل کا اظہار کیا تھا:

بعض یسوع مسیح پر ایمان لائے تھے اور حقیقتاً تبدیل ہو گئے تھے۔

بعض دِکھاوے کے طور پر مسیحی بننے کا اِقرار کرتے تھے۔ اُنہوں نے بپتسمہ بھی لیا اور جماعت

میں شامل بھی ہوئے۔ لیکن وُہ خُدا کے رُوح کے وسیلہ سے نئے سرے سے پَیدا نہیں ہُوئے تھے۔

دیگر نے کھُلے اَلفاظ میں نجات کے پیغام کو رَدّ کر دیا۔

یہ خط پہلے دُو قسم کے لوگوں سے مُخاطب ہے یعنی حقیقی طور پر تبدیل شُدہ یہُودیوں اور اُن کے بارے میں جنہوں نے محض مسیحیت کا لُبادہ اوڑھا ہُوا تھا۔

جب کوئی یہُودی اپنے آبا و اجداد کے اِیمان کو ترک کر دیتا تو اُسے منحرف گردانا جاتا اور اکثر درج ذیل میں سے ایک یا زیادہ سزائیں دی جاتی تھیں:

- خاندان کی جائیداد سے عاق کر دیا جاتا۔
- اِسرائیل کی جماعت سے خارِج کر دیا جاتا۔
- مُلازمت سے نِکال دیا جاتا۔
- جائیداد چھین لی جاتی۔
- ذہنی طور پر پریشان کیا جاتا اور جسمانی اذیّت دی جاتی۔
- کھُلے عام تمسخر اُڑایا جاتا۔
- قید میں ڈال دیا جاتا۔
- شہید کر دیا جاتا۔

بے شک بچنے کے طریقے بھی ہمیشہ ہُوا کرتے ہیں۔ اگر وُہ مسیح کا انکار کر دیتا اور یہُودیت کو دوبارہ گلے لگا لیتا تو اُسے مزید اذیّت نہیں دی جاتی تھی۔ جب آپ اِس خط کو پڑھیں گے تو بین السُّطور اُن زبردست دلائل کو دیکھ سکتے ہیں جو وُہ قارئین کو یہُودیت میں واپس لانے کے لئے استعمال کرتے تھے:

- انبیا کی گراں بہا میراث۔
- خُدا کے قدیم لوگوں کی تاریخ میں فرشتوں کی نمایاں خِدمت۔
- معرُوف و ممتاز شریعت دینے والے مُوسیٰ کے ساتھ تعلق۔
- ذہین مِلٹری کمانڈر یشوع کے ساتھ قومی تعلق۔
- ہارُونی کہانت کا جلال۔
- پاک خیمۂ اِجتماع جہاں خُدا اپنے لوگوں کے درمیان سکُونت کرتا تھا۔
- شریعت کا عہد جو مُوسیٰ کی معرفت دیا گیا۔
- خیمۂ اجتماع میں خُدا کا مقرر کردہ ساز و سامان اور شان دار پردہ۔

—— خیمۂ اجتماع میں عبادات اور خاص طور پر عظیم یومِ کفّارہ پر رسُومات (یومِ کفّارہ یہُودی جنتری میں سب سے اہم دن)۔

پہلی صدی میں یہُودی اپنے قدیم رسمی مذہب کی اِن جلالی باتوں کو پیش کرتے اور پھر طنزاً پُوچھتے:

"ہمارے پاس تو یہ کُچھ ہے تم مسیحیوں کے پاس کیا ہے؟ کُچھ بھی نہیں۔ ہاں، ایک بالا خانہ اور ایک میز، جس پر تھوڑی سی مَے اور روٹی رکھی ہُوئی ہے! کیا تُمہارا مطلب یہ ہے کہ تُم نے یہ سب کُچھ اِسی کی خاطر چھوڑ دیا ہے؟"

عِبرانیوں کا خط درحقیقت اِسی سُوال کا کہ "تمہارے پاس کیا ہے؟" جواب ہے۔ ایک لفظ میں اِس کا جواب یہ ہے کہ "مسیح"۔ اُس میں ہمیں یہ کُچھ مِلتا ہے:

—— وُہ جو انبیا سے بڑا ہے۔

—— وُہ جو فرِشتوں سے بڑا ہے۔

—— وہ جو مُوسیٰ سے بڑا ہے۔

—— وہ جو یشوع سے بڑا ہے۔

—— جس کی کہانت ہارُون کی کہانت سے افضل ہے۔

—— وُہ جو زیادہ بہتر مَقدِس میں خِدمت کرتا ہے۔

—— وُہ جس نے زیادہ بہتر عہد کو مُتعارف کرایا ہے۔

—— وُہ جو خیمۂ اجتماع کے فرنیچر اور پردے کی اصل ہے۔

—— وُہ جس نے گُناہ کی بکروں اور بچھڑوں کی بار بار دی جانے والی قُربانی سے زیادہ افضل قُربانی گزُرانی ہے۔

جس طرح ستارے، سُورج کے زیادہ جلال کے سامنے ماند پڑ جاتے ہیں، اُسی طرح خُداوند یسوع کے کام کے جلال کے سامنے یہُودیت کا سایہ اور مثالیں بے وُقعت ٹھہرتی ہیں۔

وُہ لوگ جو خُداوند یسوع کی پیروی کرتے، اُنہیں سخت اور جنُونی مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا۔ حقیقی ایمان داروں کے لئے یہ حوصلہ شکنی کا باعث بن سکتا تھا۔ چنانچہ ضرُورت تھی کہ اُن کی خُدا کے وعدوں کے بارے میں حوصلہ افزائی کی جائے۔ ضرُورت تھی کہ وُہ مُتوقع اجروں کے پیشِ نظر برداشت کریں۔

اُن کے لئے جو برائے نام مسیحی تھے اِنحراف کا خطرہ تھا۔ مسیح کو قبُول کرنے کا اِقرار کرنے کے

بعد مُمکن تھا کہ وُہ اُسے رَدّ کر دیں اور اپنے پُرانے رسمی مذہب کی طرف لَوٹ جائیں ۔ اِس کا مطلب یہ تھا کہ وُہ خُدا کے بیٹے کو پامال کر رہے، اُس کے خُون کی بے حُرمتی کر رہے اور پاک رُوح کی بے عِزّتی کر رہے ہیں ۔ اِس دیدہ دانِستہ گُناہ کی کوئی توبہ یا مُعافی نہیں تھی ۔ اِس گُناہ کے بارے میں عبرانیوں کے خط میں بار بار متنبہ کیا گیا ہے ۔ ۲:۱ میں اِسے مسیح کے پیغام سے "بہ کر دُور" جانا کہا گیا ہے ۔ ۳:۷-۱۹ میں اِسے بغاوت یا سخت دِلی کا گُناہ بتایا گیا ہے ۔ ٦ : ٦ میں اِسے برگشتہ ہونا کہا گیا ہے ۔ ۱۰:٦ میں اِسے "ایک دُوسرے کے ساتھ جمع ہونے سے باز" رہنا کہا گیا ہے ۔ ۱۲:۱٦ میں اِسے "ایک کھانے کے عِوض اپنے پہلوٹھے ہونے کا حق" فروخت کرنا اور ۱۲ : ۲۵ میں "آسمان پر کے ہدایت کرنے والے سے مُنہ" موڑنا بتایا گیا ہے ۔ لیکن یہ تمام اِنتباہ اُسی ایک گُناہ یعنی اِنحراف کے مُختلِف پہلوؤں کو بیان کرتے ہیں ۔

عبرانیوں کے خط کا پیغام جِس طرح پہلی صَدی کی کلیسیا کے لئے بروقت تھا اُسی طرح یہ آج بھی ہے ۔ ضرورت ہے کہ ہمیں متواتر اُن حقوق اور برکات کے بارے میں بتایا جائے جو ہمیں مسیح میں حاصِل ہیں ۔ ہمیں حوصلہ افزائی کی ضرورت ہے تاکہ ہم مخالفت اور مشکلات کو برداشت کر سکیں ۔ تمام حقیقی مسیحیوں کو بھی آگاہ کرنے کی ضرورت ہے کہ وُہ خُداوند کے مہربان ہونے کا مزہ چکھنے کے بعد کہیں رسمی مذہب کی طرف مُنہ نہ موڑ لیں ۔

خاکہ

۱- مسیح افضل ہے (۱:۱-۴:۱۳)

ا- انبیا سے (۱:۱-۳)

ب- فرشتوں سے (۱:۴-۲:۱۸)

ج- موسیٰ اور یشوع سے (۳:۱-۴:۱۳)

۲- مسیح اپنی کہانت میں افضل ہے (۴:۱۴-۱۰:۱۸)

ا- مسیح کی سردار کاہن کی کہانت ہارون کی کہانت سے افضل ہے (۴:۱۴-۷:۲۸)

ب- مسیح کی خِدمت ہارون سے افضل ہے (باب ۸)

ج- مسیح کی قربانی عہدِ عتیق کی قربانیوں سے افضل ہے (۹:۱-۱۰:۱۸)

۳- تنبیہ اور نصیحت (۱۰:۱۹-۱۳:۱۷)

ا- مسیح کی حقارت کرنے کے بارے میں تنبیہ (۱۰:۱۹-۳۹)

ب- عہدِ عتیق کی مثالوں کے ذریعے ایمان رکھنے کی نصیحت (باب ۱۱)

ج- مسیح میں اُمید کی نصیحت (باب ۱۲)

د- مختلف مسیحی فضائل کے بارے میں نصیحت (۱۳:۱-۱۷)

۴- کلماتِ برکت (۱۳:۱۸-۲۵)

تفسیر

۱۔ مسیح افضل ہے (۱:۱-۴:۱۳)

الف۔ مسیح انبیا سے افضل ہے (۱:۱-۳)

۱:۱۔ نئے عہدنامہ کا کوئی خط بھی اپنے مطلب کو بیان کرنے میں اِتنی جلدی نہیں کرتا جتنی کہ یہ خط۔ یہ سلام و دُعا اور تعارُف کے بغیر فوراً ہی موضُوع کی طرف آجاتا ہے۔ ایسا معلُوم ہوتا ہے گویا کہ رُوح القُدس اُسے مجبُور کر رہا تھا کہ وُہ خُداوند یسوؔع مسیح کے اعلیٰ جلال کا اِنکشاف فوراً ہی کرنے لگے۔

سب سے پہلے وُہ "نبیوں" کی معرفت خُدا کے مکاشفے کا مقابلہ بیٹے میں اُس کے مکاشفہ کے ساتھ کرتا ہے۔ نبی خُدا کے مُلہم نمائندہ تھے۔ وُہ یہوؔواہ کے مُعزّز خادِم تھے۔ اُن کی رُوحانی دَولت عہدِعتیق میں محفُوظ ہے۔

لیکن اِس کے باوجُود بھی اُن کی خِدمت نامکمل اور جُزوی تھی۔ ہر ایک کو ایک خاص حد تک مکاشفہ بخشا گیا تھا، تاہم بہر صُورت یہ نامکمل ہی تھا۔

اُنہیں نہ صِرف سچّائی حِصّہ بہ حِصّہ دی گئی تھی بلکہ انہوں نے اُسے لوگوں تک پُہنچایا بھی مُختلِف طریقوں سے۔ اُسے شریعت، تارِیخ، نظم اور نبُوّت کے طور پر پیش کیا گیا۔ بعض اوقات یہ زبانی دی گئی اور بعض اوقات تحریری طور پر۔ بعض اوقات یہ رویاؤں، خوابوں، نِشانوں میں اور بعض اَوقات اشاروں کِنایوں میں دی گئی۔ خواہ کوئی بھی طریقہ اِستعمال کیا گیا، نکتہ یہ ہے کہ بنی اِسرائیل کو جو مکاشفہ پہلے دِیا گیا وُہ اِبتدائی اور بتدریج تھا اور اُسے مُختلِف طریقوں سے لوگوں تک پُہنچایا گیا۔

۱:۲۔ عہدِعتیق کی وقتی، جُزوی اور مخصُوص نبُوّتوں پر اَب اُس کے "بیٹے" میں خُدا کا آخری مکاشفہ چھا گیا۔ انبیا صِرف ایک وسیلہ تھے جنکی معرفت کلامِ الٰہی دِیا گیا، جبکہ خُداوند یسوؔع مسیح خُود بنی آدم کے لئے خُدا کا آخری مکاشفہ ہے۔ چنانچہ یُوحنّؔا رسُول کہتا ہے "خُدا کو کِسی نے کبھی نہیں دیکھا۔ اکلوتا بیٹا جو باپ کی گود میں ہے اُسی نے ظاہر کیا" (یُوحنّؔا ۱:۱۸)۔ خُداوند یسوؔع نے اپنے بارے میں خود فرمایا

"جس نے مجھے دیکھا اُس نے باپ کو دیکھا" (یُوحنّا ۱۴: ۹)۔ مسیح خداوند نہ صِرف خُدا کی طرف سے کلام کرتا ہے بلکہ بطور خُدا کے بھی۔

اِس خط کا مُصنّف یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ ابنِ خُدا تمام انبیاء سے افضل ہے وُہ پہلے اُسے تمام "چیزوں کے وارِث" کے طور پر پیش کرتا ہے۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ خُدا نے اُسے یہ کائنات دی ہے اور وُہ جلد ہی اِس پر حکُومت کرنے لگے گا۔ اُسی کے "وسیلہ سے" خُدا نے "عالم بھی پیدا کِئے"۔ یسوؔع مسیح تخلیقِ کائنات میں ایک سرگرم رُکن تھا۔ اُسی نے فضا اور سِتاروں بھرے آسمانوں کو، زمین کو اور نسلِ اِنسانی کو پیدا کیا۔ وُہی تمام مخلُوقات کا خواہ وُہ رُوحانی ہیں یا زمینی خالق ہیں۔

۱: ۳۔ وُہ خُدا کے "جلال کا پرتَو" ہے یعنی خُدا باپ میں ہمیں جو کُل کاملیّت ملتی ہے وُہ بیٹے میں بھی پائی جاتی ہے۔ وُہ اُس کے جلال کی تابانی و درخشندگی ہے۔ خُدا کی تمام اخلاقی اور رُوحانی جلالت اُس میں دیکھی جاتی ہے۔

مزید یہ کہ خُداوند یسوؔع، خُدا کی ذات کا حقیقی "نقش" ہے۔ لیکن اِس کا اِشارہ جسمانی شکل و شُباہت کی طرف نہیں ہے کیونکہ خُدا اپنی ذات میں رُوح ہے۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ مسیح اُن تمام باتوں میں جو اِنسانی سمجھ میں آسکتی ہیں بعینہٖ باپ کی مانند ہے۔ اِس سے زیادہ نزدیکی مشابہت اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ بیٹا، خُدا ہوتے ہُوئے اپنے کلام اور کام سے ظاہر کرتا ہے کہ خُدا کِس قِسم کا ہے۔

اور وُہ کُل کائنات کو اپنی "قدرت کے کلام" سے سنبھالتا ہے۔ اِبتدا میں عالم اُسی کے کہنے سے بنے (عِبرانیوں ۱۱: ۳)۔ اب بھی وُہ کلام کرتا ہے اور اُس کا قُدرت کا "کلام" زِندگی دیتا، اور تمام چیزوں اور کائنات کو دُرست نظام میں برقرار رکھتا ہے۔ یہ وُہی ہے جس میں تمام چیزیں قائم رہتی ہیں (کلسّیوں ۱: ۱۷)۔ یہاں اُس بات کی جس کے بارے میں سائنسدان چکرائے رہتے ہیں سادہ سی تشریح ہے۔ سائنسدان یہ معلُوم کرنے میں کوشاں ہیں کہ ذرّوں کو کون سی قُوّت باہم قائم رکھے ہُوئے ہے!

یہاں ہمیں معلُوم ہوتا ہے کہ یسوؔع مسیح اِسے اپنے "قدرت کے کلام" سے سنبھالے ہُوئے ہے۔

لیکن ہمارے نجات دہندہ کا اگلا جلال سب سے زیادہ حیران کُن ہے جبکہ اُس نے ہمارے "گناہوں کو دھویا"۔ خالِق اور قیّوم ہمارے گُناہ اُٹھانے والا بن جاتا ہے۔ کائنات کی تخلیق کے لئے اُسے صِرف "کُن" کہنا پڑا اور وُہ وُجُود میں آگئی کیونکہ اِس میں کوئی اخلاقی فتُور حائل نہ تھا۔ لیکن ہمارے گُناہوں کو ہمیشہ کے لئے دُور کرنے کی خاطر اُسے کلوؔری کی صلیب پر جان دینا پڑی۔ یہ خیال کہ قادرِ مُطلق خُداوند قُربانی کا برّہ بن گیا ہمارے لئے ناقابلِ فہم ہے۔

آخر میں ہم اُسے تخت نشین خُداوند کے طور پر دیکھتے ہیں۔ اُس کی تخت نشینی کا انداز یہ ہے کہ وُہ "کبریا کی دہنی طرف جا بیٹھا"۔ یہ مساعی کے بعد کا آرام نہیں ہے بلکہ اپنے تکمیل شُدہ کام کی تسکین کا آرام ہے۔ یہ انداز ظاہر کرتا ہے کہ مخلصی کا کام پایۂ تکمیل کو پُہنچ چُکا ہے۔

"کبریا کی دہنی طرف بیٹھنا" ایک ایسا مرتبہ ہے جو عزّت اور اِستحقاق کو ظاہر کرتا ہے (عبرانیوں ۱:۱۳)۔ خُدا نے اُسے اِس لئے سرفراز کیا کیونکہ اُس نے جلالی فتح حاصل کی ہے۔ داہنا ہاتھ اختیار (متّی ۲۶:۶۴) اور شادمانی و خوشی کو ظاہر کرتا ہے۔ نجات دہندہ اپنے چھیدے ہُوئے ہاتھ میں کُل کائنات پر حکومت کرنے کا عصا پکڑے ہُوئے ہے (۱-پطرس ۳:۲۲)۔

ایسا معلُوم ہوتا ہے کہ ہم نے اپنے خُداوند کے تخلیقِ کائنات سے کلوری اور پھر سرفرازی کے راستے کی پیروی کرتے ہُوئے انبیاء کو بُھلا ہی دیا ہے۔ اگرچہ وہ بڑے قابلِ احترام ہیں، تاہم وُہ سایہ میں ہٹ گئے ہیں۔ اُنہوں نے آنے والے مسیح کی گواہی دی (اعمال ۱۰:۴۳)۔ اور اب جبکہ وُہ آگیا تو وُہ خُوشی خُوشی منظر سے ہٹ گئے۔

ب۔ مسیح فرشتوں سے افضل ہے (۱:۴-۲:۱۸)

۱:۴۔ اِس خط میں دُوسرا نکتہ یہ ہے کہ مسیح "فرشتوں سے بزرگ" ہے۔ یہ اِس لئے ضرُوری تھا کیونکہ یہُودی فرشتوں کی خدمت کو بہُت بُلند سمجھتے تھے۔ شریعت فرشتوں ہی کی وساطت سے دی گئی تھی (اعمال ۷:۵۳؛ گلتیوں ۳:۱۹) اور فرشتگان خُدا کے قدیم لوگوں کی تاریخ میں مُتعدد بار ظاہر ہوتے رہے تھے۔ غالباً کہا جاتا تھا کہ اگر کوئی مسیح کی خاطر یہُودیت کو ترک کر دیتا ہے تو وُہ اپنی قومی اور دینی وراثت کے اہم حِصّے سے کٹ جاتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مسیح کو حاصل کرنے سے وُہ اُس کو جو فرشتوں سے افضل ہے دو معنوں میں حاصل کر لیتا ہے: پہلے بطور ابنِ خُدا (۱:۴-۱۴) اور دُوسرے ابنِ آدم (۲:۵-۱۸)۔

مسیح "فرشتوں سے اسی قدر بزرگ ہو گیا جس قدر اُس نے میراث میں اُن سے افضل نام پایا"۔

یہاں پہلا اشارہ اُس کی اِکتسابی بزرگی کی طرف ہے اور پھر اُس کی وراثتی بزرگی کی طرف۔ اِکتسابی بزرگی اُس کے جی اُٹھنے، صعودِ آسمانی اور بطور خُداوند اور مسیح اُس کی سرفرازی کا نتیجہ ہے۔ وُہ اپنے تجسّم میں تھوڑے عرصہ کے لئے فرشتوں سے کم بن گیا تاکہ موت سہہ سکے (۲:۹)۔ لیکن خُدا نے اُسے سرفراز کیا اور بلند ترین جلال پر بٹھایا۔ اُس کی وراثتی بزرگی کا تعلق اُس کے

خُدا کا بیٹا ہونے سے ہے ۔ بیٹے کا نام سب سے "افضل نام" ہے ۔

۱:۵ ۔ یہاں پُرانے عہد نامہ سے دو آیات پیش کی گئی ہیں جن میں المسیح کو بیٹا بتایا گیا ہے ۔ پہلی، زبُور ۲:۷ میں خُدا اُسے بطور بیٹا مخاطب کرتا ہے : "تُو میرا بیٹا ہے ۔ آج تُو مجھ سے پیدا ہُوا" ۔ ایک لحاظ سے مسیح ازل سے پیدا شُدہ بیٹا ہے ۔ دُوسرے لحاظ سے وُہ تجسُّم میں پیدا ہُوا ۔ تیسرے لحاظ سے وُہ جی اُٹھنے میں پیدا ہُوا ۔ مُردوں میں سے جی اُٹھنے والوں میں پہلوٹھا (کلسّیوں ۱:۱۸) ۔ پَولُس رسُول نے اِس آیت کو پِسدیہ کے عبادت خانے میں اِستعمال کیا اور اِس کا اِطلاق مسیح کی پہلی آمد پر کیا (اعمال ۱۳:۳۳) ۔

لیکن بنیادی نکتہ یہ ہے کہ خُدا نے کبھی بھی کسی فرِشتے کو اپنے "بیٹے" کے طور پر مخاطب نہیں کیا ۔ فرِشتوں کو مجمُوعی طور پر تو بیٹا کہا گیا ہے (ایوب ۱:۶؛ زبُور ۸۹:۶) لیکن اِن سے مُراد محض مخلُوقات ہیں ۔ لیکن جب خداوند مسیح کو خُدا کا بیٹا کہا گیا تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وُہ خُدا کے برابر ہے ۔

دُوسری آیت ۲ ۔ سموئیل ۷:۱۴ ہے : "مَیں اُس کا باپ ہُوں گا اور وُہ میرا بیٹا ہو گا" ۔ ممکن ہے الفاظ سے ایسا محسُوس ہو کہ یہاں سلیمان کی طرف اِشارہ ہے، تاہم رُوحُ القُدس یہاں اِن کو داؤد کے عظیم بیٹے سے منسُوب کرتا ہے ۔ یہاں پھر وُہی بات ہے کہ خدا نے کبھی کسی فرِشتے کو اِس طرح مُخاطِب نہیں کیا ۔

۱:۶ ۔ تیسرا سبب جس کی بنا پر مسیح فرِشتوں سے بڑا ہے یہ ہے کہ وُہ اُن کی پرستش کا مرکز ہے یعنی وُہ اُس کی پرستش کرتے ہیں، وُہ اُس کے پیغام بردار اور خادم ہیں ۔ اِس نکتے کو ثابت کرنے کے لئے مُصنِّف اِستثنا ۳۲:۴۳ اور زبُور ۹۷:۷ کا حوالہ دیتا ہے ۔ اِستثنا ۳۲:۴۳ مُوسیٰ کے گیت کا حِصّہ ہے جس میں مُستقبل میں اِسرائیل کے خُداوند کی اپنے دشمنوں پر فتح کی منظر کشی کی گئی ہے ۔ عبرانیوں کا مُصنِّف اُس فتح کو المسیح کی طرف مُنتقِل کرتا ہے[1] جبکہ خُدا "پہلوٹھے کو دُنیا میں پھر لاتا ہے" ۔ بالفاظِ دیگر یہ المسیح کی آمدِ ثانی کی طرف اشارہ ہے ۔ اُس وقت فرِشتے اُس کی کھُلے عام پرستش کریں گے ۔ اِس کا صِرف ایک ہی مطلب ہو سکتا ہے کہ وُہ خُدا ہے ۔ سچّے خُدا کے سوا کسی اَور کی پرستش کرنا بُت پرستی ہے ۔

"پہلوٹھے" کا مطلب زمانے کے لحاظ سے پہلا (لُوقا ۲:۷) یا مرتبے اور عِزّت کے لحاظ سے پہلا (زبُور ۸۹:۲۷) ہو سکتا ہے ۔ یہاں اور رومیوں ۸:۲۹ اور کُلسّیوں ۱:۱۵، ۱۸ میں اِس کا مؤخرالذکر مطلب ہی ہے ۔

۱:۷ ۔ خُدا اپنے افضل و برتر بیٹے کے مقابلے میں "فرِشتوں کو ہوائیں اور اپنے خادِموں کو آگ کے شُعلے

---

[1] دیکھیں ٹنڈیل سِلسِلۂ تفاسیر، عبرانیوں، صفحہ ۴۷ ۔

بناتا ہے"۔ وُہ "فرشتوں" کا خالق اور ناظم و راہنما ہے۔ وُہ اُس کی مرضی کو ہَوا کی سی تیزی اور آگ کی سی تُندی سے بجا لاتے ہیں۔

۱:۸- آئیے اب ہم جلالوں کی کہکشاں کو دیکھیں جِس میں بیٹا ناقابلِ موازنہ نظر آتا ہے۔ پہلے خُدا اُسے بطور خُدا مُخاطب کرتا ہے۔ زبُور ۴۵: ۶ میں خُدا باپ المسیح کو اِن الفاظ سے پُکارتا ہے " اے خُدا! تیرا تخت ابدُالآباد رہے گا"۔ یہاں پھر مسیح کی الوہیت میں کوئی شک نہیں رہتا اور جو دلیلیں دی گئی ہیں وُہ روایتی عبرانی متن سے لی گئی ہیں (عبرانیوں کے خط کے ہر ایک باب میں کم از کم ایک اقتباس عہدِ عتیق سے شامل کیا گیا ہے)۔

وُہ ابدی حاکم بھی ہے۔ اُس کا تخت ابد تک قائم رہے گا۔

وُہ راست باز بادشاہ ہے۔ زبُور نویس کہتا ہے کہ اُس کے ہاتھ میں "راستی کا عصا" ہے۔ یہ، یہ بتانے کے لِئے کہ اِس بادشاہ کی سلطنت قطعی دیانت داری اور عزّت و وقار پر مبنی ہے ایک شاعرانہ انداز ہے۔

۱:۹- یہاں اُس کی ذاتی راستبازی اِس سے ظاہر ہوتی ہے کہ اُس نے متواتر "راست بازی سے محبّت اور بدکاری سے عداوت رکھّی"۔ یہ بلاشُبہ اُس کی اُس تینتیس ۳۳ سالہ زِندگی کی طرف اِشارہ ہے جو اُس نے زمین پر بسر کی جِس میں خُدا کی آنکھ کو نہ تو اُس کے کِردار میں اور نہ اُس کے چال چلن میں کوئی نقص نظر آیا۔ اُس نے ثابت کیا کہ وُہ حکُومت کرنے کے قابل ہے۔

چونکہ اُسے یہ ذاتی فضیلت حاصِل تھی، اِس لئے "خُدا نے (اُسے) خُوشی کے تیل سے" اُس کے "ساتھیوں کی نِسبت ... زیادہ مسح کیا"۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ خُدا نے اُسے دیگر تمام ہستیوں پر برتری دی۔ یہاں تیل غالباً پاک رُوح کی طرف اشارہ ہے۔ دُوسروں کی نِسبت مسیح کو پاک رُوح دیا گیا (یُوحنّا ۳: ۳۴)۔ اُس کے ساتھیوں میں وُہ لوگ بھی شامل تھے جِن کے ساتھ وُہ خُود رہا تھا مگر اِس کا یہ مطلب نہیں کہ وُہ اُس کے برابر تھے۔ مُمکن ہے اِن میں فرشتے بھی شامل ہوں لیکن یہاں زیادہ تر اُس کے یہُودی بھائیوں کی طرف اِشارہ ہے۔

۱:۱۰- یسُوع مسیح زمین اور آسمان کا خالق ہے۔ یہ زبُور ۱۰۲: ۲۵-۲۷ سے ظاہر ہوتا ہے۔ اِس زبُور میں المسیح کہتا ہے "اے میرے خُدا! مجھے ... نہ اُٹھا" (آیت ۲۴)۔ گتسمنی اور کلوری کی اِس دُعا کا جواب خُدا باپ نے یُوں دیا: "تُو نے قدیم سے زمین کی بُنیاد ڈالی۔ آسمان تیرے ہاتھ کی صنعت ہے"۔ اِس بات پر بھی غور کریں کہ خُدا یہاں آیت ۱۰ میں پُرانے عہد کے یہوواہ سے متعلق کلام کا اطلاق

مسیح پر کرتا ہے ۔ یُوں وُہ اپنے بیٹے کو خُداوند یعنی یہوواہ کہتا ہے ۔ چنانچہ اِس نتیجہ سے کہ نئے عہد نامہ کا یسُوع پُرانے عہد نامہ کا یہوواہ ہے فرار ممکن نہیں ۔

۱: ۱۱، ۱۲ ۔ آیات ۱۱، ۱۲ میں مخلُوق کی ناپائیداری کا خالق کی بقا کے ساتھ مُقابلہ کیا گیا ہے ۔ اُس کا کام تو تباہ ہو جائے گا مگر وُہ خُود باقی رہے گا ۔ اگرچہ سُورج ، چاند ، ستارے ، سمُندر اور دریا دائمی نظر آتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ وُہ معدُوم ہو جائیں گے ۔ زبُور نویس اُن کو پوشاک سے تشبیہ دیتا ہے : پہلے وُہ پُرانی ہو جاتی ہے ، پھر اُسے ناقابلِ اِستعمال سمجھ کر تہ کر کے رکھ دیا جاتا ہے اور پھر اُسے اُس سے بہتر سے تبدیل کر لیا جاتا ہے ۔

ذرا برف سے ڈھکی پہاڑ کی چوٹیوں کے سلسلے ، ڈوبتے ہُوئے شاندار سُورج اور تاروں بھرے آسمان پر نظر دوڑائیں ۔ پھر اِن الفاظ کے زیر و بم کو سُنیں : "تو اُنہیں چادر کی طرح لپیٹے گا اور وُہ پوشاک کی طرح بدل جائیں گے مگر تو وُہی ہے ۔"

۱: ۱۳ ۔ ایک اور اقتباس (زبور ۱۱۰: ۱) بیٹے کی انضلیت کو ثابت کرتا ہے ۔ اِس زبُور میں خُدا بیٹے کو دعوت دیتا ہے کہ "تو میری دہنی طرف بیٹھ جب تک مَیں تیرے دُشمنوں کو تیرے پاؤں تلے کی چوکی نہ کر دُوں" ۔ اب سُوال یہ ہے کہ کیا خُدا نے اِس قِسم کی بات کِسی فرِشتے کو بھی کہی ؟ جواب یہ ہے کہ بے شک نہیں ۔

خُدا کی "دہنی طرف" بیٹھنا بے حد عزت اور لامحدُود اختیار کو ظاہر کرتا ہے ، اور اپنے دُشمنوں کو اپنے پاؤں کی "چوکی" بنانا یہ کہ وُہ کُل دُنیا کو مغلوُب کرے گا اور اُس کی حکُومت عالمگیر ہوگی ۔

۱: ۱۴ ۔ فرِشتوں کا کام حکومت کرنا نہیں بلکہ خِدمت کرنا ہے ۔ وُہ ذی رُوح ہستیاں ہیں جنہیں خُدا نے "نجات کی میراث پانے والوں کی ... خِدمت" کے لئے پیدا کیا ہے ۔ ہم اِسے دو طرح سے سمجھ سکتے ہیں : پہلا ، فرِشتے اُن کی "خِدمت" کرتے ہیں جو ابھی ایمان نہیں لائے ہیں ۔ دُوسرا اُن کی جو گُناہ کی سزا اور قوّت سے بچ گئے ہیں لیکن ابھی گُناہ کی موجُودگی سے نہیں بچے یعنی وُہ ایمان دار جو ابھی زمین پر ہیں ۔

اِس کا مطلب یہ ہے کہ وُہ مُحافظ فرشتے ہیں ۔ ہمیں اِس قِسم کی سچّائی پر حیران ہونے کی ضرورت نہیں ۔ بدرُوحوں کی موجودگی ایک یقینی بات ہے جو خُدا کے برگُزیدوں سے جنگ میں مصرُوف ہیں (افسیوں ۶: ۱۲) ۔ تو کیا ہمیں پاک فرِشتوں کی موجودگی پر حیران ہونا چاہئے جو نجات کے لئے بُلائے ہُوؤں کی حفاظت کرتے ہیں ؟

آئیے ہم مُحافِظ فرشتوں کو چھوڑ کر اپنے اصل نکتہ پر غور کریں جو یہ ہے کہ فرشتے خُدا کے بیٹے سے کم تر ہیں جیسے خادم یا نوکر عالمگیر حاکم سے کم تر ہوتے ہیں ۔

۲:۱ ۔ مُصنِّف نے ابھی اِس بحث کو ختم کیا ہے کہ مسیح فرِشتوں سے افضل ہے کیونکہ وُہ خُدا کا بیٹا ہے۔ یہ دِکھانے سے پیشتر کہ وُہ بطور ابنِ آدم بھی افضل ہے وُہ تھوڑے سے توقف کے بعد افسیوں کے خط میں دی گئی متعدد تنبیہوں میں سے پہلی کو بھی شامِل کرتا ہے۔ یہ تنبیہ انجیل کے پیغام سے بہ کر "دُور" چلے جانے کے بارے میں ہے۔

چُونکہ دینے والا اور اُس کی بخشِش کی عظمت عظیم ہے اِس لئے جو انجیل کا پیغام سُنتے ہیں اُنہیں اِس پر "اَور بھی دِل لگا کر غور کرنا" چاہیئے۔ مسیح کی شخصیّت سے "دُور" چلے جانے اور رسُوماتی مذہب میں واپس پھسل جانے کا خطرہ ہمیشہ ہی موجُود رہتا ہے ۔ اِس کا مطلب گمراہی میں پڑ جانا ہے یعنی اَیسے گناہ میں جِس کے لئے کوئی توبہ نہیں ۔

۲:۲ ۔ ہم نے پہلے بھی بیان کیا ہے کہ یہُودی اپنی تاریخ میں فرِشتوں کی خِدمت کو خاص اہمیّت دیتے تھے۔ غالباً اِس کی بڑی مثال وُہ ہے جبکہ شریعت دی گئی تو وہاں لاتعداد فرِشتے موجُود تھے (اِستثنا ۳۳:۲؛ زُبور ۶۸:۱۷)۔ یہ درُست ہے کہ شریعت "فرِشتوں کی معرفت" دی گئی تھی۔ اور یہ بھی سچ ہے کہ شریعت کا عُدُول کرنے والے کو ٹھیک بدلہ مِلا۔

۲:۳ ۔ لیکن اب بحث کم اہمیّت کے حامِل سے زیادہ اہمیّت کے حامِل کی طرف بڑھتی ہے ۔ اگر شریعت کو توڑنے والوں کو سزا مِلتی ہے تو پھر اُن کی قِسمت کا کیا ہوگا جو انجیل کی خوشخبری کو نظرانداز کرتے ہیں؟ شریعت یہ بتاتی ہے کہ اِنسان پر کیا کرنا فرض ہے، جبکہ انجیل یہ کہ خُدا نے کیا کِیا ہے۔ شریعت سے ہمیں گُناہ کا عِلم ہوتا ہے اور انجیل سے "نجات" کا ۔

پَس "اِتنی بڑی نجات سے غافِل" رہنا، شریعت کو توڑنے سے کہیں زیادہ سنگین ہے۔ خُدا نے شریعت فرِشتوں کی معرفت مُوسیٰ کو دی تھی اور اُس نے آگے اُمّت کو دی ۔ لیکن انجیل کی خوشخبری مسیح خُداوند نے خُود براہِ راست بیان کی۔ اور صِرف یہی نہیں بلکہ اِس کی تصدیق رسُولوں، اور دِیگر نے بھی کی جِنہوں نے اِسے نجات دہندہ سے سُنا تھا۔

۲:۴ ۔ اور اِس کے ساتھ خُدا نے خُود بھی اِس کی تصدیق "نِشانوں اور عجیب کاموں اور طرح طرح کے معجزوں اور رُوح القُدس کی نِعمتوں کے ذریعہ" سے کی۔ "نِشان" خداوند مسیح اور رسُولوں کے وُہ معجزے تھے جن سے رُوحانی سچائیاں ظاہر ہوتی تھیں۔ مثلاً پانچ ہزار کو کھانا کِھلانا (یُوحنّا ۶:۱-۱۴) ایک ایسی بُنیاد تھی جِس سے مابعد زِندگی کی روٹی پر گُفتگو کرنے کا موقع مِلا (یُوحنّا ۶:۲۵-۵۹)۔ "عجیب کام" وُہ معجزے تھے جِن کا مقصد لوگوں میں تحیّر پیدا کرنا تھا، مثلاً لعزر کو زِندہ کرنا (یُوحنّا ۱۱:۱-۴۴)۔

"معجزے" مافوق الفطرت قوّت کا اِظہار تھے جو قانونِ فطرت کی مزاحمت کرتے تھے۔ "رُوحُ القدُس کی نعمتیں" جو آدمیوں کو دی گئیں بولنے اور کام کرنے کی وُہ خاص قابلیتیں تھیں جو اُن کی فطری قابلیت سے قطعی بُلند تھیں۔

اِن معجزات کا مقصد خُوشخبری کی تصدیق کرنا تھا، خاص طور پر یہُودیوں کے لئے جو کِسی بات پر ایمان لانے سے پیشتر اپنی روایت کے مُطابق نِشان طلب کرتے تھے۔ لیکن ایسی شہادتیں ملتی ہیں کہ جب نیا عہد نامہ تحریری صُورت میں وُجُود میں آ گیا تو تصدیقی معجزات کی ضرُورت ختم ہو گئی۔ تاہم یہ کہنا مشکل ہے کہ رُوحُ القدُس دُوسرے زمانوں میں اُن مُعجزات کو کبھی نہیں دُہرائے گا۔

یہ الفاظ کہ "اپنی مرضی کے مُوافق" ظاہر کرتے ہیں کہ رُوحُ القدُس یہ مُعجزاتی قُوّتیں ایمان داروں کو اپنی مرضی کے مُطابق دیتا ہے۔ خُدا کی یہ نعمتیں اُس کی آزاد مرضی کے مُطابق دی جاتی ہیں۔ اِنسان اِن کا تقاضا نہیں کر سکتا اور نہ وُہ اپنی دُعا کے جواب کے طور پر اِن کا دعویٰ کر سکتا ہے کیونکہ خُدا نے اِن کا اُن سے کبھی وعدہ نہیں کِیا ہے۔

۲:۵۔ ہم نے پہلے باب میں دیکھا کہ مسیح خُدا کے بیٹے کے طور پر فرشتوں سے افضل ہے۔ اب ہم یہ دیکھیں گے کہ وُہ بطور ابنِ آدم بھی افضل ہے۔ اگر ہم یہ یاد رکھیں گے کہ یہُودی ذہن کے نزدیک مسیح کا تجسّم خارج از قیاس اور اُس کی پستی باعثِ شرم تھی تو خیالات کے بہاؤ کو سمجھنے میں مدد مِلے گی۔ یہُودیوں کے نزدیک یسُوعؔ محض اِنسان تھا اِس لئے وُہ فرشتوں کی نسبت کمتر طبقے سے تعلق رکھتا تھا۔ لیکن درجِ ذیل آیات بتاتی ہیں کہ ابنِ آدم ہوتے ہُوئے بھی وُہ فرشتوں سے افضل تھا۔

سب سے پہلے یہ بتایا گیا ہے کہ مُستقبل کے "جہان" کے بارے میں خُدا نے یہ حُکم نہیں دِیا کہ وُہ "فرشتوں" کے کنٹرول میں ہو گا۔ یہاں "آنے والے جہان" سے مُراد وُہ پُر امن اور خوشحال زمانہ ہے جس کا ذِکر انبیاء عموماً کیا کرتے تھے۔ ہم اِسے ہزار سالہ بادشاہت کہتے ہیں۔

۲:۶۔ یہاں زبُور ۸: ۴-۶ سے اقتباس یہ دکھانے کے لئے دیا گیا ہے کہ زمین پر بالآخر حکُومت کا اختیار آدمی کو دیا گیا ہے نہ کہ فرشتوں کو۔ ایک لحاظ سے آدمی حقیر سی ہستی ہے لیکن اِس کے باوجُود بھی خُدا "اُس کا خیال کرتا ہے"۔ ایک لحاظ سے آدمی کی کوئی اہمیّت نہیں، تو بھی خُدا "اُس پر نگاہ کرتا ہے"۔

۲:۷۔ تخلیق کی درجہ بندی میں اِنسان، "فرشتوں سے کُچھ ہی کم" ہے۔ وُہ اُن کی نسبت عِلم، حرکت کرنے اور قُوّت میں محدُود ہے، اور پھر یہ کہ وُہ فانی ہے۔ تاہم خُدا کے مقاصد میں "اُس پر جلال اور عِزّت کا تاج رکھا" گیا ہے۔ اُس کی بدنی اور ذہنی مجبُوری بہت حد تک ختم کر دی جائے گی اور اُسے زمین پر سرفراز کیا جائے گا۔

۸:۲ - اُس دِن سب کُچھ —— فِرشتگان، حیوانات، پرِندے، مچھلیاں، نباتات —— آدمی کے اختیار کے "تابع" کر دیا جائے گا، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ کائنات کا ہر ایک حِصّہ اُس کے کنٹرول "تلے" آجائے گا۔

اِنسان کے لئے خُدا کا اصل ارادہ یہی تھا۔ مثلاً اُس نے اُسے کہا تھا: "پھلو اور بڑھو اور زمین کو معمُور و محکوم کرو اور سمندر کی مچھلیوں اور ہَوا کے پرندوں اور کُل جانوروں پر جو زمین پر چلتے ہیں اِختیار رکھو" (پیَدائش ۱۸:۱)۔

لیکن کیا وجہ ہے کہ ہم "سب چیزیں" اُس کے "تابع" نہیں دیکھتے؟ جواب یہ ہے کہ اِنسان نے اپنا اِختیار گُناہ کی وجہ سے کھو دیا۔ یہ آدم کا گُناہ ہی تھا جِس کی وجہ سے تخلیق پر لعنت آئی۔ فرمانبردار جاندار وحشی بن گئے۔ زمین نے اُونٹ کٹارے اور جھاڑیاں اُگانی شُروع کر دیں۔ اِنسان کے فطرت پر کنٹرول کو چیلنج کیا جانے لگا اور محدُود ہو گیا۔

۹:۲ - لیکن جب ابنِ آدم زمین پر حکُومت کرنے کے لئے آئے گا تو اِنسان کا اِختیار بحال ہو جائے گا۔ یسوعؔ، بحیثیت اِنسان جو کُچھ آدمؔ نے گنوا دیا اُسے اور اُس کے عِلاوہ اور بہُت کچھ بحال کر دے گا۔ پَس اَب جبکہ ہم سب کُچھ اِنسان کے کنٹرول میں نہیں دیکھتے تو ہم "یسوعؔ کو" دیکھتے ہیں اور اُس میں ہمیں اِنسان کی بالآخر زمین پر حکُومت کرنے کی کُنجی مِل جاتی ہے۔

تھوڑے عرصہ کے لئے وُہ "فرِشتوں سے کُچھ ہی کم کیا گیا" خاص طور پر اپنی زمینی زِندگی کے تینتیس ۳۳ سالوں کے لئے —— اُس کی پَستی کے درجات کو ہم اُس کے آسمان سے بیت لحم میں آنے، وہاں سے گتسمنی، عدالت کے چبُوترہ، گلگتا اور قبر تک دیکھتے ہیں۔ لیکن اب "جلال اور عزّت کا تاج اُسے پہنایا گیا"۔ اُس کی سرفرازی اُس کے دُکھ اُٹھانے اور مَوت کا نتیجہ ہے۔ صلیب اُسے تاج تک لے گئی۔

اِس سب میں خُدا کا پُرفضل مقصد یہ تھا کہ مسیح "ہر ایک آدمی کے لئے مَوت کا مزہ چکھے"۔ نجات دہندہ ہمارے نمائندہ کے طور پر اور ہمارے بدلے میں مُوا۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ وُہ بطور آدمی، آدمی کے لئے مُوا۔ اُس نے گُناہ کے خلاف خُدا کی تمام عدالت کو اپنے بَدن پر صلیب پر سہا تاکہ وُہ لوگ جو اُس پر ایمان لاتے ہیں اُنہیں وُہ کبھی نہ اُٹھانی پڑے۔

۱۰:۲ - یہ خُدا کے راست کردار کے عَین مطابق تھا کہ نجات دہندہ کی تذلیل کے ذریعہ اِنسان کے اِختیار کو پھر بحال کرے۔ گُناہ نے خُدا کے نظامِ کائنات کو بگاڑ دیا تھا۔ اِس سے بیشتر کہ اُس نظام کو افراتفری سے نِکالا جائے ضرُوری تھا کہ گُناہ کی راستی سے عدالت کی جائے۔ یہ خُدا کے پاک کردار

کے عین مُطابق تھا کہ گُناہ کو دُور کرنے کے لئے مسیح دُکھ اُٹھائے، خُون بہائے اور موت سہے -

دانشمند منصوبہ ساز کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وُہ 'وُہ تھا "جس کے لئے سب چیزیں ہیں اور جس کے وسیلہ سے سب چیزیں ہیں"- اوّل، وُہ تخلیق کا نصب العین تھا - تمام چیزیں اُس کے جلال اور خوشی کے لئے پیدا کی گئیں - لیکن اِس کے ساتھ ہی وُہ تمام تخلیق کا بانی بھی ہے - اُس کے بغیر کوئی چیز پیدا نہیں ہُوئی -

اُس کا عظیم مقصد "بہُت سے بیٹوں کو جلال میں داخل" کرنا تھا - جب ہم اپنے نکمے پن پر غور کرتے ہیں تو یہ سوچ کر حیران ہو جاتے ہیں کہ اُسے بھی ہمارے ساتھ تکلیف اُٹھانی پڑی، لیکن یہ اِس لئے تھا کیونکہ وُہ پُرفضل خُدا ہے اور کہ اُس نے ہمیں اپنے ابدی جلال کے لئے بُلایا ہے -

ہمارے جلال پانے کی قیمت کیا ہے؟ ہمارے "نجات کے بانی کو دُکھوں کے ذریعہ سے کامِل" کیا گیا - جہاں تک اُس کے اخلاقی کردار کا تعلق ہے خُداوند یسوع ہمیشہ ہی کامل طور پر بے گناہ تھا - اِس سِلسلے میں اُسے کامِل نہیں بنایا جا سکتا تھا - لیکن اُسے ہمارے نجات دہندہ کے طور پر "کامِل" بننا پڑا - ہمارے لئے اَبدی مخلصی خریدنے کے لئے اُسے وُہ تمام سزا سہنی پڑی جس کے ہمارے گناہ حق دار تھے - ہم اُس کی بے داغ زندگی سے نہیں بچ سکتے تھے، اُس کی عِوضی موت ہی بدیہی ضرورت تھی -

خُدا نے ہمیں بچانے کے لئے ایسا طریقہ اِختیار کیا جو اُس کے شایانِ شان تھا - اُس نے اپنے اکلوتے بیٹے کو ہماری جگہ مرنے کے لئے بھیجا -

۲: ۱۱ - اگلی تین آیات یسوع کی اِنسانیت کی کاملیت پر زور دیتی ہیں - اگر وُہ اُس اختیار کو جو آدم نے گنوا دیا تھا دوبارہ حاصل کرنا چاہتا ہے تو اُسے دِکھانا ہوگا کہ وُہ حقیقی اِنسان ہے -

سب سے پہلے اِس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کہ "پاک کرنے والا اور پاک ہونے والے سب ایک ہی اصل سے ہیں" یعنی دونوں ہی بشریت رکھتے ہیں یا "ایک ہی اصل سے ہیں" کا مطلب یہ ہے کہ اُن کا خُدا اور باپ ایک ہی ہے -

مسیح وُہ ہے جو "پاک" کرتا ہے یعنی وُہ لوگوں کو خُدا کے لئے دُنیا سے الگ کرتا ہے - ایسے لوگ مُبارک ہیں -

مُقدّس شخص یا شَے وُہ ہے جسے اُس کے عام اِستعمال سے خُدا کی مِلکیت، استعمال اور لُطف اندوزی کے لئے الگ کیا گیا ہے - تقدیس کا اُلٹ غیر مُقدّس یا نجس ہونا ہے -

بائبل میں تقدیس کے چار پہلو بیان کئے گئے ہیں: تبدیلی سے پہلے تقدیس، پوزیشن یا مقام

کے لحاظ سے تقدیس، عملی تقدیس اور کامل تقدیس ۔

قارئین کو عبرانیوں کے خط میں ایسے حِصّے تلاش کرنے چاہئیں جہاں تقدیس کا بیان کیا گیا ہے ۔ اور یہ دیکھنا چاہیئے کہ یہاں کِس قسم کی تقدیس پیشِ نظر ہے ۔

چونکہ وُہ حقیقی اِنسان بنا، اِس لئے وُہ اپنے پَیروکاروں کو "بھائی کہنے سے نہیں شرماتا"۔ کیا یہ ممکن ہے کہ اِس کائنات کا ابدی حاکم انسان بنے اور اپنے آپ کو اپنی مخلُوق سے اِس قدر قریب سمجھے کہ اُنہیں اپنا بھائی کہے ؟

۲ : ۱۲ - اِس کا جواب زبُور ۲۲ : ۲۲ میں مِلتا ہے جہاں وُہ کہتا ہے : "تیرا نام مَیں اپنے بھائیوں سے بیان کرُوں گا"۔ یہی آیت اُسے اپنے لوگوں کے ساتھ عام پرستش میں بھی شامل دِکھاتی ہے : "کلیسیا میں تیری حمد کے گیت گاؤں گا"۔ اپنی جاں کنی کی حالت میں اُس نے اُس دِن کی طرف دیکھا جب وُہ مخلصی یافتہ لوگوں کے ساتھ خُدا باپ کی حمد کرے گا ۔

۲ : ۱۳ - یہ ثابت کرنے کے لئے کہ مسیح حقیقی اِنسان تھا یہُودی صحائف سے مزید دو آیات پیش کی گئی ہیں ۔ یسعیاہ ۸ : ۱۷ میں وُہ خُدا پر اپنے اِعتماد کو ظاہر کرتا ہے ۔ یہوواہ پر کُلّی "بھروسا" ہی حقیقی اِنسانیت کا نشان ہے ۔ پھر خُداوند یسعیاہ ۸ : ۱۸ میں کہتا ہے "دیکھ مَیں اُن لڑکوں سمیت جنہیں خُدا نے مجھے دیا"۔ یہاں یہ خیال کارفرما ہے کہ وُہ ایک ہی خاندان کے افراد ہیں جن کا باپ بھی ایک ہی ہے ۔

۲ : ۱۴ - وُہ لوگ جو ابنِ آدم کی پستی کو شرم ناک سمجھتے ہیں، لازم ہے کہ وُہ اُن چار برکات پر غور کریں جو اُس کے دُکھوں کے نتیجے میں ملیں ۔

پہلی، شیطان کی تباہی ہے ۔ یہ کیسے وقوع میں آئی ؟ خُدا نے اپنے بچّوں کو ایک خاص مفہوم میں پاک کرنے، بچانے اور نجات دینے کے لئے مسیح کو دِیا ۔ چونکہ اِن بچّوں کی اِنسانی فطرت تھی اِس لئے خداوند یسوع نے بھی خون اور گوشت کا جسم اختیار کیا ۔ اُس نے اپنی الوہیت کے ظاہرا اظہار کو ایک طرف رکھّا اور اپنی رُبوبیت کو مٹی کے لباس میں چھپا لیا ۔

لیکن وُہ بیت لحم پر رُکا نہیں بلکہ کلوری تک پہنچا کیونکہ وُہ مجھے پیار کرتا ہے ۔

اپنی "موت کے وسیلہ سے" اُس نے اُسے "جسے موت پر قدرت حاصل تھی یعنی اِبلیس کو تباہ کر دیا"۔ یہاں تباہ کرنے کا مطلب صفحۂ ہستی سے مٹانا نہیں بلکہ بے اثر کرنا ہے ۔ شیطان اب بھی اِس دُنیا میں خُدا کے مقصد کی مخالفت کرتا ہے لیکن اُسے صلیب پر بڑا کاری زخم لگا ہے ۔ اُس کا وقت کم ہے اور اُس

کی عاقبت کا فیصلہ ہو چُکا ہے ۔ وُہ ایک شکست خُوردہ دُشمن ہے ۔

کِن معنوں میں شیطان کو "مَوت پر قُدرت حاصِل تھی"؟ غالباً اِس کا سب سے بڑا مطلب یہ ہے کہ وُہ مَوت کا مُطالبہ کر سکتا تھا۔ شیطان کے ذریعہ ہی سب سے پہلے گُناہ دُنیا میں داخِل ہُوا۔ چنانچہ خُدا کی پاکیزگی نے تمام گُنہگاروں پر مَوت کا حُکم لگایا۔ پس مُخالفت کے طور پر ابلیس یہ مطالبہ کر سکتا ہے کہ سزا دی جائے ۔

بائبل مُقدّس میں ہمیں کوئی ایسا حوالہ نہیں مِلتا جس سے ظاہر ہو کہ شیطان خُدا کی اِجازت کے بغیر کِسی پر مَوت کا حُکم لگا سکتا ہے (ایوب ۲: ۶)۔ پس وہ ایمان دار کی مَوت کا وقت مقرر نہیں کر سکتا۔ تاہم بعض اَوقات اُسے کِسی بَدکار کے ذریعہ ایمان دار کو ہلاک کرنے کی اجازت مِل جاتی ہے۔ لیکن یسوع نے اپنے شاگِردوں کو متنبّہ کیا ہے کہ وُہ اُن سے نہ ڈریں جو جِسم کو قتل کر سکتے ہیں بلکہ خُدا سے ڈریں جو بَدن اور رُوح دونوں کو دوزخ میں ڈال سکتا ہے (متّی ۱۰: ۲۸) ۔

پُرانے عہدنامہ میں حنوک اور ایلیاہ موت کا مزہ چکھے بغیر ہی آسمان پر چلے گئے۔ بلاشُبہ یہ اِس لئے تھا کہ بطور ایمان دار وُہ مسیح کی مُستقبِل میں مَوت میں مر چُکے تھے ۔

جب مسیح بادلوں پر آئے گا تو تمام زِندہ ایمان دار وفات پائے بغیر آسمان پر جائیں گے ۔ وُہ اِس لئے نہیں مَریں گے کیونکہ اُن کے بارے میں خُدا کی پاکیزگی مسیح کی مَوت کے باعث مُطمئِن ہو گی ۔ جی اُٹھے مسیح کے پاس اَب "مَوت اور عالمِ ارواح کی کُنجیاں" ہیں (مُکاشفہ ۱: ۱۸) ۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ وُہ اِن پر مُکمّل اختیار رکھتا ہے ۔

۲: ۱۵ - مسیح کی پستی کی دُوسری برکت یہ ہے کہ ہمیں "ڈر" سے رہائی مِلتی ہے ۔ مسیح کی صلیب سے پیشتر لوگ ساری عُمر "مَوت کے ڈر" میں مُبتلا رہتے تھے ۔ اگرچہ پُرانے عہدنامہ میں کہیں کہیں موت کے بعد زِندگی کی جھلکیاں مِلتی ہیں، تاہم عام تاثر بے یقینی، خوف اور اَفسُردگی کا ہی مِلتا ہے ۔ جو اُس وقت دُھندلا تھا اَب صاف نظر آتا ہے کیونکہ مسیح زِندگی اور بَقا لایا ہے (۲۔ تیمُتھیس ۱: ۱۰) ۔

۲: ۱۶ - تیسری زبردست برکت گُناہ کا کفّارہ ہے ۔ دُنیا میں آنے سے خُداوند "فرشتوں کا نہیں بلکہ ابرہام کی نسل کا ساتھ دیتا ہے" ۔

"ابرہام کی نسل" سے مُراد اُس کی جِسمانی اَولاد یعنی یہُودی ہو سکتے ہیں یا پھر اُس کی رُوحانی اَولاد یعنی ہر زمانہ کے ایمان دار ۔ اہم نکتہ یہ ہے کہ وُہ اِنسان ہیں نہ کہ فرشتے ۔

۲: ۱۷ - پس یہ ضرُوری تھا کہ وُہ ہر لحاظ سے "اپنے بھائیوں کی مانند" بنے ۔ اُس نے حقیقی اور

کامل اِنسانیت اِختیار کی۔ اُس میں ماسوائے گناہ اِنسانی خواہشات، خیالات، احساسات، اور جذبات پائے جاتے تھے۔ اُس کی اِنسانیت مثالی تھی۔ ہماری اِنسانیت پر ایک خارجی عُنصر یعنی گناہ نے حملہ کیا ہے۔

اُس کی کامل اِنسانیت اُسے "اُن باتوں میں جو خُدا سے عِلاقہ رکھتی ہیں ایک رحمدِل اور دیانت دار سردار کاہن" بننے کے قابل بنا دیتی ہے۔ وُہ اِنسان کے ساتھ "رحمدل" اور خُدا کے ساتھ "دیانت دار" ہو سکتا ہے۔ بطور "سردار کاہن" اُس کا سب سے بڑا کام "اُمّت کے گُناہوں کا کفّارہ" دینا تھا۔ ایسا کرنے کے لئے اُس نے وُہ کام کیا جو کبھی کسی سردار کاہن نے نہیں کیا یا کر ہی نہیں سکتا تھا۔ اُس نے خُود کو بے عَیب برّہ کی طرح قربانی کے لئے پیش کیا۔ اُس نے اپنی مرضی سے ہماری جگہ جان دی۔

۲:۱۸۔ چوتھی برکت "آزمائش" میں پڑے ہُوئے لوگوں کے لئے مدد ہے۔ کیونکہ اُس نے خُود بھی "آزمائش کی حالت میں دُکھ اُٹھایا" اِس لئے "وُہ اُن کی بھی مدد کر سکتا ہے جن کی آزمائش ہوتی ہے"۔ وُہ اُن کی جو آزمائش سے گُزر رہے ہیں مدد کر سکتا ہے کیونکہ وُہ خُود بھی اُن میں سے گُزرا ہے۔

یہاں پھر ہم ایک اِستثنائی بات کا اِضافہ کرنا چاہتے ہیں۔ خُداوند یسوع کی آزمائش باہر کی طرف سے ہُوئی نہ کہ باطن کی طرف سے۔ بیابان میں آزمائش سے ظاہر ہے کہ وُہ بیرونی تھی۔ شیطان اُس پر ظاہر ہوتا ہے اور خارجی ترغیبات سے آزمانے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن نجات دہندہ کو کبھی بھی باطنی خواہشات اور جذبات سے نہیں آزمایا جا سکتا تھا کیونکہ اُس میں گناہ نہیں تھا اور نہ کوئی ایسی چیز جو گُناہ کے فریب میں آ جاتی۔ اُس نے "آزمائش کی حالت میں دُکھ اُٹھایا"۔ ہمیں آزمائش کا مُقابلہ کرنے سے دُکھ ہوتا ہے، جبکہ اُسے آزمائے جانے سے دُکھ ہُوا۔

ج۔ مسیح مُوسیٰ اور یشُوع سے افضل ہے (۳:۱ - ۴:۱۳)

۳:۱۔ مُوسیٰ بنی اِسرائیل کا سب سے بڑا قومی ہیرو تھا۔ چنانچہ مُصنّف کی حِکمتِ عملی میں تیسرا بُنیادی نُکتہ یہ ہے کہ وُہ مُوسیٰ پر مسیح کی لامحدُود افضلیّت دِکھاتا ہے۔

یہ پیغام "پاک بھائیوں" کو دیا گیا ہے جو "آسمانی بُلاوے میں شریک" ہیں۔ تمام ایمان دار جہاں تک اُن کی حیثیت کا تعلق ہے پاک ہیں اور اُنہیں اپنے عملوں میں بھی پاک بننا چاہئے۔ مسیح میں وُہ پاک ہیں اور اُنہیں اپنے آپ میں بھی پاک بننا چاہئے۔

اُن کی "آسمانی بلاہٹ" بنی اِسرائیل کی زمینی بُلاہٹ سے مختلف ہے۔ پُرانے عہد نامہ کے بُزرگوں کو مُلکِ موعُود میں مادّی برکات کے لئے بُلایا گیا تھا (اگرچہ اُنہیں آسمانی اُمید بھی تھی)۔ اَب کلیسیائی

زمانہ میں ایمان داروں کو آسمانی برکات اور مستقبل میں آسمانی وراثت کے لئے بُلایا گیا ہے۔

یسوعؔ پر "غور" کرو۔ ہمیں اُس "رسُول اور سردار کاہن" پر "جس کا ہم اقرار کرتے ہیں" بڑے احترام سے غور کرنا چاہیئے۔ جب ہم اُس کا بطور "رسُول" اِقرار کرتے ہیں تو اِس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ ہمارے سامنے خُدا کو پیش کرتا ہے، اور جب ہم اُس کا بطور "سردار کاہن" اِقرار کرتے ہیں تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ وُہ ہمیں خُدا کے حضُور پیش کرتا ہے۔

۲:۳ - ایک پہلُو ایسا ہے جس میں وُہ واقعی مُوسیٰ کی مانند ہے۔ وُہ خُدا کے "حق میں دیانت دار تھا جس طرح مُوسیٰ اُس کے سارے گھر میں تھا"۔ یہاں "گھر" سے مُراد صِرف خیمۂ اجتماع نہیں ہے بلکہ وہ تمام حلقہ جس میں مُوسیٰ خُدا کی خِدمت کیا کرتا تھا۔ یہ گھر اِسرائیل ہے یعنی خُدا کے قدیم زمینی لوگ۔

۳:۳ - لیکن یہاں پر مماثلت ختم ہوجاتی ہے۔ باقی تمام پہلُوؤں میں یسوعؔ مُوسیٰ سے لاکلام افضل ہے۔ پہلی بات یہ کہ خُداوند یسوعؔ "مُوسیٰ سے ... زیادہ عِزّت کے لائق" ہے کیونکہ "گھر کا بنانے والا گھر سے زیادہ عِزّت دار ہوتا ہے"۔ خُداوند یسوعؔ خُدا کا گھر بنانے والا تھا جبکہ مُوسیٰ گھر کا صِرف ایک حِصّہ تھا۔

۴:۳ - دُوسری بات یہ کہ یسوعؔ اِس لئے افضل ہے کیونکہ وُہ اِلٰہی ذات ہے۔ "ہر ایک گھر کا کوئی نہ کوئی بنانے والا ہوتا ہے۔ لیکن "جس نے سب چیزیں بنائیں وُہ خُدا ہے"۔ ہم یُوحنّا ۳:۱ ؛ کُلسیّوں ۱۶:۱ اور عِبرانیوں ۱:۲، ۱۰ سے سیکھتے ہیں کہ تخلیقِ کائنات میں یسوعؔ سرگرمِ عمل تھا۔ اِس کا بدیہی نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ مسیح خُدا ہے۔

۵:۳ - تیسرا نکتہ یہ ہے کہ یسوعؔ بیٹا ہونے کی وجہ سے افضل ہے۔ "مُوسیٰ" وفادار "خادِم" تھا جو خُدا کے "سارے گھر میں ... دیانت دار" تھا (گِنتی ۷:۱۲) اور وُہ لوگوں کی المسیح کی طرف راہنمائی کرتا تھا۔ اُس نے "آئندہ بیان ہونے والی باتوں کی گواہی" دی یعنی مسیح میں نجات کی خوشخبری کی۔ بدیں وجہ ایک موقع پر یسوعؔ نے کہا "اگر تم مُوسیٰ کا یقین کرتے تو میرا بھی یقین کرتے۔ اِس لئے کہ اُس نے میرے حق میں لِکھا ہے" (یُوحنّا ۴۶:۵)۔ اِماؤس کی راہ پر اپنے دو شاگِردوں کے ساتھ گفتگو کے دَوران یسوعؔ نے مُوسیٰ اور تمام انبیاء سے شرُوع کرکے "سب نوِشتوں میں جتنی باتیں اُس کے حق میں لکھی ہُوئی ہیں وُہ اُن کو سمجھا دیں" (لُوقا ۲۷:۲۴)۔

۶:۳ - "لیکن مسیح" خادِم کے طور پر نہیں بلکہ "بیٹے کی طرح" خُدا کے گھر کا مختار ہے، اور اُس کی نسبت سے بیٹے کا مطلب خُدا کے برابر ہونا ہے۔ خُدا کا گھر، اُس کا اپنا گھر ہے۔

یہاں مُصنّف یہ بتاتا ہے کہ آج کل خُدا کے "گھر" سے کیا مُراد ہے۔ یہ خُداوند یسوع میں تمام ایمان داروں پر مشتمل ہے: "اُس کا گھر ہم ہیں بشرطیکہ اپنی دلیری اور اُمید کا فخر آخر تک مضبُوطی سے قائم رکھیں"۔ شاید پہلے پہل اِس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہماری نجات کا اِنحصار مضبُوطی سے قائم رہنے میں ہے۔ اِس صُورت میں ہماری نجات مسیح کے صلیب پر تکمیل شُدہ کام کی بجائے ہمارے مضبُوطی سے قائم رہنے پر ہوگی۔ لیکن اِس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ جب ہم مضبُوطی سے قائم رہتے ہیں تو ثابت کرتے ہیں کہ ہم خُدا کا حقیقی گھر ہیں۔ قائم رہنا حقیقت کا ثبوت ہے۔ وُہ لوگ جو مسیح پر اور اُس کے وعدوں پر اعتماد کھو بیٹھتے ہیں اور رسُومات کی طرف لوٹ جاتے ہیں یہ ظاہر کرتے ہیں کہ وُہ کبھی نئے سرے سے پیدا نہیں ہوئے تھے۔ درجِ ذیل تنبیہ اِسی قسم کی گُمراہی کے بارے میں ہے۔

۳: ۷۔ اِس موقع پر مُصنّف دُوسری تنبیہ کرتا ہے۔ یہ دِل کو سخت کر لینے کے بارے میں ہے۔ اِس کا تجربہ بنی اسرائیل کو بیابان میں ہُوا اور ہمیں بھی ہو سکتا ہے۔ لہٰذا "رُوح القُدس" زبُور ۹۵: ۷۔ ۱۱ کے ذریعہ، اب بھی ہم سے ہمکلام ہے کہ "اگر آج تم اُس کی آواز سُنو"۔

۳: ۸۔ جب خُدا ہمکلام ہوتا ہے تو ہمیں سُننے میں جلدی کرنی چاہیے۔ اگر ہم اُس کے کلام پر شک کرتے ہیں تو اُسے جھُوٹا ٹھہراتے اور اُس کے غضب کو بھڑکاتے ہیں۔

تاہم اِسرائیل کی بیابان میں یہی تارِیخ تھی۔ یہ شکایات، لالچ، بُت پرستی، بے اعتقادی، اور بغاوت پر مشتمل تھی۔ مثلاً رفیدیم کے مقام پر اُنہوں نے پانی کی کمی کی شکایت کی اور اپنے درمیان خُدا کی حضُوری پر شک کیا (خرُوج ۱۷: ۱۔ ۷)۔ دشتِ فاران میں جب بے اِعتماد جاسُوس حوصلہ شِکنی اور شک و شبہات کی بُری رپورٹ کے ساتھ واپس آئے (گنتی ۱۳: ۲۵۔ ۲۹) تو لوگوں نے فیصلہ کیا کہ وُہ اپنے غلامی کے مُلک مِصر کو واپس جائیں گے (گنتی ۱۴: ۴)۔

۳: ۹۔ خُدا اِس بات سے بے حد غضب ناک ہُوا اور فیصلہ کیا کہ لوگ بیابان میں چالیس سال بھٹکتے رہیں گے (گنتی ۱۴: ۳۲۔ ۳۴)۔ اُن تمام سپاہیوں میں سے جو مِصر سے نِکلے تھے اور جن کی عمر بیس سال سے اُوپر تھی اُن میں سے صِرف ۲ کنعان میں داخل ہوں گے۔ اُن میں سے ایک کا نام کالب اور دُوسرے کا یشوع تھا (گنتی ۱۴: ۲۸۔ ۳۰)۔

یہ بات بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ جِس طرح بنی اسرائیل چالیس سال بیابان میں بھٹکتے پھرے اُسی طرح مسیح کی مَوت کے بعد تقریباً چالیس سال پاک رُوح اِسرائیلی قَوم میں کام کرتا رہا، لیکن اُنہوں نے مسیح کے پیغام کی طرف سے دِل سخت کر لیا۔ یہاں تک کہ سنہ ۷۰ء میں یروشلیم تباہ کر دیا گیا اور لوگ

غیر اقوام میں پراگندہ ہو گئے۔

۳:۱۰- خُدا کی بنی اِسرائیل کے ساتھ بیابان میں گہری ناراضی اِس ملامت کا سبب تھی۔ اُس نے اُن پر الزام لگایا کہ اُن کے دِل ہمیشہ اُس سے دُور رہتے اور وہ دیدہ دانِستہ اُس کی "راہوں" کو نظر انداز کرتے ہیں۔

۳:۱۱- چُنانچہ اُس نے "اپنے غضب میں قسم کھائی" کہ وہ اُس کے "آرام میں" یعنی مُلکِ کنعان میں "داخِل نہ ہونے پائیں گے"۔

۳:۱۲- پاک رُوح کو اسرائیل کے ساتھ جو تجربہ بیابان میں ہُوا تھا، اِس کا اِطلاق آیات ۱۲ — ۱۵ میں کیا گیا ہے۔ عِبرانی روایت کے مُطابق یہاں بھی اُن کو "اے بھائیو" کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے۔ اِس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ سب حقیقی مسیحی تھے۔ پس تمام ایمان داروں کو "بے ایمان" دِل کے نقُصان کی طرف سے ہوشیار رہنا چاہئے مبادا وہ اُنہیں "زِندہ خُدا" سے پھیر دے۔ یہ ایک مُسلسل خطرہ ہے۔

۳:۱۳- اِس کا ایک تریاق باہمی پند و نصائح ہے۔ خاص طور پر مُشکِلات اور مُصیبت کے دِنوں میں خُدا کے لوگوں کو دُوسروں کو "ہر روز" نصیحت کرتے رہنا چاہئے کہ وہ ایسے مذہب کے لئے جو گُناہ کا مؤثر طریقے سے علاج نہیں کر سکتا مسیح کو ترک نہ کریں۔

یہ نصیحت صِرف خِدمت گُزاروں کے لئے ہی نہیں بلکہ ہر ایک بھائی کا فرض ہے۔ اِسے اُس وقت تک جاری رہنا چاہئے جِسے "آج" کہا جاتا ہے یعنی جب تک خُدا ایمان کے وسیلے فضل سے نجات کو پیش کرتا رہتا ہے۔ "آج" قبولیت کا وقت ہے۔ یہ نجات کا دِن ہے۔ خُدا سے پھر جانا "گُناہ کے فریب میں آ کر سخت دِل" ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ گُناہ تصوّرات میں بڑا خوبصُورت نظر آتا ہے۔ یہاں وہ یسوع کی تذلیل سے بچاؤ، پاکیزگی کے کم معیار، شان دار رسُومات اور دُنیاوی فوائد کی پیشکش کرتا ہے۔ لیکن بعد میں اِس کے دہشت انگیز نتائج نِکلتے ہیں۔ یہ آدمی کو گُناہوں کی مُعافی، قبر سے آگے اُمید، اور توبہ کے اِمکان سے محرُوم کر دیتا ہے۔

۳:۱۴- ایک مرتبہ پھر ہمیں یاد دِلایا جاتا ہے کہ اگر ہم "اپنے اِبتدائی بھروسے پر آخر تک مضبُوطی سے قائم رہیں" تو ہم "مسیح میں شریک" ہیں۔ اِس قسم کی آیات کو اکثر غلط تعلیم کے لئے اِستعمال کیا جاتا ہے کہ ایک شخص نجات پانے کے بعد پھر نجات سے محرُوم ہو سکتا ہے۔ لیکن بائبل میں کثرت سے شہادتیں ملتی ہیں کہ نجات خُدا کے فضل سے مُفت مِلتی ہے، مسیح نے اُسے اپنے خون سے خریدا ہے اور اُس کا ثبوت نیک کاموں سے مِلتا ہے۔ سچّا ایمان پائیداری کا حامِل ہوتا ہے۔ ہم اپنی نجات کو قائم رکھنے کے لئے قائم

نہیں رہتے بلکہ یہ ایک ثبوت ہے کہ ہم حقیقتاً بچ گئے ہیں ۔ ایمان نجات کی جڑ ہے اور قائم رہنا پھل ہے ۔ مسیح میں کون شامل ہیں؟ جواب یہ ہے کہ وُہ جو ایمان پر مضبوطی سے جمے رہنے سے ثابت کرتے ہیں کہ وُہ حقیقتاً اُس کے ہیں ۔

۳:۱۵ ۔ اَب مُصنّف زبور ۹۵: ۷، ۸ کے الفاظ دُہراتے ہُوئے اِسرائیل کے افسوس ناک تجربہ کا شخصی اطلاق کرتا ہے : "اگر آج تم اُس کی آواز سُنو تو اپنے دِلوں کو سخت نہ کرو جس طرح کہ غُصّہ دِلانے کے وقت کیا تھا" ۔ یہ سخت اپیل جو ایک مرتبہ اِسرائیل سے کی گئی اَب اُس سے کی جاتی ہے جس پر خوشخبری سے مُنہ موڑ کر شریعت سے رجُوع کرنے کی آزمائش آتی ہے ۔

۳:۱۶ ۔ باب کا اِختتام اِسرائیل کی گُمراہی کی تاریخی تفسیر سے ہوتا ہے ۔ مُصنّف تین سُوالوں اور اُن کے جوابوں میں اِسرائیل کی بغاوت، غُصّہ دِلانے اور کئے کی سزا کا کھوج لگاتا ہے ۔ اِس کے بعد اختتام کو بیان کرتا ہے ۔

بغاوت : باغی وُہ لوگ بتائے گئے ہیں "جو مُوسیٰ کے وسیلہ سے مِصر سے نِکلے تھے" صرف کالب اور یشُوع ہی اِس سے مُستثنیٰ تھے ۔

۳:۱۷ ۔ **"غضب"** : یہ وُہی باغی تھے جنہوں نے یہوواہ کو "چالیس برس" تک اِشتعال دِلایا ۔ یہ تقریباً چھ لاکھ تھے اور جب "چالیس برس" ختم ہُوئے تو بیابان میں چھ لاکھ قبریں نظر آتی تھیں ۔

۳:۱۸ ۔ **مکافاتِ عمل** : یہ وہی لوگ تھے جنہیں نافرمانی کی وجہ سے کنعان کے مُلک میں داخل ہونے سے روک دیا گیا تھا ۔

سوال و جواب کی اِس سادہ سی تشریح کو اُن لوگوں کو خبردار کرنا چاہئے جو سچے مسیحیوں کی چھوٹی سی جماعت کو چھوڑنے اور اکثریتی جماعت میں جو بظاہر مذہبی ہے لیکن خُدا پرستی کی قُوّت کا اِنکار کرتی ہے شامل ہونے کی آزمائش میں ہیں ۔ کیا اکثریت ہمیشہ ہی درست ہوتی ہے؟ اِس باب میں اِسرائیل کی تاریخ میں صِرف دو درست تھے جبکہ پانچ لاکھ سے زیادہ غلطی پر تھے ۔

اے ۔ ٹی ۔ پیئرسن اِسرائیل کے گناہ کی سنگینی پر یوں تبصرہ کرتا ہے :

اُن کی بے ایمانی چار طرح سے غُصّہ دِلاتی ہے :

۱ ۔ یہ خُدا کی سچائی پر حملہ اور اُسے جھوٹا بنانا تھا ۔

۲ ۔ یہ اُس کی قُوّت پر حملہ تھا کیونکہ وُہ سمجھتے تھے کہ وُہ اُنہیں بچا نہیں سکتا ۔

۳ ۔ یہ اُس کے لاتبدیل ہونے پر حملہ تھا ۔ اگرچہ اُنہوں نے یہ کہا تو نہیں تھا تاہم اُن کی باتوں سے

ظاہر تھا کہ خُدا بدلتا رہتا ہے اور وُہ اُن عجائب کو کر نہیں سکتا جو اُس نے پہلے کئے تھے ۔

۴ - یہ اُس کی پدرانہ وفاداری پر حملہ تھا، گویا کہ وُہ ایسی اُمید کی حوصلہ افزائی کرے گا جسے وُہ پُورا کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا ۔

اِس کے برعکس کالب اور یشوع نے خُدا کی عزّت کی ۔ اُنہوں نے اُس کے الفاظ کو قطعی درست، اُس کی قُدرت کو لامحدُود، اُس کی طبیعت کو غیر متغیّر اور اُس کی وفاداری کو ایسا سمجھا کہ وُہ لوگوں میں کسی ایسی اُمید کو بیدار نہیں کرے گا جسے وُہ پُورا نہیں کر سکے گا ۔

۳ : ۱۹ - اِختتام : یہ "بے اِیمانی" ہی تھی جس نے باغی لوگوں کو مُلکِ موعُود سے باہر رکھا، اور یہ "بے اِیمانی" ہی ہے جو ہر زمانہ میں اِنسان کو خُدا کی وراثت سے محرُوم رکھتی ہے ۔ نتیجہ صاف ظاہر ہے : "بے اِیمانی" کے بُرے دِل سے ہوشیار رہیں ۔

درجِ ذیل آیات اِس خط میں سب سے مُشکل ہیں ۔ اگرچہ اِس حصّہ کی مجمُوعی تعلیم کافی حد تک صاف ہے، تاہم مفسّرین کا اِس بات پر کہ بحث کا حقیقتاً زور کس پر ہے بہت کم اِتفاق ہے ۔

۴ : ۱-۱۳ کا مضمُون آرام اور اُسے پُوری کوشش سے حاصِل کرنا ہے ۔ اگر ہم اِس بات کو پیشِ نظر رکھیں کہ بائبل میں کئی ایک آراموں کا ذِکر آیا ہے تو یہ شروع ہی میں ہمارے لئے مدد کا باعث ہوگا ۔

۱ - خُدا نے تخلیق کے چھٹے دِن بعد آرام کیا (پیدائش ۲ : ۲) ۔ اِس آرام کا مطلب محنت مشقّت کے بعد آرام نہیں ہے بلکہ اپنے کام سے مُطمئن ہونا ہے ۔ یہ اطمینان کا آرام تھا (پیدائش ۱ : ۳۱) ۔ لیکن گُناہ نے دُنیا میں داخِل ہوکر خُدا کے اِس آرام میں رکاوٹ ڈال دی ۔ اُس وقت سے وُہ لگاتار کام کر رہا ہے ۔ مسیح نے فرمایا : "میرا باپ اب تک کام کرتا ہے اور مَیں بھی کام کرتا ہُوں" (یُوحنّا ۵ : ۱۷) ۔

۲ - مُلکِ کنعان کو بنی اِسرائیل کے لئے آرام کا مُلک ہونا تھا ۔ لیکن اِن کی اکثریت اُس میں داخِل نہ ہو سکی اور جو اُس میں داخِل ہُوئے اُنہیں بھی وُہ آرام نہ مِل سکا جو خُدا اُن کے لئے چاہتا تھا ۔ کنعان یہاں خُدا کے آخری اور ابدی آرام کی تصویر ہے ۔ اُن میں سے بہتیرے جو کنعان نہ پہنچ سکے (مثلاً قورح، داتن اور ابیرام) موجُودہ زمانہ کے گُمراہوں کی تصویر ہیں جو اپنی بے اِعتقادی کے سبب سے خُدا کے آرام میں داخِل نہیں ہوتے ۔

۳ - فی زمانہ ایمان داروں کو ضمیر کا آرام حاصِل ہے کیونکہ وُہ جانتے ہیں کہ خُداوند یسوع کے کفّارہ بخش کام کے ذریعہ اُن کے گُناہوں کا فِدیہ دِیا جا چُکا ہے ۔ یہ وُہ آرام ہے جس کا نجات دہندہ نے وعدہ کیا تھا کہ "سب میرے پاس آؤ ۔ مَیں تم کو آرام دُوں گا" (متّی ۱۱ : ۲۸) ۔

۴- ایمان دار خُداوند کی خِدمت کرنے میں بھی آرام پاتے ہیں - اس سے پیشتر کے آرام نجات کے آرام تھے جبکہ یہ آرام خِدمت کا آرام ہے۔ "میرا جُوا اپنے اُوپر اُٹھا لو اور مُجھ سے سیکھو . . . تو تمہاری جانیں آرام پائیں گی" (متّی ۱۱: ۲۹)-

۵- آخری آرام وُہ ہے جو ایمان داروں کا آسمان پر باپ کے گھر میں اِنتظار کر رہا ہے۔ مُستقبِل کے اِس آرام کو سبت کا آرام بھی کہتے ہیں (عبرانیوں ۴: ۹) - اِس آخری آرام کے باقی تمام آرام یا تو تشبیہ ہیں یا پہلے سے مزہ چکھنا ہیں - یہی آرام ذیل کی آیات کا بڑا موضوع ہے (عبرانیوں ۴: ۱-۱۳)-

۴: ۱- کسی کو بھی یہ خیال نہیں کرنا چاہیئے کہ اب "آرام" کا وعدہ نہیں رہا - ماضی میں یہ کبھی بھی مکمّل طور پر پُورا نہیں ہُوا اس لئے یہ پیشکش اَب بھی قائم ہے۔

لیکن وُہ سب جو ایمان دار کہلاتے ہیں اُنہیں یقین ہونا چاہیئے کہ نشان سے "رہ" نہیں گئے ہیں - اگر اُن کا دعویٰ کھوکھلا ہے تو ہر وقت خطرہ ہے کہ کہیں وُہ مسیح سے مُنہ موڑ کر کسی اَیسے مذہب کو قبول نہ کر لیں جو اُنہیں بچانے کی قدرت نہ رکھتا ہو۔

۴: ۲- ہمیں "خُوشخبری سُنائی گئی" ہے یعنی مسیح پر ایمان کے وسیلہ سے اَبدی زِندگی کی خوشخبری - اِسرائیلیوں کو بھی خوشخبری سنائی گئی تھی یعنی مُلکِ کنعان میں آرام کی لیکن اُنہوں نے آرام کی خوشخبری سے فائدہ نہ اُٹھایا - یُوں بے اِعتقادی نے اُنہیں آرام سے جو خُدا نے مُلکِ موعُود میں اُن کے لئے تیار کیا تھا خارج کر دیا -

۴: ۳- اِس آیت میں خیالات کا تسلسل مُشکل بن جاتا ہے - ایسا لگتا ہے کہ اِس میں تین الگ الگ اور غیر متعلق شقیں ہیں - تو بھی ہم دیکھ سکتے ہیں کہ اِن میں ایک مُشترکہ لکیر گزرتی ہے یعنی خُدا کے آرام کی لکیر-

سب سے پہلے ہم یہ سیکھتے ہیں کہ "ہم جو ایمان لائے" وُہ ہیں جو خُدا کے "آرام میں داخل ہوتے ہیں"- ایمان وُہ کنجی ہے جو دروازہ کھولتی ہے - جیسا کہ ہم نے پہلے بتلایا ہے فی زمانہ ایمان دار ضمیر کے آرام سے لُطف اندوز ہوتے ہیں کیونکہ وُہ جانتے ہیں کہ اُنہیں کبھی بھی اپنے گُناہوں کی سزا نہیں اُٹھانی پڑے گی (یوحنّا ۵: ۲۴) - لیکن یہ بھی سچ ہے کہ وُہی جو ایمان لاتے ہیں جلال میں خُدا کے آخری آرام میں داخل ہوں گے - غالباً یہ مُستقبِل کا ہی آرام ہے جس کی طرف بُنیادی طور پر یہاں اِشارہ کیا گیا ہے -

دُوسری شِق جسے منفی انداز میں بیان کیا گیا ہے، وُہ بھی اِس خیال کی تائید کرتی ہے: "جس طرح اُس نے کہا کہ مَیں نے اپنے غضب میں قسم کھائی کہ یہ میرے آرام میں داخل نہ ہونے پائیں گے" (دیہ زبُور ۹۵: ۱۱

سے اِقتباس ہے)۔ جس طرح ایمان شامل کرتا ہے اُسی طرح بے اِعتقادی خارج کرتی ہے ۔ ہم جو مسیح پر ایمان رکھتے ہیں یقیناً آرام میں داخل ہوں گے، جبکہ ایمان نہ لانے والے یہودیوں کو اِس کا یقین نہیں تھا، کیونکہ وُہ خُدا کے کلام پر ایمان نہیں رکھتے تھے ۔

تیسری شق سب سے زیادہ مُشکل پیش کرتی ہے ۔ وُہ کہتی ہے" گو بنائے عالم کے وقت اُس کے کام ہو چُکے تھے"۔ اگر ہم اِسے شق ۲ سے منسلک کریں تو شاید تشریح سادہ بن جائے ۔ وہاں خُدا اپنے آرام کے لئے فعل مستقبل استعمال کرتا ہے ۔ وُہ "میرے آرام میں داخل نہ ہونے پائیں گے"۔ فعل مُستقبل ظاہر کرتا ہے کہ خُدا کے آرام میں داخل ہونے کا اب بھی موقع ہے، حالانکہ بعض اپنی نافرمانی کے باعث اُس کے اہل نہ رہے ۔ یہ آرام اِس حقیقت کے باوجُود کہ" بنائے عالم کے وقت سے اُس کے (خُدا کے) کام ہو چُکے تھے" اب بھی مِل سکتا ہے ۔

۴:۴ ۔ یہ آیت کلام سے اِس بات کو ثابت کرتی ہے کہ خُدا نے تخلیق کا کام مُکمل ہونے کے بعد آرام کیا۔ مُصنّف کا مُتذکرہ حوالے کو شناخت نہ کرنے کے بارے میں ابہام اُس کی کِسی لاعلمی کو ظاہر نہیں کرتا۔ یہ اُس کتاب سے جو اُس زمانہ میں ابواب اور آیات میں تقسیم نہیں کی گئی تھی ایک آیت کو پیش کرنے کا محض ایک ادبی طریقہ ہے ۔ یہ پیدائش ۲:۲ کے مضمون کے مُطابق ہے" خُدا نے اپنے کام کو جِسے وُہ کرتا تھا ساتویں دِن ختم کیا"۔ یہاں فعل ماضی اِستعمال ہُؤا ہے اور مُمکن ہے کِسی کو یہ محسُوس ہو کہ خُدا کے آرام کا تعلق گزشتہ زمانے سے ہے، موجُودہ وقت سے اِس کا کوئی واسطہ نہیں۔ لیکن حقیقت یہ نہیں ہے ۔

۴:۵ ۔ اِس خیال کو تقویت دینے کے لئے کہ تخلیق کے بعد خُدا کے آرام کے حوالہ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ ایک ختم شُدہ مُعاملہ ہے، مُصنّف زبُور ۹۵:۱۱ کو پیش کرتا ہے جہاں فعل مُستقبل اِستعمال کیا گیا ہے: وُہ "میرے آرام میں داخل نہ ہونے پائیں گے"۔ یہاں درحقیقت وُہ کہہ رہا ہے کہ" آپ خُدا کے آرام کو جو کچھ پیدائش باب ۲ میں مرقوم ہے اُس تک ہی محدُود نہ کریں ۔ یاد رہے کہ خُدا نے بعد میں بتایا ہے کہ یہ ایک ایسی شے ہے جو اَب بھی مُیسّر ہے"۔

۴:۶ ۔ ہم نے اپنی بحث میں اِس مقام تک یہ دیکھا ہے کہ خُدا تخلیق کے وقت سے ہی بنی نوع اِنسان کو آرام کی پیشکش کر رہا ہے ۔ داخلے کا دروازہ کھُلا ہُؤا ہے ۔

بنی اسرائیل اپنی "نافرمانی کے سبب سے داخل نہ ہوئے"۔ لیکن اِس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وعدہ اَب باقی نہ رہا۔

۴ : ۷ ۔ اگلے قدم کا مقصد یہ دِکھانا ہے کہ اِسرائیلیوں کے کنعان میں داخلے کو روک دینے کے ۵۰۰ سال بعد "داؤد" کے معاملے میں خُدا آرام میں داخل ہونے کے دِن کے لئے "آج" کا لفظ اِستعمال کرتا ہے ۔ مُصنّف نے پہلے ہی عبرانیوں ۳ : ۷، ۸، ۱۵ میں زبور ۹۵ : ۷، ۸ سے اقتباس کیا ہے ۔ اب وُہ پھر یہ ثابت کرنے کے لئے اُسے پیش کرتا ہے کہ خُدا کے آرام کا وعدہ بیابان میں اِسرائیلیوں کے ساتھ ہی ختم نہیں ہوگیا تھا ۔ داؤد کے زمانہ میں بھی وُہ اپنے پر اِعتماد کرنے اور "دِلوں کو سخت نہ" کرنے کی تلقین کرتا ہے ۔

۴ : ۸ ۔ یشوع کے ساتھ چند اِسرائیلی کنعان میں داخل ہُوئے ۔ لیکن وُہ بھی اُس آخری آرام سے لُطف اندوز نہ ہو سکے جسے خُدا نے اپنے سے پیار کرنے والوں کے لئے تیار کیا ہے ۔ کنعان میں لڑائی جھگڑے، گُناہ، بیماریاں، دُکھ اور موت پائی جاتی تھی ۔ اگر آرام کا وعدہ اُن کے ساتھ ہی ختم ہو گیا ہوتا تو خُدا اُس کی پیشکش دوبارہ داؤد کے زمانے میں نہ کرتا ۔

۴ : ۹ ۔ مُندرجہ بالا آیات اِس نتیجہ کی طرف لا رہی ہیں کہ "خُدا کی اُمّت کے لئے سبت کا آرام باقی ہے"۔ یہاں مُصنّف "آرام" کے لئے ایک مختلف یُونانی لفظ اِستعمال کرتا ہے جس کا تعلق سبت سے ہے ۔ یہ اُس ابدی آرام کی طرف اِشارہ کرتا ہے جس میں وُہ تمام لوگ جو مسیح کے بیش قیمت خُون سے دُھل گئے ہیں داخل ہوں گے ۔ "سبت" کا یہ آرام کبھی ختم نہ ہوگا ۔

۴ : ۱۰ ۔ جو شخص خُدا کے "آرام" میں داخل ہوتا ہے اُس کی محنت مشقّت ختم ہو جاتی ہے جیسے کہ خُدا کی ساتویں دِن ختم ہو گئی تھی ۔

مُمکن ہے کہ اپنے بچنے سے پیشتر ہم نے نجات حاصِل کرنے کے لئے کام کرنے کی کوشش کی ہو ۔ لیکن جب ہمیں احساس ہُوا کہ مسیح نے نجات کا کام کلوری پر مکمّل کر دیا ہے تو اپنی لاحاصِل مساعی کو ترک کر دیا اور جی اُٹھے نجات دہندہ پر ایمان لے آئے ۔

اور نجات پانے کے بعد ہم محبّت کے ساتھ اُس کے لئے جس نے ہم سے محبّت رکھی اور اپنے آپ کو ہمارے لئے دے دِیا کام کرنے لگے ۔ ہمارے نیک کام ہم میں سکونت پذیر پاک رُوح کا پھل ہیں ۔ اگرچہ ہم اکثر اُس کی خِدمت کرتے ہُوئے تھک جاتے ہیں، تاہم اُس سے اکتاتے نہیں ۔

خُدا کے ابدی آرام میں ہماری یہ محنت مشقّت ختم ہو جائے گی ۔ لیکن اِس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم آسمان پر بیکار بیٹھے رہیں گے ۔ ہم اُس کی پرستش اور خِدمت کریں گے لیکن کوئی تھکاوٹ، پریشانی، عذاب یا دُکھ تکلیف نہیں ہوگی ۔

۴ : ۱۱ - مُتذکرۂ بالا آیات ظاہر کرتی ہیں کہ خُدا کا آرام اب بھی مِل سکتا ہے۔ اور یہ آیت بتاتی ہے کہ اُس "آرام میں داخِل ہونے" کے لئے "کوشش" کرنا ضرُوری ہے۔ ہمیں اِس بات کا بڑی احتیاط سے خیال کرنا چاہیئے کہ ہماری واحِد اُمید خُداوند مسیح ہی ہے۔ ہمیں ہر اُس آزمائش کا جو ہمیں مسیح پر ایسا ایمان رکھنے کے لئے اکساتی ہے جو مُصیبت اور ایذا رسانی میں اُسے ترک کر دیتا ہے مقابلہ کرنا چاہیئے۔

اِسرائیلی بے پَروا تھے۔ وُہ خُدا کے وَعدوں کو بڑے ہلکے پُھلکے انداز میں لیتے تھے۔ وُہ مِصر کے جو اُن کی غلامی کا گھر تھا بڑے آرزُومند رہتے تھے۔ وُہ خُدا کے وعدوں کو ایمان سے حاصِل کرنے کی کوشش نہیں کرتے تھے۔ نتیجۃً وُہ کنعان نہ پُہنچ سکے۔ وُہ ہمارے لئے عبرت کا باعث ہیں۔

۴ : ۱۲ - اگلی دُو آیات ہمیں بڑی سنجیدگی سے آگاہ کرتی ہیں کہ بے اِعتقادی چُھپی نہیں رہتی۔ سب سے پہلے اُسے "خُدا کا کلام" ظاہر کرتا ہے۔ (یہاں "کلام" کے لئے جو یُونانی لفظ اِستعمال ہُؤا ہے وہ "لوگوس"[1] ہے۔ اِسے یُوحنّا رسُول نے اپنی انجیل کی ابتدا میں بھی اِستعمال کیا ہے۔ لیکن اِس آیت میں یہ لفظ زِندہ کلام یسوع کی طرف اِشارہ نہیں کرتا بلکہ تحریری کلام بائبل کی طرف)۔ یہ "خُدا کا کلام":

"زِندہ" ہے ——— مُسلسل سرگرمِ عمل ہے۔

"موثر" ہے ——— توانائی عطا کرتا ہے۔

کاٹتا ہے ——— "دو دھاری تلوار سے زیادہ تیز ہے"۔

"جُدا" کرتا ہے ——— "جان اور رُوح" کو جو کہ انسان کے دُو نادیدنی اور غیر فانی حِصّے ہیں جُدا "جُدا کر کے گُزر جاتا ہے"۔ "بند بند اور گُودے گُودے کو" جُدا کر کے گُزر جاتا ہے۔ "بند" کے ذریعہ ہمارے اعضا حرکت کرتے ہیں اور "گُودا" پوشیدہ ہوتا ہے لیکن ہڈیوں کی اہم زِندگی ہے۔

"جانچتا ہے" ——— یہ "دِل کے خیالوں اور اِرادوں کو جانچتا ہے"۔ یہ کلام ہے جو ہمیں پرکھتا ہے نہ کہ ہم کلام کو پرکھتے ہیں۔

۴ : ۱۳ - دُوسرا یہ کہ زِندہ خُداوند بے ایمانی کو معلُوم کر لیتا ہے۔ یہاں اسمِ ضمیر، غیر شخصی کی بجائے شخصی استعمال ہوتا ہے: "اُس سے مخلوقات کی کوئی چیز چُھپی نہیں"۔ اُس کی نظروں سے کوئی چیز بچ نہیں سکتی۔ وُہ قطعی حاضِر و ناظر ہے۔ جو کُچھ کائنات میں وقُوع پذیر ہوتا ہے وُہ اُس سے مسلسل آگاہ

---

[1] logos

رہتا ہے ۔ لیکن متن میں جو اہم نکتہ ہے وُہ یہ ہے کہ وُہ جانتا ہے کہ حقیقی ایمان کہاں ہے اور کہاں محض ذہنی قائلیت ہے ۔

۲ ۔ یسوع المسیح اپنی کہانت میں افضل ہے (۴: ۱۴ ۔ ۱۰: ۱۸)

ا ۔ المسیح کی کہانت ہارون سے افضل ہے (۴: ۱۴ ۔ ۷: ۲۸) ۔

۴: ۱۴ ۔ اِن آیات میں مُصنّف کے اُنہی خیالات کا اعادہ کیا گیا ہے جن کو اُس نے ۳: ۱ میں متعارف کرایا ہے —— مسیح اپنے لوگوں کا "بڑا سردار کاہن" ہے ۔ وُہ اُسے اپنے لوگوں کے عظیم سہارے کے طور پر پیش کرتی ہیں جو اپنے ضرورت مند پیروکاروں کو گرنے سے بچا سکتا ہے ۔ نیز وُہ "کلام بطور مُمتحن" پر زور دینے کی بجائے اب "خُداوند بطور ہمدرد" پر زور دینے لگتی ہیں ۔ جب کلام نے ہم پر سے ہر طرح کا پردہ اُٹھا لیا ہے (آیات ۱۲، ۱۳) تب ہم اُس کے پاس رحم اور فضل کے لئے جا سکتے ہیں ۔

آئیے اپنے شاندار خُداوند کی افضلیت پر غور کریں :

۱ ۔ وُہ "بڑا سردار کاہن ہے" ۔ مُوسوی نظام کے تحت متعدد سردار کاہن تھے لیکن اُن میں سے کِسی کو بھی بڑا نہیں کہا جاتا تھا ۔

۲ ۔ وُہ ستاروں سے "گزر" کر خُدا کی سکونت گاہ تک پُہنچ گیا ۔ یہ بلاشُبہ اُس کے صعودِ آسمانی اور باپ کے دہنے ہاتھ سرفرازی کی طرف اشارہ ہے ۔

۳ ۔ وُہ اِنسان ہے ۔ اُس کی پیدائش پر اُسے "یسوع" نام دیا گیا اور اِس نام کو خاص طور پر اُس کی اِنسانیت سے مُنسلک سمجھا جاتا ہے ۔

۴ ۔ وُہ الٰہی ذات ہے ۔ جب "خُدا کے بیٹے" کو مسیح کہا جاتا ہے تو یہ اُس کے خُدا باپ کے برابر ہونے کی طرف اِشارہ کرتا ہے ۔ اُس کی اِنسانیت نے اُسے ہمارے نُقطۂ نظر سے سردار کاہن ہونے کا اہل بنا دیا اور اُس کی اُلوہیت نے خُدا کے نقطۂ نگاہ سے ۔ پس اِس میں حیرانی کی کوئی بات نہیں کہ اُسے "بڑا سردار کاہن" کہا جاتا ہے ۔

۴: ۱۵ ۔ پھر ہمیں اُس کے تجربہ پر بھی غور کرنا چاہیئے ۔ کوئی بھی اُس وقت تک حقیقتاً کسی کا ہمدرد نہیں ہو سکتا جب تک کہ وُہ خُود اُسی قسم کے تجربہ سے نہ گُزرا ہو ۔ ہمارا خداوند بطور اِنسان ہمارے تجربات میں سے گُزرا اِس لئے وُہ ہماری آزمائشوں کو سمجھ سکتا ہے (وُہ ہماری غلط کاریوں میں ہمارا ہمدرد

نہیں ہو سکتا کیونکہ اُسے اِس کا تجربہ نہیں تھا) ۔

وُہ ہماری طرح سب باتوں میں "آزمایا" گیا لیکن اِس کے باوجود بھی وُہ "بے گناہ رہا"۔ کلامِ پاک المسیح کی بے گناہی کی بڑے پُرزور طریقے سے حفاظت کرتا ہے اور ہمیں بھی ویسا ہی کرنا چاہیئے ۔ وُہ گناہ سے واقف نہ تھا (۲۔کرنتھیوں ۵:۲۱) ۔ نہ اُس نے گُناہ کیا (۱۔پطرس ۲:۲۲) اور نہ اُس میں گناہ تھا (۱۔یُوحنّا ۳ : ۵) ۔

اُس کے لئے بطورِ خُدا یا بطورِ اِنسان گُناہ کرنا ممکن نہیں تھا ۔ بطورِ کامل انسان وہ اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرسکتا تھا ۔ وُہ مکمل طور پر باپ کا فرمانبردار تھا (یُوحنّا ۵:۱۹) ۔

اب یہ کہنا کہ اگر وُہ گناہ نہیں کرسکتا تھا تو اُس کی آزمائشیں بے معنی ہیں، گمراہ کُن ہے ۔ آزمائشوں کا ایک مقصد یہ تھا کہ ثابت ہوجائے کہ وُہ گناہ کر ہی نہیں سکتا ۔

اگر آپ سونے کو جانچنا چاہتے ہیں تو جانچ اِس لئے غیر ضرُوری نہیں بن جاتی کہ سونا خالص ہے ۔ اگر اُس میں مِلاوٹ ہے تو جانچ ظاہر کردے گی ۔ بعینہٖ یہ کہنا غلط ہے کہ اگر وُہ گُناہ نہیں کرسکتا تھا تو وہ پُورے طور پر اِنسان نہیں تھا ۔ اِنسانیت میں گُناہ لازمی عُنصر نہیں ہے بلکہ یہ ایک بیرُونی حملہ آور ہے ۔ ہماری اِنسانیت کو گُناہ نے بگاڑ کر رکھ دیا ہے، جبکہ اُس کی اِنسانیت کامِل ہے ۔

اگر یسُوع زمین پر گناہ کرسکتا ہوتا تو بطورِ اِنسان اُسے آسمان میں گُناہ کرنے سے کون سی چیز روک سکتی ہے ؟ جب وہ باپ کے دہنے بیٹھا تو وُہ اپنی انسانیت پیچھے نہیں چھوڑ گیا ۔ وُہ زمین پر گُناہ نہیں کرسکتا تھا، اِس لئے وُہ آسمان پر بھی گُناہ نہیں کرسکتا ۔

۴:۱۶ ۔ اب پُرفضل دعوت کا دائرہ وسیع ہوتا ہے : "فضل کے تخت کے پاس" دلیری سے چلیں ۔ ہماری دلیری کی بنیاد یہ علم ہے کہ وُہ ہمیں بچانے کے لئے مؤا اور کہ وُہ ہمیں قائم رکھنے کے لئے زِندہ ہے ۔ ہمیں پُرجوش خیرمقدم کا یقین ہے کیونکہ اُس نے خود ہمیں "آنے" کو کہا ہے ۔

عہدِ عتیق کے لوگ براہِ راست اُس کے پاس نہیں جا سکتے تھے ۔ صِرف سردار کاہن ہی جا سکتا تھا اور وُہ بھی سال میں فقط ایک مرتبہ ۔ ہم رات یا دِن کسی وقت بھی اُس کی حضُوری میں جا سکتے اور "وُہ فضل حاصِل" کرسکتے ہیں "جو ضرُورت کے وقت ہماری مدد کرے" ۔ اُس کا "رحم" اُن باتوں کو ڈھانپ دیتا ہے جو ہمیں نہیں کرنی چاہیئے تھیں ۔ اور اُس کا "فضل" ہمیں قوّت دیتا ہے کہ وُہی کریں جو ہمیں کرنا چاہیئے لیکن جسے کرنے کی قوّت نہیں رکھتے ۔

مِسٹر مورگن رقم طراز ہیں :

> مَیں ہمیشہ یہ بتاتا رہتا ہُوں کہ جِس یُونانی مُحاورے کا ترجمہ "ضرُورت کے وقت" کیا گیا ہے وُہ عام بول چال میں "عین موقع پر" ہے۔ اِس کا مطلب ہے کہ "عین موقع پر" فضل حاصِل کر سکتے ہیں۔ جہاں اور جب ضرُورت ہو فضل موجُود ہے۔ آپ پر آزمائِش حملہ کرتی ہے۔ حملہ کے وقت آپ مسیح کی طرف دیکھیں اور فضل "عین موقع پر" آپ کی مَدد کے لئے موجُود ہوگا۔ آپ اپنی درخواست کو شام کی دُعا کے وقت تک اُٹھا نہ رکھیں، بلکہ شہر کی گلی میں جب شعُلہ زَن آزمائِش آپ کے سامنے ہے تو مَدد کے لئے مسیح کو پُکاریں اور فضل "عین موقع پر" آپ کی مدد کے لئے آموجُود ہوگا۔

اَب تک یسُوعؔ انبیاء، فرِشتگان اور مُوسیٰؔ سے افضل ثابت کر دیا گیا ہے۔ اب ہم کہانت کے اہم مضمُون کی طرف متوجِّہ ہوتے ہیں، یہ دیکھنے کے لئے کہ مسیح کی کہانت ہارُونؔ کی کہانت سے افضل ہے۔

جب خُدا نے کوہِ سیناؔ پر مُوسیٰؔ کو شریعت دی تو اُس نے اِنسانی سِلسلۂ کہانت قائم کیا تا کہ لوگ کاہنوں کی معرفت خُدا کے نزدیک جا سکیں۔ اُس نے حُکم دیا کہ کاہن لاوؔی کے قبیلہ اور ہارُونؔ کے خاندان سے ہوں۔ اِس سِلسلہ کو لاوی یا ہارُونی کہانت کہتے ہیں۔

عہدِ عتیق میں خُدا کی طرف سے مقرر کردہ ایک اور کہانت کا ذِکر مِلتا ہے۔ وُہ کہانت بزرگ مَلکِ صِدقؔ سالم کی تھی۔ یہ شخص شریعت دِئے جانے سے بُہت عرصہ پہلے ابرہاؔم کے زمانہ میں تھا اور یہ بادشاہ اور کاہن دونوں تھا۔ زیرِ نظر حوالہ میں مُصنِّف دِکھائے گا کہ یسُوعؔ مسیح مَلکِ صِدقؔ کے طریق پر کاہن ہے اور یہ ہارُونی کہانت سے افضل ہے۔ پہلی چارؔ آیات میں ہمیں ہارُونؔ کی کہانت کا بیان مِلتا ہے۔ پھر آیات ۵ - ۱۰ میں مسیح کی بطور کاہن موزُونیت کی تفصیل ہے اور وُہ بھی زیادہ تر موازنے کی صُورت میں۔

۱:۵۔ ہارُونی "کاہن" کی پہلی شرط یہ تھی کہ وُہ "آدمیوں میں سے" چُنا جائے۔ بالفاظِ دیگر وُہ خُود بھی اِنسان ہو۔ اُسے "خدا" کے ساتھ تعلق کے سِلسلے میں "آدمیوں" کے لئے مقرر کیا جاتا تھا۔ وُہ آدمیوں کی خاص ذات سے تعلق رکھتا تھا جو خُدا اور اِنسان کے درمیان بطور درمیانی خِدمت انجام دیتا تھا۔ اُس کا ایک بڑا کام یہ تھا کہ وُہ "نذریں اور گُناہوں کی قُربانیاں گُزرانے"۔ نذریں اُن ہدیوں کو ظاہر کرتی ہیں جو خُدا کے حضُور پیش کئے جاتے تھے۔ قُربانیاں اُن ہدیوں کو ظاہر کرتی ہیں جن میں گُناہوں کے کفّارہ کے لئے خُون بہایا جاتا تھا۔

۲:۵۔ وُہ اِنسانی کمزوریوں کے پیشِ نظر نادانوں اور گُمراہوں سے "نرمی سے" پیش آتا تھا۔

وُہ اپنی کمزور جسمانی حالت کے باعث ہی اُن مسائل کو جو اُس کے لوگوں کو درپیش تھے سمجھ سکتا تھا۔

اِس آیت میں "نادانوں" اور گمراہوں کا جو حوالہ ہے وُہ اِس بات کی یاد دہانی ہے کہ پُرانے عہد نامہ کی قربانیاں صِرف نادانِستہ گناہوں کے لئے دی جاتی تھیں۔ شریعت میں دانِستہ گناہوں کی مُعافی کا کوئی طریقہ نہیں بتایا گیا تھا۔

۵:۳۔ لیکن جب کاہن کی اِنسانیت فائدہ مند تھی تو اُس کی گنہگار اِنسانیت نُقصان کا سبب بھی تھی۔ وُہ نہ صِرف "اُمّت" کے "گُناہوں" کے لئے قربانی گزرانتا تھا بلکہ "اپنی طرف سے بھی" چڑھاتا تھا۔

۵:۴۔ کاہن کا عُہدہ، ایسا نہیں تھا جِسے آدمی خُود اپنے لئے مُنتخِب کرتا تھا۔ اُسے "ہارُونؔ کی طرح خُدا کی طرف سے بُلایا" جاتا تھا۔ خُدا کی یہ بُلاہٹ صِرف ہارُونؔ اور اُس کی اولاد کے لئے مخصُوص تھی۔ اُس کے خاندان سے باہر کوئی شخص بھی خیمۂ اجتماع یا ہیکل میں خدمت نہیں کرسکتا تھا۔

۵:۵۔ مُصنّف اَب مسیح کی طرف مُڑتا ہے اور اُسے کاہن ہونے کے لئے مَوزُوں قرار دیتا ہے۔ اِس کی وجہ اُس کا الٰہی تقرر، اُس کی ظاہر شُدہ اِنسانیت اور اِس منصب کے لئے اُس کی اہلیت تھی۔

جہاں تک اُس کے تقرّر کا تعلق ہے یہ خُدا نے خُود کِیا تھا۔ یہ خُدا کی بُلاہٹ تھی جس کا اِنسانی نسب سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ اِس میں زمینی کاہن کی نِسبت کہیں بہتر تعلق شامِل تھا۔ ہمارا "کاہن" خُدا کا لاثانی "بیٹا" ہے۔ وُہ ازل سے پیدا ہُؤا، تجسُّم میں پَیدا ہُؤا اور جی اُٹھنے میں "پیدا" ہُؤا۔

۵:۶۔ پھر مسیح کی کہانت زیادہ بہتر کہانت ہے کیونکہ خُدا اعلان کرتا ہے کہ وہ "مُلکِ صِدق کے طریقے کا اَبد تک کاہن ہے"۔ اِس فضیلت کو باب ۷ میں اَور بھی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ یہاں نُمایاں خیال یہ ہے کہ ہارُونی کہانت کے برعکس یہ "ابد تک" ہے۔

۵:۷۔ مسیح نہ صِرف خُدا کا بے گُناہ بیٹا ہے بلکہ حقیقی اِنسان بھی ہے۔ اِس بات کو ثابت کرنے کے لئے مُصنِّف اُس کے مُختلف اِنسانی تجربات کو بیان کرتا ہے جن سے وُہ "اپنی بشریت کے دِنوں میں گُزرا"۔ اُن الفاظ پر غور کریں جو اُس کی زِندگی کو اور خاص طور پر اُس کے گتسمنی باغ میں تجربہ کو بیان کرتے ہیں: "زور زور سے پُکار کر اور آنسُو بہا بہا کر اُسی سے دُعائیں اور اِلتجائیں کیں"۔ یہ سب ظاہر کرتے ہیں کہ وُہ خُود مُختار آدمی نہیں تھا بلکہ اُس نے خُدا کی فرمانبرداری میں زِندگی بسر کی اور وُہ آدمیوں کے اُن تمام احساسات و جذبات میں شامِل رہا جن کا گُناہ سے تعلق نہیں ہے۔

مسیح کی دُعا کا یہ مقصد کبھی نہیں تھا کہ وُہ مَرنے سے بچ جائے کیونکہ آخر اُس کے اِس دُنیا میں

آنے کا مقصد ہی یہ تھا کہ وُہ گنہگاروں کے لئے مَوت سہے (یُوحنّا ۱۲: ۲۷) ۔ اُس کی مَوت سے بچائے جانے کی دُعا کا مقصد یہ تھا کہ اُس کی رُوح عالمِ ارواح میں نہ پڑی رہے ۔ خُدا نے اُس کی اِس دُعا کو قبول کیا اور اُسے مُردوں میں سے زِندہ کیا ۔ "خُدا ترسی کے سبب سے اُس کی سُنی گئی" ۔

۵: ۸ ۔ یہاں ایک مرتبہ پھر ہمیں اُسکے تجسُّم کے گہرے بھید کا سامنا ہے یعنی خُدا کِس طرح اِنسان کی خاطر مرنے کے لئے اِنسان بن سکتا ہے ۔

اگرچہ وُہ "بیٹا" ہے لیکن وُہ بہت سے بیٹوں میں سے ایک نہیں ہے بلکہ وُہ خُدا کا اِکلوتا بیٹا ہے ۔ اِس حقیقت کے باوجُود بھی "اُس نے دُکھ اُٹھا اُٹھا کر فرمانبرداری سیکھی" ۔ وُہ اِس جہان میں بطورِ اِنسان داخِل ہُوا اور اُسے وُہ تجربات حاصِل ہُوئے جو اگر وُہ آسمان میں رہتا تو کبھی حاصِل نہ ہو سکتے تھے ۔ ہر صُبح باپ اُس کے کان کھولتا تھا تاکہ اُس دِن کے لئے اپنی ہدایات اُس کے کانوں میں ڈالے (یسعیاہ ۵۰: ۴) ۔ اُس نے بطورِ بیٹا جو کہ ہمیشہ ہی اپنے باپ کی مرضی کی اطاعت کرتا تھا تجرباتی طور پر "فرمانبرداری سیکھی" ۔

۵: ۹ ۔ "اور کامِل بن کر" ۔ اِس کا اِشارہ اُس کے ذاتی کِردار کی طرف نہیں ہے کیونکہ خُداوند یسُوع قطعی کامِل تھا ۔ اُس کے اقوال و افعال اور طور طریقے قطعی بے عیب تھے ۔ تو پھر وُہ کِن معنوں میں "کامِل" کیا گیا؟ اِس کا جواب ہے: نجات دہندہ کے منصب کے لحاظ سے ۔ اگر وُہ آسمان میں رہتا تو وُہ کبھی بھی ہمارا کامِل نجات دہندہ نہ بن سکتا ۔ لیکن اُس نے اپنے تجسُّم، موت، کفن دفن، قیامت اور صعُودِ آسمانی کے ذریعہ اُن کاموں کو مکمل کیا جو نجات کے لئے ضروری تھے، اور اَب وُہ دُنیا کے کامِل نجات دہندہ کے طور پر جلال حاصِل کر چُکا ہے ۔

آسمان پر واپس جانے کے باعث وُہ "سب فرمانبرداروں کے لئے اَبدی نجات کا باعث ہُوا" ۔ وُہ تمام اِنسانوں کے لئے نجات کا منبع ہے لیکن نجات صِرف وُہی پائیں گے جو اُس کی "فرمانبرداری" کرتے ہیں ۔

یہاں نجات کو اُس کی فرمانبرداری سے مشرُوط کیا گیا ہے ۔ لیکن دیگر حوالوں میں ایمان کو نجات کی بنیاد بتایا گیا ہے ۔ ہم اِس تضاد میں مطابقت کیسے پیدا کر سکتے ہیں؟ سب سے پہلی بات، یہ ایمان کی فرمانبرداری ہی ہے (رومیوں ۱: ۵؛ ۱۶: ۲۵ ۔ ۲۷) ۔ خُدا نے اپنے کلام میں جِس قسم کی فرمانبرداری بتائی ہے وُہ ایمان ہے ۔ لیکن یہ بھی درُست ہے کہ نجات بخش ایمان وُہ ہے جِس کا نتیجہ فرمانبرداری کی صُورت میں نِکلتا ہے ۔ فرمانبرداری کے بغیر ایمان لانا ناممکن ہے ۔

۵: ۱۰ ۔ کہانت کے بُنیادی کام کو شاندار طریقے سے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے بعد، خُدا نے

خُداوند یسوؔع کے بارے میں فرمایا کہ وُہ "مَلکِ صِدؔق کے طریقہ" کا "سردار کاہن" ہے۔

یہاں یہ بتانا بھی ضرُوری ہے کہ اگرچہ مسیح کی کہانت مَلکِ صدؔق کے طریق کی ہے، تاہم اُس نے اپنی کہانت کے کام کو ہارُونی کاہنوں کے طریقے پر انجام دِیا۔ دَرحقیقت یہُودی کاہنوں کی خِدمت اُس کام کی جو مسیح انجام دینے کو تھا عکس یا تصویر تھی۔

۵:۱۱۔ اِس نکتہ پر مُصنِّف تھوڑا سا تصرُّف کرنا چاہتا ہے۔ وُہ مسیح کے ملکِ صِدؔق کے طریق پر کاہن ہونے کے موضُوع کو جاری رکھنا چاہتا ہے لیکن وُہ ایسا کر نہیں سکتا۔ خُدا کے زیرِ ہدایت ہونے کے باعِث وُہ اَپنے قارئین کو اُن کی ناپُختگی پر ملامت کرنے اور گُمراہ ہونے کے خطرہ کی سنگینی کے بارے میں آگاہ کرنے پر مجبُور ہے۔

یہ ایک افسوس ناک حقیقت ہے کہ اِلٰہی سچّائی کے بارے میں ہماری سمجھ ہماری رُوحانی حالت کی کمزوری کے باعِث محدُود ہے۔ "اُونچا سُننے" والے کان گہری سچّائی کو پا نہیں سکتے۔ جس طرح یہ شاگردوں کے بارے میں سچ تھا اُسی طرح یہ اکثر ہمارے مُتعلق بھی سچ ہے کہ خُداوند ہمیں بہُت سی باتیں کہنا چاہتا ہے لیکن ہم ان کو برداشت نہیں کر سکتے (یُوحنّا ۱۶: ۱۲)۔

۵:۱۲۔ مُصنِّف عِبرانی مسیحیوں کو یاد دِلاتا ہے کہ اُنہیں مُدّت سے تعلیم دی جا رہی ہے اور اَب تک اُنہیں دُوسروں کو سِکھانے کے قابل ہو جانا چاہیئے تھا۔ لیکن المیّہ یہ تھا کہ ضرُورت تھی کہ اب بھی "کوئی شخص" اُنہیں "خُدا کے کلام" کی اِلف ب سِکھائے۔

"تمہیں اُستاد ہونا چاہیئے تھا"۔ خُدا کی مرضی یہ ہے کہ ہر ایک اِیمان دار اِس حد تک ترقی کرے کہ وُہ دُوسروں کو سِکھا سکے۔ اگرچہ یہ سچ ہے کہ تعلیم دینے یا سِکھانے کی نعمت کِسی کِسی کو مِلتی ہے، تاہم یہ بھی سچ ہے کہ ہر ایک ایمان دار کو کسی نہ کسی صُورت میں سکھانے کی خِدمت میں مصرُوف ہونا چاہیئے۔ خُدا کا مقصد کبھی یہ نہیں تھا کہ یہ کام صِرف چند افراد تک ہی محدُود رہے۔

"سخت غِذا کی جگہ تمہیں دُودھ پینے کی حاجت پڑ گئی"۔ جسمانی لِحاظ سے اگر کوئی بچّہ دُودھ چھوڑ کر ٹھوس غذا اِستعمال نہیں کرتا تو وُہ کمزور ہے اور صحت مند نہیں۔ بعینہٖ رُوحانی دُنیا میں بھی لوگ ہیں جن کی رُوحانی نشوونما رُک گئی ہے (۱-کرنتھیوں ۳: ۲)۔

۵:۱۳۔ بچّے مسیحی جو اَبھی تک دُودھ پیتے ہیں اُنہیں "راست بازی کے کلام کا تجربہ نہیں ہوتا"۔ وُہ کلام کے سُننے والے ہوتے ہیں اُس پر عمل کرنے والے نہیں۔ جس بات کو وُہ اِستعمال نہیں کرتے اُسے کھو بیٹھتے ہیں اور دائمی بچپنے کی حالت میں رہتے ہیں۔ اُنہیں رُوحانی باتوں کی گہری سمجھ نہیں ہوتی

اور وُہ آدمیوں کی بازیگری اور مکّاری کے سبب سے اُن کے گمراہ کرنے والے منصُوبوں کی طرف ہر ایک تعلیم کے جھوکے سے موجوں کی طرح اُچھلتے بہتے" پھرتے ہیں (افسیوں ۱۴:۴)۔

۱۴:۵۔ "سخت" رُوحانی "غذا" پُوری عمر کے لوگوں کے لئے ہوتی ہے "جنکے حواس کام کرتے کرتے نیک وبد میں امتیاز کرنے کے لئے تیز" ہو جاتے ہیں۔ اُنہیں خُدا کے کلام سے جو روشنی مِلی ہوتی ہے اُس کی فرمانبرداری کرنے کے باعث وُہ رُوحانی رائے قائم کرنے کے قابل بن جاتے اور خُود کو اخلاقی اور تعلیمی خطرات سے بچا لیتے ہیں۔

اِس حوالہ میں جس "نیک وبد" میں تمیز کرنے کے لئے قارئین پر زور دیا گیا ہے اُس کا تعلق مسیحیت اور یہُودیت سے ہے۔ لیکن اِس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہُودیت بذاتہ بُری تھی۔ خُدا نے ہارُونی کہانت کو خُود مُتعارف کرایا تھا۔ لیکن اُسے مسیح کی طرف اِشارہ کرنا تھا۔ مسیح رسمی تمثیلوں اور سایوں کی تکمیل ہے۔ چونکہ اب مسیح آچکا ہے اِس لئے اُن تصویروں کی طرف مُڑنا گُناہ ہے۔ کوئی بھی چیز جو آدمی کے جذبات اور وفاداری میں مسیح کی رقیب بنتی ہے بُری ہے۔ رُوحانی طور پر بالغ مسیحی ہارُونی کہانت کے گھٹیا پن اور مسیح کی افضلیت میں فرق کو پہچان لیتے ہیں۔

۱:۶۔ جس تنبیہ کو ۵:۱۱ میں شُروع کیا گیا وُہ اِس سارے باب میں بھی جاری رہتی ہے۔ یہ حوالہ سارے نئے عہد میں سب سے زیادہ متنازعُ ہے۔ چونکہ متعدد خُدا پرست مسیحیوں میں اِس کی تشریح میں اِختلاف ہے اِس لئے ہمیں اِس کے بارے میں بات کرتے ہُوئے ہٹ دھرمی سے کام نہیں لینا چاہئے۔ ہم یہاں وُہ تشریح پیش کرتے ہیں جو ہماری دانِست میں متن اور باقی نئے عہد نامہ کے ساتھ سب سے زیادہ مُطابقت رکھتی ہے۔

سب سے پہلے یہاں قارئین کو نصیحت کی جاتی ہے کہ وُہ "مسیح کی تعلیم کی اِبتدائی باتیں" پیچھے چھوڑ دیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اِس کا اِشارہ مذہب کی اُن بنیادی تعلیمات کی طرف ہے جو عہدِ عتیق میں سکھائی گئی تھیں اور جن کا مقصد المسیح کی آمد کے لئے بنی اِسرائیل کو تیار کرنا تھا۔ اِن تعلیمات کی فہرست پہلی آیت کے آخری حِصّے اور دُوسری آیت میں دی گئی ہے۔ یہ مسیحیت کی بُنیادی تعلیمات نہیں ہیں بلکہ اِبتدائی نوعیت کی ہیں جو کہ بعد کی عمارت کی بُنیاد بن گئیں۔ یہ مسیح کے جی اُٹھنے اور اُس کے جلال ملنے سے کم تر ہیں۔ نصیحت یہ ہے کہ اِن بُنیادوں کو ترک کر دیں لیکن اِس صُورت میں نہیں کہ اِنہیں بے کار سمجھ کر چھوڑ دیں بلکہ یہ سمجھتے ہُوئے کہ یہ پہلا قدم ہیں جن سے بلوغت کی طرف بڑھا جاتا ہے۔ اِطلاق یہ ہے کہ یہُودیت کا زمانہ رُوحانی بچپن کا زمانہ تھا جبکہ مسیحیت پُوری بلُوغت کو پیش کرتی ہے۔

جب بُنیاد رکھی جا چکی ہے تو اگلا قدم اُس پر تعمیر کرنے کا ہوتا ہے۔ تعلیمی بُنیاد عہدِ عتیق میں رکھ دی گئی تھی۔ یہاں جن چھ بنیادی تعلیمات کا ذِکر ہے وُہ اُس میں شامل ہیں۔ یہ بمثل نقطۂ آغاز کے ہیں۔ نئے عہد نامہ کی عظیم سچّائیاں جن کا تعلق مسیح، اُس کی شخصیّت اور اُس کے کاموں سے ہے وُہ اُس کی بلُوغت کی نمائندگی کرتی ہیں۔ عہدِ عتیق کی پہلی تعلیم "مُردہ کاموں سے توبہ کرنا" ہے۔ اِس کی منادی انبیاء نے، نیز المسیح کے پیش رَو نے بھی متواتر کی۔ اُن سب نے لوگوں کو اُن "کاموں" سے دُور رہنے کو کہا جو اِن معنوں میں "مُردہ" تھے کہ وُہ ایمان سے خالی تھے۔

یہاں "مُردہ کاموں" کا اُن کاموں کی طرف بھی اشارہ ہے جو پہلے عہدِ عتیق میں درست تھے لیکن مسیح کی آمد سے "مُردہ" بن گئے۔ مثلاً وُہ تمام خِدمات جن کا تعلق ہیکل کی پرستش سے تھا مسیح کے کفّارہ بخش کام کے باعث متروک ہوگئیں۔

پھر مُصنّف یہاں جس ایمان کا ذِکر کرتا ہے اُس کا تعلق خُدا سے ہے۔ اِس پر عہدِ عتیق میں بھی بہت زور دیا گیا ہے۔ تاہم نئے عہد نامہ میں ایمان کا محور مسیح ہے۔ لیکن اِس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اِس نے خُدا پر ایمان کی جگہ لے لی ہے بلکہ یہ کہ اگر خُدا پر ایمان میں مسیح پر ایمان شامل نہیں تو اَب وہ ایمان نہیں ہے۔

۶:۲۔ بپتسمہ کے مُتعلق ہدایت مسیحی بپتسمہ کے بارے میں نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق رسمی طہارت سے ہے جو کہ اِسرائیل کے کاہنوں اور عوام کی مذہبی زِندگی میں بڑی نمایاں تھی (۹:۱۰ بھی دیکھئے)۔ "ہاتھ رکھنے" کی رسم کو احبار ۱:۴؛ ۳:۲؛ ۱۶:۲۱ میں بیان کیا گیا ہے۔ قُربانی دینے والا یا کاہن قُربانی کے جانور پر یہ ظاہر کرنے کے لئے ہاتھ رکھتا تھا کہ جانور اُس کی جگہ لے رہا ہے۔ تمثیلی طور پر وُہ جانور اُن لوگوں کے جو اُس سے منسوب ہوتے تھے گُناہ اُٹھا لیتا تھا۔ یہ رسم عوضی کفّارہ کو ظاہر کرتی ہے۔ ہمارے نزدیک اِس کا ہاتھ رکھنے کی اُس رسم سے کوئی تعلق نہیں جو رسُول اور ابتدائی کلیسیا ادا کیا کرتے تھے (اعمال ۸:۱۷؛ ۱۳:۳؛ ۱۹:۶)۔

"مُردوں کے جی اُٹھنے" کی تعلیم ایوب ۱۹:۲۵-۲۷؛ زبور ۱۷:۱۵ میں دی گئی ہے اور اِس کا اِطلاق یسعیاہ ۵۳:۱۰-۱۲ میں ہے۔ جو عہدِ عتیق میں بڑا مُبہم سا نظر آتا ہے اُسے نئے عہد نامہ میں بڑے واضح اور روشن طریقے سے بیان کیا گیا ہے (۲-تیمتھیس ۱:۱۰)۔

عہدِ عتیق کی آخری بُنیادی سچائی "ابدی عدالت" تھی (زبور ۹:۱۷؛ یسعیاہ ۶۶:۲۴)۔ یہ ابتدائی اصُول یہُودیت کی نمائندگی کرتے تھے۔ وُہ مسیح کی آمد کی تیاری تھے۔ مسیحیوں کو اِن

پر ہی مُطمئن ہو کر نہیں بیٹھ جانا چاہیئے بلکہ اُس مُکاشفہ کی طرف قدم بڑھائیں جسے مسیح میں اب پُوری طرح واضح کر دیا گیا ہے۔ قارئین پر زور دیا گیا ہے کہ وہ "سایہ کی بجائے حقیقت سے، تمثیل کی بجائے اصل سے، چھلکے کی بجائے مغز سے اور اپنے بزرگوں کی مُردہ رسموں کی بجائے مسیح میں زندہ حقیقتوں سے" رجوع کریں۔

٦:٣۔ مُصنّف اِس خواہش کا اظہار کرتا ہے کہ اگر "خُدا چاہے تو ہم یہی کریں گے"۔ لیکن محدُودیت کے عُنصر کا تعلق اُن سے ہے نہ کہ خُدا سے۔ خُدا اُنہیں بلُوغت تک پہنچنے کے قابِل بنا دے گا بشرطیکہ وہ سچّے ایمان پر صبر سے قائم رہیں۔

٦:٤۔ اب ہم برگشتگی کے بارے میں تنبیہ کے مرکز پر پہنچ گئے ہیں۔ اِس کا اطلاق اُن لوگوں پر ہوتا ہے جن کو توبہ کے لِئے بحال کرنا "ناممکن" ہے۔ بظاہر تو اُنہوں نے توبہ کی تھی (اگرچہ یہاں اُن کے مسیح پر ایمان کا ذِکر نہیں ہے)۔ یہاں پر صاف طور سے بتایا گیا ہے کہ توبہ کی تجدید ناممکن ہے۔

یہ کون لوگ ہیں؟ اِس کا جواب آیات ۴ اور ۵ میں دیا گیا ہے۔ اُن بڑے حقوق کا مُطالعہ کرنے سے معلُوم ہوتا ہے کہ یہ باتیں اُن لوگوں پر بھی صادِق آسکتی ہیں جو نجات یافتہ نہیں ہیں۔ یاد رہے کہ یہاں یہ نہیں بتایا گیا ہے کہ وہ نئے سِرے سے پیدا ہوئے تھے۔ اور نہ بچانے والے ایمان، مسیح کے خُون سے مخلصی یا ابدی زندگی کا ہی ذِکر ہے۔

"ایک بار" وہ "روشن ہو گئے" تھے۔ اُنہوں نے خُدا کے فضل کی خُوشخبری کو سُنا تھا۔ وہ راہِ نجات کے بارے میں تاریکی میں نہیں تھے۔ یہُوداہ اِسکریوتی کو بھی روشنی مِلی تھی مگر اُس نے اُسے ردّ کر دیا تھا۔

"وہ آسمانی بخشش کا مزہ چکھ چکے" ہیں۔ خُداوند یسُوع مسیح آسمانی بخشش ہے۔ اُنہوں نے اُسے چکھا ہے لیکن سچّے ایمان سے اُسے قبُول نہیں کیا ہے۔ کھائے یا پیئے بغیر چکھنا ممکن ہے جب آدمیوں نے مسیح کو صلیب پر پِت مِلی ہُوئی مے پینے کو دی تو اُس نے اُسے چکھا لیکن پیا نہیں (متّی ۲۷:۳۴)۔ مسیح کو چکھنا کافی نہیں ہے جب تک کہ ہم ابنِ آدم کا گوشت نہ کھائیں اور اُس کا خُون نہ پئیں یعنی جب تک ہم اُسے حقیقی طور پر اپنا خُداوند اور نجات دہندہ قبول نہیں کرتے ہم میں زندگی نہیں (یُوحنّا ٦:۵۳)۔

"وہ رُوح القُدس میں شریک ہو گئے" ہیں۔ اِس سے پیشتر کہ ہم اِس نتیجہ پر پہنچیں کہ اِس کا بدیہی مطلب نئی پیدائش ہے، ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ رُوح القُدس آدمیوں کی زندگی میں اُن کی نئی

پیدائش سے پہلے بھی سرگرمِ عمل ہوتا ہے۔ وُہ بے ایمانوں کو بھی پاک کرتا ہے (۱۔ کرنتھیوں ۷ :۱۴) اور اُنہیں خارجی حقُوق حاصِل کرنے کے لائق بنا دیتا ہے۔ وُہ بے اِیمانوں کو گناہ، راستبازی اور عدالت کے بارے میں قصُور وار ٹھہراتا ہے۔ وُہ آدمیوں کی نوبت توبہ تک لاتا ہے اور اُن کی واحِد اُمید مسیح کی طرف اِشارہ کرتا ہے۔ اِس طرح وُہ پاک رُوح کے دِل میں سکونت نہ کرنے کے باوجُود اُس کے فوائِد میں شریک ہوتے ہیں۔

۶: ۵۔ وُہ "خُدا کے عُمدہ کلام" کا مزہ لے چُکے۔ جب اُنہوں نے خوشخبری کی منادی کو سُنا تو اُن میں ایک عجیب تحریک پیدا ہُوئی اور وُہ اُس کی طرف کھِنچنے لگے۔ وُہ اُس بیج کی مانند تھے جو پتھریلی زمین پر گِرا۔ اُنہوں نے کلام کو سُنا اور فوراً ہی خوشی سے قبول کر لیا لیکن اُس نے اُن میں جَڑ نہ پکڑی۔ وُہ کُچھ عرصہ تو وفادار رہے لیکن جب اُن کو کلام کے سبب سے مُصیبت یا ایذا رسانی کا سامنا کرنا پڑا تو فوراً برگشتہ ہو گئے۔

وُہ "آئندہ جہان کی قوّتوں کا ذائقہ لے چُکے"۔ "آئندہ جہان" ہزار سالہ حکُومت ہے کہ جب مسیح زمین پر ایک ہزار سال حکُومت کرے گا۔ یہ زمانہ امن و امان اور خوشحالی کا ہو گا۔ کلیسیا کے ابتدائی ایّام میں منادی کے ساتھ جو مُعجزات وقُوع پذیر ہُوئے (عبرانیوں ۲: ۴) وُہ اُن نشانات اور عجیب کاموں کا جو مسیح کی حکُومت میں کِئے جائیں گے پیشگی مزہ چکھنا تھا۔ اِن لوگوں نے پہلی صدی عیسوی میں اُن کا مشاہدہ کیا تھا اور حقیقت تو یہ ہے کہ وُہ خود بھی اُن میں شریک تھے۔ مثلاً روٹیوں اور مچھلیوں کے مُعجزہ ہی کو لیں۔ جب مسیح نے پانچ ہزار کو سیر کیا تو لوگ جھیل کی دُوسری طرف بھی اُس کے پیچھے پیچھے گئے۔ نجات دہندہ نے محسُوس کیا کہ اگرچہ اُنہوں نے مُعجزہ کا مزہ چکھا لیکن وُہ اُس پر ایمان نہیں لائے۔ اُس نے اُن سے کہا "مَیں تم سے سچ سچ کہتا ہُوں کہ تُم مُجھے اِس لئے نہیں ڈھُونڈتے کہ مُعجزے دیکھے بلکہ اِس لئے کہ تُم روٹیاں کھا کر سیر ہُوئے"

(یُوحنّا ۶: ۲۶)۔

۶: ۶۔ اگر وُہ مذکُورۂ بالا مراعات سے لُطف اندوز ہونے کے بعد "برگشتہ ہو جائیں" تو پھر اُنہیں "توبہ کے لئے نیا بنانا" نامُمکن ہے۔ وُہ ارتداد کے گناہ کے مُرتکِب ہُوئے ہیں۔ وُہ اُس مقام تک پہُنچ گئے ہیں جو اُنہیں جہنم کا راستہ دِکھاتا ہے۔

مُنحرفوں کی عظیم خطاؤں کو اِن الفاظ میں ظاہر کیا گیا ہے کہ "وُہ خُدا کے بیٹے کو اپنی طرف سے دوبارہ مصلوب کر کے علانیہ ذلیل کرتے ہیں" (آیت ۶ آخری حِصّہ)۔ یہ مسیح کو دیدہ دانِستہ رَدّ کرنا ہے نہ کہ بے توجہی سے اُس کی پَروا نہ کرنا۔ یہ اُس سے قطعی طور پر غدّاری کرنا، اُس کی مخالِف قُوّتوں میں شامل ہونا اور

اُس کی شخصیت اور کاموں کا تمسخر اُڑانا ہے۔

اِنحراف یا اِرتداد

مُنحرف وُہ لوگ ہیں جو انجیل کی خُوشخبری کو سُنتے، مسیحی ہونے کا اِقرار کرتے، کلیسیا میں شامل ہوتے، لیکن پھر وُہ اپنے اِیمان کا اِنکار کرتے، فیصلہ کُن انداز میں مسیح کو ردّ کرتے، مسیحی رفاقت کو ترک کر دیتے اور خُداوند یسوع مسیح کے دشمنوں کی صف میں جا کھڑے ہوتے ہیں۔ اِرتداد ایسا گُناہ ہے جس کے مُرتکب صِرف بے ایمان ہی ہو سکتے ہیں۔ اِس کے مُرتکب دھوکا کھانے والے نہیں ہوتے بلکہ وُہ جانتے بُوجھتے، ارادۃً اور کینہ پروری سے خُداوند کے خلاف ہو جاتے ہیں۔

اِس کو عام بے ایمانوں کے گُناہ سے خلط ملط نہیں کرنا چاہئے جو خوشخبری کو سُنتے تو ہیں لیکن اِس کے بارے میں کچھ نہیں کرتے۔ مثلاً ایک شخص پاک رُوح کی بار بار دعوت کے باوجود بھی مسیح کو قبول نہیں کرتا۔ لیکن وُہ مُرتد نہیں ہے۔ وُہ اَب بھی نجات پاسکتا ہے بشرطیکہ وُہ نجات دہندہ کو قبول کر لے۔ بے شک اگر وُہ بے ایمانی کی حالت میں مرتا ہے تو وُہ ہمیشہ کے لئے جہنّم میں جائے گا، لیکن جب تک وُہ زندہ ہے اُس کے لئے اُمید ہے کہ وُہ خُداوند پر ایمان لائے۔

اِرتداد کو مسیح سے برگشتہ ہو جانے کے ساتھ بھی نہیں مِلانا چاہئے۔ ایک حقیقی ایمان دار مسیح سے کافی دُور جا سکتا ہے۔ گُناہ کے باعث اُس کی خُدا کے ساتھ رفاقت ٹوٹ سکتی ہے۔ وُہ اُس حد تک بھی پُہنچ سکتا ہے جہاں اب وُہ مسیحی نہیں جانا جاتا۔ لیکن جُونہی وُہ اپنے گُناہوں کا اِقرار کرتا اور اُنہیں ترک کر دیتا ہے تو اُس کی خُدا کے ساتھ رفاقت پُورے طور پر بحال ہو جاتی ہے (۱-یوحنّا ۱: ۹)۔

پھر اِرتداد وُہ ناقابلِ مُعافی گُناہ بھی نہیں ہے جس کا ذِکر اناجیل میں آیا ہے۔ وُہ گُناہ، وُہ تھا جس میں مسیح کے مُعجزات کو بدرُوحوں کے سردار کا اعجاز قرار دیا گیا۔ مسیح کے مُعجزات درحقیقت پاک رُوح کی قُوت سے انجام دیئے گئے تھے۔ اُن کو ابلیس سے منسُوب کرنا، پاک رُوح کے خِلاف کُفر بکنے کے مترادف تھا۔ اِس کا مطلب یہ تھا کہ پاک رُوح ابلیس ہے۔ یسُوع نے کہا کہ اِس قسم کا گُناہ نہ تو اِس زمانہ میں مُعاف کیا جا سکتا ہے اور نہ آئندہ کبھی مُعاف کیا جائے گا (مرقس ۳: ۲۲ — ۳۰)۔ اِرتداد بھی پاک رُوح کے خِلاف کُفر کی مانند ہے اور دونوں دائمی گُناہ ہیں لیکن یہاں ان دونوں کی آپس میں مُطابقت ختم ہو جاتی ہے۔

مجھے یقین ہے کہ اِرتداد بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ وُہ گُناہ جو موت کی طرف لے جاتا ہے اور جس کا ذِکر ۱-یُوحنّا ۵: ۱٦ میں مِلتا ہے۔ یوحنّا رسُول اُن لوگوں کے بارے میں لکھ رہا ہے جو بظاہر ایمان دار تھے اور مقامی کلیسیا کی سرگرمیوں میں حِصّہ لیتے تھے۔ پھر اُنہوں نے غناسطی تعلیمات کو قبول کر لیا

اور مسیحی رفاقت کو بڑی حقارت سے ترک کر دیا۔ اُن کا دِیدہ دانِستہ چلے جانا یہ ظاہر کرتا تھا کہ وُہ حقیقتاً نئے سرے سے پیدا نہیں ہُوئے تھے (۱-یُوحنّا ۲: ۱۹)۔ وُہ یسُوع کا مسیح ہونے سے کھلے عام اِنکار کرنے کے باعث (۱-یُوحنّا ۲: ۲۲) ایک ایسے گُناہ کے مُرتکب ہو رہے تھے جو مَوت کی طرف لے جاتا ہے۔ چنانچہ اُن کے بحال ہونے کے لئے دُعا کرنا بے فائدہ تھا (۱-یُوحنّا ۵: ۱۶)۔

جب بعض سنجیدہ مسیحی عبرانیوں باب ۶ اور اِسی قِسم کے دُوسرے حوالے پڑھتے ہیں تو پریشان ہو جاتے ہیں۔ اِبلیس اِس قِسم کی آیات کو خاص طور پر اُن ایمان داروں کو پریشان کرنے کے لئے اِستعمال کرتا ہے جو جسمانی، ذہنی یا جذباتی مُشکلات کا سامنا کر رہے ہوتے ہیں۔ وُہ ڈرتے ہیں کہ کہیں وُہ مسیح سے برگشتہ نہ ہو گئے ہوں اور کہ اُن کے بحال ہونے کی کوئی اُمید نہیں۔ وُہ پریشان ہوتے ہیں کہ وُہ مخلصی کے مقام سے دُور ہٹ چُکے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اُن کا فکرمند ہونا ہی اِس بات کا ثبُوت ہے کہ وُہ مُرتد نہیں ہیں۔ ایک مُرتد کو ایسی فِکرمندی نہیں ہوتی۔ وُہ بڑی ڈھٹائی سے مسیح کو ردّ کرتا ہے۔

اگر اِرتداد کے گُناہ کا اِطلاق ایمان داروں پر نہیں ہو سکتا تو پھر ہمارے زمانہ میں اِس کا اطلاق کِس پر ہوتا ہے؟ ایسے شخص پر جو سچائی کا پُورا عِلم رکھنے کے باوجُود دِیدہ دانِستہ اُس سے مُنہ موڑ لیتا ہے۔ وُہ مکمل طور پر مسیح کو ردّ کر دیتا ہے اور مسیحی ایمان کی ہر ایک بُنیادی تعلیم کو بڑی نفرت سے پاؤں تلے روند دیتا ہے۔ بائبل کہتی ہے کہ ایسے شخص کو توبہ کے لئے نیا بنانا نامُمکن ہے اور تجربہ بائبل کی تصدیق کرتا ہے۔ ہم بہُت سے ایسے لوگوں کو جانتے ہیں جو مسیح سے مُنحرف ہو گئے لیکن ہم کِسی ایسے کو نہیں جانتے جو واپس آیا ہو۔

اب جبکہ ہم زمانہ کے اِختتام کو پہنچ رہے ہیں تو ہم اِرتداد کی بڑھتی ہُوئی لہر کی توقع کر سکتے ہیں (۲-تھِسلنیکیوں ۲: ۳؛ ۱-تیمتھیُس ۴: ۱)۔ چنانچہ برگشتہ ہونے کی تنبیہ روز بروز زیادہ ضرُوری ہوتی جاتی ہے۔

۶، ۷- اب مُصنِّف ایمان دار (آیت ۷) اور مُرتد (آیت ۸) کی مثال تلاش کرنے کے لئے دُنیائے فِطرت کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ دونوں کو زمین سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جن مراعات کی آیات ۴ اور ۵ میں فہرست دی گئی ہے اُن کا مُقابلہ "بارش" سے کیا گیا ہے۔ فصل ایک شخص کے مراعات مِلنے کے بارے میں ردِ عمل کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اِس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آیا زمین بابرکت ہے یا لعنتی۔

حقیقی مسیحی اُس زمین کی مانند ہے جو "بارش کا پانی پی لیتی ہے" اور کارآمد فصل پیدا

کرتی ہے اور "خُدا" کی طرف سے برکت پاتی ہے۔

۶:۸ - مُرتد بھی اُس زمین کی مانند ہے جسے کافی پانی دیا گیا لیکن وُہ گُناہ کے پھل "جھاڑیاں اور اونٹ کٹارے" کے سوا کُچھ پیدا نہیں کرتی۔ وُہ حاصِل تو کرتی ہے لیکن کارآمد فصل پیدا نہیں کرتی۔ اِس قسم کی زمین بے فائدہ ہے۔ اُس پر پہلے ہی سزا کا حُکم ہو چُکا ہے۔ "اُس کا انجام جلایا جانا ہے"۔

۶:۹ - آیات ۹ اور ۱۰ میں دو زبردست اشارے مِلتے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ماقبل آیات میں جِن مُرتدوں کا بیان کیا گیا ہے وُہ ایمان دار نہیں ہیں۔ پہلا یہ کہ اسم اِشارہ اچانک بدل جاتا ہے۔ مُرتدوں کے مُتعلق بیان کرتے ہُوئے مُصنّف اِسم اِشارہ "اُن" اِستعمال کرتا ہے۔ لیکن ایمان داروں کو بیان کرتے وقت وُہ اسمِ اشارہ "تمہارے" اور "تُم" اِستعمال کرتا ہے۔

دُوسرا اِشارہ اِس سے بھی زیادہ صاف ہے۔ ایمان داروں کو مُخاطب کرتے ہُوئے وُہ کہتا ہے "اَے عزیزو! ... ہم ... تمہاری نِسبت اِن سے بہتر اور نجات والی باتوں کا یقین کرتے ہیں"۔ نتیجہ یہ ہے کہ جِن اَشیا کے مُتعلق اُس نے آیات ۴-۶ اور ۸ میں بیان کیا وُہ نجات کے ساتھ نظر نہیں آتیں۔

۶:۱۰ - دو باتیں جو نجات کے ساتھ مُقدّسوں کی زِندگیوں میں ظاہر ہوتی ہیں وُہ اُن کے "کام" اور "محبّت" ہے۔ اُن کے ایمان نے اپنے آپ کو نیک کاموں میں ظاہر کیا اور اُن پر حقیقی مسیحیت کی چھاپ تھی ــــــ ایمان کے گھرانے کے لئے سرگرم محبّت۔ وُہ مسیح کی خاطر اُس کے لوگوں کی خِدمت متواتر کرتے رہتے ہیں۔

۶:۱۱ - ایسا لگتا ہے کہ اگلی دو آیات مختلِف لوگوں کے لئے لِکھی گئیں یعنی اُن کے لئے جِن کے بارے میں مُصنّف کو یقین نہیں تھا۔ یہ وُہ لوگ تھے جِن کے بارے میں خدشہ تھا کہ وُہ پھر یہُودیت کی طرف راغب ہو جائیں گے۔

وُہ چاہتا ہے کہ "وُہ اِسی طرح کوشش "ظاہر" کرتے رہیں جس طرح کہ حقیقی ایمان داروں نے "پُوری اُمید کے واسطے آخر تک" ظاہر کی ہے۔ وُہ آرزُومند ہے کہ وُہ مسیح کے ساتھ مُستقِل مزاجی سے آگے بڑھیں یہاں تک کہ اُنہیں آسمان میں مسیحیوں کی آخری اُمید حاصِل ہو جائے۔ یہ حقیقت کا ثبُوت ہے۔

۶:۱۲ - وُہ "سُست نہ ہو" جائیں اور نہ پاؤں گھسیٹ کر چلیں اور نہ اپنی رُوح کو مدّھم پڑنے دیں۔ وُہ تمام حقیقی ایمان داروں کی طرح "جو ایمان اور تحمّل کے باعث وعدوں کے وارث ہوتے ہیں" آگے ہی آگے بڑھتے رہیں۔

۶:۱۳ - باب ۶ کا اختتامی حِصّہ، آیت ۱۲ میں اِس نصیحت سے کہ ایمان اور تحمّل سے آگے بڑھتے

رہیں منسلک ہے۔ ابرہام کی مثال ہمارے ایمان کی تقویت کے لئے دی گئی ہے اور ایمانداروں کی اُمید کے یقینی ہونے کی تصدیق کی گئی ہے۔

ایک لحاظ سے ایماندار نقصان میں نظر آتا ہے۔ اُس نے سب کچھ مسیح کی خاطر چھوڑ دیا ہے اور اب اُس کے پاس دِکھانے کو کچھ بھی نہیں ہے۔ اُس کے لئے ہر چیز مُستقبل میں ہے۔ تو پھر اُسے کیسے یقین ہو سکتا ہے کہ اُس کی اُمید رائیگاں نہیں جائے گی؟

اِس کا جواب ابرہام کے ساتھ خدا کے وعدہ میں مِلتا ہے، ایک ایسا وعدہ جِس میں بیج کی صُورت میں وُہ سب کچھ شامِل ہے جو بعد میں یسوع مسیح کی شخصیت میں عطا کیا جائے گا۔ جب خُدا نے وُہ وعدہ کیا تو اُس نے "اپنی ہی قسم" کھائی کیونکہ اُس نے "کِسی کو اپنے سے بڑا نہ پایا"۔

۶:۱۴۔ یہ وعدہ پیدائش ۲۲: ۱۶، ۱۷ میں مِلتا ہے: "خداوند فرماتا ہے ... مَیں نے بھی اپنی ذات کی قسم کھائی ہے کہ مَیں تجھے برکت پر برکت دُوں گا اور تیری نسل کو بڑھاتے بڑھاتے آسمان کے تاروں اور سمُندر کے کنارے کی ریت کی مانند کر دُوں گا"۔ چُونکہ خدا نے اِس وعدہ کو پُورا کرنے کی قسم کھائی اِس لئے اُس کی تکمیل کی یقین دہانی کرائی گئی ہے۔

۶:۱۵۔ ابرہام خُدا پر ایمان لایا اور اُس نے "صبر" کیا اور اُس کے حق میں وعدہ پُورا ہُوا۔ درحقیقت ابرہام خُدا پر ایمان رکھنے سے قسمت آزمائی نہیں کر رہا تھا۔ اِس میں کوئی خطرہ نہیں تھا۔ اِس کائنات میں سب سے یقینی بات خُدا کے الفاظ ہیں۔ خُدا کے کِسی بھی وعدے کی تکمیل اِس قدر یقینی ہے گویا کہ وُہ پہلے ہی وقُوع میں آ چُکا ہے۔

۶:۱۶۔ اِنسانی مُعاملات میں آدمی "اپنے سے بڑے کی قسم کھاتے ہیں"۔ مثال کے طور پر عدالتوں میں مُلزم یا گواہ کہتے ہیں کہ مَیں خُدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ سچ بولوں گا... وُہ خُدا کو گواہ بناتے ہیں کہ وُہ جو کچھ کہیں گے سچ ہو گا۔

جب آدمی اپنے وعدے کی تصدیق کے لئے "قسم" کھاتے ہیں تو عام طور پر "قضیہ" ختم ہو جاتا ہے۔ اِس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ وعدہ ضرور پُورا ہو گا۔

۶:۱۷۔ خُدا چاہتا ہے کہ اُس پر ایمان لانے والے قطعی یقین رکھیں کہ جو وعدہ اُس نے کِیا وُہ ضرور پُورا ہو گا۔ درحقیقت اُس کا محض وعدہ ہی کافی تھا لیکن وُہ وعدہ سے بڑھ کر کہیں زیادہ صاف طور سے "ظاہر" کرنا چاہتا تھا۔ پس اُس نے وعدہ کے ساتھ قسم بھی کھائی۔

"وعدہ کے وارث" وُہ لوگ ہیں جو ایمان کی رُو سے وفادار ابرہام کے فرزند ہیں۔ جِس "وعدہ" کا

حوالہ دیا گیا ہے وُہ اُن تمام کے لئے جو خُدا پر ایمان لاتے ہیں ابدی نجات کا وعدہ ہے۔ جب خُدا نے ابرہام کی نسل کا وعدہ کیا تو یہ وعدہ بالآخر مسیح میں پُورا ہوُا، لہٰذا مسیح کے ساتھ پیوست ہونے سے جو برکات مِلتی ہیں وُہ سب اُس وعدہ میں ہی شامل تھیں۔

۱۸:۶۔ اب ایمان داروں کے پاس "دو بے تبدیل چیزیں" ہیں جن پر وُہ تکیہ کر سکتے ہیں ــــــ خُدا کا کلام اور اُس کی قسم۔ یہ ناممکن ہے کہ کوئی چیز اِن سے زیادہ قابلِ اعتبار ہو۔ خُدا اُن سب کو جو مسیح پر ایمان لاتے ہیں بچانے کا وعدہ کرتا ہے اور پھر وُہ اِس کی تصدیق قسم کھا کر کرتا ہے۔ اِس کا بدیہی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ایمان دار ابد تک محفوظ ہو جاتا ہے۔

مُصنّف باب ۶ کے باقی حِصّے میں چار تصویریں یہ دِکھانے کے لیۓ اِستعمال کرتا ہے کہ مسیحی اُمید قطعی قابلِ اعتماد ہے: (۱) پناہ کا شہر (۲) لنگر، (۳) پیش رَو، اور (۴) سردار کاہن۔

سب سے پہلے حقیقی ایمان داروں کی تصویر پیش کی گئی ہے۔ وُہ گویا اِس دُنیا سے جس پر سزا کا حُکم ہو چُکا ہے آسمانی "پناہ" کے شہر کی طرف دوڑ رہے ہیں۔ اُن کی اِس دَوڑ میں حوصلہ افزائی کرنے کے لئے خُدا نے شرمندہ نہ ہونے والی "اُمّید" دی ہے جس کی بُنیاد اُس کے کلام اور قسم پر ہے۔

۱۹:۶۔ زِندگی کی آزمائشوں اور طوفانوں میں یہ اُمید، "جان کا لنگر" کا کام دیتی ہے۔ یہ عِلم کہ ہمارا جلال پانا ایسا ہی یقینی ہے گویا وُہ وقُوع میں آ چُکا ہے، ہمیں شک و شُبہات کی سرکش لہروں میں بہہ جانے سے روک دیتا ہے۔

لنگر اِس دُنیا کی ریت (ناپائیداری) میں نہیں ڈالا جاتا بلکہ آسمانی مَقدِس میں۔ چونکہ ہماری "اُمّید" ہمارا لنگر ہے، لہٰذا اِس کا مطلب یہ ہوُا کہ ہماری اُمّید "پردہ کے اندر" خُدا کی حضوری میں محفوظ ہے۔ جس طرح یہ یقین ہے کہ لنگر وہاں موجود ہے اُسی طرح یہ یقین بھی ہے کہ ہم بھی وہاں ہوں گے۔

۲۰:۶۔ "یسوع" خود ہمارے "پیشرو کے طور پر" مَقدِس کے اندر گیا ہوُا ہے۔ اُس کی وہاں موجودگی اِس بات کی ضمانت ہے کہ بالآخر اُس کے لوگ بھی اُس میں داخل ہوں گے۔ یہ کہنا مبالغہ آمیزی نہیں ہے کہ ایک معمولی ایمان دار کو بھی آسمان میں جانے کا اُتنا ہی یقین ہے جتنا کہ اُن مُقدّسین کا جو پہلے ہی وہاں موجود ہیں۔

اینڈرسن بیری لکھتے ہیں:

> جس لفظ کا ترجمہ "پیشرو" کیا گیا ہے وُہ نئے عہد نامہ میں اَور کہیں نہیں

ملتا۔ یہ جس خیال کو ظاہر کرتا ہے اُس کا تصوّر لاوی نظام میں نہیں تھا کیونکہ سردار کاہن پاک ترین مقام میں نمائندہ کے طور پر داخل ہوتا تھا۔ وُہ ایسی جگہ جاتا تھا جہاں کوئی بھی اُس کے پیچھے نہیں جاسکتا تھا۔ لیکن ہمارے پیشرو کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ جہاں وُہ ہے ہم بھی ہوں گے۔ بطور پیشرو وُہ (۱) وہاں ہماری مستقبل میں آمد کے بارے میں اعلان کرتا ہے، (۲) ہماری جگہ آسمانی جلال کو لیتا ہے، اور (۳) وُہ اِس لئے وہاں گیا ہے تاکہ جب اُس کے لوگ وہاں جائیں تو وُہ اُنہیں خوش آمدید کہے اور اُنہیں آسمان کے بادشاہ کے سامنے پیش کرے"۔

چوتھی صُورت "سردار کاہن" کی ہے۔ ہمارا خُداوند" ہمیشہ کے لئے مَلکِ صدق کے طریقہ کا سردار کاہن بن" گیا ہے۔ اُس کی دائمی کہانت ہماری دائمی حفاظت کی ضمانت ہے۔ جس طرح اُس کی موت کے ذریعہ ہمارا خُدا کے ساتھ یقینی طور پر میل ملاپ ہوگیا ہے اُسی طرح اُس کے خُدا کے دہنے ہاتھ بطور ہمارا کاہن ہونے کے (رومیوں ۵: ۱۰) ہم اُس کی زندگی سے یقیناً بچ گئے ہیں۔

"یسوعؔ کا" مَلکِ صدق کے طریقہ کا سردار کاہن" ہونا ہمیں یاد دلاتا ہے کہ جو مضمون ۵: ۱۰ میں اِنتداد کے بارے میں تنبیہ کی خاطر چھوڑ دیا گیا تھا وُہ اَب پھر جاری کیا جاتا ہے۔ لیکن اب وُہ اپنے اِس موضوع کو کہ مسیح کی کہانت ہارُونؔ کی کہانت سے افضل ہے جاری رکھنے کو تیار ہے۔ وُہ بڑے ماہرانہ انداز میں بحث کے بُنیادی پہلوؤں کی طرف لوٹ آتا ہے۔

۷: ۱۔ "مَلکِ صدق" ایک بڑی پُراسرار شخصیّت ہے جو اِنسانی تاریخ میں تھوڑی دیر کے لئے ظاہر ہوکر (پیدائش ۱۴: ۱۸–۲۰) پھر غائب ہوجاتا ہے۔ صدیوں بعد داؤدؔ اُس کے نام کا ذِکر کرتا ہے (زبور ۱۱۰: ۴)۔ پھر اِس کے صدیوں بعد وُہ عبرانیوں کے نام خط میں ظاہر ہوتا ہے۔ ایک بات خُوب ظاہر ہے۔ خُدا نے اُس کی زِندگی کو اِس طرح ترتیب دیا ہے کہ وُہ خُداوند یسوعؔ مسیح کی ایک شاندار مثال بن جاتا ہے۔

باب ۷ کی پہلی تین آیات میں ہمیں اُس کے بارے میں کُچھ تاریخی حقائق ملتے ہیں۔ ہمیں یاد دِلایا جاتا ہے کہ وُہ" کاہن" اور" بادشاہ" دونوں تھا۔ وُہ" سالمؔ (بعد میں یروشلیمؔ کہلایا) کا بادشاہ" اور" خدا تعالیٰ کا کاہن" تھا۔ وُہ اپنے لوگوں کا سیاسی اور رُوحانی لیڈر تھا۔ یہی خُدا کا معیاری اندازِ حکومت ہے کہ دُنیاوی اور رُوحانی میں تفریق نہ ہو۔ جب گنہگار حکومت کرتے ہیں تو ضروری ہے کہ کلیسیا اور ریاست الگ الگ ہوں۔ اِن دونوں کو آپس میں مِلانا صِرف اُس وقت

ہی ممکن ہوگا جب مسیح اِس دُنیا پر حکومت کرے گا (یسعیاہ ۳۲: ۱، ۱۷)۔

”ملکِ صدق“ اُس وقت ”ابرہام“ کو مِلا جبکہ وُہ فوجی فتح کے بعد ”واپس“ آرہا تھا اور ”اُس کے لئے برکت چاہی“۔ اِس کی اہمیت کو آیت ۷ میں بیان کیا گیا ہے۔ اگر ہمارے پاس صِرف پُرانا عہدنامہ ہوتا تو ہم اِن بظاہر متضاد تفصیلات کی عمیق اہمیت کو کبھی نہ سمجھ سکتے۔

۷:۲۔ ”ابرہام نے“ اِس پُراسرار بادشاہ کو مالِ غنیمت کی ”دہ یکی دی“۔ ہمیں پھر ابرہام کی دہ یکی کے پوشیدہ معنوں کو جاننے کے لئے آیات ۴، ۶، ۸ - ۱۰ کا اِنتظار کرنا پڑے گا۔ پاک کلام ایک شخص کا نام وُہی کچھ بتاتا ہے جو کُچھ وُہ ہے۔ ہمیں ملکِ صدق کے نام اور لقب کے بارے میں معلُوم ہو جاتا ہے کہ اُس کے نام کا مطلب ”راست بازی کا بادشاہ“ اور لقب (سالم کا بادشاہ) کا ”صُلح کا بادشاہ“ ہے۔

یہاں ”راست بازی“ کو پہلے اور ”صُلح“ کو بعد میں بیان کیا گیا ہے جو بلا وجہ نہیں ہے۔ خُدا سے صُلح اُس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک کہ پہلے راست بازی نہ ہو۔

یہ ہم مسیح کے کاموں میں صفائی سے دیکھتے ہیں۔ صلیب پر ”شفقت اور راستی باہم مِل گئی ہیں ... صداقت اور سلامتی نے ایک دُوسرے کا بوسہ لیا“ (زبور ۸۵: ۱۰)۔ چونکہ نجات دہندہ نے ہمارے گُناہوں کے لئے خُدا کے راست تقاضوں کو پُورا کیا، اِس لئے اب ہم خدا کے ساتھ صُلح رکھ سکتے ہیں۔

۷:۳۔ جب ہم یہ پڑھتے ہیں کہ اُس کا نہ تو باپ تھا اور نہ ماں، نہ نسب نامہ، نہ پیدائش اور نہ موت تو ملکِ صدق کے بارے میں مُعمّا اور بھی گہرا ہو جاتا ہے۔ اگر ہم اِن کو اِن کے سیاق و سباق سے الگ کرکے پڑھیں تو ایسا معلُوم ہوتا ہے کہ وُہ آسمان سے یا کِسی اَور جرمِ فلکی سے نازل ہُوا یا خُدا نے اُسے خاص طور پر پیدا کیا۔ لیکن جب ہم اِنہیں اِن کے سلسلۂ بیان میں پڑھتے ہیں تو اِن کو سمجھنے کی کلید مِل جاتی ہے۔ موضُوع کہانت ہے۔ مُصنّف ملکِ صدق کی کہانت اور ہارُون کی کہانت میں فرق بیان کر رہا ہے۔ ہارُونی کہانت کے قابل ہونے کے لئے ضرُوری تھا کہ ایک شخص لاوی کے قبیلہ اور ہارُون کے خاندان میں پیدا ہو۔ نسب نامہ بے حد ضرُوری تھا۔ پھر اُس کی موزُونیت پیدائش پر شرُوع ہوتی اور موت پر ختم ہوتی تھی۔

ملکِ صدق کی کہانت اِس سے بالکل مُختلِف تھی۔ اُس نے کہانت کو کاہنوں کے خاندان میں پیدا ہونے سے حاصِل نہیں کیا تھا۔ خُدا نے اُسے عام آدمیوں میں سے چُنا اور کاہن مُقرر کر دیا۔ جہاں تک اُس کی کہانت کا تعلق ہے اُس کی ”ماں“ یا ”باپ“ یا ”نسب نامہ“ کا کوئی ریکارڈ نہیں ہے۔

اُس کے معاملہ میں یہ اہم نہیں تھا۔ اور جہاں تک اُس کے باقی رِیکارڈ کا تعلق ہے اُس کی پَیدائش یا مَوت کا بھی کوئی ذِکر نہیں مِلتا، اِس لئے اُس کی کہانت جاری ہے۔

ہمیں یہ خیال نہیں کرنا چاہیئے کہ اُس کے والدین نہیں تھے، کہ وُہ کبھی پَیدا نہیں ہُؤا، اور کہ وُہ مَرا نہیں تھا۔ نکتہ یہ نہیں ہے۔ نکتہ یہ ہے کہ جہاں تک اُس کی کہانت کا تعلق ہے اِن اہم اعداد و شُمار کا کوئی رِیکارڈ نہیں ہے کیونکہ اُس کی کہانت کی خِدمت کا اِنحصار اِن پر نہیں تھا۔

وُہ خُدا کا بیٹا نہیں تھا جیسا کہ بعض لوگوں نے غلطی سے سمجھ رکھا ہے، البتہ وُہ "خُدا کے بیٹے کے مشابہ ٹھہرا" اور کہ اُس کی کہانت بغیر کِسی رکاوٹ کے جاری ہے۔

اب مُصنّف یہ بتاتا ہے کہ مَلکِ صِدق کی کہانت ہارُون کی کہانت سے افضل ہے۔ ثبوت کے طور پر وُہ تین دلیلیں پیش کرتا ہے: (۱) دہ یکی اور برکت دینے سے متعلق دلیل (۲) ہارُون کی کہانت کی تبدیلی کی دلیل (۳) ملکِ صِدق کی کہانت کے جاری رہنے کی دلیل۔

۷:۴ - آیات ۴ - ۱۰ میں پہلے ثبوت کے بارے میں دلائل دِیئے گئے ہیں - یہ قارِئین کو مَلکِ صِدق کی بزرگی پر "غور" کرنے کو کہتی ہیں - "ابرہام نے لُوٹ کے عُمدہ سے عُمدہ مال کی دہ یکی دی" - چونکہ ابرہام عبرانی قوم کی عظیم شخصیت تھا اِس لئے مطلب یہ ہُؤا کہ مَلکِ صِدق اُس سے کہیں عظیم شخص تھا۔

۷:۵ - جہاں تک لاوی قبیلے کے کاہنوں کا تعلق ہے اُنہیں "شریعت" نے اپنے عِبرانی بھائیوں سے "دہ یکی" لینے کا اختیار دِیا تھا - کاہن اور عوام بھی اپنے حسب نسب کو "ابرہام" سے جو کہ ایمان داروں کا باپ ہے بتاتے تھے۔

۷:۶ - "مگر جب ملکِ صِدق نے "ابرہام سے دہ یکی لی" تو یہ ایک غیر معمولی اور خلافِ رِواج مُعاملہ تھا - ابرہام جِسے قوم کا باپ کہا جاتا ہے اور جِس سے المسیح آنے کو تھا ایک ایسے شخص کی تعظیم کر رہا تھا جِس کا تعلق اِسرائیل کے برگُزیدہ لوگوں سے نہیں تھا - ملکِ صدق کی کہانت نسلی رُکاوٹ کو پار کر گئی -

ایک اور اہم و نمایاں حقیقت یہ ہے کہ مَلکِ صِدق ابرہام کو "برکت" دیتا ہے - اُس نے کہا "خُدا تعالیٰ کی طرف سے جو آسمان اور زمین کا مالِک ہے ابرام مُبارک ہو" (پَیدائش ۱۴: ۱۹، ۲۰) -

۷:۷ - جب ایک آدمی دُوسرے آدمی کو برکت دیتا ہے تو ظاہر ہے کہ وُہ اُس سے بڑا ہوتا ہے - بلا شُبہ اِس سے شخصی یا اخلاقی کمتری تو ظاہر نہیں ہوتی بلکہ صِرف مرتبے کی کمتری -

جب ہم اُن بیانات کو جِن کی بُنیاد عہدِ عتیق پر ہے پڑھتے ہیں تو ہمیں اپنے ذہن میں عبرانی

قارئین کے ردِّ عمل کو لانے کی کوشش کرنی چاہیئے ۔ وہ اُسے اپنا سب سے بڑا قومی ہیرو سمجھتے تھے اور یہ سمجھنے میں وہ بالکل حق بجانب تھے ۔ لیکن اب اُنہیں معلوم ہوتا ہے کہ ابرہام نے ایک غیر یہودی کاہن کو اپنے سے بھی بڑا جانا ۔ ذرا غور فرمایئے ! یہ بات اُن کی بائبل میں ہمیشہ سے موجود تھی لیکن اُنہوں نے اُس پر کبھی غور نہیں کیا تھا ۔

۷ : ۸ ۔ ہارونی کہانت میں دہ یکی وہ لوگ لیتے تھے جنہیں بقا نہیں تھی ۔ ایک کے بعد دوسرا کاہن بنتا تھا اور اپنی باری پوری کر کے کہانت دوسرے کو سونپ دیتا تھا ۔ لیکن مَلکِ صِدق کے معاملے میں اُس کے مرنے کا ذکر نہیں ہے ۔ پس وہ ایسی کہانت پیش کر سکتا تھا جو کہ لاثانی اور دائمی ہے ۔

۷ : ۹ ۔ ابرہام سے دہ یکی لینے سے مَلکِ صِدق نے فی الواقع "لاوی" سے دہ یکی لی ۔ چونکہ لاوی کاہنوں کے قبیلے کا سربراہ تھا ، اِس لئے اِس کا مطلب یہ ہوا کہ ہارونی کہانت نے مَلکِ صِدق کو "دہ یکی دی" اور یوں اُنہوں نے اُس کی فضیلت کا اعتراف کر لیا ۔

۷ : ۱۰ ۔ واقعات کے کس سلسلے کی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ لاوی نے مَلکِ صِدق کو دہ یکی دی؟ سب سے پہلے ، درحقیقت یہ ابرہام ہی تھا جس نے دہ یکی دی تھی ۔ وہ لاوی کا دادا پردادا تھا ۔ اگرچہ لاوی ابھی پیدا نہیں ہوا تھا تاہم وہ ابرہام کی "صُلب" میں تھا یعنی وہ بزرگ ابرہام کی اولاد ہونے کے لئے مقرر ہو چکا تھا ۔ دراصل جب ابرہام نے مَلکِ صِدق کو دہ یکی دی تو وہ اپنی تمام اولاد کی نمائندگی کر رہا تھا ۔ اِس طرح لاوی اور کہانت جو ابرہام سے نکلے ، مَلکِ صِدق اور اُس کی کہانت کے مقابلے میں ثانوی درجے پر آ جاتے ہیں ۔

۷ : ۱۱ ۔ آیات ۱۱ ۔ ۲۰ میں ہمیں دوسری بات بتائی گئی ہے کہ مَلکِ صِدق کی کہانت ہارون کی کہانت سے افضل ہے ۔ دلیل یہ ہے کہ کہانت میں تبدیلی ہوئی ۔ مسیح کی کہانت نے بنی لاوی کی کہانت کو ایک طرف کر دیا ۔ اگر لاویوں کی کہانت اپنے مقصد کو حتمی طور پر حاصل کر لیتی تو یہ ضروری نہ ہوتا ۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ "بنی لاوی کی کہانت" سے "کاملیت" حاصل نہیں ہو سکتی تھی ۔ گناہ دور نہیں کیا گیا تھا اور ضمیر کو آرام نہیں ملا تھا ۔ موسوی شریعت کے تحت جو کہانت قائم ہوئی وہ حتمی نہیں تھی ۔

اب ایک نئی کہانت جاری ہے ۔ اب ایک کامل کاہن آ چکا ہے ، اور اُس کی کہانت "ہارون کے طریقہ" پر نہیں بلکہ "مَلکِ صِدق کے طریقہ" پر ہے ۔

۷ : ۱۲ ۔ اِس حقیقت کا کہ "کہانت" "بدل" چکی ہے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ تمام قانونی ڈھانچہ

جس پر کہانت کی بُنیاد تھی وُہ بھی بدل گیا ہے۔ یہ ایک بُنیادی اِعلان ہے۔ یہ پُرانے دستُور کو ختم کر دیتا ہے اور نیا جاری کرتا ہے۔ اب ہم شریعت کے ماتحت نہیں ہیں۔

۷:۱۳۔ شریعت کی تبدیلی اِس حقیقت سے ظاہر ہوتی ہے کہ خُداوند یسُوع ایک ایسے "قبیلہ" سے تعلق رکھتا تھا جسے لاوی شریعت نے کہانتی فرائض انجام دینے سے منع کر رکھا تھا۔

۷:۱۴۔ "ہمارا خُداوند یہُوداہ" کے قبیلہ سے تھا۔ مُوسوی شریعت نے اِس قبیلہ سے تعلق رکھنے والے شخص کو کاہن ہونے کی اِجازت کبھی نہیں دی تھی۔ لیکن اِس کے باوجود بھی یسُوع کاہن ہے۔ یہ کیسے ممکن ہُوا؟ اِس لئے کہ شریعت بدل گئی ہے۔

۷:۱۵۔ کہانت کے قانُون میں تبدیلی کے بارے میں مُصنّف ایک اور شہادت پیش کرتا ہے۔ "ایک اور ... کاہن" "ملکِ صِدق کی مانند" اُٹھا ہے اور اِس منصب کے لئے اُس کی اہلیّت ہارُون کے بیٹوں سے قطعی مُختلف ہے۔

۷:۱۶۔ لاوی کاہن صرف اُس وقت ہی اہل ٹھہرتے تھے جبکہ وُہ شریعت کے مُطابق نسلی تقاضے کو پُورا کرتے تھے۔ اُنہیں لاوی کے قبیلہ اور ہارُون کے خاندان سے ہونا ہوتا تھا۔

لیکن جِس اہلیّت کے مُطابق ہمارا خُداوند ملکِ صِدق کے طریقہ پر کاہن ہُوا، وُہ اُس کی "غیر فانی زندگی" ہے۔ یہاں شجرۂ نسب کا سُوال نہیں ہے بلکہ شخصی وراثتی قوّت کا۔ وُہ ہمیشہ زِندہ ہے۔

۷:۱۷۔ اِس کی تصدیق زبُور ۱۱۰: ۴ کے الفاظ سے ہوتی ہے جہاں داؤد المسیح کی مستقبل میں کہانت کی طرف اِشارہ کرتا ہے: "تُو ملکِ صِدق کے طریقہ کا ابد تک کاہن ہے"۔ یہاں زور "ابد تک" پر ہے۔ اُس کی خِدمت کبھی ختم نہیں ہوگی کیونکہ اُس کی زِندگی ہمیشہ قائم رہے گی۔

۷:۱۸۔ جو حُکم ہارُونی کہانت کے ذریعہ قائم ہُوا تھا وُہ "کمزور اور بے فائدہ ہونے کے سبب سے منسُوخ ہوگیا" ہے۔ اُسے المسیح کی آمد نے منسُوخ کر دیا ہے۔

یہ حُکم کِن معنوں میں کمزور اور بے فائدہ تھا؟ کیا یہ خُود خُدا نے نہیں دیا تھا؟ کیا خُدا کوئی ایسی چیز دے سکتا ہے جو بے فائدہ اور بے مَصرف ہو؟ جواب یہ ہے کہ خُدا کا مقصد کبھی یہ نہیں تھا کہ وُہ اُسے کہانت کا دائمی حُکم بنائے۔ یہ خُدا کی مثالی کہانت کی تیاری کے لئے تھا۔ یہ اُس کامِل اور آخری کہانت کی عارضی تصویر و جھلک تھا۔

۷:۱۹۔ یہ اِس لحاظ سے بھی کمزور اور بے فائدہ تھا کیونکہ اُس "نے کسی چیز کو کامِل نہیں کیا"۔ اِس

سے لوگ پاک ترین مقام میں خُدا کی حضوری میں جانے کے قابل کبھی بھی نہ بن سکے۔ اِس سے خُدا اور اِنسان کے درمیان فاصلہ متواتر یاد دِلایا جاتا تھا کہ گُناہ کے سُوال کا مستقل حل ابھی نہیں ہُوا ہے۔

لیکن اب ایک "بہتر اُمید" پیدا ہو گئی ہے "جس کے وسیلہ سے ہم خُدا کے نزدیک جا سکتے ہیں"۔ وُہ "بہتر اُمید" خُداوند یسوع خُود ہے۔ وُہ لوگ جو اُسے اپنی اُمید بنا لیتے ہیں وُہ "خُدا" کے حضور کسی وقت بھی حاضر ہو سکتے ہیں۔

۷: ۲۰ - اور نہ صرف کہانت کی ترتیب اور نظام میں تبدیلی ہُوئی بلکہ کاہن کے طریقۂ تقرر میں بھی۔ یہاں پر دلائلِ مسیح کی کہانت کے بارے میں خُدا کے "قسم" کھانے کے اِرد گرد گھومتے ہیں۔ قسم یہ ظاہر کرتی ہے کہ جس چیز کے بارے میں قسم کھائی گئی وُہ لاتبدیل اور دائمی ہے۔ رینٹز بری کہتا ہے کہ "ہمارے مبارک خداوند یسوع مسیح کی کہانت کے کافی اور ابدی ہونے کے لئے قادرِ مطلق خُدا کی قسم ہی ضمانت ہو سکتی تھی"۔

۷: ۲۱ - ہارُونی کہانت میں کاہن "بغیر قسم" کے مقرر ہوتے تھے۔ اِس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اُن کی کہانت عارضی تھی، دائمی نہیں تھی۔

لیکن خُدا، مسیح کو کاہن مُقرر کرتے وقت "قسم کے ساتھ" مخاطب کرتا ہے۔ اِس قسم کے الفاظ زبُور-۱۱: ۴ میں مِلتے ہیں: "خُداوند نے قسم کھائی ہے اور اِس سے پھرے گا نہیں کہ تُو ابد تک کاہن ہے"۔ ہینڈرکسن کہتا ہے:

> "خُدا مسیح کے تقرر کی ابدی تصدیق اپنے تخت اور اپنی فطرت کی لاتبدیل صفات سے کرتا ہے۔ اگر وُہ بدل سکتی ہیں تو یہ نئی کہانت بھی تبدیل ہو سکتی ہے ورنہ نہیں"۔

۷: ۲۲ - اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ "یسوع" "بہتر عہد کا ضامن" ہے۔ ہارُونی کہانت عہدِ عتیق کا حصّہ تھی۔ مسیح کی کہانت کا تعلق عہدِ جدید سے ہے۔ عہد اور کہانت ایک ساتھ قائم رہتے یا ایک ساتھ ختم ہو جاتے ہیں۔

نیا عہد فضل کا غیر مشروط مُعاہدہ ہے جو خُدا اُس وقت اِسرائیل کے گھرانے اور یہُوداہ کے گھرانے سے کرے گا جب خُداوند یسوع زمین پر اپنی بادشاہی قائم کرے گا (یرمیاہ ۳۱: ۳۳، ۳۴)۔ ایماندار اِس نئے عہد کی کچھ برکات سے اِس وقت بھی لُطف اندوز ہو رہے ہیں، لیکن اِس کی پُوری برکات اُس وقت ہی حاصل ہوں گی جبکہ اِسرائیل بحال ہوگا اور قومی طور پر نجات پائے گا۔

"یسوع" اِس نئے عہد کا اِس لحاظ سے "ضامن" ہے کہ وُہ خُود اِس کی ضمانت ہے۔ اُس نے اپنی مَوت، دفن اور قیامت کے ذریعہ ایک راست بنیاد مُہیا کی ہے جس کی بنا پر خُدا عہد کی شرائط

کو پورا کر سکتا ہے ۔ اُس کی ختم نہ ہونے والی کہانت بھی عہد کی شرائط کو ناکامی کے خدشہ کے بغیر پُورا کرنے میں مُعاون ہے ۔

۷:۲۳ - اب ہم ملکِ صِدق کی افضل کہانت کے بارے میں آخری دلیل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں ۔ اِسرائیل کے "بہت سے کاہن" تھے ۔ کہا جاتا ہے کہ قوم کی تارِیخ میں ۸۴ (چوراسی) سردار کاہن تھے اور اِن کے علاوہ بے شمار کاہن تھے ۔ "موت" کی وجہ سے یہ منصب وَقفہ وَقفہ سے دُوسروں کو ملتا رہتا تھا، اور اِس بدیہی رکاوٹ کے باعث اِس خِدمت کو نُقصان پہنچتا تھا ۔

۷:۲۴ - مسیح کی کہانت کے سِلسلے میں اِس قِسم کے نُقصان کا کوئی خدشہ نہیں کیونکہ وُہ "اَبد تک" زِندہ ہے ۔ اُس کی "کہانت" کِسی اَور کو کبھی نہیں دی گئی اور نہ اُس کی تاثیر میں کبھی رُکاوٹ پیدا ہوئی ۔ وُہ لاتبدیل ہے اور کسی کو مُنتقل نہیں کی جا سکتی ۔

۷:۲۵ - چونکہ وُہ ہمیشہ "زِندہ" ہے ، "اِسی لئے جو اُس کے وسیلہ سے خُدا کے پاس آتے ہیں وُہ اُنہیں پُوری پُوری نجات دے سکتا ہے" ۔ اِس سے ہم عام طور پر یہ سمجھتے ہیں کہ اِس کا اشارہ گنہگاروں کے لئے اُس کے نجات بخش کام کی طرف ہے جو اُس نے اُنہیں گُناہ کی سزا سے بچانے کے لِئے کیا ۔ لیکن درحقیقت مُصنِّف اُس کام کی طرف اشارہ کر رہا ہے جو مسیح نے مُقدّسوں کو گُناہ کی قُوّت سے رہائی دینے کے لئے کیا ۔ اِس کا اُس کے نجات دہندہ ہونے سے اِتنا تعلق نہیں ہے جتنا کہ اُس کے ہمارا سردار کاہن ہونے سے ہے ۔ اِس بات کا کوئی خطرہ نہیں ہے کہ ایمان دار اپنی نجات کھو بیٹھے گا ۔ اُن کی اَبدی حِفاظت کی بنیاد اُن کے لئے اُس کی دائمی "شفاعت" ہے ۔ وُہ ہر وقت اُنہیں "پُوری پُوری نجات دے سکتا ہے" کیونکہ اُس کی اُن کے لئے خُدا کے دہنے ہاتھ موجُودہ خِدمت میں موت کے باعث رُکاوٹ پیدا نہیں ہو گی ۔

۷:۲۶ - مسیح کی شخصی افضلیت کے باعث اُس کی کہانت ہارُون کی کہانت سے برتر ہے ۔ وُہ خُدا کی نظر میں "پاک" ہے ۔ وُہ آدمیوں کے ساتھ مُعاملات میں "بے رِیا" ہے ۔ وُہ اپنے چال چلن میں "بے داغ" ہے ۔ وُہ خُدا کے دہنے ہاتھ "گنہگاروں سے جُدا" ہے ۔ وُہ اپنی موجُودہ اور ابدی شان و شوکت میں "آسمانوں سے بُلند کیا گیا" ۔ ایسا سردار کاہن ہی "ہمارے لائِق" تھا ۔

۷:۲۷ - لاوی قبیلے کے کاہنوں کی طرح ہمارے سردار کاہن کو "ہر روز" "قُربانیاں چڑھانے" کی ضرورت نہیں ۔ یہ وہ "ایک ہی بار کر گُزرا" ہے ۔ وُہ "اپنے گُناہوں" کے لئے بھی قُربانی گُزراننے کا "مُحتاج" نہیں کیونکہ وُہ قطعی بے گُناہ تھا ۔ ایک تیسرا حیران کُن طریقہ جس میں وُہ سابق کاہنوں سے فرق ہے یہ ہے کہ اُس نے لوگوں کے گُناہوں کے لئے "اپنے آپ کو قُربان کیا ۔ اِس کاہن نے

خود اپنے آپ کو بطور قربانی دے دیا۔ یہ یسوع کا کتنا شاندار اور لاثانی فضل ہے!

۲۸:۷۔ "شریعت" کے مقرر کردہ "کاہن" شخصی طور پر ناکامل، "کمزور" ہوتے تھے۔ وہ صرف رسمی طور پر پاک تھے۔

خدا نے شریعت کے مطابق جو "قسم" کھائی اس کے ذریعہ وہ "بیٹے کو" بطور کاہن "مقرر کرتا ہے۔ جو ہمیشہ کے لئے کامل کیا گیا ہے"۔ اس قسم کا آیت ۲۱ میں ذکر کیا گیا ہے اور زبور ۴:۱۱۰ سے اقتباس ہے۔

ہم نے اب تک جو کچھ بیان کیا ہے اس میں متعدد اہم اطلاقات ملتے ہیں۔ انسانی کہانت کو الٰہی اور ابدی کہانت نے منسوخ کر دیا ہے۔ چنانچہ آدمیوں کے لئے عہدِ عتیق کے نمونہ پر کہانت کے نظام کو رائج کرنا اور اسے ہمارے عظیم سردار کاہن کے کام پر مسلّط کرنا کتنا احمقانہ فعل ہے!

ب۔ مسیح کی خدمت ہارون کی خدمت سے افضل ہے (باب ۸)

۱:۸۔ مابعد کی آیات میں یہ دکھایا گیا ہے کہ مسیح کی خدمت ہارون سے برتر ہے کیونکہ وہ ایک بہتر مقدِس میں خدمت کرتا ہے (آیات ۱-۵)۔ نیز اس کا تعلق بہتر عہد سے ہے (آیات ۷-۱۳)۔

اب مصنّف اپنی بحث کی "بڑی بات" کی طرف آتا ہے۔ وہ جو کچھ بیان ہو چکا اس کا خلاصہ بیان نہیں کر رہا ہے بلکہ بنیادی نظریہ کو جس کو وہ اپنے خط میں متعارف کراتا آ رہا ہے۔

"ہمارا ایسا سردار کاہن ہے"۔ لفظ "ہمارا" میں فتح کا اشارہ ہے۔ یہ اُن یہودیوں کو جواب ہے جو طنزیہ کہتے تھے کہ "ہمارے پاس خیمۂ اجتماع ہے، ہمارے پاس کہانت ہے، ہمارے پاس قربانیاں ہیں، ہمارے پاس رسمیں ہیں، ہمارے پاس ہیکل ہے، ہمارے پاس کاہنوں کا خوبصورت لباس ہے"۔ ایمانداروں کا پُراعتماد جواب یہ ہے کہ "ہاں تمہارے پاس عکس ہے جبکہ ہمارے پاس تکمیل ہے۔ تمہارے پاس رسمیں ہیں جبکہ ہمارے پاس مسیح ہے۔ تمہارے پاس تصویر ہے جبکہ ہمارے پاس شخص ہے۔ اور ہمارا سردار کاہن "آسمانوں پر کبریا کے تخت کی دہنی طرف" بیٹھا ہوا ہے۔ کوئی بھی سردار کاہن اپنے ختم شدہ کام کے صلہ میں وہاں نہیں بیٹھا اور نہ کسی کو کبھی اتنی عزت اور اختیار کی جگہ ملی ہے"۔

۲:۸۔ وہ انسانوں کی خدمت آسمانی "مقدِس" میں کرتا ہے۔ یہ "حقیقی" خیمہ ہے جس کی زمینی خیمہ نقل یا نمائندگی کرتا ہے۔ "حقیقی خیمہ" کو "خداوند نے کھڑا کیا ہے نہ کہ انسان نے" جیسے کہ زمینی خیمہ کو کیا تھا۔

۸:۳ - چونکہ "سردار کاہن" کا بڑا کام "نذریں اور قربانیاں" گزراننا ہوتا ہے، اِس لئے اِس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہمارا سردار کاہن بھی وُہی کرے گا۔

"نذریں" ایک عام اصطلاح ہے جس میں وُہ سب چیزیں آجاتی ہیں جو خُدا کو پیش کی جاتی تھیں۔ "قُربانیاں" وُہ نذریں ہیں جن میں جانور ذبح کیا جاتا تھا۔ مسیح نے کیا نذر کیا؟ اِس سُوال کا جواب یہاں نہیں دِیا گیا بلکہ باب ۹ میں۔

۸:۴ - یہ آیت اِس سُوال کو نظر انداز کرتے ہُوئے کہ مسیح نے کیا قُربانی چڑھائی، صرف یہ یاد دلاتی ہے کہ "اگر وُہ زمین پر ہوتا تو" وُہ خیمۂ اجتماع یا ہیکل میں قُربانی اور نذریں گُزراننے کا حقدار نہ ہوتا۔ ہمارا خُداوند یہُوداہ کے قبیلہ سے تھا نہ کہ لاوی کے قبیلہ سے یا ہارُون کے خاندان سے۔ اِس وجہ سے وُہ زمینی مَقدِس میں خدمت انجام نہیں دے سکتا تھا۔ جب ہم اناجیل میں پڑھتے ہیں کہ یسوع ہیکل میں گیا (دیکھئے لُوقا ۴۵:۱۹) تو ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ وُہ پاک مقام یا پاک ترین مقام میں نہیں گیا بلکہ صرف صحن میں۔

یہاں یہ سُوال پیدا ہوتا ہے کہ جب یسوع زمین پر تھا تو کیا اُس نے سردار کاہن کی کوئی خدمت ادا کی یا اُس نے اپنے کہانت کے کام کو صِرف اُس وقت ہی شُروع کیا جبکہ وُہ آسمان پر گیا؟ آیت ۴ کا مطلب یہ ہے کہ جب وُہ زمین پر تھا تو وُہ ہارُون کے طریق کا کاہن بننے کا اہل نہیں تھا اِس لئے وہ یروشلیم کی ہیکل میں خِدمت نہیں کرسکتا تھا۔ لیکن اِس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وُہ مَلکِ صدق کے طریق کے کاہن کی خِدمت بھی انجام نہیں دے سکتا تھا۔ آخر اُس کی یُوحنّا باب ۱۷ میں دُعا سردار کاہن ہی کی دُعا تھی۔ اور پھر اُس کا اپنے آپ کو کلوری پر بطور کامِل قربانی پیش کرنا یقیناً ایک کہانتی عمل تھا (دیکھئے ۱۷:۲)۔

۸:۵ - زمین پر خیمۂ اجتماع، "آسمانی" مَقدِس کی نقل تھا۔ اِس کی ترتیب سے ظاہر ہوتا ہے کہ خُدا کے عہدی لوگ کس طرح خُدا سے پرستش میں ملاقات کرسکتے ہیں۔ سب سے پہلے صحن کا دروازہ تھا، اُس سے آگے سوختنی قُربانی کا مذبح اور پھر پیتل کا حَوض۔ اِس کے بعد کاہن پاک مقام میں داخل ہوتا اور سردار کاہن پاک ترین مقام میں جہاں خُدا اُس پر ظاہر ہوتا تھا۔

"خیمۂ اجتماع" ایک عارضی مَقدِس تھا۔ وُہ صِرف "نقل اور عکس" تھا۔ جب خُدا نے "مُوسیٰ" کو کوہِ سینا پر بُلا کر اُسے خیمۂ اجتماع بنانے کو کہا تو اُس نے اُسے نقشہ دیا اور اُس کے مُطابق بنانے کو کہا۔ یہ نمُونہ اعلیٰ "آسمانی" رُوحانی حقائق کی مثال تھا۔

مُصنّف اِس بات پر زیادہ زور کیوں دے رہا ہے؟ محض اِس لئے کہ اگر کسی پر دوبارہ یہُودیت اِختیار کرنے کی آزمائش آئے تو اُنہیں عِلم ہو جائے کہ وُہ اصل کو چھوڑ کر عکس کے پیچھے دوڑ رہے ہیں جبکہ اُنہیں عکس کی طرف سے اصل کی طرف جانا چاہئے۔

آیت ۵ صفائی سے بتاتی ہے کہ عہدِ عتیق کی چیزیں آسمانی حقیقتوں کی مثال تھیں۔ چنانچہ تمثالیات سے تعلیم دینا دُرست ہے بشرطیکہ وُہ پاک نوشتوں سے اِتفاق کرتی ہوں اور اُن میں خیال آرائی کا دخل نہ ہو۔

۸: ۶۔ یہ آیت افضل مَقدِس کے مضمون اور "بہتر عہد" کی بحث کے درمیان ایک کڑی ہے۔ سب سے پہلے ایک موازنہ ہے۔ مسیح کی خِدمت ہارُونی کاہنوں کی خدمت سے اُتنی ہی افضل ہے جِتنا کہ وُہ عہد جِس کا وُہ درمیانی ہے پُرانے عہد سے افضل ہے۔

پھر وجہ بیان کی گئی ہے۔ یہ "عہد" اِس لئے "بہتر" ہے کیونکہ یہ "بہتر وعدوں" پر قائم ہے۔ مسیح کی خِدمت از حد بہتر ہے۔ اُس نے جانور کی قُربانی کو نہیں بلکہ اپنا ہی خُون پیش کیا جو بَیلوں اور بکروں کے خُون سے کہیں بیش قیمت ہے۔ اُس نے گُناہوں کو محض ڈھانپا نہیں بلکہ دُور کر دیا۔ اُس نے ایمان داروں کو مُطمئن ضمیر بخشا۔ اُس نے ایسی قُربانی پیش نہیں کی جو ہر سال گُناہوں کی یاد دِلاتی ہے۔ اُس نے ہمارے لئے خُدا کی حُضوری میں پہنچنے کا راستہ کھول دِیا تاکہ ہم دُور کھڑے ہو کر دیکھتے نہ رہیں۔

وُہ "بہتر عہد کا درمیانی ٹھہرا"۔ بطور "درمیانی" وُہ خُدا اور اِنسان کے درمیان کھڑا ہے تاکہ جُدائی کی خلیج کو پُر کر دے۔ گرِفتھ تھامس عہدوں کا موازنہ بڑی جامعیّت سے کرتا ہے:

> عہد "بہتر" ہے کیونکہ یہ غیر مشرُوط ہے، رُوحانی ہے جسمانی نہیں، عالمگیر ہے مقامی نہیں، ابدی ہے عارضی نہیں، اِنفرادی ہے قومی نہیں، باطنی ہے خارجی نہیں۔

یہ "بہتر عہد" ہے کیونکہ اِس کی بُنیاد "بہتر وعدوں" پر ہے۔ شریعت کے عہد میں فرمانبرداری کے لئے برکات کا وعدہ تھا لیکن نافرمانی کی صُورت میں مَوت کی سزا تھی۔ وُہ راست بازی کا مُطالبہ کرتا تھا لیکن اِس کو پَیدا کرنے کی قابلیّت نہیں دیتا تھا۔

نیا عہد فضل کا غیر مشرُوط عہد ہے۔ جہاں راست بازی نہیں، یہ راست بازی منسُوب کرتا ہے۔ یہ راست بازی کی زِندگی بَسر کرنا سِکھاتا ہے اور اَیسا کرنے کے لئے قُوّت دیتا ہے اور جب کوئی اَیسا

کرتا ہے تو اَجر دیتا ہے۔

۸:۷ - "پہلا عہد" کامِل نہیں تھا یعنی وُہ خُدا اور اِنسان کے درمیان دُرست تعلقات اُستوار کرنے میں ناکام رہا۔ وُہ دائمی عہد نہیں تھا بلکہ مسیح کی آمد کی تیاری ہی تھا۔ یہ حقیقت کہ دُوسرے عہد کا ذِکر آیا ہے یہ ظاہر کرتی ہے کہ پہلا عہد معیاری نہیں تھا۔

۸:۸ - درحقیقت پہلے عہد میں نقص نہیں تھا: "شریعت پاک ہے اور حُکم بھی پاک اور راست اور اچھا ہے" (رومیوں ۷:۱۲)۔ نقص اُن لوگوں میں تھا جنہیں یہ دِیا گیا تھا۔ شریعت کا خام مال ناقِص تھا۔ اِس کو یہاں یُوں بیان کِیا گیا ہے: "پس وُہ اُن کے نقص بتا کر کہتا ہے ..."۔ وُہ عہد میں کوئی نقص نہیں بتاتا بلکہ اُس کے عہدی لوگوں میں۔ پہلا عہد اِنسان کے فرمانبرداری کرنے کے وعدہ پر قائم ہُؤا تھا (خروج ۱۹:۸؛ ۲۴:۷)، اِس لئے وہ زیادہ عرصہ کے لئے نہیں تھا۔ نئے عہد میں خُدا نے شرُوع سے آخر تک سب کُچھ کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ یہی اُس کی قُوّت ہے۔

مُصنّف اب یرمیاہ ۳۱:۳۱-۳۴ کا حوالہ دے کر دِکھاتا ہے کہ خُدا نے پُرانے عہد میں نئے عہد کا وعدہ کیا ہے۔ تمام بحث لفظ "نیا" کے اِردگِرد گھُومتی ہے۔ اگر پُرانا کافی اور تسلّی بخش ہوتا تو پھر ایک نیا مُتعارف کرانے کی کیا ضرُورت ہوتی؟

خُدا واضح طور پر وَعدہ کرتا ہے کہ "مَیں اسرائیل کے گھرانے اور یہوداہ کے گھرانے سے ایک نیا عہد باندھوں گا"۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چُکا ہے کہ "نئے عہد" کا تعلق بنیادی طور پر "اِسرائیل" کے ساتھ تھا نہ کہ کلیسیا کے ساتھ۔ یہ مکمل طور پر اُس وقت تکمیل پائے گا جب مسیح تائب اور مخلصی یافتہ اِسرائیل پر حکُومت کرنے کے لئے آئے گا۔ لیکن دریں اثنا عہد کی کُچھ برکات سے تمام ایمان دار بھی لُطف اندوز ہوں گے۔ چنانچہ جب نجات دہندہ نے مَے کا پیالہ اپنے شاگِردوں کو دِیا تو کہا "یہ پیالہ میرے خُون میں نیا عہد ہے۔ جب کبھی پیو میری یادگاری کے لئے یہی کیا کرو" (۱-کرنتھیوں ۱۱:۲۵)۔

ہینڈرسن رقم طراز ہے:

> پس ہم پہلی تفسیر جو اِسرائیل کے لئے ہے اور دُوسری جِس کا رُوحانی اِطلاق آج کل کلیسیا پر کِیا جاتا ہے میں اِمتیاز کرتے ہیں۔ اَب ہم پاک رُوح کی قُوّت میں نئے عہد کی برکات سے لُطف اندوز ہوتے ہیں لیکن اِس کے باوجُود بھی خُدا کے وعدہ کے مُطابق اِس کا مزید اور مُستقبل میں ظہُور اِسرائیل کے لئے ہے۔

۸ : ۹- خُدا صاف طور پر وعدہ کرتا ہے کہ نیا عہد، "اُس عہد کی مانند" نہ ہوگا جو اُس نے اُن کے ساتھ اُس وقت "باندھا" جب اُس نے "مُلکِ مِصر سے نِکال لانے کے لئے اُن کا ہاتھ پکڑا تھا"۔ وُہ فرق کیسے ہوگا؟ اگرچہ وُہ کہتا تو نہیں لیکن غالباً اِس کا جواب آیت کے باقی حِصّے میں مِلتا ہے: "اِس واسطے کہ وُہ میرے عہد پہ قائم نہیں رہے اور خُداوند فرماتا ہے کہ مَیں نے اُن کی طرف کُچھ توجّہ نہ کی"۔ شریعت کا عہد اِس لئے ناکام ہوگیا کیونکہ وُہ مشروط تھا - وُہ لوگوں سے فرمانبرداری کا تقاضا کرتا تھا جو اُن سے نہیں ہوتی تھی -

نیا عہد دینے کے وسیلہ سے جو کہ غیر مشروط فضل کا عہد ہے خُدا ناکامی کے اِمکان کو ختم کر دیتا ہے کیونکہ اِس کی تکمیل کا اِنحصار صِرف اُسی پر ہے اور وُہ ناکام نہیں ہوتا -

۸ : ۱۰- پُرانا عہد بتاتا ہے کہ آدمی کو کیا کرنا لازم ہے، لیکن نیا عہد یہ بتاتا ہے کہ خُدا کیا کرے گا- جب اِسرائیل کی نافرمانی کے دِن گُزر جائیں گے تو خُدا "اپنے قانُون اُن کے ذہن میں" ڈالے گا تاکہ وُہ جان جائیں- اور اُن کے "دِلوں پر" لکھے گا تاکہ وُہ اُنہیں پیار کریں- وُہ فرمانبرداری کرنا چاہیں گے، سزا کے خوف سے نہیں بلکہ اُس سے محبّت کرنے کے باعث - اب قانون یا شریعت پتھر پر نہیں لِکھی جائے گی بلکہ دِل کی تختیوں پر- "مَیں اُن کا خُدا ہُوں گا اور وُہ میری اُمّت ہوں گے"- اِس سے قُربت کا اظہار ہوتا ہے - پُرانا عہد لوگوں کو فاصلے پہ کھڑا ہونے کو کہتا ہے، لیکن فضل اُنہیں نزدیک آنے کو کہتا ہے - علاوہ ازیں یہ اٹُوٹ رِشتے اور غیر مشرُوط حفاظت کا وعدہ کرتا ہے - اِس خُون خریدے تعلق میں کبھی بھی کوئی چیز رخنہ انداز نہیں ہوسکتی -

۸ : ۱۱- نئے عہد میں خُداوند کا عالمگیر عرفان بھی شامل ہے - المسیح کی جلالی حکومت میں ایک شخص "اپنے ہموطن اور اپنے بھائی کو یہ تعلیم نہ دے گا کہ تُو خُداوند کو پہچان"- ہر شخص "چھوٹے سے بڑے تک" باطنی طور پر اُس کا علم رکھے گا: "جس طرح سمندر پانی سے بھرا ہے اُسی طرح زمین خُداوند کے عرفان سے معمُور ہو گی" (یسعیاہ ۱۱ : ۹) -

۱۲:۸- سب سے اچھّی بات یہ ہے کہ نیا عہد ناراستوں سے رحم اور "اُن کے گُناہوں" کو دائمی طور پر مُعاف کرنے کا وعدہ کرتا ہے - شریعت میں لچک نہیں تھی: "ہر نافرمانی کا ٹھیک ٹھیک بدلہ مِلا" (عبرانیوں ۲ : ۲)-

مزید براں، شریعت گُناہ سے مؤثر طریقے سے نہیں نپٹ سکتی تھی - وُہ گُناہوں کا کفّارہ تو مہیّا کرتی تھی لیکن اُن کو دُور نہیں کرتی تھی (یہاں کفّارہ کے لئے جو عبرانی لفظ آیا ہے اُس کے فعل کا مطلب ڈھانپنا ہے) - شریعت میں جن قُربانیوں کا ذِکر ہے وُہ آدمیوں کو رسمی طور پر پاک کرتی تھیں یعنی وُہ

اُنہیں قوم کی مذہبی زندگی میں شریک ہونے کے قابل بنا دیتی تھیں - لیکن یہ رسمی پاکیزگی خارجی تھی - یہ قربانیاں اِنسان کی باطنی زندگی کو چھُوتی نہیں تھیں - یہ اُنہیں نہ تو اخلاقی پاکیزگی عطا کرتی تھیں اور نہ صاف ضمیر -

۱۳:۸ - جب خُدا نے ایک "نیا عہد" مُتعارف کرایا تو اس کا مطلب یہ تھا کہ "پُرانا" منسُوخ ہو گیا - اِس لئے شریعت کی طرف لوٹنے کا نہیں سوچنا چاہیئے - تاہم مُعاملہ بعینہٖ یہی تھا کہ بعض ایمان داروں پر یہ آزمائش آئی ہُوئی تھی - چنانچہ مُصنّف اُنہیں تنبیہ کرتا ہے کہ شرعی عہد پُرانا ہو چُکا ہے اور اِس کی جگہ ایک بہتر عہد مُتعارف کرایا گیا ہے - پس اُنہیں خُدا کے ساتھ قدم سے قدم مِلا کر چلنا چاہیئے -

ج - مسیح کی قُربانی عہدِ عتیق کی قُربانیوں سے افضل ہے

(۱:۹ — ۱۸:۱۰)

۱:۹ - ۳:۸ میں مُصنّف نے سرسری طور پر اِس حقیقت کا ذِکر کیا تھا کہ ہر ایک سردار کاہن کے پاس نذر کرنے کو کُچھ نہ کُچھ ہونا لازم تھا - اب وُہ ہمارے بڑے سردار کاہن کی نذر پر بحث کرنے اور اُس کا مُقابلہ پُرانے عہد کی قُربانیوں کے ساتھ کرنے کو تیار ہے - موضُوع کو مُتعارف کرانے کے لئے وُہ خیمۂ اِجتماع کی ترتیب اور عبادت کے احکامات پر جلدی جلدی نظر دوڑاتا ہے -

۲:۹ - "خیمہ" ایک تنبُو تھا جس میں خُدا اِسرائیل کے درمیان اُن کے کوہِ سینا پر ڈیرے ڈالنے سے لے کر ہیکل کی تعمیر تک سکُونت کرتا تھا - خیمۂ اِجتماع کے اِردگرد کے حِصّے کو صحن کہا جاتا تھا - یہ کپڑے کے بنے ہُوئے پردوں سے گِھرا ہُوا تھا - جب اِسرائیلی خیمہ کے صحن میں دروازے سے داخل ہوتے تو اُن کا سامنا سوختنی قُربانی کے مذبح سے ہوتا جہاں قُربانی کا جانور ذبح کیا جاتا اور جلایا جاتا تھا - اِس کے بعد پیتل کے پانی کا حوض آتا جِس میں کاہن اپنے ہاتھ اور پاؤں دھوتا تھا -

خیمۂ اجتماع کی لمبائی ۴۵ فُٹ، چوڑائی ۱۵ فُٹ اور اُونچائی ۱۵ فُٹ تھی - یہ دو حِصّوں میں تھا - پہلا حِصّہ پاک مقام کہلاتا تھا جو ۳۰ فُٹ لمبا تھا - دُوسرے کو پاک ترین مقام کہتے تھے اور یہ ۱۵ فُٹ لمبا تھا -

خیمہ کا ڈھانچا لکڑی کا تھا جو بکری کے بالوں کے پردوں اور جانوروں کی پن روک کھالوں سے ڈھکا ہُوا تھا - خیمہ کی چھت اور پُشت اور دائیں بائیں کی دِیواریں اِسی میٹیریل کی تھیں - خیمہ کے سامنے ایک مُنقّش پردہ لٹکا ہُوا تھا -

پاک مقام میں درجِ ذیل اشیاء تھیں :

۱۔ "نذر کی روٹیوں" کی "میز" جس پر ۱۲ روٹیاں رکھی جاتی تھیں ۔ یہ اسرائیل کے ۱۲ قبیلوں کی نمائندگی کرتی تھیں ۔ اُنہیں نذر کی روٹیاں اِس لئے کہتے تھے کہ یہ خُدا کی حضُوری میں وہاں پڑی رہتی تھیں ۔

۲۔ سونے کا "چراغدان" ۔ اِس کی اُوپر کو اُٹھی ہُوئی سات شاخیں تھیں جِن پر تیل کے چراغ بنے ہُوئے تھے ۔

۳۔ بخُور جلانے کی سونے کی میز ۔ اِس پر صُبح اور شام پاک بخُور جلایا جاتا تھا ۔

۹:۳۔ "دُوسرے پردہ کے پیچھے"، "پاک ترین" مقام تھا ۔ یہاں خُدا اپنے آپ کو چمکتے بادلوں میں ظاہر کیا کرتا تھا ۔ یہ زمین پر واحد جگہ تھی جہاں خُدا سے خُون کے کفّارہ کے ساتھ مُلاقات کی جا سکتی تھی ۔

۹:۴۔ اصل خیمہ کے دُوسرے حِصّے میں "عہد کا صندُوق" رکھا ہُوا تھا ۔ یہ لکڑی کا ایک بڑا صندُوق تھا جس پر "چاروں طرف سونا منڈھا ہُوا" تھا ۔ اِس کے اندر "سونے کا مرتبان" تھا جس میں "مَن" بھرا ہُوا تھا ۔ اِس میں "پھُولا پھَلا ہُوا ہارُون کا عصا" اور دو۲ "عہد کی تختیاں" تھیں ۔ (جب بعد میں ہیکل تعمیر ہُوئی تو صندُوق میں سِوا عہد کی تختیوں کے اور کُچھ نہیں تھا ۔ دیکھئے ۱۔سلاطین ۸:۹) ۔

آیت ۴ بیان کرتی ہے کہ "سونے کا عُودسوز" بھی پاک ترین مقام میں تھا ۔ یُونانی لفظ جِس کا ترجمہ "عُودسوز" کیا گیا ہے اُس کا مطلب بخُور جلانے کی قُربان گاہ (خرُوج ۳۰:۶ میں یہ پاک مقام میں تھی) یا "عُودسوز" ہو سکتا ہے جِس میں سردار کاہن بخُور لے کر جاتا تھا ۔ اِس کی بہترین تشریح مُؤخر الذکر ہے ۔ مُصنّف کے خیال میں "عُودسوز" کا تعلق پاک ترین مقام سے تھا، کیونکہ سردار کاہن یومِ کفّارہ پر اِسے بخُور جلانے کی قُربانگاہ سے پاک ترین مقام میں لے جاتا تھا ۔

۹:۵۔ عہد کے صندُوق کے سونے کے ڈھکن کو "کفّارہ گاہ" یا رحم گاہ کہا جاتا تھا ۔ اِس کے اُوپر سونے کے دو۲ "کرُوبی" تھے ۔ وُہ اپنے مُنہ آمنے سامنے کئے اور اپنے پَروں کو پھیلائے ہُوئے اور اپنے سَروں کو کفّارہ گاہ پر جُھکائے ہُوئے کھڑے تھے ۔

مُصنّف اپنے بیان کو مُختصر تشریح کے ساتھ ختم کر دیتا ہے ۔ اِس کا مطلب اُسے مُفصّل طور پر بیان کرنا نہیں ہے بلکہ خیمۂ اجتماع کی آشیاء کا خاکہ اور خُدا تک رسائی کے راستہ کو بیان کرنا ہے ۔

۹:۶۔ چونکہ مُصنّف، مسیح کی قُربانی کے ساتھ یہُودیت کی قُربانی کا موازنہ کرے گا اِس لئے وُہ اُن چیزوں کو جِن کی اِس سِلسلے میں شریعت کو ضرُورت تھی بیان کرتا ہے ۔ بہُت سی چیزیں تھیں جنہیں وُہ

چُن سکتا تھا لیکن وُہ وُہی کچھ منتخب کرتا ہے جو تمام شرعی نظام میں سب سے اہم تھا یعنی وُہ قُربانی جو کفّارہ کے عظیم دِن گزرانی جاتی تھی (احبار باب ۱۶)۔ اگر وُہ مسیح کے کام کو اسرائیل کے اُس خاص دِن پر سردار کاہن کے کام سے افضل ثابت کر دے تو وُہ اپنے مقصد میں کامیاب ٹھہرے گا۔

کاہن خیمہ کے پہلے حصّہ یعنی صِرف پاک مقام میں داخل ہو سکتے تھے۔ وُہ اپنے رسمی فرائض کی ادائیگی کے لئے اُس میں متواتر داخل ہوتے رہتے تھے۔ عام آدمی اُس کمرے میں داخل نہیں ہو سکتے تھے۔ اُنہیں صحن میں رہنا پڑتا تھا۔

۹:۷۔ دُنیا میں صِرف ایک ہی آدمی تھا جو پاک ترین مقام میں جا سکتا تھا یعنی اِسرائیل کا "سردار کاہن"۔ اور وُہ ایک آدمی جو ایک نسل، ایک قبیلہ، ایک خاندان سے تھا سال میں صِرف ایک دِن یعنی یومِ کفّارہ پر اُس میں داخل ہو سکتا تھا۔ اور جب وُہ داخل ہوتا تو وُہ ایک برتن میں "خُون" لے جاتا "جسے اپنے واسطے اور اُمّت کی بھول چُوک کے واسطے گزرانتا" تھا۔

۹:۸۔ اِس کے ساتھ گہری رُوحانی سچّائیاں وابستہ تھیں۔ "پاک رُوح" یہ سکھا رہا تھا کہ گناہ نے خُدا اور آدمیوں کے درمیان فاصلہ پیدا کر دیا ہے اور ضرُوری ہے کہ آدمی کسی درمیانی کی وساطت سے خُدا کے پاس جائے اور وُہ بھی صِرف قُربانی کے خُون کے ساتھ۔ یہ ایک تمثیلی سبق تھا جس کا مقصد یہ سکھانا تھا کہ پرستاروں کے لئے خُدا کی حضُوری میں جانے کی "راہ" ابھی تک "ظاہر نہیں ہُوئی" ہے۔ "جب تک پہلا خیمہ کھڑا" رہا، غیر کامل راہ جاری رہی۔ اگرچہ سلیمان بادشاہ کے زمانہ میں خیمہ کی جگہ ہیکل تعمیر کی گئی تو بھی مسیح کی موت، دفن اور جی اُٹھنے تک اُس کی وُقعت قائم رہی۔ خُدا تک رسائی کے لئے جن اصُولوں کو یہ پیش کرتا تھا، ہیکل کے پردے کے اُوپر سے نیچے تک پھٹنے کے دِن تک قائم رہے۔

۹:۹۔ خیمہ کا اِنتظام و انصرام "موجُودہ زمانہ کے لئے ایک مثال ہے"۔ یہ آنے والی کسی بہتر چیز کی تصویر ہے۔ یہ مسیح کے کامِل کام کا غیر کامِل نمائندہ تھا۔

"نذریں اور قُربانیاں" پرستار کو "دِل کے اِعتبار سے کامِل نہیں کر سکتی" تھیں۔ اگر گناہوں کی مکمّل مُعافی مِل جاتی تو پھر عبادت کرنے والے کا دِل گناہ سے آزاد ہو جاتا۔ لیکن یہ کبھی نہیں ہو سکا۔

۹:۱۰۔ درحقیقت، لاویوں کی قُربانیاں "صِرف" رسمی آلودگی کو دُور کرتی تھیں۔ اُن کا تعلق خارجی باتوں مثلاً "کھانے پینے" اور رسمی "غسلوں" سے تھا جس سے خارجی ناپاکی دُور ہوتی تھی، لیکن وُہ اخلاقی پلیدگی کو صاف نہیں کرتی تھیں۔

قُربانیوں کا تعلق اُن لوگوں سے تھا جن کے ساتھ خُدا نے عہد باندھا تھا۔ اِن کا مقصد لوگوں کو

رسمی طور پر پاک کرنا تھا تاکہ وُہ خُدا کی پرستش کر سکیں۔ اِن کا تعلق نجات سے یا گُناہ سے پاک کرنے سے نہیں تھا۔ لوگ، خُداوند پر ایمان لانے کے باعث بچتے تھے جس کی بنیاد مسیح کے اُس کام پر تھی جو ہنوز مستقبل میں انجام پانا تھا۔

پھر قُربانیاں عارضی تھیں۔ یہ "اِصلاح کے وقت تک" کے "لئے مُقرر" کی گئی تھیں۔ یہ مسیح کی آمد اور اُس کی کامل قربانی کی طرف اشارہ کرتی تھیں۔ یہاں جس "اِصلاح کے وقت" کا ذِکر ہُؤا ہے وُہ عیسوی زمانہ ہے۔

۱۱:۹۔ "مسیح آئندہ کی اچھّی چیزوں کا سردار کاہن ہو کر آیا" یعنی اُن بے حد برکات کا جو وُہ اُن کو دے گا جو اُسے قبول کرتے ہیں۔

اُس کا مَقدِس، ایک "بُزرگ تر اور کامل تر خیمہ" ہے۔ وُہ "ہاتھوں کا بنا ہُؤا" نہیں ہے یعنی اُس کی تعمیر میں دُنیاوی سامان اِستعمال نہیں ہُؤا ہے۔ وُہ آسمانی مَقدِس اور خُدا کی سکُونت گاہ ہے۔

۱۲:۹۔ ہمارا خُداوند "پاک مکان میں ایک ہی بار داخل ہو گیا"۔ اپنے صعُودِ آسمانی کے وقت، وُہ کلوری پر ہماری "خلاصی" کرا کے خُدا کی حضُوری میں حاضر ہُؤا۔ ہمیں "ایک ہی بار" کے الفاظ پر ہمیشہ خُوشی مناتے رہنا چاہیئے۔ کام مکمل ہو چُکا ہے۔ خُداوند کی تعریف ہو!

اُس نے بکروں اور بیلوں کا خُون نہیں بلکہ "اپنا ہی خُون" پیش کیا۔ جانوروں کے خُون میں گُناہوں کو ہٹانے کی قُوّت نہیں۔ یہ صرف مذہبی رسُومات سے مُتعلق خاص خطاؤں کے لئے ہی مؤثر تھا۔ لیکن مسیح کا خُون لامحدُود قدر و قیمت کا حامل ہے۔ اِس کی قُوّت ہر زمانہ کے لوگوں کے گُناہ دھونے کے لئے خواہ وُہ اب زِندہ ہیں یا کبھی زِندہ تھے کافی ہے۔ لیکن اِس قُوّت کا تجربہ صرف وُہ کرتے ہیں جو اُسے ایمان سے قبُول کرتے ہیں۔

اپنی قُربانی کے ذریعہ اُس نے "ابدی خلاصی" کرائی۔ پہلے کاہن ہر سال کفّارہ دیتے تھے۔ اِن دونوں میں بڑا وسیع فرق ہے۔

۱۳:۹۔ مسیح کی قُربانی اور شریعت کی رسُومات میں فرق ظاہر کرنے کے لئے اب مُصنّف گائے کی راکھ کی طرف متوجّہ ہوتا ہے۔ شریعت کے مُطابق اگر کوئی اِسرائیلی لاش کو چھُو لیتا تو وُہ رسمی طور پر سات دِن تک ناپاک ہو جاتا۔ اِس کا عِلاج یہ تھا کہ ناپاک شخص پر سُرخ بچھیا کی جلی ہوئی راکھ میں چشمے کا صاف پانی مِلا کر تیسرے اور ساتویں دِن چھڑکا جائے۔ تب وُہ پاک ٹھہرتا۔

۱۴:۹۔ اگر گائے کی راکھ ایک نہایت سنگین قِسم کی خارجی خطا سے پاک کرنے کی قُوّت رکھتی تھی تو

پھر "مسیح کا خون" باطنی گناہوں کے گہرے سے گہرے داغ کو دھونے کے قابل کیوں نہ ہوگا!

اُس کی قربانی "ازلی رُوح" کے وسیلہ سے تھی۔ اِس اصطلاح کے معنی کے بارے میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض کے نزدیک ازلی رُوح کا مطلب یہ ہے کہ جانوروں کے مُقابلے میں اُس نے رضامند رُوح سے قربانی دی۔ دِیگر اِس کا مطلب "اپنی ابدی رُوح" سمجھتے ہیں۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ یہاں "پاک رُوح" پیشِ نظر ہے۔ اُس نے یہ قربانی پاک "رُوح" کی قوّت میں دی۔

یہ قربانی خُدا کو دی گئی۔ وُہ خدا کا بے عیب اور بے گُناہ برّہ تھا جس کی کاملیّت نے اُسے ہمارے گُناہ اُٹھانے کے قابل بنا دیا۔ قربانی کے جانور کے لئے لازمی تھا کہ وُہ بے عیب اور بے داغ ہو۔ مسیح پر بھی کِسی قِسم کا کوئی داغ دھبّا نہیں تھا۔

اُس کا "خون" ہمیں مُردہ کاموں سے پاک کرتا ہے تاکہ "زِندہ خدا کی عِبادت کریں"۔

۹:۱۵۔ گزشتہ آیات نے اِس بات پر زور دیا کہ نئے عہد کا خون پُرانے عہد کے خون سے افضل ہے۔ اِس کا وُہ نتیجہ نکلتا ہے جیسے آیت ۱۵ میں بیان کیا گیا ہے کہ مسیح "نئے عہد کا درمیانی ہے"۔

وُوسٹ بیان کرتا ہے:

> لفظ "درمیانی" میسیٹس کا ترجمہ ہے۔ یہ اُس شخص کی طرف اِشارہ کرتا ہے جو دو افراد کے درمیان مداخلت کرتا ہے، جو دوستی اور امن بحال کرتا ہے، جو معاہدہ تشکیل دیتا یا اُس کی توثیق کرتا ہے۔ یہاں المسیح پاک خُدا اور گنہگار انسان کے درمیان درمیانی کا کردار ادا کرتا ہے۔ اپنی صلیبی موت کے ذریعہ وُہ خدا اور انسان کے درمیان رکاوٹ (گُناہ) کو جو اُن میں دُوری کا سبب بنی ہوئی تھی ہٹا دیتا ہے۔ جب گُنہگار المسیح کی قربانی کو قبول کرتا ہے تو اُس کے گُناہ کی سزا اور جُرم باقی نہیں رہتا، اُس کی زِندگی میں گُناہ کی قوّت اور زور ٹُوٹ جاتا ہے، وُہ ذاتِ الٰہی میں شریک ہوتا ہے اور اُس کے اور خُدا کے درمیان شرعی اور شخصی دونوں دُوریاں ختم ہو جاتی ہیں۔

اب جو بُلائے ہوئے ہیں اُن کو وعدہ کے مُطابق "ابدی میراث" مِل جاتی ہے۔ مسیح کے کام کے ذریعہ پُرانے اور نئے دونوں عہدوں کے مُقدّسین "ابدی" نجات اور "ابدی" مخلصی سے لُطف اندوز ہوتے ہیں۔

وُہ حقیقت جو فضل کے زمانہ سے پیشتر کے ایمان داروں کو میراث کا وارث بنا دیتی ہے یہ ہے کہ موت واقع ہو چُکی ہے یعنی مسیح کی موت، اور اُس کی موت اُنہیں "پہلے عہد کے وقت کے قصوروں

کی مُعافی" دِلا دیتی ہے۔

خُدا نے پُرانے عہدنامہ کے لوگوں کو "پیشگی" مُعافی دے دی ہے۔ وُہ بھی ہماری طرح ایمان ہی سے راست باز ٹھہرے تھے۔ لیکن اب تک مسیح کی مَوت واقع نہیں ہُوئی تھی۔ تو پھر وُہ اُنہیں کیسے بچا سکتا تھا؟ اِس کا جواب یہ ہے کہ اُس نے اُنہیں اپنے اُس عِلم کی بُنیاد پر بچایا کہ مسیح کیا کُچھ انجام دے گا۔ لوگ تو بہت کم یا بالکُل نہیں جانتے تھے کہ مسیح کلوری پر کیا کرے گا۔ لیکن خُدا جانتا تھا، اور جب وُہ اُس پر جو کُچھ خُدا نے اپنے بارے میں ظاہر کیا ایمان لائے تو اُس نے مسیح کا مخلصی کا کام اُن سے منسُوب کیا۔

ایک لحاظ سے پُرانے عہد کے تحت قصُوروں کا عظیم قرضہ جمع ہوتا رہا۔ اور جب مسیح نے موت سہی تو اُس نے اُس کے ذریعے سے پہلے عہد کے ایمان داروں کو اِن "قصُوروں" سے نجات دِی۔

خُدا نے اُن کو مسیح کے ہنوز مستقبل کے کام سے جِس طریقے سے نجات دی اُسے "جو گُناہ پیشتر ہو چُکے تھے" کہا جاتا ہے۔ اِس پر رومیوں ۳:۲۵-۲۶ میں بحث کی گئی ہے۔

۹:۱۶- مُصنِّف جِس میراث کا آیت ۱۵ میں ذِکر کرتا ہے ہمیں یاد دلاتی ہے کہ اِس سے پیشتر کہ "وصیّت" پُوری ہو اِس بات کی شہادت ہونی چاہیے کہ "وصیّت کرنے والا" مر چُکا ہے۔

۹:۱۷- مُمکن ہے کسی نے اپنی وصیّت کافی عرصہ پہلے لکھی ہو اور اُسے حفاظت سے رکھ لیا ہو، لیکن اُس وقت تک اُس پر عمل نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ وصیّت کرنے والا مَر نہ جائے۔ جب تک وُہ زندہ ہے اُس کی جائیداد وارِثوں میں تقسیم نہیں کی جا سکتی۔

۹:۱۸- اب مَوضُوع، ایک شخص کی وصیّت سے مُوسیٰ کی معرفت دِیے گئے "عہدِ" عتیق کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ یہاں بھی ایک کو مَرنا پڑا۔ اِس کی توثیق بھی "خُون" سے کی گئی۔

قدیم زمانہ میں ہر ایک عہد کی ایک جانور کی ذبیحی مَوت کے بعد ہی توثیق ہوتی تھی۔ خُون اِس بات کی توثیق تھی کہ عہد کی ہر ایک شرط پُوری کی جائے گی۔

۹:۱۹- جب "مُوسیٰ" اِسرائیلی شریعت کے تمام حُکم سُنا چُکا تو "بچھڑوں اور بکروں کا خُون لے کر پانی اور لال اُون اور زُوفا کے ساتھ" شریعت کی کتاب اور تمام اُمّت پر چھِڑک دِیا"۔ اِس طریقے سے مُوسیٰ نے عہد کی توثیق کی یا اُس پر مُہر ثبت کی۔

خرُوج ۲۴:۱-۱۱ میں ہم پڑھتے ہیں کہ مُوسیٰ نے "قربانگاہ" اور "لوگوں پر" خُون چھِڑکا، لیکن یہاں "کتاب" یا "پانی اور لال اُون اور زُوفا" کا ذِکر نہیں مِلتا۔ بہتر ہے کہ ہم اِن دونوں بیانات کو ایک دُوسرے

کی تکمیل سمجھیں ۔

یہاں خُدا کی نمائندگی "قربانگاہ" کرتی ہے اور عہد کا دُوسرا فریق "لوگ" ہیں ۔ "خُون" کا چھڑکا جانا دونوں فریقوں کو عہد کی شرائط کا پابند بنا دیتا ہے ۔ لوگوں نے فرمانبرداری کا وعدہ کیا اور خُدا نے یہ وعدہ کیا کہ اگر لوگ یہ کریں گے تو وُہ اُنہیں برکت دیگا ۔

۹ : ۲۰ ۔ جب مُوسیٰ نے خُون چھڑکا تو کہا "یہ اُس عہد کا خُون ہے جس کا حُکم خُدا نے تمہارے لئے دیا" ۔ اِس سے خُدا نے شریعت پر عمل کرنے میں ناکامی کی صُورت میں بھی لوگوں کی زندگی کی ضمانت دی ۔

۹ : ۲۱ ۔ اِسی طرح مُوسیٰ نے پرستش میں مستعمل "خیمہ اور عبادت کی تمام چیزوں پر خُون چھڑکا" ۔ عہدِ عتیق کی اِس رسم کا ذِکر نہیں مِلتا ۔ خروج باب ۴۰ میں خیمۂ اجتماع کی مخصُوصیت کے وقت بھی خُون کا ذِکر نہیں کیا گیا ۔ لیکن تشبیہ صاف ہے ۔ ہر ایک شَے جس کا گنہگار آدمیوں سے تعلق ہے آلُودہ ہو جاتی ہے اور اُسے پاک کرنے کی ضرُورت ہے ۔

۹ : ۲۲ ۔ "تقریباً" ہر ایک شَے جو "شریعت" کے تحت تھی "خُون سے پاک" کی جاتی تھی ۔ لیکن کُچھ مُستثنیات بھی تھیں ۔ مثلاً جب بنی اِسرائیل کی مَردم شماری میں ایک شخص کو گنا جاتا تھا تو وُہ خُون کی قربانی دینے کی بجائے کفّارہ کے پیسے کے طور پر نیم مثقال چاندی لاتا (خروج ۳۰ : ۱۱ - ۱۶) ۔ یہ سکّہ اُس آدمی کے لئے خُدا کی اُمّت میں شمار کئے جانے کے لئے کفّارہ کا نشان تھا ۔ ایک اور اِستثنا احبار ۵ : ۱۱ میں مِلتی ہے جہاں بعض رسمی ناپاکی کو پاک کرنے کے لئے مَیدہ کی نذر لانے کو کہا گیا ہے ۔

یہ مُستثنیات کفّارہ یا گُناہ کو ڈھانپنے کے لئے تھیں حالانکہ عام طور پر کفّارہ کے لئے خُون کی قربانی دی جاتی تھی ۔ لیکن جہاں تک گُناہ کی "مُعافی" کا تعلق ہے اِس میں کوئی اِستثنا نہیں ہے ۔ "خُون" بہانا ضرُوری ولازمی ہے ۔

۹ : ۲۳ ۔ باب ۹ کی باقی آیات میں دونوں عہدوں میں موازنہ کیا گیا ہے ۔

پہلی بات یہ کہ زمینی خیمہ کو بکروں اور بیلوں کے خُون سے "پاک" کیا جاتا تھا ۔ جیسے کہ پہلے بتایا گیا ہے یہ رسمی پاکیزگی تھی ۔ یہ تشبیہی مَقدِس کی تشبیہی تقدیس تھی ۔

"آسمانی" مَقدِس اصل تھا ۔ جس کا زمینی مَقدِس نقل تھی ۔ پس ضرُوری تھا کہ اُسے "اِن سے بہتر قُربانیوں" کے وسیلہ سے یعنی مسیح کی قُربانی سے پاک کیا جاتا ۔ مسیح کی واحد قربانی کے لئے جمع کا صیغہ احترام کے طور پر استعمال کیا گیا ہے ۔

یہ بات بڑی حیران کُن لگتی ہے کہ آسمانی مقاموں کو بھی "پاک" کرنے کی ضرُورت تھی ۔ غالباً اِس

کی کلید ایوب ۱۵:۱۵ میں ملتی ہے : "آسمان بھی اُس کی نظر میں پاک نہیں"۔ بلاشبہ یہ ایسا اِس لئے ہے کیونکہ شیطان نے جو پہلا گناہ کیا تھا اُس کا وہ آسمان میں ہی مرتکب ہؤا تھا (یسعیاہ ۱۴:۱۲-۱۴) اور بطور اِلزام لگانے والا اب بھی اُسے خُدا کی حضوری میں رسائی حاصل ہے (مکاشفہ ۱۲:۱۰)۔

۹:۲۴۔ "مسیح" اِنسان ساختہ مقدِس میں داخل نہیں ہؤا جو "حقیقی" پاک مکان کا نمونہ تھا بلکہ خُود "آسمان ہی میں"۔ وہاں وہ "خُدا کے رُوبرُو ہماری خاطر حاضر" ہؤا ہے۔

یہ سمجھنا مُشکل ہے کہ کیوں ایک شخص اصل کو چھوڑ کر نقل کی طرف جانا چاہے گا۔ ایک شخص کیوں آسمانی مقدِس میں بڑے سردار کاہن کی خِدمت کو چھوڑ کر اِسرائیل کے کاہنوں کی طرف جانا چاہے گا جو نمُونہ کے خیمہ میں خِدمت کرتے تھے۔

۹:۲۵۔ خُداوند یسوع نے بار بار قُربانی نہیں گُزرانی "جس طرح" ہارُونی "سردار کاہن" کیا کرتے تھے۔ ہارُونی سردار کاہن سال میں صِرف ایک دِن یعنی کفّارہ کے دِن پاک ترین مکان میں جاتا اور وہاں وہ اپنا خون نہیں بلکہ قُربانی کے جانور کا "خُون" چڑھاتا تھا۔

۹:۲۶۔ اگر مسیح بار بار قُربانی گُزرانتا تو اُسے لازماً بار بار دُکھ بھی اُٹھانا پڑتا جبکہ اُس نے جو قُربانی چڑھائی وہ اُس کی اپنی زِندگی ہی کی تھی۔ ہم یہ سوچ بھی نہیں سکتے کہ اُسے "بنائے عالم سے لے کر" اب تک کلوری کی اذیت سے وقتاً فوقتاً گزرنا چاہئے تھا، اور یہ غیر ضرُوری بھی تھا۔

نئے عہد کے تحت

۱۔ قطعیت تھی۔ وہ "ایک بار ظاہر ہؤا"۔ کام کو دُہرانے کی ضرُورت نہیں تھی۔

۲۔ سازگار وقت تھا۔ وہ "زمانوں کے آخر" میں ظاہر ہؤا، یعنی جب پُرانے عہد نے آدمیوں کی ناکامی اور ناطاقتی کو حتمی طور پر ظاہر کر دیا۔

۳۔ ایک مکمّل کام تھا۔ وہ "گُناہ کو مٹانے" کے لئے ظاہر ہؤا۔ اب سالانہ کفّارہ دینے کا سُوال نہیں تھا۔ اب ابدی مُعافی تھی۔

۴۔ شخصی قُربانی تھی۔ اُس نے "اپنے آپ کو قُربان کرنے سے" گُناہ کو مِٹا دِیا۔ اُس نے اپنے جِسم میں اُس سزا کو اُٹھا لیا جس کے ہم حق دار تھے۔

۹:۲۷۔ ایسا لگتا ہے کہ آیات ۲۷ اور ۲۸ پُرانے اور نئے عہد میں ایک اَور مقابلہ پیش کرتی ہیں۔ شریعت کہتی تھی کہ گنہگاروں کے لئے "ایک بار مرنا اور اُس کے بعد عدالت کا ہونا مقرر ہے"۔ شریعت اُن لوگوں کو دی گئی جو پہلے ہی گُنہگار تھے اور اُس پر مکمّل طور پر عمل نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ

یہ اُن کے لئے سزا کا ذریعہ بن گئی۔

۹: ۲۸- نیا عہد "مسیح" کی لامحدود قربانی کو متعارف کراتا ہے۔ وُہ "ایک بار بہت لوگوں کے گناہ اُٹھانے کے لئے قربان" ہؤا۔ یہ اُن کے سامنے "جو اُس کی راہ دیکھتے ہیں" اُس کی دوبارہ آمد کی مبارک اُمید پیش کرتا ہے۔ لیکن تب وُہ "گناہ" کے مسئلے کو حل کرنے نہیں آئے گا۔ یہ کام اُس نے صلیب پر مکمل کر دیا ہے۔ اب وُہ اپنے لوگوں کو آسمان پر لے جانے کے لئے آئے گا۔ اُس وقت اُن کی نجات مکمل ہو جائے گی، اُنہیں جلالی جسم ملیں گے اور وُہ ہمیشہ کے لئے گناہ کی دسترس سے باہر ہو جائیں گے۔

یہ الفاظ کہ "جو اُس کی راہ دیکھتے ہیں" حقیقی ایمان داروں کو بیان کرتے ہیں۔ خُداوند کے تمام لوگ اُس کی آمدِ ثانی کی راہ دیکھتے ہیں، تاہم یہ مُمکن ہے کہ وُہ اِس سلسلے میں واقعات کی کسی ایک ہی ترتیب سے اِتفاق نہ کرتے ہوں۔

بائبل یہ تعلیم ہرگز نہیں دیتی کہ المسیح کی آمدِ ثانی پر صرف کسی خاص گروپ یا جماعت کے خاص طور پر رُوحانی لوگ ہی آسمان پر اُٹھائے جائیں گے۔ یہ شامل ہونے والوں کے بارے میں بیان کرتی ہے کہ "وُہ جو مسیح میں مُوئے" اور "ہم جو زندہ باقی ہوں گے"۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ تمام حقیقی ایمان دار خواہ وُہ مر چکے ہوں یا زندہ ہوں اُٹھائے جائیں گے (۱-تھسلنیکیوں ۴: ۱۶-۱۷)۔ ۱-کرنتھیوں ۱۵: ۲۳ میں شامل ہونے والوں کے مُتعلق یہ بتایا گیا ہے کہ وُہ "اُس (مسیح) کے لوگ" ہوں گے۔

اکثر کہا جاتا ہے کہ آیات ۲۴- ۲۸ میں مسیح کے تین ظہورات کا ذِکر ہے۔ اِن کو مختصراً یُوں بیان کیا جا سکتا ہے:

آیت ۲۶- وُہ ظاہر "ہؤا"۔ یہ اُس کی پہلی آمد کی طرف اِشارہ ہے جبکہ وُہ ہمیں گناہ کی سزا سے بچانے کے لئے زمین پر آیا (نجات کا صیغۂ ماضی)۔

آیت ۲۴- وہ "اب" ظاہر ہوتا ہے۔ یہ اُس کی خُدا کے حضور موجُودہ خِدمت کی طرف اِشارہ ہے تاکہ ہمیں گناہ کی قوّت سے بچائے (نجات کا صیغۂ حال)۔

آیت ۲۸- وُہ ظاہر "ہو گا"۔ یہ اُس کی آمدِ ثانی کی طرف اِشارہ ہے جبکہ وُہ ہمیں گناہ کی موجُودگی سے بچائے گا۔ (نجات کا صیغۂ مستقبل)۔

۱۰: ۱- "شریعت آیندہ کی اچھی چیزوں کا" صرف "عکس" تھی۔ وُہ مسیح کی شخصیت اور اُس کے کام کی طرف اِشارہ کرتی تھی لیکن وُہ اصل کا کمزور بدل تھی۔ مسیح پر شریعت کو ترجیح دینا ایسا ہی ہے جیسے کہ ایک شخص کی جگہ اُس کی تصویر کو ترجیح دینا۔ یہ مسیح بادشاہ کی بے عزّتی ہے۔

شرعی نظام کی کمزوری اِس بات میں ظاہر ہوتی ہے کہ اُس کی قربانیوں کو بار بار دُہرانا پڑتا تھا۔ یہ اِعادہ پاک خُدا کے تقاضے کو پُورا کرنے میں قطعی ناکامی کو ثابت کرتا تھا۔ بار بار دُہرانے کے خیال کو اِن الفاظ میں دیکھئے: "ایک ہی طرح کی قربانیوں" "بلا ناغہ گزرانی جاتی تھیں" "ہر سال"۔

"قربانیاں" پرستاروں کو کامِل کرنے میں قطعی ناکام تھیں یعنی جہاں تک گُناہ کا تعلق ہے وُہ لوگوں کو "کامِل" ضمیر نہیں دے سکتی تھیں۔ اِسرائیلی یہ تجربہ نہیں رکھتے تھے کہ وُہ گُناہ کے اِحساسِ جُرم سے ہمیشہ کے لئے بَری کر دِئے گئے ہیں۔ اُنہیں کبھی بھی مکمّل طور پر ضمیر کا آرام حاصِل نہ ہُوا۔

۱۰: ۲ - اگر قُربانیاں اُنہیں مُکمّل اور حتمی طور پر گُناہ سے بری کر دیتیں تو کیا اُن کا ہر سال خیمۂ اجتماع یا ہیکل کو جانا "موقُوف نہ ہو جاتا"؟ قُربانیوں کا بار بار گُزرانا جانا اُنہیں غیر مؤثر ثابت کرتا تھا۔ اگر ایک شخص کو زِندہ رہنے کے لئے ہر گھنٹے دَوا اِستعمال کرنی پڑتی ہے تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وُہ شِفایاب ہو چکا ہے۔

۱۰: ۳ - لاویوں کا نظام ضمیر کو تسلّی دینے کی بجائے ہر سال اُسے مُضطرب کر دیتا تھا۔ یَومِ کفّارہ کی خُوبصُورت رسم کے پسِ پشت یہ سالانہ یاد دِہانی ہوتی تھی کہ گُناہوں کو صِرف ڈھانپا گیا ہے، ہٹایا نہیں گیا۔

۱۰: ۴ - "بَیلوں اور بکروں کے خُون" میں "گُناہوں کو دُور" کرنے کی قوّت نہیں تھی۔ جیسا کہ پہلے بتایا جا چُکا ہے اِن قربانیوں کا تعلق رسمی گُناہوں سے تھا۔ یہ رسمی پاکیزگی عطا کرتی تھیں لیکن جہاں تک اِنسان کی بگڑی ہُوئی فِطرت یا اُس کے بُرے کاموں کا تعلق ہے یہ مُطلقاً ناکام تھیں۔

۱۰: ۵ - لاویوں کی قربانیوں کی کمزوریوں کے مُقابلے میں اب ہم مسیح کی سب سے بہتر قربانی کی قوّت کی طرف آتے ہیں۔ تعارف کے طور پر نجات دہندہ کے تجسُّم کے وقت ہم اُس کی خُود کلامی کو سُنتے ہیں۔ زبُور ۴۰ سے اِکتساب کرتے ہُوئے وُہ عہدِ عتیق کی قربانیوں اور نذروں پر خُدا کی ناپسندیدگی کو دیکھتا ہے۔ اگرچہ اِن قربانیوں کو خُدا نے مُقرّر کیا تھا، تاہم وُہ اُس کا آخری اِرادہ نہیں تھیں۔ اُن کا مقصد گُناہوں کو دُور کرنا نہیں تھا بلکہ خُدا کے برّہ کی طرف اِشارہ کرنا تھا جو دُنیا کا گناہ اُٹھانے والا تھا۔ کیا خُدا جانوروں کے خُون کے دریاؤں یا اُن کی لاشوں کے ڈھیروں سے خُوش ہو سکتا ہے؟

خُدا کی ناپسندیدگی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ لوگ یہ خیال کرنے لگے تھے کہ اِن رسُومات سے وُہ خُدا کو خُوش کر رہے ہیں جبکہ اُن کی باطنی زِندگی گُناہ آلُودہ اور بگڑی ہُوئی تھی۔ اُن میں سے اکثر لوگ توبہ یا شکستہ دِلی کے بغیر ہی قربانیوں کے ایک بے کیف سلسلے میں سے گُزرتے رہے تھے۔ وُہ خیال کرتے تھے کہ خُدا کو جانوروں کی قربانیوں سے خُوش کیا جا سکتا ہے جبکہ وُہ شکستہ دِل کی قربانی کا مُتلاشی رہتا ہے۔ اُنہیں یہ اِحساس نہیں تھا کہ خُدا رسم پرست نہیں ہے۔

خُدا نے سابقہ قربانیوں سے مُطمئن نہ ہونے کے باعث اَپنے بیٹے کے لئے ایک اِنسانی "بدن تیار" کیا جو اُس کی اِنسانی زِندگی اور فِطرت کا ایک اٹوٹ حصّہ تھا۔ اِس کا اِشارہ بلاشبہ اُس کے ناقابلِ فہم تجسّم کی طرف ہے جبکہ ازلی کلام نے جسم اختیار کیا تاکہ بطور اِنسان آدمیوں کے لئے اپنی جان دے سکے۔

یہ بڑی دِلچسپ بات ہے کہ "میرے لئے ایک بدن تیار کیا" کے اَلفاظ کے جو کہ زبور ۴۰: ۶ سے لئے گئے ہیں دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ زبور میں اِس طرح ہے: "تُو نے میرے کان کھول دِیئے ہیں"۔ لیکن عبرانی میں اِس کا مطلب ہے "تُو نے میرے کان چھید دئے ہیں"۔ کان کھولنے کا مطلب یہ ہے کہ المسیح خُدا کی ہدایات سُننے اور اِن پر فوراً عمل کرنے کے لئے ہر وقت تیار تھا۔ کان چھیدنا عبرانی اِصطلاح ہے (خروج ۲۱: ۱-۶) جس کے مطابق غُلام کے کان دروازہ کی چوکھٹ پر لاکر ستاری سے چھید دِئے جاتے تھے۔ یہ اِس بات کا اِظہار تھا کہ وُہ ہمیشہ اپنے مالک کی خدمت کرتا رہے گا۔ اپنے تجسّم میں درحقیقت نجات دہندہ نے کہا "مَیں اپنے مالک کو پیار کرتا ہُوں ... مَیں آزاد نہیں ہُوؤں گا"۔

۱۰: ۶۔ زبور ۴۰ سے اِقتباس کو جاری رکھتے ہُوئے المسیح دُہراتا ہے کہ خُدا "سوختنی قربانیوں اور گُناہ کی قربانیوں سے خُوش نہ ہُوا"۔ جانور جن کا خُون پاک کرنے کے لئے بہایا جاتا تھا رضامندی سے قربانی نہیں دیتے تھے۔ پھر یہ بھی کہ وُہ خُدا کی آخری مرضی کی نمائندگی نہیں کرتے تھے۔ وُہ تمثیل اور سایہ تھے جو مسیح کی قربانی کی طرف اِشارہ کرتے تھے۔ اُن کی اپنے آپ میں کوئی قدر نہیں تھی۔

۱۰: ۷۔ جس بات سے خُدا کو خُوشی حاصل ہُوئی وُہ المسیح کا "خُدا" کی "مرضی" کو خُوشی خُوشی پُورا کرنا تھا، خواہ اِس کے لئے اُسے کوئی بھی قیمت کیوں نہ ادا کرنی پڑے۔ اور یہ اُس نے خُدا کی مرضی کی فرمانبرداری کرتے ہُوئے مذبح پر اپنے آپ کو قربان کرنے سے ثابت کیا۔ اِن الفاظ سے جو ہمارے خُداوند نے کہے یاد دِلایا جا رہا تھا کہ عہدِ عتیق میں شروع سے لے کر آخر تک اِس بات کا ذکر ہے کہ اُس نے خُوشی خُوشی اور پُورے دِل کے ساتھ خُدا کی مرضی کو پُورا کیا ہے۔

۱۰: ۸۔ آیات ۸--۱۰ میں مُصنّف خُود کلامی کی رُوحانی اہمیّت کو بیان کرتا ہے۔ وُہ اِس میں قربانی کے پُرانے نظام کی موت اور یسُوع مسیح کی حتمی، کامل اور مکمّل قربانی کے اِجرا کا اِشارہ دیکھتا ہے۔

وُہ "شریعت کے موافق گزرانی" جانے والی قربانیوں پر خُدا کے "خُوش" نہ ہونے پر زور دینے کے لئے زبور ۴۰ کے اِقتباس کو مختصراً پیش کرتا ہے۔

۱۰: ۹۔ پھر مُصنّف اِس حقیقت میں اِس مفہوم کو دیکھتا ہے کہ پُرانی قربانیوں کے بارے میں خُدا کی ناخُوشی کے اعلان کے فوراً بعد المسیح آگے بڑھتا ہے تاکہ اُن باتوں کو کرے جو کہ اُس کے باپ کے

دِل کو خوش کرتی ہیں۔

نتیجہ: "وُہ پہلے کو موقوف کرتا ہے تاکہ دُوسرے کو قائم کرے" یعنی وُہ شریعت کے مُطابق دی جانے والی قربانیوں کے نظام کو منسُوخ کرتا اور گناہ کے لئے اپنی ہی عظیم قُربانی کو مُتعارف کراتا ہے۔ جب نیا عہد منظر کے مرکز کی طرف بڑھتا ہے تو شرعی عہد پیچھے ہٹ جاتا ہے۔

۱۰:۱۰۔ خُدا کی "اسی مرضی کے سبب سے" جس کا یسوؔع فرمانبردار تھا "ہم یسوؔع مسیح کے جِسم کے ایک ہی بار قُربان ہونے کے وسیلہ سے پاک کئے گئے ہیں"۔

۱۰:۱۱۔ اَب "ہر ایک" ہارُونی" کاہن" کی خدمت کا مُقابلہ مسیح کی خدمت سے کیا جاتا ہے۔ وُہ کاہن "ہر روز" کھڑے ہو کر اپنی خِدمت بجالاتے تھے۔ خیمۂ اجتماع یا ہیکل میں کوئی کُرسی نہیں تھی۔ وُہ آرام نہیں کرسکتا تھا کیونکہ اُس کا کام کبھی مکمّل نہیں ہوتا تھا۔ وُہ "ایک ہی طرح کی قُربانیاں بار بار گُزرانتا تھا۔ یہ ختم نہ ہونے والا دستُورالعمل تھا جو نہ تو گناہ کو چھُوتا اور نہ ضمیر کو تسلّی دیتا تھا۔

یہ "قُربانیاں" "ہرگز گُناہوں کو دُور نہیں کرسکتی" تھیں۔ اے۔ بی۔ برُوس لکھتا ہے:

"اگرچہ لاویوں کے نظام میں ہارُونؔ ایک شخص تھا تو بھی وُہ ایک مُقدّس غُلام کی مانند تھا جو ہر وقت ایسی قُربانیاں گزرانتا رہتا تھا جن کی درحقیقت کوئی دائمی اہمیّت نہ تھی"۔

۱۰:۱۲۔ ہمارے مُبارک خُداوند نے "گُناہوں کے واسطے" ایک ہی "قُربانی" گزرانی۔ کسی اور کی کبھی ضرُورت نہیں ہوگی۔ مخلصی کا کام مکمّل کرکے وُہ "خُدا کی دہنی طرف جا بیٹھا"۔ وُہ وہاں کسی رکاوٹ کے بغیر بیٹھا ہے کیونکہ گناہ کے زبردست دعوے کا فیصلہ ہمیشہ کے لئے کر دیا گیا ہے۔ وُہ "خُدا کی دہنی طرف" بیٹھا ہے۔ یہ عِزّت، اِختیار اور محبّت کی جگہ ہے۔

مُمکن ہے کوئی اعتراض کرے کہ وُہ وہاں ہمیشہ تک بیٹھا نہیں رہے گا کیونکہ ایک دِن وُہ انصاف کرنے کے لئے اُٹھے گا۔ اِس میں تضاد کی کوئی بات نہیں۔ جہاں تک گُناہ کی قُربانی دینے کا تعلق ہے وُہ ہمیشہ کے لئے بیٹھا ہے۔ اور جہاں تک اِنصاف کا تعلق ہے وُہ ہمیشہ کے لئے نہیں بیٹھا ہے۔

۱۰:۱۳۔ وُہ اُسی وقت سے اِنتظار کر رہا ہے کہ "اُس کے دشمن اُس کے پاؤں تلے کی چوکی بنیں"۔ اُس وقت ہر ایک گھٹنا جُھکے گا اور ہر ایک زبان خدا باپ کے جلال کے لئے اِقرار کرے گی کہ یسوؔع مسیح خُداوند ہے (دیکھئے فلپیّوں ۲: ۱۰-۱۱)۔ یہ اُس کے زمین پر لوگوں کے سامنے ظاہر ہونے کا دِن ہوگا۔

۱۴:۱۰- اُس کی قربانی کی بے مثال اہمیت اِس میں دیکھی جا سکتی ہے کہ "اُس نے ایک ہی قربانی چڑھانے سے اُن کو ہمیشہ کے لئے کامل کر دیا ہے جو پاک کِئے جاتے ہیں"۔ یہاں "پاک کئے جاتے ہیں" کا اِشارہ اُن کی طرف ہے جو دُنیا سے خدا کے لئے الگ کئے گئے ہیں یعنی تمام حقیقی ایمان دار۔ وُہ دو طریقوں سے "کامل کِئے گئے ہیں۔ پہلا، اُن کی حیثیت خُدا کی نظر میں کامل ہے۔ اُنہیں باپ کے حضُور اُس کے پیارے بیٹے کی قبولیت منسُوب کی گئی ہے۔ دُوسرا، جہاں تک گُناہ کے جُرم و سزا کا تعلق ہے اِس کے بارے میں اُن کا ضمیر کامل طور سے مُطمئِن ہے۔ وُہ جانتے ہیں کہ اُن کے گُناہ کی پُوری پُوری قیمت ادا کی جا چکی ہے اور کہ خُدا دوبارہ ادائیگی کا تقاضا نہیں کرے گا۔

۱۵:۱۰- "رُوحُ القُدس بھی ہم کو یہی بتاتا ہے" کہ نئے عہد کے تحت گُناہ سے ہمیشہ کے لئے نپٹا جائے گا۔ وُہ عہدِ عتیق کے نوِشتوں میں اُس کی گواہی دیتا ہے۔

۱۶:۱۰- یرمیاہ ۳۱:۳۱ میں "خُداوند" اپنے زمینی برگُزیدہ لوگوں کے ساتھ ایک نئے "عہد" کا وعدہ کرتا ہے۔

۱۷:۱۰- "پھر" اِسی حوالہ میں "وُہ کہتا" ہے مَیں "اُن کے گُناہوں اور بے دِینیوں کو پھر کبھی یاد نہ کرُوں گا"۔ یہ کتنی حیران کُن بات ہے کہ اگرچہ یرمیاہ ۳۴:۳۱ میں گُناہوں کی مُعافی کا پُورا وَعدہ پایا جاتا ہے تو بھی اُن دِنوں میں (عبرانیوں کے مُصنِّف کے دِنوں میں) جبکہ یہ وَعدہ پُورا ہونے لگا تھا کُچھ لوگ یہُودیت کی ختم نہ ہونے والی قُربانیوں کی طرف راغِب ہو رہے تھے۔

۱۸:۱۰- نئے عہد کے تحت مُعافی کے وَعدہ کا مطلب یہ ہے کہ "گُناہ کی قُربانی نہیں رہی"۔ اِن اَلفاظ کے ساتھ "کہ گُناہ کی قُربانی نہیں رہی" مُصنِّف اُس حِصّے کو جسے ہم خط کا تعلیمی حِصّہ کہہ سکتے ہیں بند کرتا ہے۔ وُہ چاہتا ہے کہ جب وُہ ہمیں ہماری عَملی ذِمّہ داریوں کا احساس دِلاتا ہے تو یہ اَلفاظ ہمارے ذہن و قلب میں گُونجتے رہیں۔

۳- تنبیہ اور نصیحت (۱۷:۱۳ - ۱۹:۱۰)

ا- مسیح کی حقارت نہ کرنے کے مُتعلق تنبیہ (۳۹-۱۹:۱۰)

۲۰،۱۹:۱۰- عہدِ عتیق کے زمانہ میں لوگوں کو فاصلے پر رکھا جاتا تھا لیکن اب مسیح میں اُن کو اُس کی صلیب پر بہائے گئے "خُون" کے ذریعہ نزدیکی حاصل ہے۔ بدیں وجہ نزدیک آنے کے لئے ہماری

حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔

یہ نصیحت بتاتی ہے کہ اب تمام ایمان دار کاہن ہیں کیونکہ "ہمیں یسوع کے خون کے سبب سے ... پاک مکان میں داخل ہونے کی دلیری ہے"۔ یہودی نظام میں عام لوگوں کو پاک مکان اور پاک ترین مکان میں داخل ہونا منع تھا۔ کاہن صرف پہلے مکان میں اور صرف سردار کاہن دوسرے مکان میں داخل ہو سکتا تھا۔ لیکن اب سب کچھ بدل گیا ہے۔ خدا کے پاس اسپیشل جگہ نہیں ہے جہاں صرف اسپیشل لوگ ہی اُس کے پاس آسکتے ہیں۔ اِس کے برعکس تمام ایمان دار خواہ اُن کا تعلق زمین کے کسی حصہ سے بھی کیوں نہ ہو بذریعہ ایمان ہر وقت اُس کے پاس آسکتے ہیں۔

اب ہمیں ایک "نئی اور زندہ راہ" سے رسائی حاصل ہے۔ یہاں "نئی" کا مطلب "نیا نیا ذبح شدہ" یا "نئی نئی بنائی گئی" راہ ہو سکتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ "زندہ" کا اِشارہ جی اُٹھے مسیح کی طرف ہے۔ پس یہ اِشارہ "زندہ" نجات دہندہ کی طرف ہے۔ یہ راہ "پردہ یعنی اپنے جسم میں سے ہو کر" ہمارے واسطے کھولی گئی ہے۔ یہاں صاف ظاہر ہے کہ خیمہ کے دو مکانوں کے درمیان "پردہ" مسیح کے جسم کے مشابہ تھا۔ خدا کی حضوری میں ہمارے جانے کے لئے ضروری تھا کہ پردہ پھاڑا جاتا یعنی موت کے ذریعہ اُس کا جسم توڑا جاتا۔ یہ ہمیں یاد دلاتی ہے کہ ہم مسیح کی بے عیب زندگی کے ذریعہ خدا کے نزدیک نہیں جا سکتے بلکہ اُس کی عوضی موت کے ذریعہ۔ ہم صرف برّہ کی موت کے حاصل زخموں کے وسیلے سے ہی اندر جا سکتے ہیں۔ جب بھی ہم دُعا یا پرستش میں خدا کی حضوری میں جاتے ہیں تو ہم یاد رکھیں کہ یہ حق ایک بھاری قیمت ادا کر کے ہمارے لئے خریدا گیا ہے۔

۱۰: ۲۱ - جب ہم خدا کی حضوری میں جاتے ہیں تو نہ صرف ہمیں پورا پورا اعتماد ہوتا ہے بلکہ ہمارا ایک "بڑا کاہن ہے جو خدا کے گھر کا مختار ہے"۔ اگرچہ ہم کاہن ہیں (۱- پطرس ۲: ۹؛ مکاشفہ ۱: ۶)، تاہم ہمیں اب بھی کاہن کی ضرورت ہے۔ ہمارا "سردار کاہن" مسیح ہے اور اُس کی موجودہ خدمت ہمیں یقین دلاتی ہے کہ خدا کے حضور ہمیں ہر وقت خوش آمدید کہا جائے گا۔

۱۰: ۲۲ - "تو آؤ ہم ... خدا کے پاس چلیں"۔ یہ خون خریدے ایمان داروں کا حق ہے۔ یہ کتنی شان دار بات ہے! اِسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا کہ ہمیں دُنیا کے حاکموں کے پاس نہیں بلکہ اِس کائنات کے حاکمِ مطلق کے پاس آنے کی دعوت دی گئی ہے۔ ہم اِس دعوت کی کتنی قدر کرتے ہیں یہ اِس بات سے ظاہر ہوتی ہے کہ ہم اِس حق کو کہاں تک اِستعمال کرتے ہیں۔

یہاں یہ دکھانے کے لئے کہ ہمیں رُوحانی طور پر اِس شاہانہ مکان میں کیسے داخل ہونا چاہئے چار

باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ "سچے دل سے"۔ بنی اِسرائیل اپنے مُنہ سے اُس کی حمد و تعریف اور اپنے ہونٹوں سے اُس کی عزّت کرتے ہوئے خُدا کے پاس جاتے تھے لیکن اُن کے دِل اکثر اُس سے دُور رہتے تھے (متّی ۱۵:۸)۔ ہمیں خُدا کے پاس قطعی سنجیدگی سے جانا چاہیئے۔

۲۔ "پُورے ایمان کے ساتھ"۔ ہم خُدا کے پاس اُس کے وَعدہ پر پُورا اِعتماد کرتے ہُوئے اور اِس پُختہ تائیت کے ساتھ جاتے ہیں کہ وُہ اپنی حضُوری میں بڑی رحمت سے ہمارا اِستقبال کرے گا۔

۳۔ "دِل کے اِلزام کو دُور کرنے کے لئے دِلوں پر چھینٹے لے کر"۔ یہ صِرف نئی پیدائش سے رُونما ہو سکتا ہے۔ جب ہم مسیح پر ایمان لاتے ہیں تو ہم اُس کے خُون سے مستفیض ہوتے ہیں۔ جس طرح اِسرائیلیوں نے اپنے دروازوں پر فسح کے برّہ کا خُون چھڑکا تھا، اُسی طرح تشبیہاً ہم بھی اُس کا خُون اپنے دِلوں پر چھڑکتے ہیں۔ یہی ہمارے دِل کے اِلزام کو دُور کر دیتا ہے۔

۴۔ "بدن کو صاف پانی سے دُھلوا کر"۔ یہ بھی تشبیہی زبان ہے۔ ہمارا "بدن" ہماری زندگی کی نمائندگی کرتا ہے۔ "صاف پانی" کا اِشارہ یا تو پاک نوِشتوں کی طرف ہے (اِفسیوں ۵ : ۲۵، ۲۶) یا پاک رُوح کی طرف (یُوحنّا ۷ : ۳۷-۳۹) یا پاک رُوح کا نوِشتوں کو اِستعمال کرتے ہُوئے ہماری زِندگیوں کو روزمرّہ کی آلودگی سے پاک کرنے کی طرف۔ ہم مسیح کی مَوت کے وسیلہ سے گُناہ کے قصُور کی طرف سے ہمیشہ کے لئے پاک صاف کئے جا چُکے ہیں لیکن پاک رُوح کی معرفت کلام سے ہر روز گُناہ کی آلُودگی سے پاک کئے جاتے ہیں (دیکھئے یُوحنّا ۱۳:۱۰)۔

پَس ہم خُدا کی حضُوری میں جانے کے لئے چار شرائِط کو مختصراً سنجیدگی، یقین، نجات اور تقدیس کہہ سکتے ہیں۔

۱۰:۲۳۔ دُوسری نصیحت "اپنی اُمّید کے اِقرار کو مضبُوطی سے تھامے" رہنا ہے۔ کِسی چیز کو بھی یہ اِجازت نہیں دینی چاہیئے کہ وُہ ہمیں ہمارے اِس "اِقرار" سے دُور کر دے کہ ہماری "اُمّید" صِرف مسیح میں ہے۔

اُن لوگوں کو جن پر مُستقبل سے دستبردار ہونے، مَوجُودہ وقت کے لئے مسیح کی نادیدنی برکات کو چھوڑ دینے اور یہُودیت کی دِیدنی باتوں کو قبول کرنے کی آزمائِش آئی یاد دِلایا جاتا ہے کہ "جس نے وَعدہ کیا ہے وُہ سچّا ہے"۔ اُس کے وعدے کبھی جھُوٹے نہیں نِکلتے اور نہ جو اُس پر بھروسا رکھتے ہیں اُنہیں مایُوسی کا مُنہ دیکھنا پڑتا ہے۔ نجات دہندہ اپنے "وعدہ" کے مُطابق آئے گا اور اُس کے لوگ اُس کے ساتھ ہوں گے اور وُہ اُس کی مانند ہوں گے۔

۱۰: ۲۴ ۔ ہمیں اپنے ساتھی ایمان داروں کی "محبت" اور "نیک کام" کرنے میں حوصلہ افزائی کرنی چاہیئے ۔ نئے عہد نامہ کے لحاظ سے "محبت" جذبات کا نام نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق ارادہ سے ہے ۔ ہمیں "محبت" کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اس لئے یہ ایک ایسی شئے ہے جو ہم کر سکتے ہیں اور ہمیں کرنی چاہیئے ۔ "محبت" جڑ ہے اور "نیک کام" پھل ۔ ہم اپنے نمونے اور تعلیم سے دوسرے ایمان داروں کو اس قسم کی زندگی بسر کرنے کی "ترغیب" دے سکتے ہیں ۔

۱۰: ۲۵ ۔ پھر ہمیں "جمع" ہوتے رہنا چاہیئے اور جیسا کہ "بعض" لوگوں کا دستور ہے مقامی جماعت میں شامل ہونے سے "باز" نہ آئیں ۔ ہم اسے تمام ایمان داروں کے لئے ایک عام نصیحت کہہ سکتے ہیں کہ وہ اپنی اپنی کلیسیا کی عبادتوں میں وفاداری سے شریک ہوتے رہیں ۔ ہمیں مشترکہ عبادت اور خدمت سے یقیناً قوت اور تسلی، تازگی اور خوشی ملتی ہے ۔ اسے ایذا رسانی میں مبتلا مسیحیوں کے لئے ایک خاص حوصلہ افزائی بھی سمجھنا چاہیئے ۔ ایک شخص پر یہ آزمائش آ سکتی ہے کہ وہ گرفتاری، ملامت و شرمندگی اور دکھ تکلیف سے بچنے کے لئے کلیسیائی رفاقت سے الگ ہو جائے اور خفیہ شاگرد بن جائے ۔

لیکن بنیادی طور پر یہ آیت ارتداد کے خلاف ہے ۔ یہاں مقامی جماعت سے منہ موڑ لینے کا مطلب مسیحیت سے برگشتہ ہونا اور یہودیت کی طرف پھرنا ہے ۔ جب یہ خط لکھا گیا تو بعض یہی کر رہے تھے ۔ مسیح کی آمد کے قریب ہونے کے پیشِ نظر خاص طور پر ایک دوسرے کو نصیحت کرنے کی ضرورت تھی ۔ جب مسیح آئے گا تو وہ ایماندار جن کی تحقیر کی جاتی ہے، جنہیں دکھ دیا جاتا ہے اور جن کا حقہ پانی بند کر دیا جاتا ہے سرفراز ہوں گے ۔ اُس وقت تک انہیں مستقل مزاجی اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کرنے کی ضرورت ہے ۔

۱۰: ۲۶ ۔ اب مصنف چوتھا سخت انتباہ کرتا ہے ۔ یہ پہلے تین ۳ انتباہوں کی مانند مسیح کا انکار کرنے کے بارے میں ہے ۔ یہاں اسے "جان بوجھ کر گناہ" کرنا کہا گیا ہے ۔

جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے مسیحیوں میں اس گناہ کی نوعیت کے بارے میں خاصا اختلاف پایا جاتا ہے ۔ مختصراً مسئلہ یہ ہے کہ یہ کس کی طرف اشارہ کرتا ہے ۔

(۱) حقیقی مسیحیوں کی طرف جو بعد میں مسیح سے پھر گئے اور دوزخ کے وارث بن گئے ۔

(۲) حقیقی مسیحیوں کی طرف جو سست پڑ گئے لیکن اب تک نجات یافتہ ہیں ۔

(۳) جو کچھ عرصہ تک اپنے آپ کو مسیحی کہتے رہے اور مقامی کلیسیا میں شامل بھی رہے لیکن پھر دیدہ دانستہ مسیح سے منہ موڑ لیا ۔ وہ کبھی بھی حقیقی طور پر نو زاد نہیں تھے اور اب وہ کبھی نئے

سرے سے پیدا نہیں ہو سکتے۔

اب ہم خواہ کوئی بھی نظریہ کیوں نہ رکھتے ہوں، اُس میں بہر حال مُشکلات پائی جاتی ہیں۔ ہمارے نزدیک تیسرا نظریہ درُست ہے کیونکہ وُہ عبرانیوں کے خط اور نئے عہد نامہ کی تعلیمات سے مُطابقت رکھتا ہے۔

آیت ۲۶ میں ارتداد کو "حق کی پہچان حاصِل کرنے کے بعد" جان بُوجھ کر گُناہ کرنا کہا گیا ہے۔ یہوداہ کی طرح اُس نے خُوشخبری کو سُنا ہے۔ وُہ راہِ نجات کو جانتا ہے، یہاں تک کہ وُہ اُسے قبول کرنے کا ڈھونگ بھی رچائے ہُوئے ہے لیکن پھر اُس نے دیدہ دانِستہ اُسے ردّ کر دیا۔

اَیسے شخص کے لئے "گُناہوں کی کوئی اَور قُربانی باقی نہیں رہی"۔ اُس نے حتمی طور پر ایک ہی بار دی گئی مسیح کی قُربانی کو رَدّ کر دیا ہے۔ خدا کے پاس نجات کا کوئی اَور راستہ نہیں جسے وُہ اُسے پیش کرتا۔ ایک لحاظ سے تمام گُناہ ہی ارادۃً ہوتے ہیں۔ لیکن مُصنّف یہاں اِرتداد کو غیر معمُولی سنگینی کا ارادۃً گُناہ بیان کر رہا ہے۔

یہ حقیقت کہ مُصنّف یہاں لفظ "ہم" اِستعمال کرتا ہے، ضرُوری نہیں ہے کہ وُہ خود کو بھی اس میں شامل کرتا ہو۔ آیت ۳۹ میں وُہ یقینی طور پر اپنے آپ کو اور دِیگر ایمان داروں کو ابدی ہلاکت کے وارثوں سے باہر رکھتا ہے۔

۱۰: ۲۷ - اب صِرف "عدالت کا ایک ہولناک اِنتظار" باقی ہے۔ بچنے کی کوئی اُمّید نہیں۔ مُرتد کو توبہ کے لئے نیا بنانا ناممکن ہے (۶: ۴) - وُہ اپنے آپ کو جان بُوجھ کر اور قصداً مسیح میں خُدا کے فضل سے الگ کر لیتا ہے۔ اُس کے لئے "وُہ غضبناک آتش باقی ہے جو مخالِفوں کو کھا لے گی"۔ اِس بات پر بحث کرنا کہ آیا یہاں آگ سے مُراد واقعی آگ ہے بے معنی ہے۔ یہاں جو زبان اِستعمال ہُوئی ہے اُس کا مقصد اُس سزا کے متعلق محض یہ بتانا ہے کہ وُہ نہایت سخت ہو گی۔ غور کریں کہ خدا یہاں مُرتدوں کو "مخالفوں" کہتا ہے۔ یہ غیر جانبداری کو نہیں مسیح کی مُخالفت کو ظاہر کرتا ہے۔

۱۰: ۲۸ - عہدِ عتیق میں شریعت کے عدُول کرنے والے کی جو سزا تھی اُس سے مُقابلہ کرتے ہُوئے اب یہاں مُرتد کی سزا کو اُس سے کہیں بڑی بتایا گیا ہے۔ اگر ایک شخص بُت پرستی کر کے "مُوسیٰ کی شریعت" کو توڑتا تھا اور "دو ۲ یا تین ۳ شخصوں کی گواہی سے" اُس کا جُرم ثابت ہو جاتا تھا تو وُہ "بغیر رحم کئے مارا جاتا" تھا (اِستثنا ۱۷: ۲-۶)۔

۱۰ : ۲۹ - مُرتد "زیادہ سزا کے لائق" ہوگا کیونکہ اُس کا اِستحقاق کہیں بڑا تھا - اُس کے گُناہ کے شرِ عظیم کو اُن تین[۳] اِلزامات میں دیکھا جا سکتا ہے جو اُس کے خِلاف لگائے گئے ہیں:

۱- اُس نے "خُدا کے بیٹے کو پامال کیا" - یہ اِقرار کرنے کے بعد کہ وُہ مسیح کا پیروکار ہے، اب وُہ بڑی ڈھٹائی سے کہتا ہے کہ وُہ مسیح کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتا - وُہ اب مسیح کی بطور نجات دہندہ ضرُورت کا اِنکار کرتا ہے اور اُس کو بطور خُداوند قطعی طور پر رَدّ کرتا ہے -

جاپان میں ایک صلیب ہے جسے حکومت ایذا رسانی کے دنوں میں اِستعمال کرتی تھی - اُسے زمین پر رکھ دیا جاتا اور ہر ایک کو مسیح کی مُورتی کے چہرے کے اُوپر سے گزرنے کو کہا جاتا - عام لوگ تو بلا جھجک اُس کے چہرے پر سے گزر جاتے لیکن حقیقی مسیحی اِنکار کر دیتے اور نتیجے میں قتل کر دئے جاتے - کہانی آگے چل کر بتاتی ہے کہ لوگوں کے اُس پر چلنے سے مُورتی کا چہرہ مسخ ہو گیا اور دُھندلا پڑ گیا تھا -

۲- اُس نے "عہد کے خُون کو جس سے وُہ پاک ہُوا تھا ناپاک جانا" - وُہ مسیح کے "خُون" کو بے فائدہ اور ناپاک جانتا ہے جو نئے عہد کی توثیق کرتا ہے - خارجی اِستحقاق کے سِلسلے میں وُہ اِس "خُون" کے سبب سے الگ کیا گیا تھا - مسیحی لوگوں کے ساتھ صُحبت کے باعث وُہ پاک کیا گیا، جس طرح کہ ایک ایمان دار بیوی کے سبب سے ایک بے اِعتقاد شوہر پاک ٹھہرتا ہے (۱-کرنتھیوں ۷ : ۱۴) - لیکن اِس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اُسے نجات مِل گئی ہے -

۳- اُس نے "فضل کے رُوح کو بے عزّت کیا" - انجیل کے بارے میں خُدا کے رُوح نے اُس کے ذہن کو روشن کیا، گُناہ کے بارے میں قائل کیا اور مسیح کی طرف اِشارہ کیا کہ صِرف وُہی اُس کی رُوح کی پناہ گاہ ہے - لیکن اُس نے اُس پُر فضل "رُوح" کی اور جو نجات اُس نے پیش کی اُس کی تحقیر کرنے سے "بےعزّتی" کی -

۱۰ : ۳۰ - خُدا کے پیارے بیٹے کو دِیدہ دانستہ رَدّ کرنا ایک ایسا گُناہ ہے جو بے حد اہمیّت کا حامِل ہے - خُدا اُن سب کی جو اُس کے قصُور وار ہوں گے عدالت کرے گا - اُس نے کہا ہے "اِنتقام لینا میرا کام ہے - بدلہ مَیں ہی دُونگا" (دیکھئے اِستثنا ۳۲ : ۳۵) - یہاں "اِنتقام" کا مطلب پُورا پُورا اِنصاف ہے - جب یہ لفظ خُدا کی نِسبت اِستعمال ہوتا ہے تو اِس میں کینہ پروری یا حِساب چُکانے کا خیال نہیں پایا جاتا - اِس کا مطلب صِرف اِتنا ہے کہ ایک شخص جس چیز کا حقیقتاً حقدار ہے وُہی اُسے مِلے گی - چونکہ ہم خُدا کی سیرت اور کردار کو جانتے ہیں اِس لئے ہمیں یقین ہے کہ وُہ اپنے فرمان کے مُطابق ہی ایک مُرتد سے پیش آئے گا -

اور پھر یہ کہ "خُداوند اپنی اُمّت کی عدالت کریگا"۔ وُہ لوگ جو حقیقتاً اُس کے ہیں خُدا اُن کی عدالت کرے گا اور بدلہ دیگا، لیکن یہاں آیت ۳۰ میں بدکار لوگوں کی عدالت کی طرف اِشارہ ہے۔

اگرچہ مُرتدوں کو "اپنی اُمّت" کہنا مُشکلات پیدا کرتا ہے، تاہم ہمیں یاد رکھنا چاہئے وُہ مخلوق ہونے اور کُچھ عرصہ کے لئے اِقرار کرنے کے باعث اُس کے ہیں۔ وُہ اُن کا نجات دہندہ تو نہیں تاہم خالق ہے اور کسی وقت اُنہوں نے اُس کے لوگ ہونے کا اقرار کیا تھا اگرچہ وُہ اُسے شخصی طور پر نہیں جانتے تھے۔

۱۰:۳۱۔ اِس سب کا دائمی سبق یہ ہے کہ عدالت کے لئے خُدا کے "ہاتھوں میں" پڑنے والے نہ ہوں کیونکہ یہ "ہولناک بات ہے"۔

اِس حوالے کا مقصد، مسیح کے حقیقی پَیروکاروں کے ذہن کو پریشان کرنا نہیں ہے۔ یہ دیدہ دانستہ سخت لفظ اِستعمال کئے گئے ہیں تاکہ مسیح کے نام کا اِقرار کرنے والوں کو خبردار کیا جائے کہ اُس سے برگشتہ ہونے کا نتیجہ کتنا ہولناک نِکلتا ہے۔

۱۰:۳۲۔ باب ۱۰ کی باقی آیات میں مُصنّف تین زبردست وجُوہات بیان کرتا ہے کہ ابتدائی یہُودی مسیحیوں کو کیوں مسیح کا وفادار رہنا چاہئے۔

۱۔ اُن کے "پہلے دِنوں" کا تجربہ اُنہیں تقویت دے۔
۲۔ اَجر مِلنے کے وقت کی نزدیکی اُن کی تقویت کرے۔
۳۔ خُدا کی ناراضی کا خوف اُنہیں برگشتہ ہونے سے روکے۔

سب سے پہلے، اُن کا سابقہ تجربہ اُنہیں تقویت دے۔ جب اُنہوں نے مسیح پر اپنے ایمان کا اِقرار کیا تھا تو اُنہیں سخت مُصیبت اُٹھانی پڑی تھی۔ اُن کے خاندان اُن سے علیحدہ ہُوئے۔ اُن کے دوستوں نے تعلقات ختم کر دِیئے اور اُن کے دُشمنوں نے اُنہیں خُوب ستایا تھا۔ لیکن اِن "مُصیبتوں" نے اُنہیں بُزدِل بنانے کی بجائے ایمان میں اَور بھی مضبُوط بنا دِیا۔ بِلاشُبہ اُنہیں خوشی تھی کہ وُہ اُس کے نام کی خاطر بےعزّت ہونے کے لائق تو ٹھہرے (اعمال ۵: ۴۱)۔

۱۰: ۳۳۔ بعض اوقات اُنہیں انفرادی طور پر دُکھ اُٹھانے پڑتے تھے۔ وُہ اُنہیں فرداً فرداً پکڑ کر لے گئے اور کُھلے عام اُن پر لعنت ملامت کی اور تشدد کیا۔ دیگر موقعوں پر اُنہیں دُوسرے مسیحیوں کے ساتھ دُکھ اُٹھانا پڑا۔

۱۰: ۳۴۔ وُہ اُن لوگوں سے جو مسیح کی خاطر قید میں تھے مِلنے سے نہیں گھبراتے تھے حالانکہ اُنہیں ہمیشہ ہی خطرہ تھا کہ اُن پر اُن کے ساتھی ہونے کا اِلزام لگتا۔

جب اُن کا "مال" حکّام نے ضبط کر لیا تو انہوں نے اِسے "خوشی سے منظور کیا" انہوں نے دُنیاوی مال و اسباب کی بجائے یسوع کے وفادار رہنے کو چُنا۔ وُہ جانتے تھے کہ اُن کے پاس "ایک غیر فانی اور بے داغ اور لازوال میراث" ہے (۱۔ پطرس ۱: ۴)۔ یہ سچ مُچ الٰہی فضل کا ایک معجزہ تھا کہ وُہ دُنیاوی مال و دولت کو اِتنا بے وُقعت سمجھنے کے قابل بن گئے تھے۔

۱۰: ۳۵۔ دُوسری بڑی وجہ یہ ہے کہ "اجر" ملنے کے وقت کا قریب ہونا انہیں تقویت دے گا۔ اپنی گزشتہ زندگی میں اِتنا کچھ برداشت کرنے کے بعد اب اُنہیں ہتھیار نہیں ڈال دینا چاہئے۔ درحقیقت مُصنّف انہیں یہ کہہ رہا ہے کہ "اپنے آنسوؤں کے ساتھ بوئی جانے والی فصل کو کاٹنے کا موقع ہاتھ سے نہ جانے دو" (ایف۔ بی۔ مائر)۔ اب وُہ پہلے کی نسبت خدا کے وعدے کے پُورا ہونے کے زیادہ نزدیک تھے۔ اب مُنحرف ہونے کا وقت نہیں تھا۔

اب اپنے ایمان کو مت گنواؤ کیونکہ اِس کا تمہیں آئندہ جہان میں اچھّا اجر ملے گا۔

۱۰: ۳۶۔ اُنہیں جس چیز کی ضرورت تھی وُہ "صبر" تھا۔ اُنہیں مصمم اِرادے کی ضرورت تھی کہ وُہ تشدّد و ایذا رسانی سے بچنے کے لئے مسیح کا اِنکار کرنے کی بجائے اُسے صبر سے برداشت کرتے رہیں۔ پھر "خدا کی مرضی" کو پُورا کرنے کے بعد اُنہیں موعُودہ وعدہ "حاصِل" ہو جائے گا۔

۱۰: ۳۷۔ متوقع اجر خداوند یسوع مسیح کی آمدِ ثانی کے وقت ملے گا۔ چنانچہ حبقوق ۲: ۳ میں بتایا گیا ہے کہ "اب بہت ہی تھوڑی مُدّت باقی ہے کہ آنے والا آئے گا اور دیر نہ کرے گا۔" حبقوق میں یہ آیت یوں ہے: "کیونکہ یہ رویا ایک مقررہ وقت کے لئے ہے۔ کیونکہ یہ یقیناً وقُوع میں آئے گی اور خطا نہ کرے گی۔ اگرچہ اِس میں دیر ہو تو بھی اِس کا مُنتظر رہ کیونکہ یہ یقیناً وقُوع میں آئے گی۔ تاخیر نہ کرے گی"۔

اے۔ جے۔ پولاک تبصرہ کرتا ہے:

> جب کوئی مُلہم مُصنّف عہدِ عتیق سے اِقتباس پیش کرتا ہے تو وُہ صرف اُتنا ہی لیتا ہے جو الٰہی مقصد کو پُورا کرتا ہو۔ گو وُہ اُس کا اِنکار تو نہیں کرتا لیکن وُہ اُسے اُن معنوں کے مطابق پیش بھی نہیں کرتا جو عہدِ عتیق میں دیے گئے ہیں بلکہ زیادہ وسیع معنوں میں جو پاک رُوح نئے عہد نامہ میں لکھوانا چاہتا ہے ... ماسوا خُدا، کوئی کلام پاک سے ایسا نہیں کر سکتا۔ یہ حقیقت کہ ایسا کیا گیا اور وُہ بھی وسیع پیمانہ پر اِس کے اِلہامی ہونے کا ایک اَور ثبوت ہے۔ خُدا بائبل کا مُصنّف ہے اِس لئے وہ اپنے مقصد کو پُورا کرنے کے لئے اپنے الفاظ تبدیل کر سکتا اور اُس میں اضافہ بھی کر سکتا ہے۔ لیکن اگر ہم

میں سے کوئی کلام سے اِقتباس پیش کرے تو اُسے بعینہٖ کرنا چاہئے ۔ ہمیں اُس میں سے ایک شوشہ بھی تبدیل کرنے کا حق نہیں ہے ۔ لیکن کتاب کا مُصنّف یہ کر سکتا ہے ۔ اِس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وُہ کون سا قلم اِستعمال کرتا ہے، خواہ وُہ مُوسیٰ ہو، ایلیاہ ہو، پطرس ہو، پَولُس ہو، متّی ہو یا یُوحنّا، وُہ سب اُسی کی تحریر ہے ۔

۱۰ : ۳۸ ۔ صبر سے برداشت کرنے کا آخری مقصد خُدا کی ناراضی کا ڈر ہے ۔ حبقوق سے اقتباس کو جاری رکھتے ہُوئے مُصنّف یہ دِکھاتا ہے کہ وُہ زندگی جو خُدا کو خُوش کرتی ہے "ایمان" کی زندگی ہے: "میرا راست باز بندہ ایمان سے جیتا رہے گا" یہ وُہ زِندگی ہے جو خُدا کے وعدوں کی قدر کرتی، جو نادیدنی کو دیکھتی اور جو آخر تک قائم رہتی ہے ۔

دُوسری طرف وُہ زِندگی جس سے خُدا ناخوش ہوتا ہے اُس آدمی کی ہے جو المسیح کو رَدّ کرتا اور ہیکل کی منسُوخ شُدہ قُربانیوں کی طرف لوٹ جاتا ہے: "اگر وُہ ہٹیگا تو میرا دِل اُس سے خُوش نہ ہوگا ۔"

۱۰ : ۳۹ ۔ مُصنّف فوراً اپنے آپ کو اور اپنے ساتھی ایمان داروں کو اُن سے جو "ہلاک" ہونے والے ہیں الگ کر لیتا ہے ۔ اِس سے مُرتد، حقیقی مسیحیوں سے الگ ہو جاتے ہیں ۔ مُرتد "ہٹنے والے" ہیں اور ہلاک ہو جاتے ہیں ۔ حقیقی ایمان دار "ایمان رکھنے والے" ہیں اور یُوں اپنی رُوحوں کو مُرتدوں کے انجام سے بچا لیتے ہیں ۔

اِیمان کے اِس بیان سے ایسی زِندگی پر مکمّل بحث کرنے کے لئے زمین تیار ہو جاتی ہے جو خُدا کو خُوش کرتی ہے ۔ چنانچہ گیارہواں باب اِس نُکتہ کی خُوب وضاحت کرتا ہے ۔

ب ۔ عہدِ عتیق کی مثالوں سے اِیمان رکھنے کی نصیحت (باب ۱۱)

۱۱ : ۱ ۔ یہ باب صبر سے "ایمان" رکھنے کے بارے میں بتاتا ہے ۔ یہ ہمیں عہدِ عتیق کے اُن مرد و زَن سے مُتعارف کراتا ہے جو صاف صاف رویا رکھتے تھے اور جنہوں نے اپنے ایمان پر قائم رہنے کے باعث بے حد شرمندگی اور دُکھ تکلیف برداشت کئے ۔

پہلی آیت درحقیقت ایمان کی تعریف نہیں ہے بلکہ یہ بیان کرتی ہے کہ "ایمان" ہمارے لئے کیا کرتا ہے ۔ یہ "اُمید کی ہُوئی چیزوں" کو ایسے حقیقی بنا دیتا ہے گویا کہ وُہ پہلے ہی ہمارے پاس ہیں ۔ اور یہ ناقابلِ تردید "ثبوت" مُہیّا کرتا ہے کہ مسیحیت کی نادیدنی رُوحانی برکات قطعی حقیقی اور یقینی ہیں ۔

بالفاظِ دیگر، یہ مُستقبل کو حال میں لے آتا اور نادِیدنی کو دیدنی بنا دیتا ہے ۔

"ایمان"، خُدا کے بھروسا کے لائق ہونے پر اعتماد کا اظہار ہے ۔ یہ اِس بات کی قائلیت ہے کہ جو کُچھ خُدا کہتا ہے سچ ہے اور کہ اُس کے وعدے یقیناً پُورے ہوں گے ۔

لازِم ہے کہ ایمان کی بُنیاد خُدا کا کوئی مکاشفہ اور وعدہ ہو ۔ یہ تاریکی میں چھلانگ لگانا نہیں ہے ۔ اِس کا یقینی ثبوت خُدا کے کلام میں مِلتا ہے ۔ یہ اِمکانات تک محدُود نہیں ہے بلکہ ناممکنات میں حملہ آور ہوتا ہے ۔ کِسی کا قول ہے کہ "ایمان وہاں سے شروع ہوتا ہے جہاں پر اِمکانات ختم ہوتے ہیں ۔ اگر اِمکان ہو تو پھر اِس میں خُدا کے لئے کوئی جلال نہیں رہتا ۔"

ایمان کی زِندگی مسائل اور مُشکلات سے گھری ہوتی ہے ۔ خُدا یہ دیکھنے کے لئے کہ ہمارا ایمان حقیقی ہے یا نہیں اُسے سخت آزمائشوں میں سے گزارتا ہے (۱-پطرس ۱: ۷) ۔ لیکن جس طرح جارج مُلر نے کہا ہے "مشکلات ہمارے ایمان کے لئے خوراک ہیں ۔"

۱۱: ۲- چونکہ وہ دیکھے پر نہیں بلکہ ایمان سے چلتے تھے، اِس لئے پُرانے عہد کے بُزرگ خُدا کی نظر میں مقبُول ٹھہرے ۔ اِس باب کا باقی حِصّہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ خُدا نے کس طرح اُن کی گواہی دی ۔

۱۱: ۳- صِرف "ایمان" ہی کے ذریعہ ہمیں تخلیق کے حالات معلُوم ہوتے ہیں ۔ اُس وقت صِرف خُدا ہی تھا ۔ وُہی ہمیں بتاتا ہے کہ یہ کیسے واقع ہُؤا ۔ ہم اُس کے فرمان کو سچ مان لیتے ہیں اور یوں جان جاتے ہیں ۔ ایک عالِم کہتا ہے: "خُدا کا موجُودات سے پہلے موجُود ہونے کا خیال اور اپنے فرمان سے اُنہیں وجُود میں آنے کا حکم دینا، دلائل یا اثبات سے ماورا ہے ۔ اِسے محض ایمان سے قبول کیا جاتا ہے ۔"

"ایمان ہی سے ہم معلُوم کرتے ہیں" ۔ دُنیا کہتی ہے "دیکھنا، ایمان ہے" ۔ خُدا کہتا ہے "ایمان، دیکھنا ہے" ۔ یسوع نے مرتھا سے کہا: "مَیں نے تجھ سے کہا نہ تھا کہ اگر تُو ایمان لائے گی تو ... دیکھے گی ؟" (یُوحنّا ۱۱: ۴۰) ۔ یُوحنّا رسُول لکھتا ہے: "مَیں نے تُم کو جو ... ایمان لائے ہو یہ باتیں اِس لئے لکھیں کہ تُمہیں معلُوم ہو ..." (۱-یُوحنّا ۵: ۱۳) ۔ رُوحانی باتوں میں ایمان، معلُوم ہونے سے پہلے آتا ہے ۔

"عالم خُدا کے کہنے سے بنے" ۔ خُدا نے کہا اور مادہ وجُود میں آ گیا ۔ یہ اِنسان کی اِس دریافت سے مکمل طور پر مُطابقت رکھتا ہے کہ مادّہ قُوّت ہے ۔ جب خُدا نے کہا تو آواز کی لہروں کی شکل میں قُوّت بہنے لگی ۔ یہ مادہ میں تبدیل ہو گئیں اور دُنیا وجُود میں آ گئی ۔

"یہ نہیں کہ جو کُچھ نظر آتا ہے ظاہری چیزوں سے بنا ہے" ۔ قُوّت نادِیدنی ہے ۔ اِسی طرح ایٹم، ذرّات اور گیس آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتے ۔

۱۱:۴ - ایمان کے سوُرماؤں کی فہرست میں آدمؔ اور حوّاؔ کو شامل نہیں کیا گیا ہے - جب حوّاؔ کو یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ خُدا بول رہا ہے یا ابلیس تو اُس نے فیصلہ دیا کہ ابلیس - لیکن اِس سے اِس کا انکار نہیں ہوتا کہ وُہ بعد میں ایمان سے بیچے تھے جیسا کہ چمڑے کے کُرتوں سے ظاہر ہے -

ایسا معلوُم ہوتا ہے کہ "ہابلؔ" کو کسی نہ کسی طرح علم تھا کہ گنہگار اِنسان بہائے گئے خوُن کی بُنیاد پر خُدا کے حضوُر جا سکتا ہے - مُمکن ہے یہ اُس نے والدین سے سیکھا ہو جنکی خدا کے ساتھ رفاقت چمڑے کے کُرتے پہننے سے بحال ہو گئی تھی (پیدائش ۳:۲۱) - بہرحال، اُس نے خُدا کے حضوُر خوُن کی "قُربانی" دے کر جانے سے "ایمان" کا مظاہرہ کیا - قائنؔ کی قربانی پھلوں اور سبزیوں پر مشتمل تھی اِس لئے خوُن کے بغیر تھی - ہابلؔ ایمان کی معرفت فضل کے وسیلے سے نجات کو ظاہر کرتا ہے - قائنؔ اِنسان کی اعمالِ حسنہ سے اپنے آپ کو بچانے کی لاحاصل کوشش کی تصویر پیش کرتا ہے -

جارج کٹنگؔ کہتا ہے: "اِس میں ہابلؔ کی کوئی شخصی خوُبی نہیں تھی کہ خُدا نے اسے راست باز گردانا بلکہ وُہ اُس قُربانی کے باعث جو اُس نے خُدا کے حضوُر گزرانی اور اپنے ایمان کے سبب سے مقبوُل ٹھہرا" - اور یہی حال ہمارا ہے - ہم اپنے کردار یا نیک کاموں کی وجہ سے راست باز نہیں ٹھہرتے بلکہ مکمل طور پر مسیح کی قُربانی اور ہمارے اُسے قبول کرنے سے -

قائنؔ نے ہابلؔ کو قتل کر دیا کیونکہ شریعت فضل سے نفرت کرتی ہے - تقویٰ پرست شخص سچائی سے نفرت کرتا ہے - وُہ اپنے آپ کو بچا نہیں سکتا - ضروُر ہے کہ وُہ خُدا کی محبّت اور اُس کی رحمت پر تکیہ کرے -

لیکن ہابلؔ کی گواہی لازوال ہے - وُہ اپنے ایمان کے "وسیلہ سے اَب تک کلام کرتا ہے" -

۱۱:۵ - خُدا نے حنوکؔ کو یہ وعدہ یقیناً دیا ہو گا کہ وُہ موت کا مزہ چکھے بغیر ہی بہشت میں جائے گا - اُس وقت تک سب ہی مر چُکے تھے، کوئی جلد کوئی بدیر - کوئی ایسا ریکارڈ نہیں تھا کہ کوئی مرے بغیر آسمان پر "اُٹھا لیا" گیا ہو - لیکن خُدا نے وعدہ کیا اور حنوکؔ اُس پر ایمان لایا - اِس سے زیادہ حکمت والی بات کیا ہو سکتی ہے کہ مخلوُق اپنے خالِق پر ایمان لائے؟

اور ویسا ہی ہُوا بھی - حنوکؔ نادیدنی خُدا کے ساتھ تین سَو ۳۰۰ سال تک چلتا رہا (پیدائش ۵:۲۱-۲۴) اور پھر وُہ ابدیت میں داخِل ہو گیا - "اُٹھائے جانے سے پیشتر اُس کے حق میں یہ گواہی دی گئی تھی کہ یہ خُدا کو پسند آیا ہے" - ایمان کی زِندگی ہمیشہ ہی "خُدا" کو خوُش کرتی ہے - وُہ اِس بات کو بہت پسند کرتا ہے کہ لوگ اُس پر بھروسا کریں -

۱۱: ۶ - "بغیر ایمان کے اُس کو پسند آنا ناممکن ہے" - "ایمان" کی کمی کو ہمارے نیک کام خواہ کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں پُورا نہیں کر سکتے - اِتنا کچھ کہنے اور کرنے کے بعد بھی جب کوئی خُدا پر ایمان رکھنے سے انکار کرتا ہے تو وُہ اُسے جھُوٹا ٹھہراتا ہے: "جس نے خُدا کا یقین نہیں کیا اُس نے اُسے جھوٹا ٹھہرایا" (۱-یُوحنّا ۵: ۱۰) - خُدا ایسے لوگوں سے جو اُسے جھُوٹا ٹھہراتے ہیں کیسے خوش ہو سکتا ہے؟

صرف ایمان ہی ہے جو خُدا کو اُس کا مناسب مقام دیتا ہے اور ساتھ ہی آدمی کو بھی اُس کی مناسب جگہ میں رکھتا ہے - سی - ایچ - میکنٹاش کہتا ہے کہ "اِس سے خُدا کو بے حد جلال مِلتا ہے، کیونکہ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہم اپنے آپ پر نہیں بلکہ خُدا پہ اِعتماد کرتے ہیں"۔

ایمان، نہ صِرف اِس بات کا یقین کرتا ہے کہ خُدا موجُود ہے بلکہ وُہ یہ اِعتقاد بھی رکھتا ہے کہ خُدا "اپنے طالبوں کو بدلہ دیتا ہے" - خُدا میں کوئی ایسی بات نہیں جس سے اِنسان کا اُس پہ ایمان لانا ناممکن ہو - مُشکل صرف اِنسان کی مرضی میں ہے -

۱۱: ۷ - "نوح" کے "ایمان" کی بُنیاد، خُدا کی یہ تنبیہ تھی کہ وُہ دُنیا کو پانی کے طُوفان کے ذریعہ تباہ کر دے گا (پیدائش ۶: ۱۷) - اِنسانوں کو سیلاب کا تجربہ نہیں تھا بلکہ ایسا لگتا ہے کہ اَب تک بارِش نہیں ہُوئی تھی (پیدائش ۲: ۵، ۶) - نوح نے خُدا کا یقین کر کے "ایک کشتی" بنائی حالانکہ وُہ کشتی رانی کے پانیوں سے بہت دُور تھا - بلاشُبہ یہ اُس کا تمسخر اُڑانے کا سبب بنا - لیکن نوح کے ایمان کا اجر مِلا - اُس "کا گھرانا" بچ گیا، اُس کی زِندگی اور گواہی سے "دُنیا کو مجرم ٹھہرایا" گیا اور وُہ "اُس راست بازی کا وارث ہُوا جو ایمان سے ہے"۔

ہوسکتا ہے کہ ابتدائی مسیحی جنہیں یہ خط لکھا گیا حیران ہوتے ہوں کہ اگر ہم حق بجانب ہیں تو ہم کیوں اِتنی چھوٹی اقلیت ہیں؟ نوح انہیں یاد دِلاتا ہے کہ اُس کے زمانہ میں صِرف آٹھ ۸ جانیں حق بجانب تھیں اور باقی تمام دُنیا ہلاک ہوگئی -

۱۱: ۸ - جب خُدا "ابرہام" پر کسدیوں کے اُور میں ظاہر ہُوا اور اُسے وہاں سے نِکلنے کو کہا تو غالباً وُہ بُت پرست تھا - اُس نے "ایمان" کی فرمانبرداری کرتے ہُوئے اپنا گھر اور مُلک چھوڑ دیا حالانکہ وُہ "جانتا نہ تھا" کہ اُس کی منزِل کیا ہے - بلاشُبہ اُس کے دوستوں نے اُس کی اِس بیوقوفی پر اُس کا تمسخر اُڑایا ہوگا لیکن اُس کا رویّہ ایمان پر مبنی تھا -

ایمان سے چلنا، اکثر دُوسرے لوگوں کو ناعاقبت اندیشی اور بے پروائی نظر آتا ہے لیکن وُہ شخص جو خُدا کو جانتا ہے، آگے راستہ نہ جانتے ہُوئے بھی آنکھوں پر پٹّی باندھے چلنے پر تیار رہتا ہے -

۱۱:۹ - خُدا نے کنعان کا "مُلک" ابرہام کو دینے کا وعدہ کیا تھا - چنانچہ حقیقی معنوں میں وُہ اُسی کا تھا - لیکن اِس کے باوجُود بھی اُس نے زمین کا ایک ٹکڑا خریدا - یہ ایک کھیت تھا جس کے غار میں اُس نے اپنے مُردوں کو دفن کیا - وُہ کسی مستقل جائے رہائش میں رہنے کی بجائے "خیمہ" میں جو مُسافرت کا نشان تھا رہنے پر مطمئن تھا - وقتی طور پر اُس نے کنعان میں ایسے سفر کیا گویا وُہ "غیر مُلک ہے"-

اُس کے مُسافرت کے ساتھی اُس کا بیٹا اور پوتا تھے - اُس کے خُدا پرستی کے نقش نے اُن پر بھی اپنا نقش چھوڑا، اگرچہ وُہ "اُس کے ساتھ اُسی وعدہ کے وارث تھے" کہ وُہ مُلک اُن کا بھی ہوگا -

۱۱:۱۰ - ابرہام کی اپنی مِلکیت پر گرفت اِتنی ڈھیلی کیوں تھی ؟ کیونکہ "وُہ اُس پایدار شہر کا اُمیدوار تھا جس کا معمار اور بنانے والا خُدا تھا" - اُس نے اپنا دِل موجُودہ مادّی اَشیا پر نہ لگایا بلکہ ابدی چیزوں پر - عبرانی میں لفظ شہر اور پایدار سے پہلے حرفِ تعریف ہے جو اُنہیں خاص بنا دیتا ہے - ایمان کے سلسلے میں صرف ایک ہی "شہر" ہے جس کا نام لیا جا سکتا ہے اور جس کی بُنیاد "پایدار" ہے -

اِس آسمانی شہر کا "معمار" خُدا ہے - یہ ایک مثالی شہر ہے - اِس میں نہ تو گندی بستیاں ہیں، نہ آلودہ ہوا اور پانی، اور نہ دُوسرے مسائل جو ہمارے بڑے بڑے شہروں کو متاثر کرتے ہیں -

۱۱:۱۱ - "ایمان ہی سے سارہ" کو "حاملہ ہونے" کی قوّت مِلی جبکہ وُہ ۹۰ برس کی تھی - کلام سے صاف ظاہر ہے کہ وُہ "سنِ یاس" کو پہنچ چُکی تھی - یہ ایسی عُمر ہے جبکہ بچّہ پَیدا نہیں ہو سکتا - لیکن وُہ جانتی تھی کہ خُدا نے وَعدہ کیا ہے اور یہ بھی کہ وُہ اپنے الفاظ سے پھرے گا نہیں - اُس کا غیر مُتزلزل ایمان تھا، لِہٰذا اُس نے وَعدہ کرنے والے کو "سچّا جانا"-

۱۱:۱۲ - جب اِضحاق پَیدا ہُوا تو ابرہام ۹۹ برس کا تھا - اِنسانی لحاظ سے تو اُس کا باپ بننا ناممکن تھا، لیکن اِس کے باوجود بھی خُدا نے بے شمار اولاد کا وعدہ کیا - اِضحاق کے وسیلہ سے ابرہام بیشمار زمینی خاندانوں یعنی عبرانی قوم کا باپ بن گیا - مسیح کے وسیلہ سے وُہ "بے شمار" رُوحانی خاندانوں یعنی بعد کے زمانے کے سچّے ایمان داروں کا باپ بن گیا - "سمُندر کے کنارے کی ریت" غالباً جسمانی نسل کی تصویر ہے جبکہ "آسمان کے ستاروں" سے مُراد رُوحانی اولاد ہے -

۱۱:۱۳ - تمام بزرگ "ایمان کی حالت میں مَرے" وُہ الٰہی "وَعدوں" کو پُورا ہوتے دیکھنے تک زِندہ نہ رہے - مثلاً ابرہام نے اپنی بے شمار نسل کو نہ دیکھا - عبرانی قوم نے اُس مُلک پر پُورے طور پر کبھی قبضہ نہ کیا جس کا وَعدہ اُن سے کیا گیا تھا - عہدِ عتیق کے مُقدّسین نے بھی المسیح کے بارے میں وعدے کو پُورا ہوتے نہ دیکھا - لیکن اُن کے ایمان نے وَعدوں کو قریب آتے ضرور دیکھا -

اُنہوں نے محسوس کیا کہ یہ اُن کا مُستقل گھر نہیں ہے - وُہ "پردیسی اور مُسافر" ہونے پر مُطمئن تھے - اُنہوں نے آرام و آسائش سے اِنکار کیا - اُن کی خواہش تھی کہ وُہ دُنیا کے کِسی بھی کِردار کی چھاپ اپنے اُوپر لئے بغیر گُزر جائیں - اُن کے دِل میں مُسافرت تھی (زبُور ۸۴: ۵) -

۱۱:۱۴ - اُن کی زِندگیاں صاف ظاہر کرتی تھیں کہ وُہ "وطن" کی تلاش میں ہیں - ایمان نے اُن کے دِل میں گھر کی خواہش کو بسا دیا تھا جو کنعان کی خُوشیوں سے کبھی مُطمئن نہ ہُوئی - اُن کے دِلوں میں ایک بہتر مُلک کی آرزو ہمیشہ بسی رہتی تھی جِسے وُہ اپنا وطن کہہ سکیں -

۱۱:۱۵ - جب مُصنّف یہ کہتا ہے کہ وطن کی تلاش میں تھے تو وُہ یہ بتانا چاہتا ہے کہ وُہ اُن کی پیدائش کے مُلک کی طرف اشارہ نہیں کر رہا ہے - اگر ابرہام مسوپتامیہ واپس جانا چاہتا تو ایسا کر سکتا تھا لیکن اب وُہ اُس کا گھر نہ رہا تھا -

۱۱:۱۶ - اِس کی دُرست تفسیر یہ ہے کہ وُہ "آسمانی مُلک" کی تلاش میں تھے - جب ہم یہ یاد کرتے ہیں کہ اِسرائیل کے ساتھ اکثر برکات کے وعدوں کا تعلق زمین سے تھا تو یہ بات اور بھی حیران کُن ہے کہ وُہ آسمانی وطن کی جُستجو میں تھے - لیکن اُن کے پاس آسمانی اُمّید بھی تھی اور اِس اُمّید نے اُنہیں اِس قابِل بنا دیا تھا کہ وُہ اِس دُنیا کو غیر مُلک سمجھیں -

مُسافرت کی اِس رُوح سے خُدا خُوش ہُوا - ڈاربی لِکھتا ہے کہ "جن کا دِل اور بخرہ آسمان میں ہے وُہ اُن کا خُدا کہلانے سے نہیں شرماتا" - "اُس نے اُن کے لئے ایک شہر تیار کیا" اور وہاں اُن کو صحیح معنوں میں آرام، تسلّی اور کامِل امن و سلامتی مِلتی ہے -

۱۱:۱۷ - اب ہم ابرہام کے "ایمان" کی سب سے بڑی آزمائش کی طرف آتے ہیں - خُدا نے اُسے اپنے "اکلوتے" بیٹے اِضحاق کو قُربان کرنے کے لئے کہا - اُس نے بِلا جھجک خُدا کی فرمانبرداری کی اور اپنے لختِ جِگر کو خُدا کے حضُور قُربان کرنے کو چل پڑا - خُدا نے اُس سے بے شُمار اولاد کا وعدہ کیا تھا - اِضحاق اُس کا "اکلوتا" بیٹا تھا - اب ابرہام ۱۱۷ برس کا اور سارہ ۱۰۸ برس کی تھی -

۱۱:۱۸ - اِضحاق میں بے شُمار اَولاد کے وعدے کو پُورا ہونا تھا - ایمان کی آزمائش یہ تھی : اگر ابرہام اِضحاق کو قُربان کر دیتا ہے تو وعدہ کیسے پُورا ہوگا ؟ اِضحاق اب ۱۷ برس کا تھا اور غیر شادی شُدہ تھا -

۱۱:۱۹ - ابرہام جانتا تھا کہ خُدا نے کیا وعدہ کیا ہے - وُہ اِس نتیجہ پر پُہنچا کہ اگر خُدا اُس کے بیٹے کی قُربانی چاہتا ہے تو وُہ اپنا وعدہ پُورا کرنے کے لئے اُسے "مُردوں میں سے" بھی جِلائے گا -

اَب تک کلام میں کوئی ایسا واقعہ نہیں مِلتا جہاں کسی کو مُردوں میں سے جلایا گیا ہو۔ اِنسانی تجربہ میں اب تک یہ بات نہیں آئی تھی۔ حقیقی معنوں میں مُردوں میں سے جی اُٹھنے کے خیال کا مُوجد ابرہام ہی تھا۔ خُدا کے وَعدہ پر ایمان نے اُسے اِس نتیجہ پر پہنچایا کہ خُدا کو اُسے زِندہ کرنا پڑے گا۔

”تمثیل کے طور پر“ اُسے اضحاق ”مُردوں میں سے“ واپس مِل گیا۔ اُس نے اس حقیقت کو قبول کر لیا تھا کہ اِضحاق ضرُور ہی ذبح کیا جائے گا۔ خُدا نے اُس کے اِس عمل کو سراہا۔ لیکن جیسے گرانٹ بڑے موزوں طریقے سے لِکھتا ہے: ”خُدا نے ابرہام کے دِل کو درد اور ٹیس سے بچا لیا لیکن وُہ اپنے آپ کو نہیں بچائے گا“۔۔۔ اِضحاق کی جگہ ایک مینڈھا مہیا کیا اور اِکلوتا بیٹا اپنے باپ کے دِل اور گھر کو واپس مِل گیا۔

ہم ایمان کی اِس غیر معمولی اور نمایاں مثال کو چھوڑنے سے پیشتر دو۲ نکات بیان کرنا چاہتے ہیں۔ پہلا یہ کہ خُدا اصل میں کبھی نہیں چاہتا تھا کہ ابرہام اپنے بیٹے کو ذبح کرے۔ اِنسانی قربانی کبھی بھی خُدا کی مرضی کے مُطابق نہیں تھی۔ اُس نے ابرہام کے ایمان کو آزما کر اپنے حُکم کو منسُوخ کر دیا۔

دُوسرا، ابرہام کا ایمان بے شُمار اولاد کے وعدہ کے سِلسلہ میں ایک سو سال تک آزمایا جاتا رہا۔ بزرگ ۷۵ سال کا تھا جب پہلے پہل اُس سے بیٹے کا وعدہ کیا گیا۔ اُس نے اضحاق کی پیدائش کے لئے ۲۵ سال اِنتظار کیا۔ اضحاق ۱۷ سال کا تھا جب ابرہام اُسے کوہِ موریاہ پر خُدا کے حضُور قربان کرنے کے لئے لے گیا۔ اِضحاق ۴۰ سال کا تھا جب اُس کی شادی ہُوئی اور شادی کے بیس۲۰ سال بعد اُس کے توام بیٹے پیدا ہُوئے۔ جب ابرہام مرا تو وُہ ۱۷۵ سال کا تھا۔ اُس وقت اُس کی اولاد میں ایک بیٹا (۷۵ سال) اور ۲ پوتے (۱۵ سال) تھے۔ اِس کے باوجُود بھی اُس نے ”بے ایمان ہو کر خُدا کے وعدہ میں شک نہ کیا بلکہ ایمان میں مضبُوط ہو کر خُدا کی تمجید کی۔ اور اُس کو کامِل اعتقاد ہُوا کہ جو کُچھ اُس نے وعدہ کیا ہے وُہ اُسے پُورا کرنے پر بھی قادر ہے“ (رومیوں ۴: ۲۰-۲۱)۔

۱۱: ۲۰۔ بعض لوگوں کے لئے یہ سمجھنا مشکل ہے کہ اِضحاق، یعقوب اور یُوسف کے ایمان میں کونسی غیر معمولی بات تھی جیسا کہ اگلی تین۳ آیات میں بیان ہُوا ہے۔ اضحاق مردِ ایمان کی مشہُور فہرست میں اِس لئے شامل ہُوا کہ اُس نے یعقوب اور عیسو کو مستقبل کی برکات دیں۔ لیکن اِس میں کون سی خاص بات تھی؟

بچّوں کی پیدائش سے پیشتر خُدا نے رِبقہ کو بتا دیا تھا کہ بچّے دو۲ قوموں کے باپ ہوں گے اور بڑا (عیسو) چھوٹے (یعقوب) کی خِدمت کرے گا۔ عیسو، اِضحاق کا چہیتا تھا اور دستُور کے مُطابق بڑا بیٹا ہونے کے باعث وُہ قدرتی طور پر اپنے باپ سے بہترین حِصّہ پاتا۔ لیکن رِبقہ اور یعقوب

نے اضحاق کو جس کی نظر اب بہت کمزور تھی دھوکا دیا اور یعقوب کو برکات کا بہترین حصّہ مِل گیا۔ جب منصُوبہ ظاہر ہُوا تو اضحاق شِدّت سے کانپنے لگا۔ لیکن اُسے خُدا کے الفاظ یاد تھے کہ بڑا چھوٹے کی خِدمت کرے گا اور عیسَو سے محبّت کے باوجُود وُہ اِس بات پر قائم رہا کہ خُدا کا فیصلہ ضرُور ہی قبول کیا جائے۔

۱۱:۲۱۔ اگرچہ یعقوب کی زِندگی کے بہت سے ابواب افسوس ناک ہیں، تاہم اُسے ایمان کے سُورما کے طور پر عزّت دی گئی ہے۔ عُمر کے ساتھ ساتھ اُس کا کردار بہتر ہوتا گیا اور بالآخر وُہ پُرجلال ایمان کی حالت میں اِس دُنیا سے رُخصت ہُوا۔ جب اُس نے یُوسُف کے بیٹوں اِفرائیم اور منسّی کو "دُعا دی" تو اُس نے اپنے ہاتھ کو بدل دیا تاکہ بڑے بیٹے کی برکت چھوٹے بیٹے افرائیم کو مِلے۔ یُوسُف کے احتجاج کے باوجود یعقوب نے اِصرار کیا کہ برکت قائم رہے گی کیونکہ خُداوند کی ترتیب یہی تھی۔ اگرچہ اُس کی جِسمانی نظر کمزور تھی تاہم اُس کی رُوحانی بصیرت تیز تھی۔ اپنی زِندگی کے آخری منظر میں یعقوب "اپنے عصا کے سرے پر سہارا لیکر" پرستِش کرتا نظر آتا ہے۔

۱۱:۲۲۔ یُوسُف کا "ایمان" بھی "جب وُہ مرنے کے قریب تھا" مضبُوط تھا۔ وُہ خُدا کے اِس وعدہ پر ایمان رکھتا تھا کہ وُہ "بنی اِسرائیل" کو مِصر سے نکالے گا۔ ایمان نے خرُوج کی پہلے ہی منظرکشی کر دی تھی۔ اُس کے نزدیک یہ بات اِتنی یقینی تھی کہ اُس نے اپنے بیٹوں کو "اپنی ہڈیوں" کو وہاں سے نکال کر کنعان میں دفن کرنے کی ہدایت کر دی۔ ولیم لنکن لِکھتا ہے: "یُوں جبکہ وُہ مِصر کی شان و شوکت سے گِھرا ہُوا تھا اُس کا دِل وہاں نہیں تھا بلکہ اپنے لوگوں اور اُن کے آئندہ جلال اور برکات میں"۔

۱۱:۲۳۔ یہاں پر خود "مُوسیٰ" کا نہیں بلکہ اُس کے "ماں باپ" کا "ایمان" پیشِ نظر ہے۔ اُنھوں نے دیکھا کہ "بچّہ خُوبصورت ہے"۔ لیکن یہ خُوبصورتی جسمانی خوبصورتی سے کہیں زیادہ تھی۔ اُنہوں نے دیکھا کہ یہ بچّہ نصیبوں والا ہے، ایک ایسا جِسے خُدا نے خاص کام کے لئے مقرر کیا ہے۔ اُن کے اِس ایمان سے کہ خُدا کا مقصد پُورا ہوگا اُنہیں "بادشاہ کے حُکم" کو توڑنے اور بچّے کو "تین ماہ تک" چھپائے رکھنے کے لئے بڑی ہمّت اور حوصلہ مِلا۔

۱۱:۲۴۔ "ایمان ہی سے مُوسیٰ" نے بہت مرتبہ اچھّا اِنکار کیا۔ اگرچہ مُوسیٰ مِصر کے محل کے آرام و آسائش میں پلا بڑھا تھا اور اِنسان جِس چیز کی خواہش کر سکتا ہے حاصِل کر سکتا تھا لیکن اُس نے سیکھا کہ "چیزوں کو حاصِل کرنا نہیں بلکہ اُن کو ترک کرنا آرام کا باعث بنتا ہے" (جے۔ گریگوری مینٹل)۔

سب سے پہلے اُس نے مِصر کے باعث جو عزّت و نام وری اُسے مِلتی اُس سے اِنکار کیا۔ وُہ "فرعون کی بیٹی" کا لے پالک بیٹا تھا اِس لئے وُہ اشراف میں شامِل تھا اور مُمکن ہے وُہ فرعون کا جانشین بھی بن جاتا۔

لیکن وُہ خُدا کے برگزیدہ لوگوں میں پَیدا ہُوا تھا۔ وُہ مِصر کے شاہی مرتبہ کے لئے اِس شرف سے نیچے نہیں اُتر سکتا تھا۔ اپنے جوانی کے دِنوں میں اُس نے اپنا چُناؤ کیا۔ اُس نے چند سالہ زمینی عِزّت کے لئے اپنی حقیقی قومیّت کو نہیں چھپایا۔ نتیجہ کیا نکلا؟ کِسی گمنام مقبرے پر تصویری تحریریں[1] میں چند سُطور لکھے جانے کی بجائے اُس کا نام خُدا کی ابدی کتاب میں مرقوم ہُوا۔ کسی عجائب گھر میں مِصری حنُوط شُدہ لاش کے طَور پر رکھے جانے کی بجائے اُس نے مردِ خُدا کا نام پایا۔

۱۱: ۲۵۔ دُوسرا، اُس نے مِصر کا "لُطف" اُٹھانے سے اِنکار کیا۔ اپنی اِشتہا کو عارضی تسکین دینے کی بجائے اُس کے نزدیک "خُدا کی اُمّت" کے ہمراہ بَدسلُوکی برداشت کرنے کی زیادہ قدر و قیمت تھی۔ اُس کے نزدیک اپنے لوگوں کی بَدسلُوکی میں شرِیک ہونا، فِرعَون کے دربار کی عیاشی سے کہیں بڑا تھا۔

۱۱: ۲۶۔ تیسرا، اُس نے "مِصر کے خزانوں" کی طرف سے مُنہ پھیر لیا۔ ایمان نے اُسے یہ دیکھنے کے قابل بنا دیا تھا کہ مِصر کے بے بہا خزانے ابدیت کے مقابلے میں بے قدر ہیں۔ چنانچہ اُس نے اُس "لعن طعن" کو اُٹھانے کو مُنتخب کیا جو بعد میں المسیح اُٹھانے کو تھا۔ اُس نے فرعَون کی کُل دولت کے مُقابلے میں خُدا کے ساتھ وفاداری اور اپنے لوگوں کے ساتھ محبّت کو ترجیح دی۔ وُہ جانتا تھا کہ موت کے بعد یہی وُہ چیزیں ہیں جو قدر و قیمت رکھتی ہیں۔

۱۱: ۲۷۔ پھر اُس نے مِصر کے بادشاہ کا اِنکار کیا۔ "ایمان" کے ذریعہ دلیر ہونے کے باعث وُہ غلامی کے گھر سے نِکل کھڑا ہُوا اور "بادشاہ کے غُصّہ" کی پَروا نہ کی۔ یہ دُنیا کی سیاست سے صاف ناتا توڑنا تھا۔ چونکہ وُہ خُدا سے زیادہ ڈرتا تھا اِس لئے وُہ فرعَون سے نہیں ڈرتا تھا۔ اُس کی آنکھیں اُس پر لگی ہُوئی تھیں جو "مُبارک اور واحد حاکِم۔ بادشاہوں کا بادشاہ اور خُداوندوں کا خُداوند ہے۔ بَقا صِرف اُسی کو ہے اور وُہ اُس نُور میں رہتا ہے جس تک کِسی کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ نہ اُسے کِسی اِنسان نے دیکھا اور نہ دیکھ سکتا ہے۔ اُس کی عِزّت اور سلطنت اَبد تک رہے۔ آمین" (۱۔ تیمُتھیُس ۶: ۱۵ - ۱۶)۔

۱۱: ۲۸۔ آخری بات، اُس نے مِصر کے مذہب کو ردّ کر دیا۔ اُس نے "فسح" کو قائم کرنے اور "خُون چھِڑکنے" سے اپنے آپ کو ہمیشہ کے لئے مِصر کی بُت پرستی سے الگ کر لیا۔ اُس کے نزدیک نجات دریائے نیل کے پانیوں سے نہیں بلکہ برّہ کے خُون سے تھی۔ چنانچہ اِسرائیل کے پہلوٹھے چھوڑ دیئے

---

[1] قدیم مِصری رسم الخط۔

گئے جبکہ مصر کے پہلوٹھوں کو ہلاک کرنے والے نے ہلاک کر دیا۔

۱۱:۲۹۔ پہلے پہل ایسا لگتا ہے کہ بحیرۂ قلزم عبرانی پناہ گزینوں کو ہلاک کر دے گا۔ دشمن اُن کا تندہی سے تعاقب کر رہا تھا اور ایسا لگتا تھا کہ وہ پھنس گئے ہیں۔ لیکن خدا کی تابع فرمانی کرتے ہوئے وہ آگے بڑھے اور پانی دو ٹکڑے ہو گیا: "خداوند نے رات بھر تند پوربی آندھی چلا کر اور سمندر کو پیچھے ہٹا کر اُسے خشک زمین بنا دیا اور پانی دو حصے ہو گیا" (خروج ۱۴: ۲۱)۔ جب "مصریوں" نے اُن کے پیچھے جانے کی کوشش کی تو اُن کے رتھوں کے پہیئے نکل گئے، پانی حسبِ معمول اپنی جگہ پر آ گیا اور فرعون کا سارا لشکر "ڈوب" گیا۔ یوں بحیرۂ قلزم اِسرائیلیوں کے لئے رہائی اور مصریوں کے لئے تباہی کا باعث بنا۔

۱۱:۳۰۔ کنعان کی فتح میں "یریحو" کا شہر پہلا فوجی ہدف تھا۔ عقل تو یہی دعویٰ کرے گی کہ اِس قسم کے ناقابلِ تسخیر قلعہ کو فتح کرنے کے لئے زیادہ برتر فوج کی ضرورت ہو گی۔ لیکن ایمان کے طریقے مختلف ہیں۔ خدا اپنے مقصد کو پورا کرنے کے لئے ایسے طریقے اختیار کرتا ہے جو آدمیوں کو بے وقوفی نظر آتے ہیں۔ اُس نے لوگوں کو شہر کے گرد "سات دِن" تک چکر لگانے کو کہا۔ ساتویں دِن وہ اُس کے گرد سات مرتبہ پھرے۔ کاہنوں نے اپنے نرسنگے زور سے پھونکے، عوام نے نعرے مارے اور "دیواریں" گر پڑیں۔ فوجی ماہرین اِس قسم کے طریقہ کو "طفلانہ" کھیل کہہ کر ردّ کر دیں گے۔ لیکن دِیواریں گر پڑیں۔ رُوحانی جنگ کے ہتھیار دُنیاوی نہیں ہوتے، بلکہ وہ رُوحانی قوت ہوتی ہے جو قلعوں کو ڈھا دیتی ہے (۲۔کرنتھیوں ۱۰: ۴)۔

۱۱:۳۱۔ ہمیں یہ علم نہیں کہ "راحب فاحشہ" کب یہوواہ کی پرستش کرنے لگی۔ لیکن صاف ظاہر ہے کہ وہ کرتی تھی۔ اُس نے کنعان کے جھوٹے مذہب کو ترک کر دیا اور یہودی مذہب کو قبول کر لیا۔ جب جاسوس اُس کے گھر آئے تو اُس کے ایمان کو سخت اِمتحان سے گزرنا پڑا۔ کیا وہ اپنے مُلک اور ہم وطنوں کی وفادار رہے گی یا خداوند کی؟ اُس نے فیصلہ کیا کہ خواہ اِس کا مطلب اپنے مُلک سے غداری کیوں نہ ہو وہ خداوند کا اِنکار نہیں کرے گی۔ "جاسوسوں" کے ساتھ دوستانہ رویّہ اختیار کرنے کے باعث وہ اور اُس کا خاندان بچ گئے جبکہ اُس کے نافرمان پڑوسی ہلاک ہو گئے۔

۱۱:۳۲۔ اِس مقام پر مصنّف سوال کرتا ہے: "اب اور کیا کہوں؟" اُس نے عہدِ عتیق کے زمانہ سے اُن مرد و خواتین کی فہرست پیش کی ہے جنہوں نے ایمان اور برداشت کا مظاہرہ کیا تھا۔ وہ اپنے نکتہ کو واضح کرنے کے لئے کتنے اور نام پیش کرے؟

اُس کے پاس مثالوں کی تو کوئی کمی نہیں تھی، تاہم وقت کی کمی تھی۔ تفصیل سے بیان کرنے کے لئے بہت وقت درکار ہوگا اِس لئے وہ صِرف چند اور لوگوں کے ایمان کی آزمائش اور فتح کی مثالیں ہی دیگا۔

اُن میں "جِدعون" بھی شامِل تھا جس کی فوج کو بتیس^{۳۲} ہزار سے کم کر کے تین^{۳} سو کر دیا گیا۔ پہلے جو ترساں اور ہراساں تھے اُن کو واپس گھر بھیج دیا اور پھر اُن کو جو اپنے آرام کا زیادہ خیال رکھتے تھے۔ جِدعون نے صِرف چند ہی سخت جان اور حقیقی شاگردوں کے ساتھ مِدیانیوں کو شکست دی۔

پھر "برق" تھا۔ جب اُسے کنعانیوں کے خِلاف اِسرائیلیوں کی راہنمائی کرنے کو کہا گیا تو اُس نے اِس شرط پر قبول کِیا کہ دبورہ نبیہ اُس کے ساتھ جائے۔ اگرچہ وہ اپنے کردار میں کمزور تھا، تاہم خُدا نے اُس میں حقیقی ایمان دیکھا اور اُسے مردِ ایمان کی فہرست میں شامِل کر لیا۔

"سمسون" ایک اور آدمی تھا جِس میں بہت کمزوری پائی جاتی تھی۔ اِس کے باوجُود بھی خُدا نے اُس میں ایمان دیکھا جِس کی مدد سے اُس نے ایک جوان شیر کو اپنے ہاتھوں سے ہلاک کِیا، اسقلون میں تیس^{۳۰} فِلستی قتل کئے، گدھے کے جبڑے سے ایک^{۱۰۰۰} ہزار فلستیوں کو مارا، غزّہ کے پھاٹکوں کو اکھاڑ دیا اور آخر میں دجون دیوتا کے مندر کو ڈھا دیا اور اپنی موت میں اِتنے زیادہ فلستیوں کو ہلاک کِیا کہ اِتنے اُس نے اپنی ساری زِندگی میں بھی نہیں مارے تھے۔

اگرچہ "افتاہ" کسبی کا بیٹا تھا، تاہم اُس نے اپنے لوگوں کو عمُونیوں سے رہائی دلائی۔ وہ اِس حقیقت کو ظاہر کرتا ہے کہ ایمان، آدمی کو اُس کی پیدائش اور حالات سے بُلند اور خُدا کے لئے تاریخ رقم کرنے کے قابل بنا دیتا ہے۔

"داؤد" کا ایمان جاتی جولیت کے ساتھ جنگ، ساؤل کے ساتھ شریفانہ سلُوک، صیوّن کو فتح کرنے اور دِیگر بے شمار واقعات میں چمکتا ہے۔ مزامیر میں اُس کا ایمان توبہ، حمد و ثنا اور پیشین گوئیوں میں ظاہر ہوتا ہے۔

"سموئیل" اِسرائیلیوں کا آخری قاضی اور پہلا نبی تھا۔ جبکہ کہانت رُوحانی تنزلی کا نشان بنی ہوئی تھی تو وُہ اپنی قوم کے لئے خُدا کا بندہ تھا۔ وُہ اِسرائیل کی تارِیخ میں ایک عظیم لیڈر تھا۔

اِس فہرست میں "نبیوں" کو بھی شامل کر لیں۔ یہ خُدا کے نمائندوں کی شریف جماعت اور ایسے آدمی تھے جِن کا ضمیر جاگتا تھا اور جو جھوٹ بولنے کی بجائے موت کو ترجیح دیتے اور جو مُجرم ضمیر کے ساتھ زمین پر رہنے کی بجائے اچّھے ضمیر کے ساتھ آسمان پر جانا پسند کرتے تھے۔

۱۱:۳۳۔ اب مُصنّف ایمان کے سُورماؤں کے نام دینے کی بجائے اُن کے کارناموں کو بیان کرتا ہے۔

اُنہوں نے "سلطنتوں کو مغلُوب" کیا۔ یہاں ہمارا ذہن یشوع، قاضیوں (یہ درحقیقت فوجی راہنما تھے)، داؤد اور دیگر کی طرف مُنعطف ہو جاتا ہے۔

اُنہوں نے "راست بازی" کے کام کئے۔ سلاطین مثلاً سلیمان، آسا، یہُوسفط، یوآس، حِزقیاہ اور یُوسیاہ کے دَورِ حکومت کو اِس لئے یاد رکھا جاتا ہے کیونکہ اگرچہ وُہ کامِل تو نہ تھے، اُن کی حکُومت "راست بازی" پر مبنی تھی۔

اُنہوں نے "وعدہ کی ہُوئی چیزوں کو حاصل کیا"۔ اِس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ خُدا نے اُن کے ساتھ عہد باندھا، جیسے کہ ابرہام، مُوسیٰ، داؤد اور سلیمان کے ساتھ یا اِس کا مطلب یہ ہے کہ اُن کے ساتھ خُدا کے وعدے پُورے ہُوئے اور یُوں خُدا کے کلام کی سچائی ظاہر ہُوئی۔

اُنہوں نے "شیروں کے مُنہ بند کِئے"۔ اِس سِلسلے میں دانی ایل ایک نمُایاں مثال ہے (دانی ایل ۶: ۲۲) لیکن ہمیں سمسون (قُضاہ ۱۴: ۵، ۶) اور داؤد کو بھی یاد رکھنا چاہئے (۱۔سموئیل ۱۷: ۳۴-۳۵)۔

۱۱: ۳۴ — اُنہوں نے "آگ کی تیزی کو بُجھایا"۔ آگ کی بھٹّی اُن تین ۳ عبرانی نوجوانوں کی صِرف بیڑیوں ہی کو جلانے میں کامیاب ہُوئی لیکن اُنہیں کوئی ضرر نہ پہنچا (دانی ایل ۳: ۲۵)۔ یُوں وُہ اُن کے لئے مُصیبت میں برکت ثابت ہوئی۔

وہ "تلوار کی دھار سے بچ نکلے"۔ داؤد، ساؤل کے کینہ پَرور حملوں سے بچ گیا (۱۔سموئیل ۱۹: ۹-۱۰)، ایلیاہ ایزبل کی قاتلانہ عداوت سے محفُوظ رہا (۱۔سلاطین ۱۹: ۱-۳)، اور الیشع شاہِ ارام سے بچ گیا (۲۔سلاطین ۶: ۱۵-۱۶)۔

اُنہوں نے "کمزوری میں" قُوّت حاصِل کی۔ ایمان کے واقعات میں "کمزوری" کے بُہت سے نشان مِلتے ہیں۔ اہود نے جو بَین ہتھا تھا موآب کے بادشاہ کو قتل کر دیا (قضاۃ ۳: ۱۲-۲۱)۔ یاعیل جو صنفِ نازک کے طبقہ سے تعاق رکھتی تھی، اُس نے میخچو سے سیسرا کو قتل کر دیا (قضاۃ ۴: ۲۱)۔ جدعون نے مِدیانیوں کو شکست دینے کے لئے مٹّی کے گھڑے اِستعمال کِئے (قضاۃ ۷: ۲۰)۔ سمسون نے ایک ہزار فلستیوں کو قتل کرنے کے لئے گدھے کا جبڑا اِستعمال کِیا (قضاۃ ۱۵: ۱۵)۔ یہ سب اِس سچّائی کو ظاہر کرتے ہیں کہ خُدا نے طاقتوروں کو شرمندہ کرنے کے لئے کمزور چیزوں کو چُنا (۱۔کرنتھیوں ۱: ۲۷)۔

وُہ "لڑائی میں بہادر بنے"۔ ایمان آدمیوں کو اُن کی فطری طاقت سے کہیں زیادہ قُوّت دیتا ہے اور اُنہیں اپنے سے بڑے مخالفین پر غالب آنے کے قابل بنا دیتا ہے۔

اُنہوں نے "غیروں کی فَوجوں کو بھگا دِیا"۔ اگرچہ اِسرائیل کی فَوجوں کے پاس ناکافی ہتھیار تھے اور

تعداد میں بھی بہت کم تھیں تو بھی اُنہوں نے اپنے دشمنوں پر فتح حاصل کر کے اُنہیں اور دُوسروں کو حیران کر دیا۔

۱۱: ۳۵ - "عورتوں نے اپنے مُردوں کو پھر زِندہ پایا"۔ یہاں صارپت کی بیوہ (۱-سلاطین ۱۷: ۲۲) اور شونیمی عورت (۲ - سلاطین ۴: ۳۴) پیشِ نظر ہیں۔

لیکن ایمان کا ایک دُوسرا رُخ بھی ہے۔ اُن کے علاوہ جنہوں نے حیران کُن کام انجام دِیے، ایسے لوگ بھی تھے جِنہوں نے بے حد مُصیبت اُٹھائی۔ خُدا اوّل الذِکر کی طرح موخرالذّکر کی بھی قدر کرتا ہے۔

چونکہ وُہ خُداوند پر ایمان رکھتے تھے اِس لئے اُنہیں ظالمانہ تشدّد کا نشانہ بنایا گیا۔ اگر وُہ یہوواہ کا اِنکار کر دیتے تو رِہا ہو جاتے۔ لیکن اُن کے نزدیک زیادہ اچّھا یہ تھا کہ یہاں خُدا کے غدّار کے طور پر زِندگی بسر کرنے کی نسبت مَوت قبول کریں اور پھر آسمانی جلال کے لئے زِندہ کِئے جائیں۔ مکابیوں کے زمانہ میں انطاکس ایپفینیس نے یکے بعد دیگرے ایک دُوسرے کی آنکھوں کے سامنے ایک ماں اور اُس کے سات بیٹوں کو قتل کر دیا۔ اُنہوں نے رہائی منظُور نہ کی تاکہ "اُن کو بہتر قیامت نصیب ہو"۔ یہ اِس زمین پر زِندگی بسر کرتے رہنے سے کہیں اچّھا ہے۔

۱۱: ۳۶ - "بعض" کا تمسخر اُڑایا گیا اور اُنہیں قید میں ڈالا گیا۔ خُدا کے ساتھ وفاداری کے باعث یرمیاہ بھی اِسی قسم کی تمام سزاؤں سے گزُرا (یرمیاہ ۲۰: ۱-۶؛ ۳۷: ۱۵)۔ یُوسُف کو بھی قید میں ڈالا گیا کیونکہ اُس نے گناہ کا مُرتکب ہونے کی بجائے دُکھ اُٹھانا قبول کِیا (پیدائش ۳۹: ۲۰)۔

۱۱: ۳۷ - وُہ "سنگسار کِئے گئے"۔ یسوع نے فقیہ اور فریسیوں کو یاد دلایا کہ اُن کے باپ دادا نے زکریاہ کو مَقدِس اور قربان گاہ کے درمیان اِسی طریقے سے قتل کیا (متّی ۲۳: ۳۵)۔

وُہ "آرے سے چیرے گئے"۔ روایت کے مُطابق منسّی نے یسعیاہ کو قتل کرنے کے لئے یہی طریقہ اِستعمال کِیا۔

وُہ "آزمائش میں پڑے"۔ غالباً یہ شِق اُس زبردست دباؤ کو بیان کرتی ہے جو ایمان داروں پر بدی سے سمجھوتا کرنے، گُناہ کرنے یا اپنے خُداوند کا اِنکار کرنے کے لئے ڈالا گیا۔

وُہ "تلوار سے مارے گئے"۔ اوریاہ نبی نے یہویقیم بادشاہ کو خُدا کا پیغام وفاداری سے پہنچانے کے باعث یہ قیمت ادا کی (یرمیاہ ۲۶: ۲۳)۔ لیکن یہاں قرینۂ الفاظ قتلِ عام کو ظاہر کرتے ہیں جیسے کہ مکابیوں کے زمانہ میں ہُوا۔

وُہ "بھیڑوں اور بکریوں کی کھال اوڑھے ہُوئے مُحتاجی میں، مُصیبت میں، بدسلوکی کی حالت میں مارے مارے پھرے"۔

مُورہیڈ لِکھتا ہے :

> اگر وہ خُدا کا اِنکار کرتے اور کلام کو جُھوٹا سمجھتے تو ممکن تھا کہ وُہ ریشم اور کمخواب کا لباس پہنے ہوتے اور بادشاہوں کے محلّوں میں عَیش کرتے ہوتے۔ لیکن وُہ بھیڑوں اور بکریوں کی کھال اوڑھے اِدھر اُدھر پھرتے رہے۔ اُنہوں نے اپنے آپ کو بھیڑوں اور بکریوں سے بہتر نہ سمجھا بلکہ وُہ اُن کی طرح صِرف ذبح کئے جانے کے قابل ہیں۔

اُنہوں نے بھُوک، تنہائی اور ایذا رسانی برداشت کی۔

۱۱:۳۸- دُنیا نے اُن کے ساتھ اَیسے سلوک کِیا گویا کہ وُہ زِندہ رہنے کے قابِل نہیں ہیں۔ لیکن پاک رُوح یہاں یہ بتاتا ہے کہ درحقیقت بات اِس کے اُلٹ تھی یعنی "دُنیا اُن کے لائِق نہ تھی"۔

وُہ "جنگلوں اور پہاڑوں اور غاروں اور زمین کے گڑھوں میں آوارہ پھرا کِئے"۔ اُنہیں اپنے گھر سے نِکلنا پڑا، خاندان سے جُدا ہُوئے، جانوروں کی طرح اُن کا پیچھا کیا گیا، سماج سے خارِج کئے گئے، اُنہوں تے گرمی اور سردی، اذیت اور مُشکلات برداشت کِیں، لیکن اپنے خُداوند کا اِنکار نہ کِیا۔

۱۱:۳۹- خُدا نے عہدِ عتیق کے اِن سُورماؤں کی گواہی دی ہے لیکن اِس کے باوجود بھی وہ "وعدہ کی تکمیل سے پہلے وفات پاگئے"۔ وُہ المسیح کی آمد کو جس کے وُہ مُدّت سے منتظر تھے نہ دیکھ سکے یا اُن برکات سے لُطف اندوز نہ ہو سکے جو اُس کی خِدمت سے بہہ نِکلتی تھیں۔

۱۱:۴۰- "خُدا نے ہمارے لئے "بہتر چیز تجویز" کی ہے۔ اُس تے ایسا اِنتظام کِیا ہے کہ "وُہ ہمارے بغیر کامِل نہ کِئے جائیں"۔ جہاں تک گُناہ کا تعلق ہے وُہ کبھی بھی پُرتسکین ضمیر سے لُطف اندوز نہیں ہُوئے۔ اور وُہ اُس وقت تک آسمان میں جلالی جسم سے پُورے طور پر لُطف اندوز نہیں ہوں گے جب تک کہ ہم سب ہَوا میں اُڑ کر اپنے خُداوند کا استقبال نہیں کریں گے (۱-تھسلنیکیوں ۴: ۱۳ - ۱۸)۔ عہدِ عتیق کے مُقدّسین کی رُوح خُداوند کی حضُوری میں کامِل ہے (عبرانیوں ۱۲ : ۲۳) لیکن اُن کے جِسم مُردوں میں سے اُس وقت تک نہیں جِلائے جائیں گے جب تک کہ خُداوند اپنے لوگوں کو لینے کے لئے نہیں آتا۔ اُس وقت وُہ جی اُٹھنے کے جلال کی کاملیت سے لُطف اندوز ہوں گے۔

بالفاظِ دیگر عہدِ عتیق کے ایمان داروں کو ہماری طرح مراعات حاصِل نہیں تھیں۔ لیکن اِس کے

باوجود بھی ذرا اُن کی سنسنی خیز فتوحات اور آزمائشوں پر سوچئے! ذرا اُن کے کارہائے عظیم اور صبر پر بھی غور کیجئے۔ وہ صلیب کے واقعہ سے پہلے زندہ تھے اور ہم اس کے بعد کے زمانے میں رہتے ہیں۔ لیکن اِس کے باوجود بھی کیا ہماری زندگیوں کا اُن کی زندگیوں کے ساتھ مقابلہ ہو سکتا ہے؟ عبرانیوں باب ۱۱ کا یہی چیلنج ہے۔

ج۔ مسیح میں اُمید کے بارے میں نصیحت (باب ۱۲)

۱۲: ۱۔ یاد رہے کہ عبرانیوں کا خط اُن کے نام لکھا گیا تھا جن کے ساتھ بُرا سلوک کیا جا رہا تھا۔ چونکہ اُنہوں نے مسیح کی خاطر یہودیت کو ترک کر دیا تھا اِس لئے اُنہیں سخت مخالفت کا سامنا تھا۔ خطرہ تھا کہ وہ یہ سمجھنے لگیں کہ اُن کے دکھ و مصائب خدا کے ناخوش ہونے کا نشان ہیں۔ امکان تھا کہ وہ ہمّت ہار بیٹھیں اور مسیحیت ترک کر دیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ کہیں وہ پھر ہیکل اور اُس کی رسومات کو نہ اپنا لیں۔

اُنہیں یہ نہیں سوچنا چاہئے کہ اُن کے دُکھ بے مثال تھے۔ باب ۱۱ میں بہتیرے گواہ ایسے ہیں جنہیں خداوند کے ساتھ اپنی وفاداری کے باعث بے حد دُکھ اُٹھانا پڑا، لیکن اِس کے باوجود بھی اُنہوں نے برداشت کیا۔ اگر اُنہوں نے کم مراعات کے ساتھ اس قدر پختہ صبر کا مظاہرہ کیا تو ہمیں جنہیں مسیحیت کی آمد کے باعث بہتر چیزیں ملی ہیں کس قدر زیادہ کیوں نہیں کرنا چاہئے!

وہ ہمیں "گواہوں" کے بڑے "بادل" کے طور پر گھیرے ہوئے ہیں۔ اِس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ تماشائی ہیں اور یہ دیکھ رہے ہیں کہ زمین پر کیا ہو رہا ہے۔ اِس کے برعکس وہ ہمارے لئے اپنی ایمان کی زندگی اور صبر سے گواہی پیش کرتے اور ایک اعلیٰ معیار قائم کرتے ہیں تاکہ ہم بھی اُن کے نمونہ پر چلیں۔

اِس آیت سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا آسمان میں جو مُقدّسین ہیں وہ ہماری زمینی زندگی کو دیکھتے ہیں یا جانتے ہیں کہ کیا ہو رہا ہے؟ صرف اِتنا ہی یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ جب کوئی گنہگار نجات پاتا ہے تو وہ جانتے ہیں: "میں تم سے کہتا ہوں کہ اسی طرح ننانوے ۹۹ راست بازوں کی نسبت جو توبہ کی حاجت نہیں رکھتے ایک توبہ کرنے والے گنہگار کے باعث آسمان پر زیادہ خوشی ہوگی"
(لوقا ۱۵ : ۷)۔

مسیحی زندگی دَوڑ کی مانند ہے جس میں نظم و ضبط اور صبر کی ضرورت ہے۔ ہمیں اُن سب

چیزوں کو جو رکاوٹ کا سبب بنتی ہیں دُور کرنا ہے۔ بوجھ شاید بذاتہٖ تو بے ضرر ہو لیکن اِس کے باوجود بھی ترقی میں رکاوٹ بنتا ہے۔ خاندانی تعلقات، آرام طلبی اور غیر مستقل مزاجی وغیرہ اِس طرح کا بوجھ ہو سکتے ہیں۔ اولمپک کی دَوڑوں میں اپنے ساتھ کھانا یا مشروب لے جانے کی ممانعت نہیں لیکن اِس طرح کوئی بھی دَوڑ نہیں جیت سکتا۔

ہمیں ہر "اُس گناہ کو جو ہمیں آسانی سے اُلجھا لیتا ہے" دُور کرنا ہے۔ اِس کا مطلب کسی بھی صُورت میں گُناہ ہو سکتا ہے لیکن یہ خاص طور پر بے اعتقادی کا گُناہ ہے۔ ہمیں خُدا کے وعدوں پر اور کہ ایمان کی زِندگی ضرُور ہی فتح مند ہو گی مکمّل بھروسا رکھنا ہے۔

ہمیں اِس خیال کو دِل سے نکال دینا چاہئے کہ دوڑ آسان ہے اور کہ مسیحی زِندگی میں ہر شَے پھُولوں کی سیج ہے۔ ہمیں آزمائشوں کے ہوتے ہُوئے صبر سے آگے بڑھتے رہنے کے لئے تیار رہنا چاہیے۔

۱۲: ۲۔ ہمیں تمام دَوڑ میں دِیگر ہر شے سے نظریں ہٹا کر صرف یسُوعؔ کو جو سب سے اوّلین دوڑنے والا تھا تکتے رہنا ہے۔ اے۔ بی۔ برُوسؔ لکھتا ہے:

> وُہ جو ایمان کے تمام سُورماؤں پر واضح برتری رکھتا ہے ... وُہ آدمی جس نے سب سے پہلے ایمان سے زِندگی بَسر کرنے کے خیال کو کامل طور پر عملی جامہ پہنایا ... وُہ جس نے بِلا خوف صلیب کی اذیت کو برداشت کِیا اور اُس کی رُسوائی کی پروا نہ کی، ایمان کے باعث اُس کی نظریں آئندہ کی خُوشی اور جلال پر اِس طرح جمی تھیں کہ موجُودہ دَرد اور شرم کا شعُور جاتا رہا۔

وُہ اِن معنوں میں ہمارے "ایمان کا بانی" یا پیشوا ہے کہ اُس نے ایمان کی زِندگی کا کامل نمُونہ پیش کیا ہے۔ وُہ ہمارے ایمان "کو کامل کرنے" والا بھی ہے۔ اُس نے نہ صِرف دَوڑ کو شرُوع کِیا بلکہ فتح مندی کے ساتھ ختم بھی کیا۔ دوڑ کا راستہ آسمان سے بیؔت لحمؔ اور پھر گتسمنیؔ اور کلوریؔ سے ہوتا ہُوا قبر اور پھر واپس آسمان تک پھیلا ہُوا ہے۔ وُہ کِسی موقع پر بھی نہ تو لڑکھڑایا اور نہ مُڑا۔ اُس نے اپنی آنکھیں آئندہ جلال پر لگائی ہُوئی تھیں جب تمام نجات یافتہ اُس کے ساتھ جمع کیۓ جائیں گے۔ اُس کے ایمان نے اُسے اِس قابِل بنا دیا تھا کہ "شرمندگی" کی پروا نہ کرے اور دُکھ اور موت برداشت کر لے۔ اب وُہ "خُدا کے تخت کی دہنی طرف" بیٹھا ہُوا ہے۔

۱۲: ۳۔ اَب منظر دَوڑ سے گُناہ کے خِلاف جنگ کی طرف مُڑتا ہے۔ ہمارا بے باک و دلیر کپتان خُداوند یسُوعؔ ہے۔ گُنہگاروں کی طرف سے جِتنی "مخالفت کی برداشت" اُس نے کی کِسی نے بھی نہیں کی۔

جب کبھی ہم "بے دِل ہوکر ہمّت" ہار بیٹھیں تو ہم سوچیں کہ اُسے کِن کِن باتوں سے گزرنا پڑا۔ اگر ہم اُس کی آزمائشوں کا اپنی آزمائشوں کے ساتھ مُقابلہ کریں تو معلوم ہوگا کہ وُہ بالکل حقیر اور بے وقعت ہیں۔

۱۲:۴۔ ہم "گُناہ سے" ختم نہ ہونے والی جنگ کر رہے ہیں۔ تاہم "ایسا مُقابلہ نہیں کیا جس میں خُون بہا ہو" یعنی مَوت سہی ہو۔ لیکن اُس نے سہی۔

۱۲:۵۔ اب مسیحیوں کے دُکھ اُٹھانے کے خیال کو پیش کیا جاتا ہے۔ ایمان داروں کی زِندگی میں بدسُلوکی، آزمائشیں، بیماریاں، دُکھ درد، اور مُصیبتیں کیوں آتی ہیں؟ کیا یہ خُدا کی ناخوشی یا ناراضی کا نشان ہیں؟ کیا یہ اِتفاقاً آتی ہیں؟ اِن کے بارے میں ہمارا ردِّ عمل کیا ہونا چاہیئے؟

یہ آیات ہمیں یہ سکھاتی ہیں کہ اِن چیزوں سے خُدا اپنے لوگوں کی تربیت کرتا ہے۔ اگرچہ وُہ خُدا کی طرف سے نہیں، تاہم وُہ اُن کو ہماری بھلائی اور دُوسروں کو برکت کے لئے اِستعمال کرتا ہے۔

مسیحیوں کی زِندگی میں کوئی چیز بھی اتفاقاً واقع نہیں ہوتی۔ المناک واقعات اپنے میں برکت لئے ہوتے ہیں اور مایُوسیاں اُس کی طرف سے مُقرر ہیں۔ خُدا مُخالف حالات کو ہمیں مسیح کا ہمشکل بنانے کے لئے اِستعمال کرتا ہے۔

پس ابتدائی عبرانی ایمانداروں کو امثال ۳:۱۱-۱۲ یاد رکھنے کی نصیحت کی گئی ہے جہاں خُدا اُنہیں اپنے "بیٹے" کہتا ہے۔ وہاں وُہ اُس کی تنبیہ کی حقارت کرنے یا اُس کی ملامت کے باعث مایُوس ہونے کے بارے میں ایمان داروں کو خبردار کرتا ہے۔ اگر وُہ باغی ہو جائیں یا ہمّت ہار بیٹھیں تو وُہ اُن تمام فوائد کو جو اِس سلوک کی وجہ سے اُسے مِلنا تھے گنوا بیٹھیں گے اور اُس کا سبق سیکھنے سے قاصر رہیں گے۔

۱۲:۶۔ جب ہم "تنبیہ" کے بارے میں پڑھتے ہیں تو غالباً ہمارا خیال گوشمالی کی طرف جاتا ہے۔ لیکن یہاں اِس کا مطلب بچّے کی تربیّت کرنا یا تعلیم دینا ہے۔ اِس میں ہدایت، نظم وضبط، اِصلاح اور خبردار کرنا شامِل ہے۔ اِن سب کا مقصد مسیحی خُوبیاں پیدا کرنا اور بُرائی کو نکالنا ہے۔ اِس حوالہ میں تنبیہ غلط کام کرنے کی سزا نہیں تھی بلکہ دُکھوں کے ذریعہ تربیّت۔

امثال کی کتاب میں یہ حوالہ صفائی سے بتاتا ہے کہ خُدا کی تادیب اُس کی محبّت کا ثبُوت ہے۔ اور اُس کا کوئی بھی بیٹا اِس سے بچ نہیں سکتا۔

۱۲:۷۔ "خُدا کی تنبیہ" کے تابع فرمان رہنے کے ذریعہ ہم اُس کی تادیب کو موقع دیتے ہیں کہ ہمیں مسیح کی صُورت پر ڈھالے۔ اگر ہم اُس کی تربیّت سے بچنے کی کوشش کریں تو ممکن ہے کہ اُسے زیادہ سخت اور زیادہ تکلیف دِہ اور زیادہ لمبی تربیّت سے ہمیں مطلوبہ سبق سِکھانا ہو۔ خُدا کے مکتب میں درجہ بندی

ہے اور ترقی صرف اُس وقت ہی مِلتی ہے جبکہ ہم اپنے اسباق سیکھ لیتے ہیں۔

پس جب دُکھ تکلیف آئے تو ہمیں معلُوم ہونا چاہیئے کہ خُدا ہم سے "بیٹوں" کا سا سلوک کر رہا ہے۔ باپ اپنے "بیٹے" کو تربیّت دیتا ہے کیونکہ وُہ اُسے پیار کرتا ہے اور اُس کی بہتری چاہتا ہے۔ خُدا بھی ہمیں پیار کرتا ہے، وُہ چاہتا ہے کہ ہم بڑھیں اور پھلیں پھُولیں۔

۸:۱۲- رُوحانی عالم میں جو لوگ خُدا کی تادیب کا تجربہ نہیں رکھتے وُہ "حرامزادے" ہیں نہ کہ حقیقی "بیٹے"۔ ایک باغبان اُونٹ کٹاروں کو نہیں کاٹتا چھانٹتا بلکہ انگوروں کی بیل کو۔ پس جیسا کہ فِطری باتوں میں ہوتا ہے ویسا ہی رُوحانی باتوں میں بھی ہوتا ہے۔

۹:۱۲- ہم میں سے اکثر لوگوں کو اپنے "جسمانی باپوں" کی تادیب کا تجربہ ہے۔ ہم اِس کا کبھی یہ مطلب نہیں لیتے کہ وُہ ہم سے نفرت کرتے ہیں۔ ہم محسُوس کرتے ہیں کہ وُہ ہماری بھلائی میں دِلچسپی رکھتے تھے اور "ہم اُن کی تعظیم کرتے رہے"۔

تو پھر ہمیں تربیّت کے لئے "رُوحوں کے باپ کی اِس سے زیادہ" عِزّت کرنی چاہیئے تاکہ "ہم زِندہ رہیں"۔ خُدا اُن سب کا جو رُوح ہیں یا رُوح رکھتے ہیں "باپ" ہے۔ آدمی رُوح ہے جو اِنسانی جِسم میں رہتا ہے۔ خُدا کے تابع فرمان ہونے کے باعث، ہم زِندگی سے اِس کے حقیقی معنوں میں لُطف اندوز ہوتے ہیں۔

۱۰:۱۲- ہمارے زمینی باپوں کی تنبیہ و تربیّت کامِل نہیں ہے۔ یہ چند روزہ ہوتی ہے یعنی بچپن سے لے کر جوانی تک۔ اگر وُہ اِس سے کامیاب نہیں ہوتے تو وُہ اور کُچھ نہیں کر سکتے۔ اور وُہ یہ "اپنی سمجھ کے موافق" کرتے ہیں۔ لیکن بعض اوقات اُن سے اپنی اولاد کی تربیّت کرنے میں غلطی بھی ہو جاتی ہے۔

لیکن خُدا کی تنبیہ و تربیّت ہمیشہ کامِل ہوتی ہے۔ اُس کی محبّت بے حد اور اُس کی حِکمت بے خطا ہے۔ اُس کی تنبیہ مَن کی مَوج کے باعث نہیں ہوتی بلکہ ہمیشہ ہمارے فائدہ کے لئے ہوتی ہے۔ اُس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہم "اُس کی پاکیزگی میں شامل ہو جائیں"۔ اور خُدا پرستی کبھی بھی خدا کے مکتب کے عِلاوہ کہیں اور سے حاصِل نہیں کی جا سکتی۔ جووَیٹ لکھتا ہے:

> خُدا کی تنبیہ کا مقصد سزا دینا نہیں ہے بلکہ تخلیقی ہے۔ وہ اِس لئے تنبیہ کرتا ہے تاکہ ہم "اُس کی پاکیزگی میں شامل ہو جائیں"۔ ... جو آگ روشن ہے وُہ دہکتا ہُوا الاؤ نہیں ہے جو قیمتی اشیاء کو بھسم کر دیتا ہے بلکہ یہ پاک صاف کرنے والی آگ ہے، اور پاک کرنے والا پاس بیٹھا ہُوا ہے اور وُہ سختی اور صبر اور نرمی سے، بے پروائی سے پاکیزگی اور کمزوری سے پائیداری پیدا کر رہا ہے۔ یہاں تک کہ جب وُہ فضل کے تاریک ذرائع استعمال

کرتا ہے اُس وقت بھی وُہ تخلیق کرتا رہتا ہے۔ وُہ رُوح کے پھل اور پھُول پَیدا کر رہا ہے۔ اُس کی محبّت ہمیشہ پیاری باتوں کی تلاش میں رہتی ہے۔

۱۲: ۱۱۔ اِس وقت تو تمام شاگرد تکلیف میں نظر آتے ہیں۔ "مگر جو اُس کو سہتے سہتے پُختہ ہو گئے ہیں اُن کو بعد میں چَین کے ساتھ راست بازی کا پھل بخشتی ہے"۔ سی۔ ایچ۔ سپرجن کی گواہی پر غور کریں:

> مجھے ڈر ہے کہ جو فضل مَیں نے اپنے آرام دِہ اور آسان اور خوشی کے وقت میں حاصل کِیا، ممکن ہے بالکل معمُولی ہو۔ لیکن جو اچھّائی مجھے اپنے دُکھ اور درد اور رنج و غم سے مِلی ہے اُس کی قدر و قیمت کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ وُہ کون سی شے ہے جو مَیں نے ہتھوڑے، اَہرن اور آگ اور ریتی سے حاصِل نہیں کی؟ میرے گھر میں دُکھ سب سے اچھّا فرنیچر ہے۔

۱۲: ۱۲۔ ایمان داروں کو زِندگی کے مخالف حالات میں خاموش ہو کر نہیں بیٹھ جانا چاہئے کیونکہ ممکن ہے کہ اُن کے ایمان کی کمی دُوسروں پر اچھّا اثر نہ ڈالے۔ "ڈِھیلے ہاتھوں" کو زِندہ مسیح کی خدمت کے لئے مضبوط بنانا چاہئے۔ "سُست گھُٹنوں" کو دُعا میں جد و جہد کرنے کے لئے طاقتور ہونا چاہئے۔

۱۲: ۱۳۔ لنگڑے "پاؤں" کی مسیحی شاگردی کے "سِیدھے راستے" پر راہنمائی کرنی چاہئے۔ ولیمز لِکھتا ہے:

> وُہ تمام جو خُداوند کی پُوری طرح پیروی کرتے ہیں کمزور بھائیوں کے لئے ایمان کا راستہ صاف کرتے ہیں۔ لیکن جو پُوری طرح پیروی نہیں کرتے دُوسروں کے لئے راستہ مُشکل بنا دیتے ہیں اور رُوحانی لنگڑے پَیدا کرنے کا سبب بنتے ہیں۔

جی۔ ایچ۔ لینگ بڑی اچھّی منظر کشی کرتا ہے:

> ایک تھکا ماندہ مُسافر جو سڑک پر چلنے اور طُوفان کے مُکّے کھانے سے تھک گیا ہے مایُوس کھڑا ہے۔ اُس کے کندھے جُھکے ہُوئے، ہاتھ لٹکے ہُوئے اور خم زدہ اور کانپتے ہُوئے گھُٹنوں کے ساتھ سفر ترک کرنے اور زمین پر گرنے کو تیار ہے۔ عبرانیوں کے مُصنّف کے مُطابق خُدا کے مُسافر کا ایسا ہی حال بن سکتا ہے۔
>
> لیکن اُس کے پاس ایک ایسا شخص آتا ہے جو بڑا پُراعتماد ہے اور اُسے مُسکراتے ہُوئے اور مضبُوط آواز میں کہتا ہے "اُٹھو، سیدھے کھڑے ہو جاؤ اور ہمّت باندھو۔ تم اِتنی دُور آ چُکے ہو اور اب تک جو محنت مشقّت کر چُکے ہو اُسے ضائع مت

> ہونے دو۔ سفر کے اختتام پر ایک نہایت اعلیٰ گھر ہے۔ اُس طرف دیکھو۔ سیدھی سڑک وہاں تک جاتی ہے۔ سیدھے چلتے جاؤ۔ اپنے لنگڑے پن کے لئے اُس عظیم حکیم سے شِفا حاصِل کرو ... تمہارا پیش رَو اِسی ٹوٹی پھوٹی سڑک سے خُدا کے محل کو گیا۔ تم سے پہلے بھی کُچھ لوگ کامیاب ہُوئے اور کُچھ لوگ ابھی راستے میں ہیں۔ تُم تنہا نہیں ہو۔ سفر جاری رکھو اور تُم بھی منزِل پر پہنچ جاؤ گے اور انعام جیت لوگے"۔
>
> مُبارک ہے وُہ شخص جو یہ جانتا ہے کہ کلام کے ذریعہ تھکے ماندے کو کیسے تسلّی دی جاتی ہے (یسعیاہ ۵۰ : ۴)۔ مُبارک ہے وُہ آدمی جو نصیحت کو قبول کرتا ہے (عبرانیوں ۱۳ : ۲۲)۔ اور مُبارک ہے وُہ شخص جِس کا ایمان سادہ اور مضبُوط ہے اور جب خُداوند کی تادیب سخت ہوتی ہے تو وُہ ٹھوکر نہیں کھاتا۔

۱۲:۱۴ - مسیحیوں کو ہر وقت "سب کے ساتھ" پُرامن تعلقات رکھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ لیکن اِس نصیحت کی خاص ضرورت ایذا رسانی کے وقت ہوتی ہے جبکہ کُچھ لوگ ایمان سے مُنحرف ہو رہے ہوں اور اعصاب مُنتشر ہوں۔ ایسے موقعوں پر خطرہ ہے کہ اپنی پریشانی کی وجہ سے اپنے عزیزو اقارب کے لئے مُصیبت کا باعث بن جائیں۔ ہمیں پاکیزگی کا بھی طالب رہنا چاہیئے "جِس کے بغیر کوئی خُداوند کو نہ دیکھے گا"۔ یہاں کِس قِسم کی "پاکیزگی" کی طرف اشارہ ہے؟ اِس کا جواب یہ ہے کہ ہمیں خُود کو یاد دِلاتے رہنا چاہیئے کہ نئے عہد نامہ میں ایمان داروں میں پاکیزگی کو تین طریقوں سے اِستعمال کیا گیا ہے۔

سب سے پہلے جب کِسی کو نجات مِلتی ہے تو وُہ اپنے مقام یا اپنی حیثیت کے لحاظ سے خُدا کی نظر میں پاک ہو جاتا ہے۔ وُہ خُدا کے لئے دُنیا سے الگ ہو جاتا ہے (۱-کرنتھیوں ۱: ۲؛ ۶: ۱۱)۔ مسیح کے ساتھ پیوستگی کے باعث وُہ ہمیشہ کے لئے پاک کِیا گیا ہے۔ جب مارٹن لُوتھر نے فرمایا کہ "میری پاکیزگی آسمان میں ہے" تو اُس کا یہی مطلب تھا۔ جہاں تک خُدا کی نظر میں ہمارے مقام کا تعلق ہے مسیح ہماری پاکیزگی ہے۔

پھر عملی پاکیزگی ہے (۱-تھسلنیکیوں ۴: ۳؛ ۵: ۲۳)۔ یہ وُہ ہے جو ہمیں ہر روز ہونا چاہیئے۔ ہمیں ہر قِسم کی بَدی سے الگ رہنا چاہیئے۔ یہ پاکیزگی ترقی پذیر ہے، یعنی ہم خُداوند یسُوع کے ہمشکل بنتے جائیں۔

آخر میں کامِل پاکیزگی ہے۔ یہ اُس وقت وقُوع میں آئے گی جبکہ ایمان دار آسمان پر جائیں گے۔

اُس وقت وہ ہمیشہ کے لئے گُناہ سے آزاد ہوں گے ۔ اُن کی پُرانی فِطرت جاتی رہے گی اور اُن کی حالت مکمّل طور پر اُن کے مقام کے مُطابق ہوگی ۔

اب ہمیں کِس پاکیزگی کے "طالب" رہنا ہے؟ ظاہر ہے کہ وُہ عملی پاکیزگی ہی ہے ۔ ہم اپنے مقام کے لحاظ سے پاکیزگی کی تلاش میں نہیں رہتے ۔ یہ مسیح میں اُس وقت ہماری بن گئی ہے جب ہم نئے سرے سے پیدا ہُوئے ۔ اور ہم کامل پاکیزگی کے پیچھے بھی نہیں بھاگتے ۔ وہ اُس وقت ہماری بن جائے گی جب ہم اُس کا چہرہ دیکھیں گے ۔ لیکن عملی یا بتدریج پاکیزگی ایک ایسی شے ہے جس کا تعلق ہماری فرمانبرداری اور تعاوُن سے ہے ۔ ہمیں اِس پاکیزگی کی فکر میں رہنا ہے ۔ یہ حقیقت کہ ہمیں اِس کو حاصِل کرنا ہے اِس بات کا ثبوت ہے کہ ہم اِسے اِس زِندگی میں پُوری طرح حاصِل نہیں کر سکتے ۔ (پاکیزگی کے مختلِف پہلوؤں کے بارے میں زیادہ تفصیل کے لئے دیکھئے ۲:۱۱ کی تشریح)۔

لیکن ابھی ایک مُشکل باقی ہے ۔ کیا یہ سچ ہے کہ ہم خُداوند کو عملی پاکیزگی کے بغیر نہیں دیکھ سکتے؟ ہاں ایک لحاظ سے تو یہ دُرست ہے لیکن اِس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ پاکیزہ زِندگی بسر کرنے سے ہمیں خُداوند کو دیکھنے کا شرف حاصِل ہوتا ہے ۔ صِرف یسوع مسیح ہی کے باعث ہمیں آسمان پر جانے کا شرف حاصِل ہوتا ہے ۔ اِس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اپنی نئی زِندگی کو ثابت کرنے کے لئے عملی پاکیزگی ضرُوری ہے ۔ اگر کوئی شخص پاکیزگی میں ترقی نہ کرے تو وُہ نجات یافتہ نہیں ہے ۔ جب پاک رُوح ایک آدمی میں سکونت کرتا ہے تو وُہ اپنی موجُودگی کو پاک زِندگی بسر کرنے میں ظاہر کرتا ہے ۔ یہ عِلّت اور معلُول کا مسئلہ ہے ۔ اگر مسیح کو قبول کیا گیا ہے تو پھر زِندہ پانی کی ندیاں ضرُور ہی بہنے لگیں گی ۔

۱۵:۱۲ ۔ ایسا لگتا ہے کہ اگلی دو۲ آیات چار۴ خاص گُناہوں سے بچنے کے لئے کہتی ہیں ۔ لیکن متن سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اِرتداد کے گُناہ کے خِلاف ایک اَور انتباہ ہے اور کہ یہ چاروں گُناہ اُس سے تعلق رکھتے ہیں ۔

سب سے پہلے اِرتداد "خُدا کے فضل" کو حاصِل کرنے سے قاصِر رہنا ہے ۔ ایک شخص مسیحیوں جیسا نظر آتا ہے اور اُنہی کی طرح گفتگو کرتا اور اپنے آپ کو مسیحی کہتا ہے لیکن وُہ کبھی بھی نئے سرے سے پیدا نہیں ہوُا ۔ وُہ نجات دہندہ کے نزدیک تو آیا لیکن اُس نے اُسے کبھی قبول نہ کیا ۔ اِتنا نزدیک ہوتے ہوئے بھی اِتنا دُور رہا ۔

ارتداد "کڑوی جڑ" ہے ۔ آدمی خُداوند کا مخالِف بن جاتا اور مسیحی ایمان کو ترک کر دیتا ہے ۔ اُس کا اِنحراف مُتعدّی ہے ۔ اُس کی شکایات، شکوک اور اِنکار سے دُوسرے ناپاک ہو جاتے ہیں ۔

۱۶:۱۲ ۔ اِرتداد کا حرامکاری سے بڑا قریبی تعلق ہے ۔ نام نہاد مسیحی سنگین اخلاقی گُناہ میں گِر سکتا ہے ۔

اور پھر اپنے گُناہ کا اِقرار کرنے کی بجائے وُہ خُداوند پر اِلزام لگا کر دُور ہو جاتا ہے۔ ۲-پطرس ۲: ۱۰، ۱۴، ۱۸ اور یہُوداہ ۸، ۱۶، ۱۸ میں ارتداد اور جنسی گُناہ میں تعلق کو بیان کیا گیا ہے۔

پھر اِرتداد، بے دینی ہے جس کی تصویر "عیسو" نے پیش کی ہے۔ اُس کے نزدیک پیدائشی حق کی کوئی قدر و قیمت نہیں تھی۔ اُس نے اپنی بھوک کو عارضی طور پر تسکین دینے کی خاطر پہلوٹھا ہونے کا حق بڑی خوشی سے داؤ پر لگا دیا۔

۱۲:۱۷- بعد میں عیسو کو بڑے بیٹے کا دوگُنا حِصّہ کھو دینے کا بہُت افسوس ہُوا لیکن اَب وقت گزر چُکا تھا۔ اُس کا باپ برکت کو بدل نہیں سکتا تھا۔

یہی حال ایک مُرتد کا ہے۔ اُس کے نزدیک رُوحانیت کی کوئی قدر نہیں ہوتی۔ وُہ بے عِزّتی، دُکھ یا شہادت سے بچنے کے لئے مسیح کا اِنکار کر دیتا ہے۔ اُسے توبہ کے لئے نیا نہیں بنایا جا سکتا۔ مُمکن ہے وہاں افسوس تو ہو لیکن حقیقی توبہ نہیں ہوتی۔

۱۲:۱۸- وُہ لوگ جو شریعت کی طرف واپس جانا چاہتے ہیں اُنہیں اُن خوفناک حالات کو یاد رکھنا چاہئے جو شریعت دیتے وقت پیش آئے تھے اور اُن سے رُوحانی سبق سیکھنا چاہئے۔ منظر کوہِ سینا تھا جسے چھُونا ممکن تھا اور جو "آگ" سے جلتا تھا۔ وُہ کالی گھٹا میں چھپا ہُوا تھا جس کی وجہ سے ہر شے غیر واضح، مبہم اور دُھندلی نظر آتی تھی۔ ایک زبردست طُوفان اُس کے چوگرد تھا۔

۱۲:۱۹- اِن فطری حالات کے علاوہ، ایک خوفناک فوق الفطرت ماحول بھی تھا۔ "نرسنگے" کا بے حد شور تھا اور ایک آواز بڑے زور سے گرجی کہ لوگوں نے اُسے بند کرنے کی درخواست کی۔

۱۲:۲۰- وُہ اِس اِلٰہی فرمان کے باعث سخت گھبرا گئے "کہ اگر کوئی جانور بھی اُس پہاڑ کو چھُوئے تو سنگسار کیا جائے"۔ وُہ جانتے کہ اگر اِس کا مطلب ایک گُونگے اور نا سمجھ جانور کے لئے موت ہے تو یقیناً اِس کا مطلب اُن کے لئے جو اِنتباہ کو سمجھتے ہیں کتنی زیادہ موت ہو گا۔

۱۲:۲۱- کُل منظر ایسا "ڈراؤنا" تھا کہ "مُوسیٰ" "خُود" "کانپتا" تھا۔ یہ سب بڑی فصاحت سے فطرت اور شریعت کی خِدمت کے بارے میں بیان کرتا ہے۔ یہ خُدا کے راست تقاضوں کا اِنکشاف اور گُناہ کے خِلاف اُس کا غضب ہے۔ شریعت کا مقصد نجات کا عِلم مہیّا کرنا نہیں بلکہ گناہ کا عِلم پیدا کرنا تھا۔ یہ گُناہ کے باعث خُدا اور انسان کے درمیان فاصلے کو بیان کرتی ہے۔ یہ مُجرم ٹھہراتے، تاریکی اور اندھیرے کی خِدمت ہے۔

۱۲:۲۲- ایمان دار کوہِ سینا کی دہشت کے پاس نہیں آئے جس کے نزدیک جانا منع تھا بلکہ

فضل کے خیر مقدم کے پاس۔

"ہم اُصولی طور پر پہلے ہی وہاں آگئے ہیں جہاں درحقیقت ہم ہمیشہ کے لئے ہوں گے۔ ہمارا مُستقبل پہلے ہی حال بن چُکا ہے۔ ہمارے آج میں ہمارا کل ہے۔ ہم زمین پر آسمان رکھتے ہیں"۔

ہم زمین پر چھُونے والے پہاڑ کے پاس نہیں آتے۔ ہمارا حق یہ ہے کہ ہم آسمانی مَقدِس میں داخل ہوں۔ ہم اِقرار، حمد و تعریف اور دُعا میں خُدا کے پاس جاتے ہیں۔ ہم سال کے ایک دِن تک محدُود نہیں ہیں بلکہ ہم یہ جانتے ہُوئے کِسی وقت بھی پاک ترین مقام میں داخِل ہو سکتے ہیں کہ ہمیں ہمیشہ خوش آمدید کہا جائے گا۔ خُدا اب یہ نہیں کہتا کہ "دُور کھڑے رہو" بلکہ یہ کہتا ہے کہ "اعتماد کے ساتھ نزدیک آؤ"۔

شریعت کا کوہِ سینا ہے لیکن ایمان کا "صیّون کا پہاڑ" ہے۔ یہ آسمانی پہاڑ، فضل کی برکات کا نشان ہے یعنی یسوع مسیح کے نجات بخش کام کے وسیلہ سے سب کُچھ ہمارا ہے۔

شریعت کا زمینی یروشلیم ہے لیکن ایمان کا "آسمانی" دارالحکُومت اُوپر ہے۔ "زِندہ خُدا کا شہر" آسمان میں ہے، ایک ایسا شہر جِس کی بنیادیں ہیں اور جِس کا معمار خُدا ہے۔

جب ہم خُدا کی حضُوری میں داخِل ہوتے ہیں تو ہمیں ایک زبردست بِھیڑ گھیر لیتی ہے۔ سب سے پہلے لاکھوں "فرِشتے" ہوتے ہیں جو اگرچہ گناہ سے آلُودہ نہیں ہیں، تاہم وُہ ہم میں شامِل نہیں ہو سکتے کیونکہ وُہ اِس خُوشی سے آگاہ نہیں ہوتے جو ہماری نجات لاتی ہے۔

۱۲:۲۳۔ پھر ہم "اُن پہلوٹھوں کی عام جماعت" کے ساتھ ہوتے ہیں "جِن کے نام آسمان پر لِکھے ہیں"۔ یہ "کلیسیا" کے ممبر ہیں جو مسیح کا بدن اور دُلہن ہے۔ وُہ پنتکُست کے وقت سے مَر چُکے ہیں اور اَب خُداوند کی حضُوری سے لُطف اندوز ہو رہے ہیں۔ وُہ اُس دِن کے اِنتظار میں ہیں جبکہ اُن کے بدن قبر سے جلالی صُورت میں جی اُٹھیں گے اور پھر اپنی رُوحوں کے ساتھ مِل جائیں گے۔

ایمان ہی سے ہم "سب کے مُنصف خُدا" کو دیکھتے ہیں۔ اب "تاریکی اور اندھیرا اُسے چھپائے ہُوئے نہیں ہے۔ ایمان کی آنکھ کے نزدِیک اُس کا جلال بے حَد ہے۔

عہدِ عتیق کے مُقدّسین یعنی "کامِل کئے ہُوئے راست بازوں کی رُوحیں" وہاں ہیں۔ وُہ ایمان سے راست باز ٹھہرے۔ وُہ بے عَیب پاکیزگی میں کھڑے ہیں کیونکہ مسیح کی راست بازی اُن کو منسُوب کی گئی ہے۔ وُہ بھی اِس اِنتظار میں ہیں کہ قبر اپنے قیدیوں سے دستبردار ہو جائے اور اُنہیں بھی جلالی بدن ملے۔

۱۲:۲۴۔ "یسُوعؔ" وہاں ہے جو "نئے عہد کا درمیانی" ہے۔ پُرانے عہد کے درمیانی مُوسیٰ میں

اور "نئے کے درمیانی یسوع" میں فرق ہے۔ موسیٰ محض اِس لئے درمیانی تھا کہ اُس کو خُدا کی طرف سے شریعت مِلی اور اُس نے اُسے آگے بنی اِسرائیل کو پہنچا دیا۔ وہ درمیانی یا لوگوں کا نمائندہ تھا جس نے قُربانیوں کے ذریعہ عہد کی توثیق کی۔

مسیح کہیں زیادہ گہرے معنوں میں "نئے عہد کا درمیانی" ہے۔ اِس سے پیشتر کہ خُدا راستی سے عہد باندھ سکتا، خداوند یسوع کو مرنا پڑا۔ اُسے اپنے ہی خُون سے عہد پر مُہر کرنی پڑی اور اُس نے اپنے آپ کو بہتیروں کے فِدیہ کے لئے دے دیا (۱۔تیمتھیس ۲: ۶)۔

اُس نے اپنی مَوت کے ذریعہ نئے عہد کی برکات کو اپنے لوگوں تک پہنچا دیا۔ وہ اپنی دائمی زِندگی سے اِن برکات کی ضمانت دیتا ہے۔ اور اب وہ خُدا کے دہنے ہاتھ بیٹھ کر اپنی موجُودہ خدمت کے باعث اپنے لوگوں کو ایک مخالف دُنیا میں اِن برکات سے لُطف اندوز ہونے دیتا ہے۔ یہ سب اُس کے درمیانی ہونے کی خِدمت میں شامل ہے۔

اب خُداوند یسوع نجات دِہندہ کے طور پر خُدا کے دہنے ہاتھ سرفراز ہے۔

پھر چھڑکاؤ کا وہ خُون ہے "جو ہابل کے خُون کی نسبت بہتر باتیں کہتا ہے"۔ جب یسوع آسمان پر گیا تو اُس نے خُدا کو اُس "خُون" کو جو اُس نے کلوری پر بہایا پیش کیا۔ ایسا کوئی اشارہ نہیں مِلتا کہ وہ خُون کو حقیقتاً آسمان میں لے گیا بلکہ اپنی قربانی کے رُوحانی فوائد۔

اُس کے قیمتی "خُون" کا مُقابلہ "ہابل" کے خُون سے کیا گیا ہے۔ خواہ ہم اِس خُون کو ہابل کی قربانی کا خُون سمجھیں یا اُس کا اپنا جو قائن نے بہایا تھا، تو بھی یہ درُست ہے کہ مسیح کا خُون زیادہ پُرفضل طریقے سے بات کرتا ہے۔ ہابل کی قُربانی کا خُون کہتا تھا "عارضی طور پر ڈھانپ دیا"۔ مسیح کا خُون کہتا ہے "ہمیشہ کے لئے مُعاف کر دیا"۔ ہابل کا اپنا خُون پُکارتا تھا "انتقام۔ انتقام"۔ مسیح کا خُون کہتا ہے "مُعافی، رحم اور سلامتی"۔

۱۲ : ۲۵ - باب ۱۲ کی اِختتامی آیات میں خُدا کے کوہِ سینا پر مُکاشفہ کا مُقابلہ مسیح میں اور اُس کے وسیلہ سے مکاشفہ کے ساتھ کیا گیا ہے۔ مسیحی ایمان کے لاثانی حقُوق اور جلال کو حقیر نہیں جاننا چاہئے۔ خُدا کلام کر رہا، دعوت دے رہا اور اظہارِ محبّت کر رہا ہے۔ اِس کا "اِنکار" کر کے بچ نہیں سکتے۔

وہ لوگ جو خُدا کی آواز کی جس طرح کہ شریعت میں سُنائی دیتی تھی فرمانبرداری نہیں کرتے تھے تو اُن کو اُس کے مُطابق سزا دی جاتی تھی۔ جب حق بڑا ہوتا ہے تو ذِمّہ داری بھی بڑی

ہوتی ہے۔ خُدا نے مسیح میں اپنا بہترین اور آخری مُکاشفہ دیا ہے۔ اب وُہ لوگ جو اُس کی آواز کو جو خوشخبری میں "آسمان" سے سُنائی دیتی ہے رَدّ کرتے ہیں، اُن کی نسبت زیادہ ذِمّہ دار ہیں جو شریعت کو توڑتے تھے۔ اُن کا "بچ" نکلنا ناممکن ہے۔

۲۶:۱۲۔ کوہِ سینا پر خُدا کی آواز زلزلہ کا سبب بنی۔ لیکن جب وُہ مستقبل میں کلام کرے گا تو اُس کی آواز سے آسمان میں زلزلہ آجائے گا۔ بُنیادی طور پر اِس کی پیشین گوئی حجّی نبی نے کی تھی "مَیں تھوڑی دیر میں پھر ایک بار آسمان و زمین اور بحر و بَر کو ہلا دُوں گا" (حجّی ۲: ۶)۔

یہ ہلا دینا مسیح کے بادلوں پر آنے اور اُس کی بادشاہی کے اِختتام کے درمیانی عرصے میں وقوع میں آئے گا۔ مسیح کے حکُومت کرنے کے لئے آنے سے پیشتر زمین پر اور آسمان پر فطرت میں سخت اِرتعاش پیدا ہوگا۔ اَجرامِ فلکی اپنے مدار سے ہٹا دئے جائیں گے جس کے سبب سے سمندر میں بھڑکتی اور گرجتی لہریں اُٹھنے لگیں گی۔ پھر مسیح کی ہزار سالہ حکُومت کے آخر میں زمین اور ستاروں بھرا آسمان سخت تپش سے برباد کر دِئے جائیں گے (۲۔پطرس ۳: ۱۰-۱۲)۔

۱۲ : ۲۷۔ جب خُدا نے کہا "ایک بار پھر" تو وُہ جانتا تھا کہ یہ آسمان اور زمین ہمیشہ کے لئے "ٹل" جائیں گے۔ یہ واقعہ اِس وہم کو ختم کردے گا کہ جن چیزوں کو دیکھ سکتے، چھُو سکتے اور کام میں لا سکتے ہیں وُہ حقیقی ہیں جبکہ اندیکھی چیزیں غیر حقیقی ہیں۔ جب خُدا چھاننے اور جھٹکنے اور ہلانے کے کام کو ختم کرے گا تو صِرف وُہی جو حقیقی ہے "قائم" رہے گا۔

۲۸:۱۲۔ وہ لوگ جو یہُودیت کی ظاہری اور دیدنی رسُومات میں مگن تھے وُہ ایسی چیزوں سے چمٹے ہُوئے تھے جو ہلا دی جائیں گی۔ حقیقی ایمان داروں کے پاس ایسی "بادشاہی" ہے جو "ہلنے کی نہیں"۔ یہ ہمیں اَور بھی سرگرمی سے عبادت و پرستش کے لئے اُبھارتا ہے۔ ہمیں اُس کی حمد و تعریف بلاناغہ "خُدا ترسی اور خوف کے ساتھ" کرتے رہنا چاہئے۔

۲۹:۱۲۔ وُہ لوگ جو خدا کی نہیں سُنتے اُن کے لئے وُہ "بھسم کرنے والی آگ ہے"۔ لیکن جو اُس کے ہیں اُن کے دِلوں میں بھی اُس کی عظیم پاکیزگی اور راست بازی سے اُس کی گہری عزّت اور احترام پیدا ہونا چاہئے۔

د۔ مُختلف مسیحی فضائل کے بارے میں نصیحت (۱:۱۳-۱۷)

۱:۱۳۔ عبرانیوں کے خط کے عملی حصّہ میں اب فضائل کے بارے میں چھ نصیحتیں آتی ہیں۔ سب

سے پہلی خوبی اپنے بھائیوں سے "محبّت" ہے - ہم تمام حقیقی مسیحیوں کے ساتھ ایسے تعلقات رکھیں گویا کہ ایک خاندان ہیں اور اِس قریبی تعلق کا اظہار پُرمحبّت الفاظ اور کاموں سے کریں (۱-یُوحنّا ۳: ۱۸)-

۱۳ : ۲ - یہاں اِس بات پر زور دیا گیا ہے کہ ہم غیروں کی بھی مہمان داری کریں - مُمکن ہے اِس کا اِشارہ بُنیادی طور پر اُن ایمان داروں کی طرف ہو جو اِیذا رسانی کے باعث بھاگ رہے تھے اور اُنہیں خوراک اور رہائش تلاش کرنے میں سخت مُشکلات کا سامنا تھا کیونکہ اگر کوئی اُن کی مہمان داری کرتا تو خطرہ مول لیتا - اِن آیات کو کسی بھی ضرُورت مند ایمان دار کی خاطر تواضع کرنے کے لئے عام حوصلہ افزائی سمجھنا چاہئے -

پھر اِس بات کا بھی سنسنی خیز امکان ہے کہ ایسا کرتے ہُوئے ہو سکتا ہے کہ ہم "بے خبری" میں "فرشتوں" کی مہمان داری کریں - اِس کا اشارہ درحقیقت ابرہام کے تجربہ کی طرف ہے جس نے تین آدمیوں کی جو درحقیقت فرشتے تھے خاطر تواضع کی تھی[1] (پیدائش ۱۸: ۱-۱۵) - اگر حقیقی فرشتہ نہ بھی ہو تو بھی ایسے لوگ ہو سکتے ہیں جن کی موجودگی برکت کا باعث ہو اور جن کا خُدا پرستانہ اثر ہمارے خاندان کے لئے ابدی فوائد کا حامِل ہو -

۱۳ : ۳ - تیسری نصیحت ایمان دار قیدیوں کی خبرگیری کرنے کے بارے میں ہے - اِس کا یقیناً اشارہ اُن کی طرف ہے جو مسیح کی گواہی دینے کے باعث قید تھے - اُن کو خوراک، گرم کپڑوں، لِکھنے پڑھنے کے سامان اور حوصلہ افزائی کی ضرُورت تھی - دُوسرے ایمان داروں کے لئے آزمائش تھی کہ وُہ اُن "قیدیوں" کے ساتھ میل جول نہ رکھنے سے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش میں خطرے سے محفوظ رہیں - اُنہیں "یاد" رکھنا چاہئے کہ "قیدیوں" سے مُلاقات کرنا مسیح سے مُلاقات کرنا ہے -

اُن لوگوں سے محبّت کا سلوک کرنا چاہئے جن کے ساتھ "بدسلوکی" کی جاتی ہے - اِس کا اِشارہ پھر مظلُوم مسیحیوں کی طرف ہے - اِس محبّت کی وجہ سے جو خطرہ پیدا ہو سکتا ہے، قارئین کو اِسے مول لینے کو تیار ہونا چاہئے - ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ "ہم بھی جِسم رکھتے ہیں" اِس لئے ہم پر بھی ایسی مُصیبت آ سکتی ہے -

۱۳ : ۴ - "بیاہ" تمام لوگوں میں عزّت کی بات سمجھی جائے - ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ اِس جہان میں گُناہ داخِل ہونے سے پیشتر خُدا نے شادی کو مقرر کیا تھا اور کہ یہ بنی آدم کے لئے خُدا کی پاک مرضی ہے -

---

[1] خیال ہے کہ اِن تینوں میں سے ایک اپنے تجسّم سے پہلے خُداوند کا فرشتہ یعنی المسیح تھا -

شادی شُدہ لوگوں کو اُس عہد و پیمان پر قائم رہنا چاہئے جو اُنہوں نے نِکاح کے وقت کیا تھا تاکہ "بستر بے داغ رہے"۔ حرامکاری ایسا گُناہ ہے جس کی "خُدا ضرور عدالت" کرے گا۔ کسی بھی قسم کی حرامکاری بچ نہیں سکتی۔ وُہ اِس کی عدالت جسمانی بیماریوں، خاندانوں میں جُدائی، ذہنی اور اعصابی تکلیفوں اور شخصیت میں بگاڑ کے ذریعہ کرتا ہے۔ اگر اس کی مُعافی مسیح کے خُون سے نہ ہو تو اِس کی سزا ابدی ہلاکت ہوگی۔

۱۳: ۵۔ چھٹی خُوبی جو ہم میں ہونی چاہئے وُہ قناعت ہے۔ یاد رہے کہ یہُودیت کے پیروکار ہمیشہ یہ کہتے تھے کہ "ہمارے پاس خیمۂ اجتماع ہے۔ ہمارے پاس کہانت ہے۔ ہمارے پاس قُربانیاں ہیں۔ ہمارے پاس خوبصُورت رسُومات ہیں۔ تُمہارے پاس کیا ہے؟" یہاں مُصنّف مسیحیوں سے کہتا ہے: "زر کی دوستی سے خالی رہو اور جو تُمہارے پاس ہے اُسی پر قناعت کرو"۔ مَیں یہ کہتا ہُوں کہ جو کُچھ مسیحیوں کے پاس ہے وُہ یہُودیت کی بہترین شَے سے بھی کہیں قیمتی ہے۔ وُہ کیوں نہ "قناعت" کریں؟ اُن کے پاس مسیح ہے اور یہ کافی ہے۔

ایمان دار کے لئے زر کی دوستی ایک بڑی رُکاوٹ بن سکتی ہے۔ جس طرح ایک چھوٹا سِکّہ آنکھ کے آگے رکھنے سے وُہ سُورج اور آنکھ کے درمیان آجاتا ہے، اُسی طرح "زر کی دوستی" خُدا کے ساتھ رفاقت توڑ دیتی ہے اور رُوحانی ترقی میں رُکاوٹ بن جاتی ہے۔

سب سے بڑی دولت مسیح کو حاصِل کرنے سے مِلتی ہے جس نے وعدہ کیا ہے کہ "مَیں تجھ سے ہرگز دستبردار نہ ہُوں گا اور کبھی تجھے نہ چھوڑوں گا"۔ یُونانی میں کِسی بات کا سختی سے اِنکار کرنے کے لئے دو مرتبہ حرفِ نفی اِستعمال کیا جاتا ہے۔ اِس آیت کے الفاظ بڑے زور دار ہیں۔ اِس میں پانچ حرُوفِ نفی آئے ہیں جو یہ ظاہر کرتے ہیں کہ مسیح کے لئے اپنوں کو چھوڑنا ناممکن ہے۔

۱۳: ۶۔ زبُور ۱۱۸: ۶ کے الفاظ اُس شخص کا، جس کے پاس مسیح ہے پُراعتماد اِقرار ہے: "خُداوند میرا مددگار ہے۔ میں خوف نہ کروں گا۔ انسان میرا کیا کرے گا؟" حقیقت یہ ہے کہ ہمیں مسیح میں مکمّل تحفّظ اور مکمّل سلامتی حاصِل ہے۔

۱۳: ۷۔ قارئین کو ہدایت کی گئی ہے کہ اپنے پیشواؤں کو، اپنے مسیحی اُستادوں کو "یاد رکھیں کہ جنہوں" نے انہیں "خُدا کا کلام" سُنایا تھا۔ اُن کی "زِندگی کا انجام" کیا نکلا؟ وُہ پُرانی کہانت کے نظام کی طرف واپس نہیں گئے بلکہ مضبوطی سے آخر تک اپنے اقرار پر قائم رہے۔ ممکن ہے اُن میں سے بعض کو مسیح کی خاطر جامِ شہادت بھی نوش کرنا پڑا ہو! ہمیں اُن کے ایمان کی پیروی کرنی چاہئے کیونکہ

اُن کا ایمان ایسا ہے جو مسیح اور مسیحی تعلیمات سے چمٹا ہُوا ہے اور جو زِندگی کے ہر کام میں مسیح کو شامل رکھتا ہے۔ ہم سب کو ایک سی خِدمت کے لئے تو نہیں بُلایا گیا لیکن سب کو ایمان کی زِندگی کے لئے بُلایا گیا ہے۔

۸:۱۳۔ اِس آیت کا آیت ۷ سے تعلق صاف نہیں ہے۔ شاید اچھّا ہو کہ اُسے اُن پیشواؤں کی تعلیم، منزل اور ایمان کا خُلاصہ سمجھا جائے۔ اُن کی تعلیم کا نچوڑ یہ تھا کہ "یسوع مسیح کل اور آج بلکہ ابد تک یکساں ہے"۔ اُن کی زِندگی کی منزل مسیح تھا جو "کل اور آج بلکہ ابد تک یکساں ہے"۔ اُن کے ایمان کی بُنیاد یہ تھی کہ "یسوع" ہی "مسیح" (المسیح) ہے "جو آج اور کل بلکہ ابد تک یکساں ہے"۔

۹:۱۳۔ یہاں شریعت پرستی سے خبردار کیا گیا ہے۔ یہودیت کے پیروکار اِصرار کرتے تھے کہ پاکیزگی کا تعلق خارجی باتوں مثلاً رسُومات اور پاک کھانوں وغیرہ سے ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ پاکیزگی فضل کی پیداوار ہے نہ کہ شریعت کی۔ پاک اور ناپاک کھانوں کی شریعت کا مقصد رسمی پاکیزگی پیدا کرنا تھا۔ لیکن باطنی پاکیزگی اَور چیز ہے۔ ایک شخص رسمی طور پر پاک ہونے کے باوجُود بھی نفرت اور ریاکاری سے بھرا ہُوا ہو سکتا ہے۔ صِرف خُدا کا فضل ہی ایمان داروں کو پاک زِندگی بسر کرنے پر اُبھارتا اور قوّت دیتا ہے۔ نجات دہندہ کے لئے ہماری محبّت ہمیں ترغیب دیتی ہے کہ ہم "پرہیزگاری اور راست بازی اور دینداری کے ساتھ زِندگی گزاریں" (طِطُس ۱۲:۲)۔ بالآخر کھانے پینے کے بارے میں لاتعداد قواعد نے اُن کے ماننے والوں کو کوئی فائدہ نہیں پُہنچایا۔

۱۰:۱۳۔ "ہماری ایسی قربان گاہ ہے"۔ یہ یہُودیت کے پیروکاروں کے طعن کا مسیحیوں کا پُراعتماد جواب ہیں۔ ہماری "قُربان گاہ" مسیح ہے، لہٰذا اِس میں وُہ تمام برکات شامل ہیں جو ہمیں مسیح میں ملتی ہیں۔ وُہ لوگ جن کا کہانتی نظام سے تعلق ہے اُنہیں مسیحیت کی بہتر چیزوں میں سے "کھانے کا اِختیار نہیں"۔ ضرُوری ہے کہ وُہ پہلے اپنے گناہوں سے توبہ کریں اور یسوع مسیح پر بطور واحِد خُداوند اور نجات دہندہ ایمان لائیں۔

۱۱:۱۳۔ قربانیوں کے نظام کے تحت خاص "جانور" ذبح کئے جاتے اور اُن کا "خُون" "سردار کاہن پاک مکان میں گُناہ" کی قربانی کے طور پر لے جاتا۔ اور "اُن کے جسم" خیمہ گاہ سے دُور لے جا کر جلا دِئے جاتے۔ "خیمہ گاہ کے باہر" کا مطلب ہے اُس پردے کے باہر جو خیمۂ اجتماع کے صحن کا احاطہ کر رہا تھا۔

۱۲:۱۳۔ وُہ جانور جو خیمہ گاہ کے باہر جلائے جاتے تھے وُہ مثیل تھے جبکہ خُداوند "یسوع" اصل تھا۔ "یسوع" "یروشلیم کے باہر" مصلُوب کیا گیا۔ یہ مُنظّم یہودیت کے خیمہ گاہ سے باہر تھا جہاں اُس نے

لوگوں کو "اپنے خون سے پاک" کیا ۔

۱۳ : ۱۲ ۔ اِس خط کے ابتدائی قارئین کے لئے اِس کا مطلب یہ تھا کہ وُہ یہودیت سے قطعی طور پر رشتہ توڑ لیں ۔ وُہ ہیکل کی قُربانیوں کی طرف سے ہمیشہ کے لئے پیٹھ پھیر لیں، اور مسیح کے تکمیل شُدہ کام کو وافر قُربانی کے طور پر قبول کر لیں ۔

آج کل "خیمہ گاہ" وُہ مذہبی نظام ہے جو یہ سکھاتا ہے کہ نجات کاموں سے ، کردار سے ، رسُومات سے یا مذہبی ضابطوں پر عمل کرنے سے ہے ۔ یہ بگڑی ہُوئی مسیحیت ہے اور ایک ایسی کلیسیا جس میں مسیح نہیں ہے ۔ خداوند یسوع باہر ہے اور ہمیں "اُس کی ذِلّت کو اپنے اُوپر لئے ہُوئے" "اُس کے پاس" جانا چاہئے ۔

۱۳ : ۱۴ ۔ یروشلیم اُن کو جو ہیکل میں خِدمت کرتے تھے بڑا عزیز تھا ۔ یہ اُن کے "خیمہ گاہ" کا جُغرافیائی مرکز تھا ۔ مسیحیوں کا زمین پر ایسا کوئی "شہر" نہیں ہے ۔ اُن کا دِل "آسمانی شہر" یعنی نئے یروشلیم پر لگا ہُوا ہے جہاں برّہ ہی سب کُچھ ہے ۔

۱۳ : ۱۵ ۔ نئے عہد میں تمام ایمان دار کاہن ہیں ۔ وُہ مُقدّس کاہن ہیں جو خُدا کی پرستش کے لئے مَقدِس میں جاتے ہیں (۱-پطرس ۲ : ۵) اور وُہ شاہی کاہن ہیں جو یسوع کی گواہی دینے کے لئے دُنیا میں جاتے ہیں (۱-پطرس ۲ : ۹) ۔ کم از کم تین۳ قُربانیاں ایسی ہیں جو ایک ایمان دار کاہن گزرانتا ہے ۔ پہلی اُس کی اپنی شخصیت کی قُربانی ہے (رومیوں ۱۲ : ۱) ۔ پھر یہاں آیت ۱۵ میں دُوسری ہے "حمد کی قُربانی" ۔ یہ "خُدا" کو مسیح خُداوند کی وساطت سے پیش کی جاتی ہے ۔ ہماری تمام حمد اور دُعائیں مسیح کے وسیلہ سے خُدا باپ کے پاس پہنچتی ہیں ۔ ہمارا بڑا سردار کاہن اُس میں سے تمام ناپاکی اور ناکاملیت کو نِکال دیتا اور اپنی خوبیاں اُس میں شامل کر دیتا ہے ۔

"حمد کی قُربانی" اُن "ہونٹوں کا پھل" ہے جو "اُس کے نام کا" اِقرار کرتے ہیں ۔ خُدا صِرف اُسی پرستش کو قبول کرتا ہے جو مخلصی یافتہ ہونٹوں سے نِکلتی ہے ۔

۱۳ : ۱۶ ۔ تیسری ، اپنے مال واِملاک کی قُربانی ہے ۔ ہمیں اپنے مادّی ذرائع کو "بھلائی" اور ضرُورتمندوں کی ضرُورت کو پُورا کرنے کے لئے اِستعمال کرنا چاہئے ۔ "ایسی" زِندگی بسر کرنے سے خُدا "خوش ہوتا ہے" ۔ یہ اپنے لئے مال جمع کرنے کے برعکس ہے ۔

۱۳ : ۱۷ ۔ آیات ۷ اور ۸ میں قارئین کو ہدایت کی گئی تھی کہ وُہ اپنے اُن پیشواؤں کو جو گُزر چُکے ہیں یاد رکھیں ۔ اب یہ ہدایت دی جاتی ہے کہ وُہ اپنے موجُودہ پیشواؤں کے "فرمانبردار" رہیں ۔

غالباً اِس کا اِشارہ بُنیادی طور پر مقامی کلیسیا کے ایلڈروں کی طرف ہے۔ یہ لوگ کلیسیا میں خُدا کے نمائندہ کے طور پر خِدمت کرتے ہیں۔ اُن کو اختیار دِیا گیا ہے اور ایمان دار اُس اختیار کے "فرمانبردار" رہیں۔ ایک چوپان کی طرح وُہ گلّے کی "رُوحوں" کے فائدے کے لئے "جاگتے" رہتے ہیں۔ اِس کا اُنہیں آنے والے دِن میں "حِساب دینا پڑے گا"۔ اِس کا دارومدار اُن کے گلّے کی رُوحانی ترقی پر ہے کہ وُہ یہ حِساب خُوشی سے دیں گے یا رنجیدہ ہوکر۔ اگر وُہ رنجیدہ ہوکر دیں گے تو اس کا مطلب ہے کہ یہ ایمان دار اپنا اجر کھودیں گے۔

۴۔ اِختتامی برکات (۱۳: ۱۸- ۲۵)

۱۳: ۱۸۔ اب جبکہ مُصنّف اختتام کی طرف بڑھ رہا ہے تو وُہ دُعا کے لئے ذاتی اپیل کرتا ہے۔ باقی آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ کُچھ لوگ اُس پر تنقید کر رہے تھے۔ ہم اندازہ لگا سکتے ہیں یہ کون تھے۔ یہ وُہ تھے جو لوگوں کو پُرانے عہد کی کہانت کو دوبارہ اِختیار کرنے پر مجبُور کر رہے تھے۔ وُہ احتجاج کرتا ہے۔ اگرچہ اُس پر الزامات لگائے جارہے ہیں، تاہم اُس کا "دِل صاف" ہے اور اُس کی خواہش پاک۔

۱۳: ۱۹۔ دُعا کی درخواست کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وُہ "جلد" اُن کے پاس "پِھر آ" سکے۔ غالباً اِس کا اشارہ قید سے رہائی کی طرف ہے۔ اِس بات کا ہم صِرف اندازہ ہی لگا سکتے ہیں۔

۱۳: ۲۰۔ اِس کے بعد وُہ نہایت خوبصُورت کلمات برکت کا اضافہ کرتا ہے۔ یہ گِنتی ۶: ۲۴- ۲۶؛ ۲۔ کرنتھیوں ۱۳: ۱۴ اور یہُوداہ آیات ۲۴، ۲۵ میں بھی موجُود ہیں۔ اِن میں "اِطمینان" کے "خُدا" کو مخاطب کیا گیا ہے۔ جیسے کہ پہلے بتایا گیا ہے، عہدِ عتیق کے مُقدّسین کو کبھی بھی مکمّل دِلی اطمینان حاصل نہ ہُوا تھا۔ لیکن نئے عہد کے تحت ہماری خُدا کے ساتھ صُلح ہے (رومیوں ۵: ۱) اور ہمارے پاس خُدا کا اِطمینان ہے (فلپیّوں ۴: ۷)۔ آیت یہ بھی بتاتی ہے کہ یہ اطمینان مسیح کے نجات کے کام کا پھل ہے۔ خُدا نے "ہمارے خُداوند یسوؔع کو" "مُردوں" میں سے زِندہ کیا تاکہ ظاہر ہو کہ صلیب پر اُس کے کام نے گُناہ کے سُوال کو ہمیشہ کے لئے حل کر دیا ہے۔

مسیح نے ایک اچھّے چرواہے کے طور پر اپنی بھیڑوں کے لئے اپنی جان دی (یُوحنّا ۱۰: ۱۱)۔ بڑے چرواہے کے طور پر مخلصی کا کام پُورا کرنے کے بعد وُہ مُردوں میں سے جی اُٹھا (عبرانیوں ۱۳: ۲۰)۔ بڑے چرواہے کے طور پر وُہ اپنے خادِموں کو اَجر دینے کے لئے پِھر آرہا ہے

(۱-پطرس ۵: ۴) - ہم اُسے زبُور ۲۲ میں اچھے چرواہے، زبُور ۲۳ میں بڑے چرواہے اور زبُور ۲۴ میں سردار چرواہے کے طور پر دیکھتے ہیں -

ابدی عہد کے مُطابق اُسے "مُردوں میں سے زِندہ" کیا گیا - وُوسٹ اِس پر یُوں لکھتا ہے :

> پُرانے عہد کے مُقابلے میں جو عارضی نوعیت کا تھا نئے عہد کو ابدی کہا جاتا ہے -
>
> یہ ابدی عہد کے دائرے میں آتا ہے کہ المسیح کو گنہگار آدمی کے بدلے میں مرنے کے بعد مُردوں میں سے زِندہ کیا گیا - اگر اُسے مُردوں میں سے نہ جِلایا جاتا تو وُہ مَلکِ صِدق کے طریق کا سردار کاہن نہ ہو سکتا - گنہگار آدمی کو زِندہ کاہن کی ضرُورت ہے تاکہ وُہ ایمان لانے والے گنہگار کو زندگی دے سکے، نہ کہ مُردہ کاہن کی کہ وُہ محض اُس کے گناہوں کی قیمت ادا کرے - یُوں نئے عہد میں مقرر کر دیا گیا کہ وُہ کاہن جس نے اپنے آپ کو قُربانی کے طور پر پیش کر دیا مُردوں میں سے زِندہ کیا جائے -

۱۳: ۲۱ - آیت ۲۰ میں دُعا شروع ہُوئی تھی کہ مُقدّسوں کو "ہر نیک بات میں کامل" کیا جائے تاکہ وُہ خُدا کی "مرضی" پُوری کریں - یہاں پر خُدا اور اِنسان کا انوکھا مِلاپ ہے - خُدا ہمیں ہر "نیک بات" کے لئے کامل کرتا ہے - خُدا ہم میں وُہ کام کرتا ہے "جو اُس کے نزدیک پسندیدہ ہے" - تب ہم اُس کی مرضی پُوری کرتے ہیں - بالفاظِ دیگر وُہ ہم میں خواہش پیدا کرتا ہے اور ہمیں اُسے کرنے کی قُوّت دیتا ہے - تب ہم اُسے کرتے ہیں اور وُہ ہمیں اجر دیتا ہے -

دُعا، اِس اِقرار کے ساتھ ختم ہوتی ہے کہ مسیح "ابدالآباد تمجید" کے لائق ہے -

۱۳: ۲۲ - مُصنّف، اب قارئین پر زور دیتا ہے کہ وُہ اِس خط میں مرقوم "نصیحت" پر عمل کریں، رسمی مذہب کو ترک کریں اور سچّے دِل کے ساتھ مسیح سے لپٹے رہیں -

وُہ اپنے خط کو "مختصر" کہتا ہے - اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وُہ شرعی نظام اور اُس کی مسیح میں تکمیل کے بارے میں اَور بہت لکھ سکتا تھا -

۱۳: ۲۳ - یہاں اِس بات کا انکشاف کہ "ہمارا بھائی تیمتھیس رِہا ہو گیا ہے" بہت سے لوگوں کے نزدیک اِس بات کا ثبوت ہے کہ یہ خط پولُس رسُول نے لِکھا - پھر اِس میں مزید اشارہ یہ ہے کہ مُصنّف اپنے اِس ارادہ کو ظاہر کرتا ہے کہ وُہ اُس کے ساتھ سفر کرے گا - ہو سکتا ہے کہ یہ پولُس کی طرف ہی اِشارہ ہو - لیکن ہم یہ یقین سے نہیں کہہ سکتے، اِس لئے اِس سوال کو یُونہی رہنے دینا چاہئے -

۱۳: ۲۴ - سلام تمام مسیحی لیڈروں "اور سب مُقدّسوں" کو بھیجا گیا ہے۔ ہمیں اِس خط میں مسیحی آداب کی بُہت سی باتیں مِلتی ہیں جن کی ہمیں اپنی روزمرّہ زِندگی میں پیروی کرنا چاہئے۔ مُصنّف کے ساتھ "اطالیہ" کے بھی کچھ ایمان دار تھے۔ اُنہوں نے بھی سلام بھیجے۔ اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خط وہاں کے لوگوں کو یا وہاں سے لِکھا گیا۔

۱۳: ۲۵ - یہ نہایت مُناسب ہے کہ نئے عہد کے اِس خط کا اِختتام فضل کے ساتھ کیا جائے: "تم سُب پر فضل ہوتا رہے"۔ نیا عہد مُفت فضل کا غیر مشروط عہد ہے جو خُداوند یسوع مسیح کی قُربانی کے ذریعہ غیر مستحق گنہگاروں کے لئے خُدا کی بے حد مہربانی کو بیان کرتا ہے۔ آمین۔

آج کے لئے عبرانیوں کے خط کا پیغام

کیا عبرانیوں کے خط میں ہم بیسویں صدی کے لوگوں کے لئے بھی پیغام ہے؟ اگرچہ فی زمانہ یہودیت غالب مذہب نہیں ہے جیسی کہ کلیسیا کے اِبتدائی زمانہ میں تھی، تاہم اِس کی شریعت پرستانہ رُوح دُنیائے مسیحیت میں سرایت کئے ہوئے ہے۔

یہ خط ہمیں اُن تمام مذہبی نظاموں سے الگ ہونے کو کہتا ہے جن میں مسیح کو واحد خُداوند اور نجات دِہندہ نہیں مانا جاتا اور جو اُس کی ایک ہی بار گُزرانی گئی قُربانی کو نجات کے لئے کافی و وافی نہیں سمجھتے۔

عبرانیوں کا خط ہمیں سکھاتا ہے کہ عہدِ عتیق کے نظام کی تمام مثالیں اور سائے ہمارے خُداوند میں تکمیل پاتے ہیں۔ وُہ ہمارا بڑا سردار کاہن ہے۔ وُہ ہماری قُربانی ہے۔ وُہ ہماری قربان گاہ ہے۔ وُہ آسمانی مقدِس میں خِدمت کرتا ہے اور اُس کی کہانت کبھی ختم نہیں ہوگی۔

یہ سِکھاتا ہے کہ تمام ایماندار کاہن ہیں اور کہ وُہ ایمان کے وسیلہ سے کسی وقت بھی خُدا کی حضُوری میں جا سکتے ہیں۔ وُہ اپنی شخصیت، اپنی تعریف اور اپنی اَملاک کی قُربانی چڑھاتے ہیں۔

عبرانیوں کا خط ہمیں سکھاتا ہے کہ ہمارے پاس بہتر عہد، بہتر درمیانی، بہتر اُمّید، بہتر وَعدے، بہتر گھر، بہتر کہانت اور بہتر میراث ہے۔ یہ ہمیں یقین دِلاتا ہے کہ ہمارے پاس اَبدی مخلصی، ابدی نجات، اَبدی عہد اور ایک ابدی میراث ہے۔

یہ ہمیں بڑی سنجیدگی سے اِرتداد کے گُناہ کی طرف سے خبردار کرتا ہے۔ اگر ایک شخص مسیحی ہونے کا اِقرار کرتا اور مسیحی کلیسیا میں شامل ہوتا ہے لیکن پھر مسیح سے پھر جاتا اور خُداوند کے دُشمنوں

سے مِل جاتا ہے تو پھر اَیسے شخص کو توبہ کے لئے نیا بنانا ناممکن ہے۔

عبرانیوں کا خط حقیقی مسیحیوں کی آنکھوں دیکھے بغیر ایمان سے چلنے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے کیونکہ یہ وُہ زِندگی ہے جو مسیح کو خُوش کرتی ہے۔ یہ ہماری دُکھوں، آزمائشوں اور ایذا رسانی کو مُستقِل مزاجی سے برداشت کرنے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے تاکہ ہم موعُودہ اَجر کو پالیں۔

عبرانیوں کا خط سِکھاتا ہے کہ چونکہ مسیحیوں کو مُتعدد شاندار حقُوق حاصِل ہیں اِس لئے اِن پر خاص ذِمّہ داری بھی عائد ہوتی ہے۔ مسیح کی بَرتری، اُنہیں دُنیا میں سب سے زیادہ مُراعات یافتہ لوگ بنا دیتی ہے۔ اگر وُہ اپنے حقُوق کو نظر انداز کرتے ہیں تو خُداوند مسیح کے تختِ عدالت کے دِن نُقصان اُٹھائیں گے۔ اُن سے شریعت کے ماتحت لوگوں کی نسبت زیادہ توقع کی جاتی ہے اور آنے والے دِنوں میں اَور بھی زیادہ کی جائیگی۔

”آؤ اُس کی ذِلّت کو اپنے اُوپر لِئے ہُوئے خیمہ گاہ سے باہر اُس کے پاس چلیں“

(عبرانیوں ۱۳ : ۱۳)۔

یعقوب کا عام خط

تعارف

> "یعقوب ایک ایسا مبلغ ہے جو انبیا کی طرح کلام کرتا ہے ... وہ ایسی زبان میں کلام کرتا ہے جس کے زور کی ابتدائی مسیحی ادب میں (یسوع مسیح کے سوا) کوئی مثال نہیں ملتی"۔ تھیوڈور ذاہن

۱۔ فہرستِ مسلمہ میں منفرد مقام

مارٹن لوتھر کا یہ فرمان کہ "یعقوب کا خط بھوسے کا" ہے قطعاً غلط ہے۔ اُس زمانے میں مُصلحین کی اُن لوگوں سے زبر دست لڑائی ہو رہی تھی جو یہ تعلیم دیتے تھے کہ نجات ایمان اور عمل دونوں سے ہے، چنانچہ لوتھر کو یعقوب کی نیک اعمال کی تعلیم کی وجہ سے غلط فہمی ہوئی۔ اِس اوّلین مسیحی خط کے بارے میں صرف اُسے ہی غلطی نہیں لگی۔ بعض نے اِس خط کے متعلق کہا کہ یہ صرف اچھے طریقے سے بیان کردہ چند ایک پیروں کا بے ترتیب مجموعہ ہے جن کا آپس میں کوئی تعلق نہیں ہے۔ لیکن حقیقت اِس کے برعکس ہے۔ یہ چھوٹی کتاب نصیحت آمیز تحریر کا ایک شاہکار ہے۔ یہ کافی حد تک یہودی رنگ میں رنگی ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ وہ مسیحی جماعت کے لئے یونانی میں "سناگوگ" کا لفظ استعمال کرتا ہے (۲:۲)۔ یونانی میں یہ لفظ جماعت کے لئے اِستعمال ہوتا تھا لیکن جلد ہی یہ یہودی جماعت کے لئے مخصوص لفظ بن گیا۔

یعقوب اپنے پانچ مختصر ابواب میں روحانی سچائی کو بیان کرنے کے لئے تیس ۳۰ مرتبہ فطرت کی مثال دیتا ہے۔ اِس سے ہمارے خداوند کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

یہ ایک عملی خط ہے۔ اِس میں چند غیر مقبول موضوعات پر خیال آرائی کی گئی ہے۔ مثلاً اپنی زبان کو قابو میں رکھنا، دولتمندوں کے سامنے جھکنے کا خطرہ، اور اپنی زندگیوں سے یہ ظاہر کرنے کی ضرورت کہ ہمارا ایمان حقیقی ہے۔

۲۔ مُصنّف

نام "یعقوب" یہودیوں میں بہت مقبول تھا۔ نئے عہد نامہ میں اِس نام کے چار شخص ملتے ہیں۔ کسی نہ کسی وقت اُن میں سے ہر ایک کے متعلق کہا گیا کہ وُہی اِس خط کا مُصنِف ہے۔

۱۔ زبدی کا بیٹا اور یوحنا رسول کا بھائی یعقوب رسول (متی ۴ : ۲۱)۔ اگر یعقوب رسول اِس خط کا مُصنّف ہوتا تو اِتنے عرصہ تک اُسے قبول کرنے کے بارے میں کوئی ہچکچاہٹ نہ ہوتی (نیچے دیکھئے)۔ پھر یعقوب کو ۴۴ء میں شہید کر دیا گیا تھا اور اُس وقت تک غالباً یہ خط تحریر نہیں ہُوا تھا۔

۲۔ حلفئی کا بیٹا یعقوب (متی ۱۰ : ۳)۔ یہ تقریباً گُمنام ہے ماسوا یہ کہ اُس کا نام رسُولوں کی فہرست میں ہے۔ یہ حقیقت کہ مُصنِف نے اپنے آپ کو صرف "یعقوب" ظاہر کیا اور اِس کے ساتھ کوئی امتیازی لقب نہیں لگاتا، ظاہر کرتی ہے کہ وُہ خاصا مشہُور آدمی تھا۔

۳۔ یہوداہ (اسکریوتی نہیں، لوقا ۶ : ۱۶) کا باپ یعقوب۔ یہ شخص اَور بھی زیادہ گمنام تھا اِس لئے آسانی سے رَدّ کیا جا سکتا ہے۔

۴۔ خُداوند یسُوع کا سوتیلا بھائی یعقوب (متی ۱۳ : ۵۵؛ گلتیوں ۱ : ۱۹)۔ غالباً یہی اِس خط کا مُصنّف تھا۔ چونکہ وُہ مسیح کے ساتھ اپنی جسمانی رشتے داری کا ذِکر نہیں کرتا (یہوداہ کے خط کا تعارُف بھی دیکھئے) جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کافی مشہور لیکن فروتن تھا۔ یہی یروشلیم کی کونسل کا صدر تھا اور اپنی موت تک اِسی عُہدے پر فائز رہا۔ وُہ اپنے طور طریقوں اور طرزِ زندگی میں بڑا کٹّر یہودی مسیحی مانا جاتا تھا۔ اُس کا اِس قسم کا خط لکھنا اُس کے بارے میں تارِیخ (یوسیفس) اور مسیحی رِوایت کی گواہی کے عین مُطابق ہے۔

خارجی شہادت

یعقوب کے خط کی خارجی شہادت سب سے کمزور ہے کیونکہ آبائے کلیسیا نے اُس کی تعریف تو کی لیکن اُس کا کوئی حوالہ نہ دِیا۔ پھر یہ مرتوری فہرستِ مُسلّمہ (عہدِ جدید) میں بھی شامِل نہیں۔ غالباً اِس کی وجہ یہ ہے کہ یہ یروشلیم سے مشرقی یہودیوں کو لکھا گیا تھا اور بعض کو ایسا نظر آتا تھا کہ وُہ ایمان سے راست باز ٹھہرنے پر پولُس کی تردید کرتا تھا۔ تاہم یعقوب کے خط کا حوالہ یروشلیم کے کُورلوس، نزیانز کے گریگوری، اتھناسیُس اور جیروم نے دیا ہے۔ یُوسیبئیس ہمیں بتاتا ہے کہ بعض مسیحی سمجھتے تھے کہ یہ

خط الہامی نہیں ہے لیکن وُہ خُود اِسے پاک نوِشتوں میں شمار کرتا ہے ۔

داخلی شہادت

یعقوب کے خط کی داخلی شہادت بڑی مضبُوط ہے ۔ اعمال اور گلتیوں کے نام خط میں ہمیں جو یعقوب کے بارے میں معلوم ہے اِس خط کے اندراجات اُس سے میل کھاتے ہیں ۔ نیز دیگر ذرائع سے ہم جو پراگندگی کی تاریخ کے بارے میں جانتے ہیں یہ اِس سے مُطابقت رکھتا ہے ۔ اِس قسم کی کتاب گھڑنے کی کوئی وجہ دِکھائی نہیں دیتی ۔ اِس کی بُنیادی تعلیم میں بھی کوئی اِضافہ نظر نہیں آتا (جیسے کہ دُوسری صدی عیسوی میں جعلسازی کی جاتی تھی) ۔ یہُودی مؤرخ یوسیفس بتاتا ہے کہ یعقوب، یہُودیوں میں شریعت کا بڑا کٹر پیروکار مانا جاتا تھا لیکن جب مسیح کی منادی کرنے پر پابندی لگائی گئی تو اُسے مسیح کی گواہی دینے کی وجہ سے شہید کردیا گیا ۔ وُہ کہتا ہے کہ یعقوب کو سردار کاہن حننیاہ کے حُکم سے سنگسار کیا گیا ۔ یوسیبیُس کہتا ہے کہ اُسے ہیکل کے کنگُرے سے نیچے گرا دیا گیا اور آخر میں ڈنڈوں سے ہلاک کیا گیا ۔ ہِگسِپُس اِن دونوں روایات کی تصدیق کرتا ہے ۔

یہ دلیل کہ یعقوب کے خط کا یُونانی طرز ایک فلسطینی یہُودی کے لئے ناقابِلِ تصوُّر ہے ظاہر کرتی ہے کہ ایسے لوگ خُدا کے برگزیدہ لوگوں کی حیران کُن ذہانت سے آگاہ نہیں ہیں ۔

۳ ۔ تاریخِ تصنیف

یُوسیفس کہتا ہے کہ یعقوب کو ۶۲ء میں شہید کیا گیا، اِس لئے یہ اُس سے پہلے کا ہے ۔ چونکہ اِس خط میں یروشلیم کی کونسل کی میٹنگ کا کوئی ذِکر نہیں ملتا (۴۸ء یا ۴۹ء) جس کا صدر خُود یعقوب تھا (اعمال باب ۱۵) اور جس میں شریعت کے بارے میں فیصلہ کیا گیا اِس لئے اِس کی تاریخِ تصنیف عام طور پر ۴۵ء اور ۴۸ء کے درمیان مانی جاتی ہے ۔

۴ ۔ پس منظر اور مضامین

مُمکن ہے یہ نئے عہدنامہ کی پہلی کتاب ہو، چنانچہ اِس میں بہُت زیادہ یہُودی رنگ پایا جاتا ہے ۔ ہمیں اِس کی تعلیم کو کسی اور زمانہ پر چسپاں نہیں کرنا چاہئے ۔ اِس کی تعلیم کا اطلاق اِس زمانہ میں ہم پر بھی ہوتا ہے اور اِس کی سخت ضرورت بھی ہے ۔

یعقوب پہاڑی وعظ میں خداوند یسوع کی تعلیمات پر بہت زیادہ اِنحصار کرتا ہے۔ اِس کو درج ذیل موازنہ سے بخوبی دیکھا جا سکتا ہے:

مضمون	یعقوب	پہاڑی وعظ
۱۔ مُصیبت میں پڑنا	۱:۲، ۱۲؛ ۵:۱۰	متی ۵:۱۰-۱۲
۲۔ دُعا	۱:۵؛ ۴:۳؛ ۵:۱۳-۱۸	متی ۶:۶-۱۳؛ ۷:۷-۱۲
۳۔ دُرست آنکھ	۱:۸؛ ۴:۸	متی ۶:۲۲-۲۳
۴۔ دولت	۱:۱۰، ۱۱؛ ۲:۶، ۷	متی ۶:۱۹-۲۱، ۲۴-۳۴
۵۔ غضب	۱:۱۹، ۲۰؛ ۴:۱	متی ۵:۲۲
۶۔ شریعت	۱:۲۵؛ ۲:۱، ۱۲، ۱۳	متی ۵:۱۷-۴۴
۷۔ محض پیشہ/شغل	۱:۲۶، ۲۷	متی ۶:۱-۱۸
۸۔ شاہی شریعت	۲:۸	متی ۷:۱۲
۹۔ رحم	۲:۱۳	متی ۵:۷
۱۰۔ ایمان اور عمل	۲:۱۴-۲۶	متی ۷:۱۵-۲۷
۱۱۔ جڑ اور پھل	۳:۱۱-۱۲	متی ۷:۱۶-۲۰
۱۲۔ حقیقی حکمت	۳:۱۳	متی ۷:۲۴
۱۳۔ صُلح کرانے والے	۳:۱۷-۱۸	متی ۵:۹
۱۴۔ دُوسروں پر اِلزام لگانا	۴:۱۱، ۱۲	متی ۷:۱-۵
۱۵۔ بگڑا مال	۵:۲	متی ۶:۱۹
۱۶۔ قسم کھانا	۵:۱۲	متی ۵:۳۳-۳۷

اِس خط میں شریعت کا بار بار حوالہ دیا گیا ہے۔ اُسے "کامل شریعت" (۱:۲۵)، "بادشاہی شریعت" (۲:۸)، اور "آزادی کی شریعت" (۲:۱۲) کہا گیا ہے۔ یعقوب کا خط یہ تعلیم نہیں دیتا کہ اِس کے قارئین نجات کے لئے شریعت کے ماتحت ہیں یا شریعت زندگی کا اصُول ہے۔ بلکہ وُہ لوگ جو فضل کے ماتحت ہیں اُن کی ہدایت کے لئے وُہ شریعت کے حِصّوں کو پیش کرتا ہے۔

اِس خط میں بہت سی باتیں امثال کی کتاب سے بھی مُطابقت رکھتی ہیں۔ امثال کی طرح اِس کا طرز بھی کُھردرا، شوخ، واضح اور ایسا ہے جِس کو بیان کرنا مُشکل ہے۔ لفظ "حکمت" بار بار اِستعمال ہُوا ہے۔

یعقوب کے خط میں ایک اور کلیدی لفظ "بھائی" ہے۔ یہ پندرہ مرتبہ آیا ہے اور یاد دلاتا ہے کہ یعقوب یہ خط ایمان داروں کو لکھ رہا ہے، حالانکہ بعض اوقات ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ بے ایمانوں سے مخاطب ہے۔

دوسرے مصنفین کی نسبت یعقوب افراط سے ہدایات دیتا ہے۔ ۱۰۸ آیات میں وہ ۵۴ احکامات درج کرتا ہے۔

خاکہ

۱- سلام و دُعا (۱:۱)
۲- آزمائشیں (۱:۲-۱۷)
۳- کلامِ خُدا (۱:۱۸-۲۷)
۴- طرفدار کی مُذمّت (۲:۱-۱۳)
۵- ایمان اور عمل (۲:۱۴-۲۶)
۶- زُبان - اِس کا درست اور غلط استعمال (۳:۱-۱۲)
۷- حِکمت: حقیقی اور باطل (۳:۱۳-۱۸)
۸- خواہش: اِس کی وجہ اور علاج (باب ۴)
۹- امیر اور اُن کی آنے والی مُصیبت (۵:۱-۶)
۱۰- صبر کے لئے نصیحت (۵:۷-۱۲)
۱۱- دُعا اور بیماروں کی شِفا (۵:۱۳-۲۰)

تفسیر

۱۔ سلام و دُعا (۱:۱)

مُصنّف اپنے آپ کو یوں مُتعارف کراتا ہے: "خُدا کے اور خُداوند یسوع مسیح کے بندہ یعقوب کی طرف سے"۔ اگر مُصنّف خُداوند کا سوتیلا بھائی تھا جیسا کہ ہم سمجھتے ہیں تو اُس کی زندگی میں ایک شاندار تبدیلی آگئی تھی۔ ایک وقت تھا کہ وُہ خُداوند یسوع پر ایمان نہیں رکھتا تھا (یُوحنّا ۷ : ۵)۔ مُمکن ہے وُہ لوگوں کے اِس خیال سے اِتفاق کرتا ہو کہ وُہ بے خُود ہے (مرقس ۳ : ۲۱)۔ لیکن ہمارا خُداوند صبر سے بیج بوتا رہا۔ اگرچہ اِس بات کو مقبُولیت حاصل نہ تھی تاہم اُس نے خُدا کی بادشاہی کے عظیم اُصُول سِکھائے۔ تب بیج نے یعقوب کی زِندگی میں جڑ پکڑی اور اِس کا نتیجہ ایک عظیم تبدیلی کی صُورت میں نِکلا۔ متشکِک ایک خادِم بن گیا، اور یہ بتاتے ہُوئے وُہ شرماتا نہیں تھا۔

اپنے آپ کو یہ کہنے سے کہ وُہ "خُدا کا اور خُداوند یسوع مسیح کا بندہ" ہے یعقوب درُست طریقے سے "خُدا" اور "خُداوند یسوع" کو ایک ہی سطح پر رکھتا ہے یعنی اُنہیں مساوی قرار دیتا ہے۔ وُہ بیٹے کی ویسے ہی عزّت کرتا ہے جیسے کہ باپ کی (یُوحنّا ۵ : ۲۳)۔ یعقوب جانتا تھا کہ "کوئی آدمی دو مالِکوں کی خِدمت نہیں کر سکتا" (متّی ۶ : ۲۴)۔ اِس کے باوجُود بھی وُہ اپنے آپ کو خُدا کا اور خُداوند یسوع کا بندہ کہتا ہے۔ اِس میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ خُدا باپ اور خُدا بیٹا دونوں مساوی ہیں۔

یہ خط "اُن بارہ قبیلوں کو جو جا بجا رہتے" تھے لِکھا گیا یعنی جو دُوسرے مُلکوں میں مُنتشر تھے۔ یہ لوگ پَیدائش کے لِحاظ سے یہُودی تھے اور اِسرائیل کے "بارہ قبیلوں" سے تعلق رکھتے تھے۔ اِسرائیل کے گُناہ کی وجہ سے لوگوں کو اپنے آبائی مُلک سے نِکلنا پڑا اور وُہ بحیرۂ رُوم کے اِرد گِرد کے مُلکوں میں پھیل گئے۔ پہلی پراگندگی اُس وقت ہُوئی جبکہ شاہِ اسور دس قبیلوں کو ۷۲۱ ق م میں اسیر کر کے لے گیا۔ عزرا اور نحمیاہ کے زمانہ میں کچھ لوگ واپس آگئے تھے لیکن اُن کی تعداد زیادہ نہیں تھی۔ پنتِکُست کے دِن خُدا ترس یہُودی اُس وقت کی معلُومہ دُنیا سے یروشلیم پرستش کے لئے آیا کرتے تھے (اعمال ۲ : ۴)۔ اُن کو پراگندہ یہُودی کہنا زیادہ درُست ہوگا۔ لیکن بعد میں مسیحی یہُودی

بھی پراگندہ ہُوئے۔ اعمال ۸: ۱ کے مُطابق ساؤل کی ایذا رسانی کے باعث مُتعدد مسیحی یہُودیہ اور سامریہ سے دُوسرے مُلکوں کو چلے گئے۔ یہ زیادہ تر یہُودی نسل کے تھے۔ اِس پراگندگی کا پھر حوالہ دیا گیا ہے جب ہم پڑھتے ہیں کہ ایمان داروں کو فینیکے، کُپرس اور انطاکیہ کی طرف بھگا دیا گیا۔ پس یعقوب نے جن لوگوں کو یہ خط لکھا وُہ یہُودی تھے جو مُصیبت کے اُن دِنوں میں منتشر ہو گئے تھے۔ چونکہ حقیقی ایمان دار اِس دُنیا میں پردیسی اور مُسافر ہیں (فلپیوں ۳: ۲۰؛ ۱۔ پطرس ۲: ۱۱) اِس لئے ہم اِس خط کا اطلاق اپنے اُوپر بھی کرسکتے ہیں، حالانکہ یہ ہمیں براہِ راست نہیں لکھا گیا۔

ایک زیادہ مشکل سُوال یہ ہے کہ کیا یعقوب یہ خط غیر مسیحی یہُودیوں کو لکھ رہا تھا یا اُن یہُودیوں کو جنہوں نے مسیح کو قبول کر لیا تھا یا دونوں کو؟ ایسا لگتا ہے کہ بُنیادی طور پر تو وُہ نوزاد اور حقیقی ایمانداروں سے مُخاطب ہے (۱: ۱۸)۔ لیکن ایسے مواقع بھی آتے ہیں جبکہ محسوس ہوتا ہے کہ وُہ نام نہاد مسیحیوں کو یہاں تک کہ غیر نجات یافتہ لوگوں کو لکھ رہا ہے۔ یہ اِس بات کا ایک ثبوت ہے کہ یہ خط بہت پہلے لکھا گیا کیونکہ ابھی مسیحی یہُودیوں اور یہُودیوں میں کھنچاؤ پیدا نہیں ہُوا تھا۔

۲۔ آزمائشیں (۱: ۲۔ ۱۷)

۱: ۲، ۳۔ اِس حِصّہ میں یعقوب آزمائشوں کے بارے میں بیان کرتا ہے۔ وُہ لفظ آزمائش کو دو مُختلف معنوں میں اِستعمال کرتا ہے۔ آیات ۲۔ ۱۲ میں وُہ آزمائشیں ہیں جنہیں ہم پاک "آزمائشیں" یا مُشکلات کہتے ہیں جو خُدا کی طرف سے آتی ہیں اور ہمارے ایمان کی حقیقت کو پرکھتی ہیں اور ہمیں مسیح کا ہمشکل بناتی ہیں۔ دُوسری طرف آیات ۱۳۔ ۱۷ میں موضُوع "ناپاک آزمائشیں" ہے جو اِنسان کے اندر سے پیدا ہوتی ہیں اور گُناہ کی طرف لے جاتی ہیں۔ مسیحی زِندگی مشکلات سے بھری ہُوئی ہے۔ وُہ بِن بُلائے اور غیر متوقع طور پر آتی ہیں۔ بعض اوقات وُہ تنہا آتی ہیں اور بعض اوقات اکٹھی۔ اِن سے فرار ممکن نہیں۔ یعقوب یہ نہیں کہتا کہ "اگر تُم طرح طرح کی آزمائشوں میں پڑو" بلکہ "جب" تُم۔ ہم اِن سے کبھی بچ نہیں سکتے۔ سُوال یہ ہے کہ ہم اِن کے ساتھ کس طرح نپٹیں۔

ہم زِندگی کی "آزمائشوں" اور اِمتحانوں کے بارے میں کئی طرح کے رویّے اختیار کرسکتے ہیں۔ ہم بغاوت کرتے ہُوئے لاف زنی اور مُقابلے کی رُوح اختیار کرکے سمجھ سکتے ہیں کہ ہم اپنی قُوّت سے جنگ کرکے فتح حاصل کر لیں گے (عبرانیوں ۱۲: ۵)۔ دُوسری طرف ہم ہمّت ہار سکتے یا دباؤ میں آکر دِل چھوڑ کر بیٹھ سکتے ہیں (عبرانیوں ۱۲: ۵)۔ لیکن یہ موت کو دعوت دینا ہے۔ اِس سے ہمارے اندر ہمارے

بارے میں خداوند کی فکرمندی کے ضمن میں شک بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ پھر ہم اپنی مشکلات کے سلسلے میں بڑبڑا سکتے اور شکوہ شکایت کر سکتے ہیں۔ یہی وہ بات ہے جس کے بارے میں پولس رسول ۱۔ کرنتھیوں ۱۰:۱۰ میں تنبیہ کرتا ہے۔ ایک اور رویہ یہ ہو سکتا ہے کہ ہم خود پر رحم کھانا شروع کر دیں اور دوسروں کی ہمدردیاں جیتنے کی کوشش کرنے لگیں۔ یا پھر ہم زندگی کی مشکلات اور الجھاؤ کو برداشت کریں (عبرانیوں ۱۲ : ۱۱)۔ درحقیقت ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ "خدا نے اس آزمائش کو مجھ پر آنے دیا ہے۔ اس میں میرے لئے اس کا کوئی نہ کوئی مقصد ہے۔ میں اس مقصد کو تو نہیں جانتا لیکن میں اسے معلوم کرنے کی کوشش کروں گا۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ آزمائش میری زندگی میں اپنا مقصد پورا کرے"۔ یہ ہے وہ رویہ جس کی وکالت یعقوب کر رہا ہے: "اے میرے بھائیو! جب تم طرح طرح کی آزمائشوں میں پڑو۔ تو اس کو یہ جان کر کمال خوشی کی بات سمجھنا"۔ "ہمت نہ ہاریں۔ بغاوت نہ کریں بلکہ خوش ہوں"۔ یہ مشکلات دشمن نہیں ہیں جو آپ کو تباہ کرنا چاہتی ہیں۔ یہ دوست ہیں جو آپ میں مسیحی کردار پیدا کریں گی۔

خدا اپنے ہر فرزند میں مسیح کی صورت پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اس کام میں ضرور ہی مشکلات، پریشانیوں اور الجھاؤ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جب ہر چیز پر سورج چمک رہا ہو تو روح کا پھل پیدا نہیں ہو سکتا۔ ضروری ہے بارش اور سیاہ بادل بھی ہوں۔ آزمائشیں کبھی بھی خوشگوار نہیں ہوتیں۔ وہ بڑی مشکل، اور ناموافق نظر آتی ہیں۔ لیکن بعد میں اُن لوگوں کے لئے جو اُن کو سہتے سہتے پختہ ہو گئے ہیں چین کے ساتھ راست بازی کا پھل پیدا کرتی ہیں (عبرانیوں ۱۲ : ۱۱)۔ کئی مرتبہ ہم نے مسیحیوں کو کسی بڑے المیہ سے گزرنے کے بعد یہ کہتے سنا ہے کہ "اس کا سامنا کرنا آسان نہیں تھا لیکن میں اس تجربہ کے لئے خدا کا شکرگزار ہوں"۔

"تمہارے ایمان کی آزمائش صبر پیدا کرتی ہے"۔ وہ ایمان کو ایک قیمتی دھات کے طور پر پیش کرتا ہے جسے جانچنے والا (خدا) یہ دیکھنے کے لئے آزما رہا ہے کہ کھوٹی ہے یا کھری! دھات بدسلوکی، بیماریوں، دکھوں یا رنج والم کی آگ سے گزرتی ہے۔ مشکلات کے بغیر ہم میں کبھی صبر پیدا نہیں ہو سکتا۔ یہاں تک کہ دنیاوی لوگ بھی محسوس کرتے ہیں کہ مشکلات کردار کو مضبوط بناتی ہیں۔ چارلس کیٹرنگ نے جو کہ ایک مشہور صنعت کار تھا ایک مرتبہ کہا "مشکلات ترقی کی قیمت ہیں۔ میرے پاس سوائے مشکلات کے اور کچھ نہ لاؤ۔ اچھی خبر مجھے کمزور بنا دیتی ہے"۔

۱:۴۔ یعقوب کہتا ہے: "صبر کو اپنا پورا کام کرنے دو"۔ بعض اوقات جب ہم پر مشکلات آتی ہیں تو ہم پریشان ہو جاتے ہیں اور اُنہیں کم کرنے کے لئے پوری کوشش سے مختلف ذرائع استعمال

کرنے لگتے ہیں۔ خُداوند سے مشورہ کئے بغیر کہ اِس سے اُس کا مقصد کیا ہے ہم مثال کے طور پر ڈاکٹر کے پاس بھاگتے ہیں اور اُس آزمائش کو کم کرنے کے لئے ڈھیر ساری دَوا نِگل لیتے ہیں۔ اِس طرح کرنے سے درحقیقت ہم اپنی زِندگیوں میں خُدا کے پروگرام کو روک دیتے ہیں اور یہ عین مُمکن ہے کہ خُدا کے اُس خاص مقصد کو پُورا ہونے کے لئے ہمیں ایک لمبی مُدّت تک آزمائشوں میں سے گُزرنا پڑے۔ اگر ہم خُدا سے تعاون کریں تو ہم پُختہ اور مضبُوط مسیحی بن جائیں گے اور ہم میں رُوح کی نعمتوں ”کی کمی“ نہیں ہوگی۔

جب ہم مُشکلات میں سے گُزر رہے ہوں تو ہمیں پست ہمّت اور دِل شکستہ نہیں ہونا چاہیے۔ ہمارے باپ کی قُدرت سے کوئی بھی مشکل بڑی نہیں ہے۔ زِندگی میں بعض مُشکلات ایسی ہیں جنہیں کبھی بھی دُور نہیں کیا جاتا۔ ہمیں اِس بات کا تجربہ کرنے کے لئے کہ خُدا کا فضل کافی ہے اِنہیں قبول کرنا سیکھنا چاہیے۔ پولُس رسُول نے تین ۳ مرتبہ خُدا سے اپنی جسمانی کمزوری کو دُور کرنے کی درخواست کی۔ لیکن خُداوند نے اُسے دُور نہ کیا، البتہ اُسے برداشت کرنے کے لئے اپنا فضل دِیا (۲۔ کرنتھیوں ۱۲: ۸۔ ۱۰)۔

جب ہمارا زِندگی میں کسی ایسی مُشکل سے سابقہ پڑتا ہے جِسے خُدا بہر حال دُور نہیں کرے گا تو ہمیں اُس کی مرضی کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا چاہیے۔ خُدا کی تابع فرمانی کرنے ہی سے ہمیں اِطمینان ملتا ہے۔

جب ہم زِندگی کی بعض مُشکلات سے سبق سیکھ لیتے ہیں تو وُہ دُور کر دی جاتی ہیں۔ جُونہی دھات صاف کرنے والا پگھلی ہُوئی دھات میں اپنی صُورت دیکھ لیتا ہے وُہ اُسے تپانا بند کر دیتا ہے۔ ہم میں سے اکثر لوگوں میں حِکمت کی کمی ہے، اِسی لئے ہم خُدا کے نُقطۂ نظر سے مُشکلات کو نہیں دیکھتے۔ ہم کوتاہ بینی سے کام لیتے ہیں، اِس لئے ہم مُشکل کو حل کرنے میں فوراً مصرُوف ہو جاتے ہیں۔ ہم بھُول جاتے ہیں کہ خُدا ہمیں سبق سِکھانے میں جلد بازی سے کام نہیں لیتا اور کہ مشکلات کا مقصد یہ ہے کہ ہمیں کُشادگی بخشیں (زبُور ۴: ۱)۔

۱: ۵۔ ہمیں اپنی حِکمت سے زِندگی کے مسائِل حل کرنے کی ضرُورت نہیں ہے۔ ”اگر“ آزمائش کے وقت ہم میں رُوحانی بصیرت کی کمی ہے تو ہمیں خُدا کے پاس جا کر اُسے اپنی اُلجھن اور لاعلمی کے بارے میں بتانا چاہیے۔ ایسے تمام لوگوں کو جو یُوں خُدا کے مقاصد کو تلاش کرتے ہیں آزمائش کے وقت ”فیاضی“ سے حِکمت دی جائے گی۔ اور پھر اُنہیں اِس بات کی بھی فِکر نہیں کرنی چاہیے کہ خُدا اُنہیں ملامت کرے گا۔ جب ہم سیکھنا چاہتے اور تربیّت پذیر ہوتے ہیں تو وُہ خوش ہوتا ہے۔ ہم سب میں ”حِکمت“ کی کمی ہے۔ بائبل مُقدّس زِندگی کے بے شُمار مسائِل کا کوئی خاص جواب نہیں دیتی۔ وُہ مسائِل کا حل الفاظ کی بُہتات میں پیش نہیں کرتی، البتہ خُدا کا کلام ہمیں عام اصُول دیتا ہے۔ جب ہماری روزمرّہ کی زِندگی میں مسائِل اُبھرتے ہیں تو ہمیں

اُن پر اِن اصُولوں کا اِطلاق کرنا چاہیئے۔ بدیں وجہ ہمیں حِکمت کی ضرُورت ہے۔ روزمرّہ کے حالات میں ہمارے خُداوند کی تعلیم رُوحانی حِکمت کا عملی اطلاق ہے۔

۱: ۶-۸- ہمیں خُدا کے پاس "ایمان سے" اور "شک نہ کرتے" ہُوئے جانا چاہیئے۔ ہمیں ایمان رکھنا چاہیئے کہ وُہ ہمیں پیار کرتا اور ہمارے لئے فِکرمند رہتا ہے اور کہ اُس کے لئے کوئی بات بھی ناممکن نہیں ہے۔ اگر ہم اُس کی مہربانی اور اُس کی قدرت پر شک کرتے ہیں تو مُصیبت کے وقت ہمیں قیام حاصِل نہیں ہوگا۔ ایک وقت تو ہم بڑے اِطمینان سے اُس کے وعدوں پر تکیہ کئے ہوں گے لیکن دُوسرے وقت ہم محسُوس کریں گے کہ خُدا مہربان ہونا بھُول گیا ہے۔ ہم "سمندر کی" لہروں کی مانند ہوں گے جو ایک وقت تو بہُت بلند ہوتی ہیں لیکن پھر ساکن ہو جاتی ہیں —— "بہتی اور اُچھلتی"۔ خُدا کو ایسے ایمان سے جو اُمید اور مایُوسی کے درمیان بدلتا رہتا ہے عِزّت نہیں مِلتی۔ خُدا بے قیام اور متذبذب آدمیوں کو رُوحانی بصیرت نہیں دیتا (آیات ۷، ۸)۔ آیات ۵-۸ میں حکمت کا منبع خُدا ہے۔ یہ دُعا سے حاصِل ہوتی ہے۔ یہ ہر ایک کے لئے ہے۔ یہ فیاضی سے اور بغیر ملامت کے دی جاتی ہے۔ اہم شرط یہ ہے کہ آدمی "ایمان سے مانگے اور شک نہ کرے"۔

۱: ۹- پہلی نظر میں ایسا معلُوم ہوتا ہے کہ آیات ۹-۱۱ میں ایک قطعی نئے موضُوع سے مُتعارف کرایا جا رہا ہے یا یہ جُملہ مُعترضہ ہیں۔ لیکن یعقُوب خاص مثالوں کی وساطت سے پاک آزمائشوں کے موضُوع کو جاری رکھتا ہے۔ ایک آدمی خواہ امیر ہے یا غریب وُہ زِندگی کے بُحرانوں اور المیّوں سے دائمی روحانی فوائد حاصِل کر سکتا ہے۔ مثلاً جب ایک "ادنیٰ بھائی" کو معلُوم ہوتا ہے کہ وُہ غیر مُطمئِن اور مایُوس ہے تو وُہ اِس بات سے خُوش ہو سکتا ہے کہ وُہ خُدا کا وارِث اور مسیح یسُوع کا ہم میراث ہے۔ وُہ اِس سچائی میں تسلّی پا سکتا ہے کہ تمام چیزیں اُس کی ہیں اور وُہ مسیح کا ہے اور مسیح خُدا کا ہے۔ ایک "ادنیٰ بھائی" کا اپنے کم تر حالات پر غالباً کوئی کنٹرول نہیں ہوتا۔ ضرُوری نہیں کہ وُہ سُست یا غافل ہو۔ خُدا کو یہ مناسب نظر آیا کہ وُہ اُسے کم آمدنی والے حلقے میں رکھے اور کہ وُہ وہاں ہمیشہ رہے۔ اگر وُہ امیر ہوتا تو شاید وُہ خُدا کو کبھی قبول نہ کرتا۔ اب جبکہ وُہ مسیح میں ہے تو اُسے آسمان میں تمام رُوحانی برکات حاصِل ہیں۔ اُسے کیا کرنا چاہیئے؟ کیا وُہ اپنے حالات سے بغاوت کر دے؟ کیا وہ تلخ سوچ کا شِکار ہو کر حسد کرنے لگے؟ نہیں، اُسے تمام حالات کو جو خُدا کی طرف سے ہیں اور جن پر اُس کا کنٹرول نہیں، قبول کرنا چاہیئے اور اپنی رُوحانی برکات سے لُطف اندوز ہونا چاہیئے۔

مُتعدد ایمان دار ایسے ہیں جو اپنی جِنس، اپنی عُمر، اپنے قد اور یہاں تک کہ خُود زِندگی کے بارے میں ناخوش ہیں۔ کئی ایک لڑکیاں اپنے دِل میں یہ شدید خواہش رکھتی ہیں کہ کاش مَیں لڑکا ہوتی۔ نوجوان چاہتے

ہیں کہ وُہ بڑی عُمر کے ہوتے اور بُوڑھے جوان ہونا چاہتے ہیں۔ چھوٹے قَد کے لوگ لمبے قَد والوں سے حسد کرتے ہیں اور لمبے قد والے چاہتے ہیں کہ اِتنے نمُایاں نہ ہوتے۔ بعض لوگ یہاں تک کہتے ہیں کہ "کاش! مَیں زندہ نہ ہوتا!" یہ سب نامعقُول باتیں ہیں۔ مسیحی رویّہ یہ ہے کہ جو کُچھ خُدا نے ہمارے لئے مقرر کیا ہے اور جِسے ہم بدل نہیں سکتے اُسے خُوشی سے قبُول کریں۔ ہمیں اِس کو اُس کے جلال اور لوگوں کی برکت کے لئے استعمال کرنا چاہیئے۔ ہمیں پَولُس کے ہمزبان ہوکر کہنا چاہیئے: "جو کُچھ ہُوں خُدا کے فضل سے ہُوں" (۱-کرنتھیوں ۱۵:۱۰)۔ جب ہم اپنی کمی کمزوریوں کو بھُول کر دُوسروں کی خِدمت کرنے لگتے ہیں تو رُوحانی لوگ ہمیں پیار کرنے لگتے ہیں۔ چاہے ہماری ظاہری شکل وصُورت کیسی ہی کیوں نہ ہو۔

۱: ۱۰-۱۱۔ اب یعقوب "دَولت مندوں" سے مُخاطب ہے۔ لیکن یہ تعجّب کی بات ہے کہ وُہ دَولتمندوں سے یہ نہیں کہتا کہ "دَولتمند اپنی دَولت میں خوشی منائے" بلکہ یہ کہتا ہے کہ دولتمند اِس بات پر فخر کرے کہ وُہ "اَدنیٰ" کِیا گیا ہے۔ وُہ یرمیاہ ۹: ۲۳-۲۴ سے اِتفاق کرتا ہے:

> نہ صاحبِ حِکمت اپنی حِکمت پر اور نہ قوَی اپنی قوت پر اور نہ مالدار اپنے مال پر فخر کرے۔ لیکن جو فخر کرتا ہے اِس پر فخر کرے کہ وہ سمجھتا اور مجھے جانتا ہے کہ مَیں ہی خداوند ہُوں جو دُنیا میں شفقت وعدل اور راست بازی کو عمل میں لاتا ہُوں کیونکہ میری خُوشنودی اِن ہی باتوں میں ہے۔ خُداوند فرماتا ہے۔

اگر ایک دَولت مند کو اُس کے مال ودَولت سے محرُوم کر دیا جائے تو مُمکن ہے کہ اُسے فخر کرنے کی حقیقی وجہ مِل جائے۔ شاید کاروبار میں نقُصان اُسے خُداوند کے پاس لے آئے۔ یا اگر وُہ پہلے ہی ایمان دار ہے تو پھر وُہ اپنے نقُصان کو خُوشی سے قبُول کرے گا، یہ جانتے ہُوئے کہ اُس کا آسمان پر ایک بہتر اور پائیدار خزانہ ہے (عِبرانیوں ۱۰: ۳۴)۔ زمینی مال ودَولت "گھاس کے پھُول کی مانند" جاتا رہے گا (یسعیاہ ۴۰: ۶-۷)۔ اگر ایک آدمی کے پاس ماسِوائے مادّی دَولت اَور کُچھ نہیں تو اُس کے تمام منصُوبے قبَر پر جاکر ختم ہو جائیں گے۔ یعقوب ایک اَمیر آدمی کی ختم ہونے والی زندگی اور اُس کی محدُود دَولت کو "گھاس" سے تشبیہ دیتا ہے۔ وُہ "اپنی راہ پر چلتے چلتے خاک میں مِل جائے گا"۔ بلاشُبہ، نکتہ یہ ہے کہ نہ تو سُورج اور نہ ہی تُند وتیز ہَوا رُوحانی اقدار پر اثر انداز ہو سکتے ہیں۔ ایسی کوئی بھی آزمائش جو ہمیں مِٹنے والی اشیا کی محبّت سے دُور لے جاتی ہے اور ہمارے دِل میں آسمانی چیزوں کے لئے محبّت پیدا کر دیتی ہے مُصیبت کے رُوپ میں برکت ہے۔ چنانچہ وُہی فضل جو اَدنیٰ کو سرفراز کرتا ہے امیر کو پست کر دیتا ہے۔ یہ دونوں باتیں خُوشی کرنے کے سبب ہیں۔

۱:۱۲۔ پاک آزمائشوں کی بحث کو ختم کرتے ہوئے یعقوب اُس آدمی کے لئے جو دُکھ و تکلیف میں بھی قائم رہتا ہے برکت کا اعلان کرتا ہے۔ جب ایسا شخص آزمائش پر پورا اُترا، یا "مقبول ٹھہرا تو زندگی کا تاج حاصل کرے گا"۔ یہاں جس "تاج" کا ذِکر ہے وُہ بادشاہ کا تاج نہیں ہے بلکہ جیتنے والے کا تاج ہے جو مسیح کے تختِ عدالت پر دیا جائے گا۔ یہاں یہ نہیں کہا گیا کہ اَبدی زندگی آزمائشوں کو برداشت کرنے کا اجر ہے بلکہ یہ کہ جو صَبر سے برداشت کرتے ہیں اُنہیں اِس قِسم کی زِندگی دی جائے گی اور آسمان میں گہری ابدی زِندگی سے لُطف اندوز ہوں گے۔ آسمان میں ہر شخص کا پیالہ لبریز ہوگا لیکن اُن کے پیالوں کی جسامت مختلِف ہوگی یعنی اُن کی لُطف اندوزی کی مِقدار مُختلف ہوگی۔ غالباً "زندگی کے تاج" میں جو خیال پایا جاتا ہے یہی ہے۔ یہ آسمانی جلال سے پُوری طرح لُطف اندوز ہونے کی طرف اِشارہ کرتا ہے۔

جب ہماری زندگی میں آزمائشیں آتی ہیں تو ہمارا ردِعمل کیا ہوتا ہے؟ کیا ہم زِندگی کی بدبختیوں کے خلاف تلخی کا اِظہار کرتے ہیں یا ہم اُن پر فخر کرتے اور اُن کے لئے خُداوند کے شکرگزار ہوتے ہیں؟ کیا ہم اپنی آزمائشوں کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں یا اُنہیں خاموشی سے برداشت کر لیتے ہیں؟ کیا ہم مُستقبِل میں رہتے اور اپنے حالات کے بہتر ہونے کا اِنتظار کرتے ہیں، یا ہم زمانۂ حال میں رہتے ہیں اور جو کچھ ہم پر وارِد ہوتا ہے اِس میں خُدا کا ہاتھ دیکھنے کے مُتمنی ہوتے ہیں؟ کیا ہم خُود پر رحم کھاتے اور دُوسروں کی ہمدردیاں جیتنے کی کوشش کرتے ہیں یا اپنے آپ کو دُوسروں کی خِدمت کرنے والی زِندگی میں غرق کر دیتے ہیں؟

۱:۱۳۔ اَب مَوضُوع ناپاک آزمائشوں کی طرف مُڑتا ہے (آیات ۱۳ - ۱۷)۔ جس طرح پاک آزمائشوں کا مقصد یہ ہے کہ ہماری بہتری ہو، اِسی طرح ناپاک آزمائشوں کا مقصد ہم میں خرابی پیدا کرنا ہے۔ ایک بات کو ہمیں صفائی سے سمجھ لینا چاہئے کہ جب ہم پر گناہ کی آزمائش آتی ہے تو یہ خُدا کی طرف سے نہیں ہوتی۔ جہاں تک ایمان کا تعلق ہے خُدا ہمیں یقیناً آزماتا ہے لیکن وُہ ہمیں کسی بھی قسم کی بدی کے لئے نہیں آزماتا۔ وُہ بدی سے کوئی سروکار نہیں رکھتا اور نہ گناہ کی ترغیب دیتا ہے۔

۱:۱۴۔ اِنسان اپنے گُناہوں کی ذِمّہ داری دُوسروں پر ڈالنے کے لئے ہمیشہ ہی تیار رہتا ہے۔ اگر وُہ خُدا کو اِلزام نہیں دے سکتا تو وُہ جدید ماہرینِ نفسیات کا طریقہ اِختیار کرتے ہُوئے کہتا ہے کہ گُناہ محض ایک بیماری ہے۔ اِس طرح وُہ عدالت سے بچنے کی اُمّید رکھتا ہے۔ لیکن گُناہ بیماری نہیں ہے۔ یہ اخلاقی قصُور ہے جس کا اِنسان کو ضرُور ہی جواب دینا ہوگا۔ بعض لوگ گُناہ کا اِلزام مادی چیزوں پر لگاتے ہیں۔ لیکن مادّی اشیا بذاتہٖ بُری نہیں ہیں۔ گناہ اِن سے پَیدا نہیں ہوتا۔ جب یعقوب یہ

کہتا ہے کہ "ہر شخص اپنی ہی خواہشوں میں کھنچ کر اور پھنس کر آزمایا جاتا ہے" تو وُہ شیروں کی غار تک اُن کے راستے کا کھوج لگاتا ہے۔ گُناہ ہمارے اندر سے یعنی پُرانی، بُری، گُناہ میں گری ہوئی اور نئی نہ بنائی گئی فطرت سے اُبھرتا ہے۔ یسُوع نے کہا "بُرے خیال، خُون ریزیاں، زِنا کاریاں، حرام کاریاں، چوریاں، جھُوٹی گواہیاں، بدگوئیاں دِل ہی سے نکلتی ہیں" (متی ۱۵: ۱۹)۔

یعقوب آیت ۱۴ میں لفظ "خواہشوں" اِستعمال کرتا ہے۔ یہ اچھی اور بُری دونوں قسم کی خواہشوں کے لئے اِستعمال ہو سکتا ہے۔ یہ لفظ اخلاقی طور پر غیر جانبدار ہے۔ لیکن نئے عہدنامہ میں چند مُستثنیات کے علاوہ یہ لفظ بُری خواہشات ہی کو بیان کرتا ہے اور یہاں بھی یقیناً ایسا ہی ہے۔ نفسانی خواہش ایک کسبی کی مانند ہے جو دُوسروں کو لُبھانے اور اپنے شکار کو پھنسانے کی کوشش کرتی ہے۔ ہم میں سے ہر شخص آزمایا جاتا ہے۔ ہم میں گندا لالچ اور ناپاک اِشتہا ہمیں متواتر گُناہ پر اُبھارتی رہتی ہے۔ کیا ہم اُس وقت جبکہ "اپنی ہی خواہشوں میں" پھنس کر آزمائے جاتے ہیں بے بس شکار ہوتے ہیں؟ نہیں، ہم اپنے ذہن سے تمام گُناہ آلُودہ خیالات کو نِکال سکتے اور اپنی توجُّہ شرافت اور پاک موضُوعات پر مرکوز کر سکتے ہیں (فلپیوں ۴: ۸)۔ سخت آزمائش کے لمحات میں ہم خُداوند کو پُکار سکتے ہیں، یہ یاد رکھتے ہُوئے کہ "خُداوند کا نام محکم بُرج ہے۔ صادق اُس میں بھاگ جاتا ہے اور امن میں رہتا ہے" (امثال ۱۸: ۱۰)۔

۱: ۱۵- اگر یہ درست ہے تو پھر ہم سے گُناہ کیوں سرزد ہوتا ہے؟ اِس کا جواب یہ ہے کہ "پھر خواہش حاملہ ہو کر گُناہ کو جنتی ہے"۔ گُناہ آلُودہ خیال کو نِکالنے کی بجائے ہم اُس کی حوصلہ افزائی کرتے، اُسے تقویت پہنچاتے اور اِس سے لُطف اندوز ہوتے ہیں۔ رضامندی کا یہ عمل مجامعت کی مانند ہے۔ نفسانی خواہش حاملہ ہوتی ہے اور ایک گھناؤنے بچے کو جس کا نام گُناہ ہے جنم دیتی ہے۔ ہم اِسے ایسے بھی بیان کر سکتے ہیں کہ اگر ہم کِسی بُری بات پر کافی دیر تک غور کرتے رہتے ہیں تو بالآخر اُس کے مُرتکب ہو جاتے ہیں۔ خواہش کے حاملہ ہونے اور گُناہ کو جنم دینے کو داؤد اور بت سبع کا واقعہ بڑی صفائی سے بیان کرتا ہے (۲-سموئیل ۱۱: ۱-۲۷)۔

یعقوب کہتا ہے: "اور گُناہ جب بڑھ چکا تو موت پیدا کرتا ہے"۔ گُناہ بانجھ نہیں ہوتا۔ وُہ اپنی اولاد پیدا کرتا ہے۔ اِس بیان کو کہ "گُناہ" "موت" پیدا کرتا ہے مُختلف طریقوں سے سمجھا جا سکتا ہے۔ سب سے پہلے تو گُناہ آدم اور اُس کی اولاد پر جسمانی موت لایا (پیدائش ۲: ۱۷)۔ لیکن گُناہ رُوحانی اور ابدی موت کا باعث بھی بنتا ہے یعنی خُدا سے حتمی جُدائی اور برکات سے محرومی (رومیوں ۶: ۲۳)۔ ایک لِحاظ سے گُناہ ایمان دار کے لئے بھی موت پیدا کرتا ہے۔ مثلاً ۱-تیمتھیس ۵: ۶

میں ہم پڑھتے ہیں کہ ایمان دار بیوہ جو عیش و عشرت میں زندگی بسر کرتی ہے مُردہ ہے۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ وُہ اپنی زندگی ضائع کر رہی ہے اور جس مقصد کے لئے خُدا نے اُسے نجات دی اُسے پُورا کرنے سے قاصر ہے۔ ایک سچے مسیحی کے لئے خُدا سے رِفاقت نہ رکھنا ایک طرح سے جیتے جی مَر جانا ہے۔

۱:۱۶-۱۷۔ بعض لوگ جو گناہ میں گر جاتے ہیں اپنے آپ کو مُلزم ٹھہرانے کی بجائے خُدا کو اِلزام دینے لگتے ہیں۔ وُہ اپنے خالق سے کہتے ہیں "تُو نے مجھے کیوں ایسا بنایا؟" لیکن یہ ایک طرح سے اپنے آپ کو دھوکا دینا ہے۔ خُدا سے صِرف اچھی بخششیں ہی مِلتی ہیں۔ درحقیقت وُہ "ہر اچھی بخشش اور ہر کامل انعام" کا منبع ہے۔

یعقوب خُدا کو "نُوروں کا باپ" بیان کرتا ہے۔ بعض اوقات بائبل میں باپ کا مطلب خالق یا منبع ہے (دیکھئے ایُّوب ۳۸: ۲۸)۔ چنانچہ خُدا "نُوروں" کا خالق یا منبع ہے۔ لیکن "نُوروں" کا کیا مطلب ہے؟ یقیناً اِس میں اَجرامِ فلکی ـــــ سُورج، چاند اور ستارے شامل ہیں (پیدائش ۱: ۱۴-۱۸؛ زبُور ۱۳۶: ۷)۔ لیکن خُدا تمام رُوحانی "نُور" کا بھی منبع ہے۔ پس ہمیں یہ خیال کرنا چاہئے کہ وُہ کائنات میں ہر قسم کے نُور کا منبع ہے۔ اُس میں "نہ کوئی تبدیلی ہو سکتی ہے اور نہ گردِش کے سبب سے اُس پر سایہ پڑتا ہے"۔ خُدا اَجرامِ فلک کی مانند نہیں ہے جنہیں اُس نے پَیدا کیا ہے۔ اُن میں متواتر تبدیلی ہوتی رہتی ہے لیکن اُس میں نہیں ہوتی۔ غالباً یعقوب نہ صِرف سُورج اور سِتاروں کی گھٹتی بڑھتی روشنی کے بارے میں سوچ رہا ہے بلکہ اُن کے گردش کرنے کے باعث زمین کے ساتھ بدلتے ہُوئے تعلق کے بارے میں بھی۔ تغیّر پذیری سُورج، چاند اور سِتاروں کا خاصّہ ہے۔

"گردش کے سبب سے اُس پر سایہ" کا مطلب وہ "سایہ" جو "گردش" کے باعث پڑتا ہے ہو سکتا ہے۔ اِن سایوں سے مُراد وُہ سایہ بھی مُراد ہو سکتا ہے جو زمین کے سُورج کے گرد گھومنے سے زمین پر پڑتا ہے۔ یا مُمکن ہے اِس کا اِشارہ گرہن کی طرف ہو۔ مثلاً سُورج گرہن اُس وقت پیدا ہوتا ہے جب چاند کا سایہ زمین پر پڑتا ہے۔ لیکن خُدا کے ساتھ مُعاملہ قطعی مُختلف ہے۔ اُس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی، اور نہ گردش کے باعث "سایہ" پڑتا ہے۔ اور اُس کی بخششیں اُس کی مانند "کامل" ہیں۔ اِس لئے یہ سوچا ہی نہیں جا سکتا کہ وُہ کبھی آدمیوں کو گناہ کرنے کی ترغیب دے گا۔ آزمائش اِنسان کی اپنی بُری فِطرت کے باعث اُس پر آتی ہے۔

آئیے ہم ناپاک خواہشوں کے موضوع پر اپنے ایمان کو پرکھیں۔ کیا ہم اپنے بُرے خیالات کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں کہ وُہ ہمارے دِل و دماغ میں چکر کاٹتے رہیں یا انہیں فوراً نکال دیتے ہیں؟

جب ہم سے کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے تو کیا ہم یہ کہتے ہیں کہ مَیں بالکل بے بس تھا؟ جب ہم پر گناہ کی آزمائش آتی ہے تو کیا ہم اِس کا اِلزام خُدا پر رکھتے ہیں؟

۳۔ خُدا کا کلام (۱:۱۸-۲۷)

یعقوب خُدا کو نُوروں کا باپ بتاتا رہا ہے۔ اب وُہ ہمیں یاد دِلاتا ہے کہ وُہ ہمارا بھی باپ ہے، اور کہ اُس نے اپنی وسیع کائنات میں ہمیں ایک اہم کردار عطا کیا ہے۔ ہم وُہ کردار سچّائی کے کلام (کلامِ حق) کی فرمانبرداری کرنے سے ادا کر سکتے ہیں (آیات ۱۹-۲۷)۔

۱:۱۸۔ اِن آیات میں بیان کیا گیا ہے کہ اِنسان کی نئی پیدائش کے وقت خُدا کا کلام کیا کردار ادا کرتا ہے۔ "اُس نے اپنی مرضی سے ہمیں کلامِ حق کے وسیلہ سے پیدا کیا تاکہ اُس کی مخلُوقات میں سے ہم ایک طرح کے پہلے پھل ہوں"۔ "اپنی مرضی سے"۔ یہ الفاظ ہمیں بتاتے ہیں کہ کِس چیز نے اُسے ہمیں بچانے کے لئے اُکسایا۔ وُہ ہمیں بچانے کے لئے ہماری کسی خوبی کے باعث مجبُور نہیں ہُوا۔ یہ اُس نے "اپنی" آزاد "مرضی" سے کیا ہے۔ اُس کی ہم سے محبّت ہماری کسی خوبی کی وجہ سے نہیں تھی اور نہ ہم نے اُسے تلاش کیا۔ یہ سب اُس نے اپنی رضا سے کیا ہے۔ اِس وجہ سے ہمیں اُس کی پرستش کرنی چاہئے۔

"اُس نے ہمیں پیدا کیا" ——— یہ نئی پیدائش کی حقیقت کو بیان کرتا ہے۔ اِس رُوحانی پیدائش سے ہم اُس کے فرزند بن جاتے ہیں ——— یہ ایک ایسا رِشتہ ہے جسے کبھی بدلا نہیں جا سکتا کیونکہ پیدائش کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔ "کلامِ حق کے وسیلہ سے" ——— خُدا کا کلام نئی پیدائش کا ذریعہ ہے۔ ہر ایک کی نجات میں پاک نوشتوں کا حِصّہ ہوتا ہے، خواہ وُہ زبانی ہو یا تحریری۔ بائبل کے بغیر ہمیں راہِ نجات معلُوم نہیں ہو سکتی تھی، اور حقیقت تو یہ ہے کہ ہمیں علم ہی نہ ہوتا کہ نجات دستیاب ہے!

"تاکہ اُس کی مخلُوقات میں سے ہم ایک طرح کے پہلے پھل ہوں"۔ "پہلے پھل" کے بارے میں تین[۳] مشہُور خیالات پائے جاتے ہیں۔ پہلا، کسی بھی فصل کا "پہلا پھل" پکے ہُوئے اناج کا پہلا پُولا تھا۔ یعقوب جن مسیحیوں کو یہ لکھ رہا تھا وُہ ابتدائی مسیحیوں میں سے پہلے مسیحی تھے۔ بے شک تمام مسیحی "ایک طرح کے پہلے پھل" ہیں لیکن یہاں بُنیادی اِشارہ یہُودی مسیحیوں کی طرف ہے جن کو یعقوب نے یہ خط لکھا۔ دُوسرا، "پہلا پھل" خُدا کو اُس کی برکات اور اس بات کے لئے کہ سب کچھ اُس کی طرف سے مِلتا ہے اور اُس کی مِلکیت ہے بطورِ شکر گزاری پیش کیا جاتا تھا۔ چنانچہ تمام ایمان داروں کو اپنے آپ کو

بطور زِندہ قربانی اُس کے حضور پیش کرنا چاہئے (رومیوں ۱۲ : ۱، ۲) ۔ تیسرا، "پہلا پھل" پُوری فصل کے آنے کا عہد تھا —— یعقوب اپنے قارئین کو مسیح کی فصل میں اناج کے پہلے پُولوں سے تشبیہ دیتا ہے ۔ اُن کے بعد وقت کے ساتھ ساتھ اور لوگ آتے رہیں گے لیکن اُنہیں مُقدّسین کے نمُونہ کے طور پر رکھا گیا تاکہ وُہ نئی مخلوق کے پھلوں کو ظاہر کریں ۔ بالآخر خُداوند اُن جیسے لوگوں سے تمام زمین کو بھر دے گا (رومیوں ۸ : ۱۹ - ۲۳) ۔ یہ پوری فصل اُس وقت ہوگی جب خُداوند یسوع مسیح زمین پر حکومت کرنے کے لئے واپس آئے گا ۔ دریں اثنا اُنہیں مسیح کی ویسی ہی فرمانبرداری کرنی ہے جیسے کہ ہزار سالہ حکومت میں تمام دُنیا کرے گی ۔ اور اگرچہ یہ حصّہ بُنیادی طور پر پہلی صدی کے مسیحیوں کو لکھا گیا، تاہم اِس کا اِطلاق ہم میں سے ہر ایک پر بھی ہے جو مسیح کے نام کو عزّت دیتے ہیں ۔

۱ : ۱۹ (الف) ۔ اِس باب کا باقی حِصّہ عملی ہدایات پر مشتمل ہے کہ ہم اُس کی مخلوقات میں پہلا پھل کیسے ہو سکتے ہیں ۔ یہاں اُس عملی راست بازی کو بیان کیا گیا ہے جو کلامِ حق کے ذریعہ نئے سِرے سے پیدا ہونے والوں کی خصوصیت ہونی چاہئے ۔ ہم جانتے ہیں کہ ہم کلام کے ذریعہ اِس لئے پیدا ہوئے کہ خُدا کی سچائی کو ظاہر کریں —— "پس" آئیے ہم اپنی ذمّہ داری کو پُورا کریں ۔

ہمیں "سُننے میں تیز" ہونا چاہئے ۔ یہ ایک غیر معمُولی حکم ہے اور اِس میں تھوڑا سا مزاح بھی پایا جاتا ہے ۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں خُدا کے کلام، نیز اُس کی نیک صلاح اور تنبیہ کو بھی "سُننے" کے لئے تیار رہنا چاہئے ۔ ہمیں پاک رُوح سے سیکھنے کے قابل ہونا چاہئے ۔ ہمیں "بولنے میں دھیرا" ہونا چاہئے ۔ یہ بڑی حیران کُن بات ہے کہ یعقوب ہمارے بولنے کے بارے میں بہت کچھ کہتا ہے ۔ وُہ ہمیں خبردار کرتا ہے کہ ہم اپنی گفتگو میں مُحتاط رہیں ۔ فِطرت بھی ہمیں یہی سکھاتی ہے ۔ ایکطیط نے کافی عرصہ پہلے اِس کا مُشاہدہ کیا ۔ وُہ لِکھتا ہے "فِطرت نے انسان کو ایک زبان اور دو کان دِئے ہیں تاکہ ہم دُوسروں سے دو مرتبہ سُنیں اور خُود ایک مرتبہ بولیں" ۔ سلیمان یقیناً یعقوب سے خوشی سے اتفاق کرتا، کیونکہ اُس نے خُود کہا ہے : "اپنے مُنہ کی نگہبانی کرنے والا اپنی جان کی حِفاظت کرتا ہے لیکن جو اپنے ہونٹ پسارتا ہے ہلاک ہوگا" (امثال ۱۳ : ۳) ۔ اُس نے یہ بھی کہا "کلام کی کثرت خطا سے خالی نہیں لیکن ہونٹوں کو قابو میں رکھنے والا دانا ہے" (امثال ۱۰ : ۱۹) ۔ بہت بولنے والے بالآخر حد سے بڑھ جاتے ہیں ۔

۱ : ۱۹ (ب) -- ۲۰ ۔ ہمیں "قہر کرنے میں دِھیما" ہونا چاہئے ۔ اگر ایک آدمی جلد غُصّے میں آجاتا ہے تو وُہ اُس قسم کی "راست بازی" پیدا نہیں کرتا جس کی "خُدا" اپنے بچّوں سے توقع رکھتا ہے ۔ غُصّے کے

تیز لوگ مسیحیت کے بارے میں لوگوں پر غلط تاثر چھوڑتے ہیں - یہ اب بھی درست ہے کہ "جو قہر کرنے میں دِھیما ہے پہلوان سے بہتر ہے اور وُہ جو اپنی رُوح پر ضابط ہے اُس سے جو شہر کو لے لیتا ہے" (امثال ۱۶ : ۳۲)-

۱:۲۱ - ایک اَور طریقہ جس سے ہم ظاہر کر سکتے ہیں کہ ہم اُس کی مخلوق میں پہلا پھل ہیں یہ ہے کہ ہم "ساری نجاست اور بدی کے فُضلہ کو دُور" کریں - یہ بُری باتیں جو کہ گندے کپڑوں کی مانند ہیں ہمیں ہمیشہ کے لئے دُور کر دینی چاہئیں - "فُضلہ" میں ہر قسم کی گندگی آجاتی ہے خواہ وُہ رُوحانی ہے یا ذہنی یا جسمانی - مُمکن ہے یہاں "ساری نجاست" کا تعلق اُن تمام قسم کی نجاستوں سے ہو جو تبدیل ہونے سے پیشتر ہم میں پائی جاتی تھیں - شاید اِس کا اِشارہ اُن گناہوں کی طرف ہو جو ہماری زِندگی سے صادر ہوتے اور دُوسروں پر بھی اثر انداز ہوتے تھے - خُدا کے کلام کی سچائی کو پا لینے کے لئے ضرُوری ہے کہ ہم اخلاقی طور پر پاک ہوں -

اِلٰہی سچائی کو پا لینے کا ایک اَور تقاضا "حلیمی" ہے - یہ عین مُمکن ہے کہ ہم بائبل تو پڑھیں لیکن یہ ہم پر اثر انداز نہ ہو - ہم اُس سے اثر لئے بغیر اُسے ایک درسی کتاب کی طرح پڑھ سکتے ہیں - ہمارا تکبّر، دِل کی سختی اور گُناہ ہمیں اُسے قبول نہیں کرنے دیتا - صِرف وہی لوگ جو فروتن اور حلیم ہیں کلام سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھا سکتے ہیں - "وُہ حلیموں کو اِنصاف کی ہدایت کرے گا - ہاں وُہ حلیموں کو اپنی راہ بتائے گا" (زبور ۲۵ : ۹) - "مَیں اُس شخص پر نِگاہ کروں گا - اُسی پر جو غریب اور شکستہ دِل ہے اور میرے کلام سے کانپ جاتا ہے" (یسعیاہ ۶۶ : ۲) -

یعقوب کلام کے بارے میں کہتا ہے کہ وُہ "دِل میں بویا گیا اور تمہاری رُوحوں کو نجات دے سکتا ہے" - یہاں خیال یہ ہے کہ جب کوئی نئے سِرے سے پَیدا ہوتا ہے تو کلام اُس کے دِل میں ایک مُقدّس امانت بن جاتا ہے - یہ کلام "رُوحوں کو نجات دے سکتا ہے" - بائبل ایک ذریعہ ہے جسے خُدا نئی پیدائش کے لئے اِستعمال کرتا ہے - وُہ اِسے نہ صِرف رُوح کو گُناہ کی سزا سے بچانے کے لئے اِستعمال کرتا ہے بلکہ اُس کی قوّت اور تسلّط سے بھی - وُہ اِسے نہ صِرف ابدیت میں عذاب سے بچانے کے لئے اِستعمال کرتا ہے بلکہ اِس زِندگی میں نُقصان سے بھی - یعقوب آیت ۲۱ میں یقیناً نجات کے اِس موجودہ اور جاری رہنے والے پہلو کو بیان کرتا ہے -

۱:۲۲ - دِل میں بویا گیا کلام کافی نہیں ہے - ہمیں اُس پر عمل بھی کرنا ہے - بائبل رکھنا، یہاں تک کہ اُسے ادب کے طور پر پڑھنا کوئی وُقعت نہیں رکھتا - ہمارے دِلوں میں خُدا کو کلام کرتے ہُوئے سُننے

اور جو کچھ وہ کہتا ہے اُس پر بلا حیل و حجّت عمل کرنے کی گہری خواہش ہونی چاہیے۔ ہمیں بائبل کو اعمال میں ضرور ہی منتقل کرنا چاہیے۔ کلام کو ہماری زِندگیوں میں زِندہ بن جانا چاہیے۔ ایسا وقت کبھی نہیں آنا چاہیے کہ ہم کلام تو پڑھیں لیکن اپنی زِندگی کو زیادہ بہتر بنانے کے لئے اُسے اِجازت نہ دیں۔ اگر خدا کے کلام سے محبّت ہمیں خداوند یسوع کا زیادہ ہم شکل نہ بنائے تو اِس کے مُطالعہ کا اصل مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ بائبل کی تابع فرمانی کئے بغیر محض اُس کا عقلی طور پر علم حاصل کرنا برکت کی بجائے پھندا بن سکتا ہے۔ اگر ہم متواتر یہ سیکھتے رہتے ہیں کہ ہمیں کیا کرنا ہے لیکن کرتے نہیں تو ہم بے دِل، مایوس اور بے حِس ہو جاتے اور خُدا کے سامنے زیادہ جواب دہ بن جاتے ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ ہم کلام کو پڑھیں اور اُس پر پُورے طور پر عمل کریں۔

۱: ۲۳-۲۴۔ ”جو کوئی کلام“ کو سنتا ہے لیکن اپنا رویّہ نہیں بدلتا ”وہ اُس شخص کی مانند ہے“ جو ہر صُبح اپنا چہرہ آئینے میں دیکھتا ہے لیکن پھر قطعی ”بھُول جاتا ہے“ کہ اُس نے کیا دیکھا تھا۔ بلاشُبہ، ہماری شکل و شباہت میں کچھ باتیں ایسی ہیں جو بدل نہیں سکتیں۔ لیکن کم از کم جو کچھ ہم دیکھتے ہیں اُس کے بارے میں ہمیں حلیمی اِختیار کرنی چاہیے۔ چنانچہ جب آئینہ کہتا ہے ”مُنہ دھو لو“ یا ”شیو بنا لو“ یا ”بالوں میں کنگھی کر لو“ تو ہمیں وہی کرنا چاہیے جو کہا گیا ہے۔ ورنہ آئینہ ہمارے لئے قطعی فائدہ مند نہیں۔

عین مُمکن ہے کہ ہم کبھی کبھار بائبل پڑھ لیں یا فرض کے طور پر پڑھا کریں لیکن اُس سے قطعی متاثر نہ ہوں۔ جیسا ہمیں ہونا چاہیے ویسا ہم دیکھتے تو ہیں لیکن فوراً بھُول جاتے ہیں اور ایسے زِندگی بسر کرنے لگتے ہیں گویا کہ ہم میں کوئی نقص نہیں۔ اِس قسم کی جھُوٹی تسلّی رُوحانی ترقی کو روک دیتی ہے۔

۱: ۲۵۔ اِس کے مُقابلے میں ایسا آدمی بھی ہے جو خُدا کے کلام پر ”غور سے نظر کرتا ہے“ اور عادتاً اُس پر عمل کرتا ہے۔ اُس کا اُس پر غور و فِکر کرنا اُس کی زِندگی میں عملی نتائج پیدا کرتا ہے۔ اُس کے نزدیک بائبل ”آزادی کی کامِل شریعت“ ہے۔ اِس کی ہِدایات اُس کے لئے بوجھ نہیں ہیں۔ وہ اُسے بالکل وہی کچھ کرنے کو کہتی ہیں جس پر عمل کرنے کے لئے اُس کی نئی فِطرت بڑی مُشتاق ہوتی ہے۔ جب وہ اُس پر عمل کرتا ہے تو اُسے اِنسانی روایات اور جسمانی دلائل سے آزادی مِل جاتی ہے۔ جو کچھ اُس نے پڑھا ہوتا ہے وہ اُسے بھُولتا نہیں بلکہ اپنی روزمرّہ زِندگی میں اُس پر عمل کرتا ہے۔ اُس کی بچّوں جیسی فرمانبرداری بے انداز برکت کا باعث بنتی ہے۔ ایسا شخص جو کچھ وہ کرتا ہے اُس میں ”برکت پائے گا“۔

۱: ۲۶-۲۷۔ یہاں ”باطِل دینداری“ اور ”خالِص اور بے عیب دِینداری“ میں مُقابلہ ہے۔ یہاں

دینداری کا مطلب کردار کا وُہ مظاہرہ ہے جس کا تعلق اُس کے عقیدے سے ہوتا ہے ۔ یہ باطنی رُوح کی بجائے خارجی طرزِ عمل کو ظاہر کرتی ہے ۔ اِس کا مطلب تعلیمی اعتقادات کی بجائے پرستش اور خِدمت میں ایمان کے خارجی اِظہارات ہیں ۔

”اگر کوئی اپنے آپ کو دِیندار“ سمجھتا ہے لیکن اپنی زُبان کو ”لگام نہ دے“ تو ”اُس کی دِینداری باطل ہے“۔ ممکن ہے وُہ مذہب کی تمام رسُومات کا پابند ہو جس کی وجہ سے وُہ بڑا متقی اور پرہیزگار نظر آتا ہو، لیکن وُہ اپنے آپ کو دھوکا دے رہا ہو ۔ خُدا اُس کی رسُومات سے مُطمئن نہیں ہے ۔ وُہ زِندگی میں عملی خُدا پرستی دیکھنا چاہتا ہے ۔

بے لگام ”زُبان“ ”باطل دینداری“ کی صِرف ایک مثال ہے ۔ ہر ایک رویّہ جو مسیحی ایمان سے مُطابقت نہیں رکھتا باطل ہے ۔ یہاں ہم ایک دُکاندار کی کہانی بیان کرتے ہیں جو اپنے زُہد و تقویٰ کی آڑ میں دھوکا دیا کرتا تھا ۔ وُہ اپنے سٹور کی بالائی منزل میں رہائش پذیر تھا ۔ ہر صبح وُہ نیچے اپنے مددگار کو آواز دیتا :

”جان !

”فرمائیے جناب“

”کیا تم نے دُودھ میں پانی ملا دیا ہے ؟“

”جی ہاں ۔“

”کیا پِسی ہُوئی مرچوں میں بُرادہ مِلا دیا ہے ؟“

”جی ہاں“

”کیا موٹی چینی میں باریک چینی مِلا دی ہے ؟“

”جی ہاں“

”اچھا تو پھر صُبح کی دُعا بندگی کے لئے اُوپر آ جاؤ ۔“

یعقوب کہتا ہے کہ ایسی ”دینداری باطل“ ہے ۔

خُدا جس بات کا متمنّی ہے وہ عملی قسم کی خُدا پرستی ہے جو دُوسروں میں پُرمحبت دِلچسپی لیتی اور اپنی زِندگی کو پاک صاف رکھتی ہے ۔ ”خالِص اور بے عیب دینداری“ کی مثالوں کے طور پر یعقوب اُس آدمی کی تعریف کرتا ہے جو ضرورت مند ”یتیموں اور بیواؤں“ کی خبرگیری کرتا اور اپنے آپ کو ”دُنیا سے بے داغ“ رکھتا ہے ۔ بالفاظِ دیگر نئی پیدائش کا عملی اِظہار ایک شخص کے ”پُرفضل کاموں

اور دُنیا سے علیحدگی" کی زِندگی بَسر کرنے سے ہوتا ہے -

ہمیں اپنے ایمان کی جانچ مُندرجۂ ذیل سُوالوں سے کرنی چاہیئے: کیا بائبل کا مُطالعہ کرتے وقت میری دِلی خواہش ہے کہ خُدا مجُھے ملامت کرے، تعلیم دے اور تبدیل کرے؟ کیا مَیں چاہتا ہوں کہ میری زُبان کو لگام دی جائے؟ کیا مَیں اپنے غُصّے کو حق بجانب قرار دیتا ہوں یا اُس پر فتح حاصِل کرنا چاہتا ہُوں؟ میرا ردِّ عمل کیا ہوتا ہے جب کوئی گندا لطیفہ سُنانے لگتا ہے؟ کیا میرے ایمان کا اِظہار اُن لوگوں کے ساتھ بھلائی کے کام کرنے سے ہوتا ہے جو مجھے بدلہ نہیں دے سکتے؟

۴ - طرفداری کی مذمّت (۲: ۱-۱۳)

دُوسرے باب کا پہلا حِصّہ خاص خاص آدمیوں کو عِزّت دینے کی مذمّت کرتا ہے - خُداوند کی زندگی یا نئے عہد نامہ کی تعلیم میں طرفداری کی مثال نہیں مِلتی - مسیحیت میں اَمارت پرستی یا دِیگر خوبیوں کے باعث اِمتیاز کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے -

۲: ۱ - سب سے پہلے اِسے واضح طور پر منع کیا گیا ہے - دیکھئے اِس فہمائش کے مخاطب ایمان دار ہیں - یہ "اے میرے بھائیو!" کے الفاظ سے صاف ظاہر ہے - "ہمارے خُداوند ذُوالجلال یسوع مسیح کا ایمان" کا اِشارہ مسیحی ایمان کی طرف ہے - اِس ایمان کا تعلق مسیح پر بھروسا یا اُس پر اِنحصار کرنے سے نہیں بلکہ مسیحی تعلیم کے مجمُوعہ سے ہے - اِن تمام خیالات کو یکجا کرنے سے معلُوم ہوتا ہے کہ یعقوب یہ کہہ رہا ہے کہ "اے میرے بھائیو! مسیحی "ایمان" کو برُوئے کار لاتے وقت "طرفداری" نہ کرو - امارت پرستی اور ذات پات کا اِمتیاز مسیحیت سے قطعی مُطابقت نہیں رکھتے - جلال کے خداوند کی موجُودگی میں اِنسان کی عظمت کی خوشامد کے لئے جگہ نہیں ہے - اگر ہم کِسی کو پیدائش، نسل، جِنس یا غربت کی وجہ سے حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں تو یہ علمی طور پر ایمان کا انکار کرنا ہے - یہ حُکم کہ حاکموں، مالِکوں، بزُرگوں اور والدین کی عِزّت کرو، نئے عہد نامہ کے دِیگر حِصّوں سے مُتصادم نہیں ہے - یقیناً ایسے تعلقات ہیں جنہیں خُدا نے مقرر کیا ہے، اُن کی ہمیں ضرُور عِزّت کرنی چاہیئے (رومیوں ۱۳: ۷) - یہاں پر لوگوں کے قیمتی کپڑوں یا دِیگر مصنُوعی اِمتیازات کی وجہ سے خوشامد کرنے سے منع کیا گیا ہے -

۲: ۲-۴ - اِسکی تصدِیق اُس واضح مثال سے ہوتی ہے جو یعقوب آیات ۲-۴ میں دیتا ہے - منظر مسیحیوں کی مقامی "جماعت" ہے - ایک مُعزّز سا آدمی فیشن ایبل کپڑے اور "سونے کی انگوٹھی" پہنے ابھی ابھی آیا ہے - ایک ذِمّہ دار بھائی اُس مشہُور آدمی کے سامنے جُھکتا ہے اور لے جا کر سامنے کی قطار میں

ایک نمایاں نشست پر بٹھا دیتا ہے۔ لیکن جونہی وہ دروازے پر واپس آتا ہے تو اُسے ایک اَور آدمی آتا دکھائی دیتا ہے۔ اِس مرتبہ ایک خستہ حال "غریب آدمی" آتا ہے ("میلے کچیلے" کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اُس آدمی کے کپڑے دُھلنے والے تھے بلکہ یہ کہ وُہ اپنی غربت کے مُطابق کپڑے پہنے ہُوئے ہے)۔ اِس مرتبہ وُہ ذِمّہ دار بھائی جماعت کو پریشانی سے بچانے کے لئے بڑی ہوشیاری سے اِسے پیچھے خالی جگہ میں یا دروازہ کے پاس فرش پر بِٹھا دیتا ہے۔ یہ بات کہ کبھی کوئی شخص ایسا کرسکتا ہے ناقابلِ یقین لگتی ہے۔ شاید ہم خیال کر رہے ہوں کہ اِس تصویر میں بات کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا گیا ہے لیکن اگر ہم اپنے دِل کو ٹٹولیں تو معلوم ہوگا کہ ہم اِس قسم کی درجہ بندی کرتے ہیں اور یوں "بدنیت منصف" بنتے ہیں۔ لیکن حقیقی مسیحیوں کو الٰہی قوانین کے ساتھ وفادار رہنا چاہیے۔ اُن کا فرض ہے کہ وُہ اِس بات کا کہ تمام ایمان دار مسیح میں ایک ہیں عملی ثبوت پیش کریں۔

۲: ۵-۶ (الف) - طرف داری مسیحی ایمان کے ساتھ مُطابقت نہیں رکھتی۔ یعقوب اِس کا اِظہار آیات ۵-۱۳ میں کرتا ہے۔ وُہ چار ٹھوس وجوہات بیان کرتا ہے کہ یہ ایک ایمان دار کے لئے کیوں نامناسب ہے کہ وُہ دَولت مندوں کی تو طرف داری کرے اور غریبوں کو حقارت سے دیکھے۔

پہلی وجہ، اِس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اُس آدمی کی جس کی عزّت خُدا کرتا ہے عزّت نہیں کرتے۔ خُدا نے اِس جہان کے غریبوں کو چُن لیا ہے کہ وُہ "ایمان میں دَولت مند اور اُس بادشاہی کے وارث" ہوں جس کا "اُس نے اپنے محبت کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے"۔ غریب آدمی خُدا کے برگزیدہ، ممتاز افراد، خُدا کے وارث اور خُدا کو پیار کرنے والے ہیں۔ کلامِ مُقدّس میں ہم بار بار پڑھتے ہیں کہ یہ غریب ہی ہیں نہ کہ امیر جو خُدا کے جھنڈے کے گرد جمع ہیں۔ ہمارے خداوند نے خُود فرمایا: "غریبوں کو خوشخبری سُنائی جاتی ہے" (متّی ۱۱: ۵)۔ وُہ عام لوگ تھے جنہوں نے اُسے خُوشی سے سُنا نہ کہ دَولت مند یا اشراف طبقہ (مرقس ۱۲: ۳۷)۔ اشراف کو نہیں بُلایا گیا بلکہ بیوقوفوں، کمزوروں، رذیلوں، حقیروں اور بے وجودوں کو (۱-کرنتھیوں ۱: ۲۶-۲۹)۔ عام طور پر دَولتمند ایمان میں غریب ہوتے ہیں کیونکہ وُہ خُداوند پر اعتقاد رکھنے کی بجائے دولت پر ایمان رکھتے ہیں۔ دُوسری طرف خُدا نے غریبوں کو "چُن لیا" کہ "ایمان میں دولتمند" ہوں۔ اگر آسمان کے شہریوں کا سروے کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اِن میں اکثریت غریبوں کی ہے۔ خُدا کی بادشاہی میں وُہ دَولت اور جَلال سے مالا مال ہوں گے۔ پس ایسے لوگوں کو حقارت کی نظر سے دیکھنا جو ایک دِن ہمارے خُداوند اور نجات دہندہ کی بادشاہی میں سرفراز کئے جائیں گے سخت بیوقوفی اور خطرناک بات ہے۔

۲:۶(ب)- دُوسری وجہ کہ "دَولتمندوں" کی طرف داری کرنا کیوں بیوقُوفی ہے یہ ہے کہ اکثر یہی وہ لوگ ہیں جو عام طور پر خُدا کے لوگوں کو دباتے ہیں۔ اِس مَوقع پر بحث قدرے پیچیدہ بن جاتی ہے۔ اِس سے پیشتر اِس باب میں جِس امیر آدمی کا ذِکر ہے وُہ بِلاشُبہ ایمان دار ہے۔ لیکن اُس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جِن دَولت مَندوں کا ذِکر آیت ۶ میں ہے وُہ بھی ایمان دار ہیں۔ جو کُچھ یعقوب یہاں کہہ رہا ہے اِس کا مطلب صِرف یہ ہے کہ لوگوں کی طرف داری محض اِس لئے کیوں کی جائے کہ وُہ دَولتمند ہیں؟ اگر آپ کرتے ہیں تو یہی وُہ لوگ ہیں جو سب سے پہلے آپ کو ڈراتے، دھمکاتے اور پھر "عدالتوں میں گھسیٹ کر" لے جاتے ہیں۔ کیلون اِس نکتے کو یُوں بیان کرتا ہے: "اپنے جَلّادوں کی عزّت کیوں کرتے ہو؟"

۲:۷- تیسری وجہ یہ ہے کہ اکثر امیر عادتاً مسیح کے نام کا ذِکر کرتے وقت سخت یا بُرے الفاظ اِستعمال کرتے ہیں۔ یہ وُہ "بُزرگ نام" ہے جس سے مسیح کے پَیرو کار "نامزَد" ہیں یعنی وُہ مسیحی کہلاتے ہیں۔ اگرچہ مسیح کے نام پر کُفر بکنے کی اِجارہ داری صِرف امیروں ہی کی نہیں ہے، تاہم یہ سچ ہے کہ اکثر یہی لوگ مسیحیوں کو ستاتے ہیں۔ وُہ اکثر نجات دہندہ کے خِلاف شرمناک زُبان استعمال کرتے ہیں۔ پس ایمان دار کیوں کسی شخص کی اِس لئے طرف داری کریں کہ وُہ امیر ہے۔ امیروں کی عام خصُوصیّت یہی ہے کہ خُداوند یسوع کی عزّت نہیں کرتے۔ اِس اِصطلاح کا کہ "بُزرگ نام . . . جس سے تُم نامزَد ہو" ترجمہ یُوں بھی کیا جا سکتا ہے "وُہ بزرگ نام جِس سے تمہیں نامزد کیا گیا ہے"۔ بعض اِس میں مسیحی بپتسمہ کا حوالہ دیکھتے ہیں۔ ایمان داروں کو خُداوند یسوع کے نام میں بپتسمہ دیا جاتا ہے۔ اور یہی وُہ نام ہے جس کے بارے میں دَولت مند عادتاً "کُفر" بکتے ہیں۔

۲:۸- چوتھی وجہ یہ ہے کہ دَولتمند کی طرف داری کرنے سے اِس "شریعت" کو توڑا جاتا ہے کہ تُو "اپنے پڑوسی سے اپنی مانند محبّت رکھ"۔ یہ "بادشاہی شریعت" کہلاتی ہے کیونکہ یہ بادشاہ کی ہے اور تمام شریعت کی بادشاہ ہے۔ اگر ہم سچ مُچ اپنے پڑوسی سے اپنی مانند محبّت رکھتے ہیں تو پھر ہم سب کے ساتھ ویسا ہی سُلوک کریں گے جیساکہ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ کیا جائے۔ یہ یقینی بات ہے کہ ہم کبھی یہ نہیں چاہیں گے کہ غریب ہونے کے باعث ہم سے حقارت کی جائے۔ بائبل کی تمام تعلیمات سے یہ حُکم کہ "اپنے پڑوسی سے اپنی مانند محبّت رکھ" یقیناً سب سے اِنقلابی ہے۔ ذرا سوچئے! اِس کا مطلب یہ ہے کہ ہم دُوسروں کے لئے بھی ویسے ہی فکرمند ہوں جیسے کہ اپنے لئے ہوتے ہیں۔ ہم دُوسروں کو جو ہماری طرح خُوشحال نہیں ہیں اپنے دنیاوی مال و دَولت

میں شریک کرنے پر رضامند ہوں - اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہم اپنی پُوری کوشش کریں کہ اُنہیں بھی مُبارک خُداوند کو جاننے کا موقع مِل جائے - اکثر ہمارے فیصلوں کا اِنحصار اِس بات پر ہوتا ہے کہ ہمیں اُن سے کیا فائدہ ہوتا ہے - ہم "خُود غرض" ہیں - ہم امیروں کے ساتھ اچھّا سلُوک اِس لئے کرتے ہیں کیوں کہ ہمیں سماجی یا مادّی مُعاوضہ کی توقع ہوتی ہے - ہم غریبوں کو اِس لئے نظر انداز کرتے ہیں کیونکہ وُہ ہمیں اِس قسم کا فائدہ پُہنچا نہیں سکتے - "بادشاہی شریعت" ہمیں دُوسروں کو اِس طرح اِستعمال کرنے سے منع کرتی ہے - یہ ہمیں سِکھاتی ہے کہ ہم اپنے "پڑوسیوں" سے "اپنی مانند محبّت" رکھیں - اگر ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارا پڑوسی کون ہے تو ہم نیک سامری کی تمثیل (لوقا ۱۰: ۲۹: ۳۷) سے سیکھتے ہیں کہ ہر ضرُورت مند جِس کی ہم مدد کرسکتے ہیں ہمارا پڑوسی ہے -

۲:۹ - "طرف داری کرنا" بادشاہی شریعت کی خِلاف ورزی ہے - یہ "گُناہ" اور "قصُور" دونوں ہے - "گُناہ"، خُدا کی مرضی سے مُطابقت نہ رکھنا یعنی اُس کے معیار پر پُورا نہ اُترنا ہے - قصُور وُہ ہے جہاں ہم معلُومہ شریعت کو توڑتے ہیں - بعض کام گُناہ آلُودہ ہیں کیونکہ وُہ بُنیادی اور پیدائشی طور پر غلط ہیں، لیکن وُہ اُس وقت قصُور بنتے ہیں جبکہ کوئی خاص حُکم اُنہیں کرنے سے منع کرتا ہے - طرف داری گُناہ آلُودہ ہے کیونکہ وُہ اپنے آپ میں بنیادی طور پر غلط ہے - لیکن یہ قصُور بھی ہے کیونکہ اُس کے خِلاف حُکم دیا گیا ہے -

۲:۱۰ - شریعت کے کِسی "ایک" حُکم کو توڑنا شریعت کی "سب باتوں میں قصُوروار ٹھہرنا" ہے - شریعت دس کڑیوں کی ایک زنجیر کی مانند ہے - خُدا ہمیں یہ اجازت نہیں دیتا کہ جِس حُکم کو ہم پسند کریں اُسے تو مانیں اور باقیوں کو توڑ دیں -

۲:۱۱ - وُہ خُدا جِس نے "زِنا" کرنے سے منع کِیا، وہی "خُون" کرنے سے بھی منع کرتا ہے - مُمکن ہے ایک شخص نے "زِنا" نہ کیا ہو لیکن وُہ "خُون" کرنے کا مُرتکب ہوتا ہے - کیا وُہ "شریعت کا عُدُول کرنے والا" ہے؟ یقیناً ہے - شریعت کی رُوح یہ ہے کہ ہم اپنے پڑوسی سے اپنی مانند محبّت رکھیں - "زِنا" یقیناً اِس کی خِلاف ورزی ہے لیکن اِسی طرح "خُون" کرنا بھی - اور یہی حال احساسِ برتری، خُودپسندی اور اِمتیاز پسندی کا ہے - اگر ہم اِس میں سے کوئی بھی گُناہ کرتے ہیں تو ہم شریعت کے احکام کی پیروی کرنے سے قاصر رہتے ہیں -

دس۱۰ احکام

آئیے ذرا ایک بُنیادی مشکل پر غور کریں جو یہاں پیدا ہوتی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ”کیا مسیحی شریعت کے ماتحت ہیں یا نہیں“؟ ایسا لگ رہا ہے کہ یعقوب مسیحی ایمان داروں پر دس۱۰ احکام لاگو کر رہا ہے۔ وُہ خاص طور پر چھٹے اور ساتویں حُکم کا حوالہ دیتا ہے جو زناکاری اور قتل سے منع کرتے ہیں۔ پھر وُہ آخری پانچ اَحکام کا خُلاصہ اِن الفاظ میں پیش کرتا ہے کہ ”تُو اپنے پڑوسی سے اپنی مانند محبّت رکھ“۔ لیکن اگر ایمانداروں کو شریعت کے ماتحت کیا جائے تو یہ نئے عہدنامہ کے دِیگر حِصّوں سے مُتصادم ہے۔ مثلاً رومیوں ۶: ۱۴ ”تُم شریعت کے ماتحت نہیں بلکہ فضل کے ماتحت ہو“۔ رومیوں ۷: ۶ ”اَب ہم شریعت سے... چھُوٹ گئے... ہیں“۔ رومیوں ۷: ۴ ”تُم بھی مسیح کے بدن کے وسیلہ سے شریعت کے اِعتبار سے ... مُردہ بن گئے“ (مزید دیکھئے گلتیوں ۲: ۱۹؛ ۳: ۱۳، ۲۴، ۲۵؛ ۱-تیمتھیُس ۱: ۸، ۹؛ عبرانیوں ۷: ۱۹)۔ یہ حقیقت کہ مسیحی دس۱۰ اَحکام کے ماتحت نہیں ۲-کرنتھیوں ۳: ۷-۱۱ میں صفائی سے بیان کی گئی ہے۔

تو پھر یعقوب کیوں اِس فضل کے زمانہ میں ایمان داروں پر شریعت پر عمل کرنے کے لئے زور دیتا ہے؟

پہلی بات یہ ہے کہ بطور ضابطۂ حیات وُہ شریعت کے ماتحت نہیں ہیں۔ شریعت نہیں، بلکہ مسیح ایمان داروں کی زِندگی کی بُنیاد ہے۔ جہاں شریعت ہے وہاں سزا بھی ہے۔ شریعت توڑنے کی سزا موت ہے۔ مسیح شریعت کی عُدولی کی سزا اُٹھانے کے لئے ہی مَرا۔ چنانچہ وُہ لوگ جو مسیح میں ہیں شریعت اور اُس کی سَزا سے محفُوظ ہیں۔ لیکن شریعت کے بعض اصُول دائمی نوعیت کے ہیں۔ یہ ہر عُمر کے لوگوں کے لئے ہیں۔ بُت پرستی، زِنا، قتل اور چوریاں بنیادی طور پر غلط ہیں۔ مزید برآں دس۱۰ میں سے نَو۹ کو خطوط میں دُہرایا گیا ہے۔ ایک جِس کا ذِکر نہیں مِلتا اُس کا تعلق سبت سے ہے۔ مسیحیوں کو کہیں بھی سبت یا ہفتہ کے ساتویں دِن کو ماننے کا حُکم نہیں دیا گیا کیونکہ یہ رسمی نوعیّت کا ہے اخلاقی نہیں ہے۔ بنیادی طور پر تو ایک یہودی کے لئے ساتویں دِن کام کرنا غلط نہیں تھا۔ یہ صرف اِس لئے غلط تھا کہ خُدا نے اِس دِن کو الگ کیا تھا۔

آخری بات یہ ہے کہ نَو۹ حُکم جن کا اِعادہ خطُوط میں کیا گیا ہے وُہ بطور شریعت نہیں دِئے گئے بلکہ خُدا کے لوگوں کے لئے راست بازی کے سِلسلے میں بطور ہدایات ہیں۔ بالفاظِ دیگر خُدا مسیحیوں سے یہ نہیں کہتا کہ ”اگر تُم چوری کرو گے تو تُم موت کے وارث ہو گے“۔ یا ”اگر تُم حرامکاری کرو گے تو نجات سے ہاتھ دھو بیٹھو گے“ بلکہ یہ کہتا ہے ”مَیں نے تُمہیں اپنے فضل سے بچایا ہے۔ اَب مَیں

چاہتا ہوں کہ تم مجھ سے محبت رکھنے کے سبب سے پاک زندگی بسر کرو۔ اگر تم یہ جاننا چاہتے ہو کہ میں تم سے کیا اُمید رکھتا ہوں تو یہ تمہیں نئے عہد نامہ میں نظر آئے گا۔ وہاں تمہیں نو۹ حکم ملیں گے۔ لیکن اِس کے ساتھ تمہیں وہاں خداوند یسوع کی تعلیم بھی ملے گی جو درحقیقت شریعت کے تقاضے سے کہیں بلند کردار کا تقاضا کرتی ہے"۔ پس درحقیقت یعقوب ایمان داروں کو شریعت اور اُس کی سزا کے ماتحت نہیں لا رہا ہے۔ وہ یہ نہیں کہہ رہا کہ "اگر تم آدمیوں کی عزت کرتے ہو تو شریعت کو توڑتے ہو اور یوں موت کے وارث بن جاتے ہو"۔

۱۲:۲ ۔ یعقوب یہ کہہ رہا ہے کہ بطور ایمان دار تم غلامی کی شریعت کے ماتحت نہیں رہے بلکہ "آزادی کی شریعت" کے ماتحت ہو یعنی ہر درست کام کرنے کی "آزادی"۔ موسوی شریعت تمہیں اپنے پڑوسی سے محبت کرنے کو کہتی ہے لیکن تمہیں قوت نہیں دیتی اور اگر اس سے قاصر رہو تو سزا کا حکم سناتی ہے۔ فضل کے تحت اپنے پڑوسی سے محبت کرنے کے لئے تمہیں قوت دی جاتی ہے اور جب تم محبت کرتے ہو تو اجر دیا جاتا ہے۔ تم نجات پانے کے لئے محبت نہیں کرتے بلکہ اِس لئے کہ نجات یافتہ ہو۔ تم سزا کے خوف کی وجہ سے محبت نہیں کرتے بلکہ مسیح کے ساتھ محبت رکھنے کی وجہ سے جو تمہارے لئے مؤا اور پھر جی اُٹھا۔ جب تم مسیح کے تختِ عدالت کے سامنے کھڑے ہو گے تو اِس معیار کے مطابق اجر ملے گا یا نقصان اُٹھاؤ گے۔ وہاں سوال نجات کا نہیں ہو گا بلکہ اجر کا۔ اُن لوگوں کی طرح "کلام بھی کرو اور کام بھی"۔ کلام اور زندگی دونوں میں مطابقت ہونی چاہئے۔ ایمان داروں کو اپنے کام اور کلام میں طرف داری سے احتراز کرنا چاہئے۔ آزادی کی شریعت کی اِس قسم کی خلاف ورزی کا مسیح کے تختِ عدالت کے سامنے جواب دینا پڑے گا۔

۱۳:۲ ۔ آیت ۱۳ کو سیاق و سباق کی روشنی میں سمجھنا چاہئے۔ یعقوب ایمان داروں سے مخاطب ہے۔ یہاں ابدی سزا کا سوال نہیں ہے۔ وہ سزا ایک ہی مرتبہ کلوری کی صلیب پر اُٹھا لی گئی ہے۔ یہاں پر سوال یہ ہے کہ خدا ہمیں فرزند جان کر ہمارے ساتھ اِس دنیا میں کیسا سلوک کرتا ہے۔ اگر ہم دوسروں پر "رحم" نہیں کرتے تو ہم خدا کے ساتھ رفاقت میں نہیں چل رہے اور ہمیں اِس کے نتائج بھگتنے پڑیں گے۔

"رحم انصاف پر غالب آتا ہے" کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ خدا ہمیں سزا دینے کی بجائے ہم پر رحم کرنا زیادہ پسند کرتا ہے (میکاہ ۷:۱۸)۔ اِس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم عدالت کے باوجود خوشی منا سکتے ہیں بشرطیکہ ہم نے دوسروں پر رحم کیا۔ لیکن اگر ہم نے اُن پر جنہیں ہم انصافاً

قصور وار ٹھہرا سکتے تھے رحم نہیں کیا تو ہم پر بھی رحم نہ کیا جائے گا - یا "رحم اِنصاف پر غالب آتا ہے" کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ رحم ہمیشہ ہی اِنصاف سے بڑا ہے - بہر حال اِس فقرے کا عام مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر ہم دوسروں پر رحم کرتے ہیں تو وہ سزا جو بصورتِ دیگر ہماری ہوتی رحم میں بدل جائے گی -

پس آیئے ہم طرف داری کے اہم موضوع پر اپنے آپ کو پرکھیں - کیا آپ اُن لوگوں کی نسبت جو معمولی شکل وصورت کے یا غیر جاذبِ نظر ہیں خوبصورت لوگوں سے زیادہ ملتے ہیں ؟ کیا آپ غیر معروف لوگوں کے مقابلے میں مشہور لوگوں سے دوستی کرنے کے زیادہ خواہاں رہتے ہیں ؟ کیا آپ معذوروں سے بچتے اور صحت مند اور توانا لوگوں سے ہم نشینی کی تلاش میں رہتے ہیں ؟ کیا ہم غریبوں کے مقابلہ میں امیروں کی طرف داری کرتے ہیں ؟

جب ہم اِن سوالوں کا جواب دیں تو یاد رکھیں کہ اگر ہم کسی چھوٹے سے چھوٹے ایماندار کے ساتھ یہ سلوک کرتے ہیں تو ہم اپنے نجات دہندہ کے ساتھ کرتے ہیں (متی ۲۵ : ۴۰) -

۴ - ایمان اور عمل (۲: ۱۴ - ۲۶)

غالباً یہ آیات یعقوب کے خط میں سب سے زیادہ متنازع ہیں - یہاں تک کہ کلیسیا کے عظیم سپوت لوتھر کا خیال تھا کہ یعقوب کے خط میں اعمال کے ذریعہ راستباز ٹھہرائے جانے کی تعلیم اور پولس کے ایمان کے وسیلے سے راستباز ٹھہرائے جانے پر زور دینے میں مصالحت نہیں ہو سکتی - اِن آیات کو عام طور پر غلط طریقے سے استعمال کرتے ہوئے اِس بدعت کی تائید میں پیش کیا جاتا ہے کہ نجات ایمان + اعمال سے ہے - اسے تعاونِ باہمی[۱] کا عقیدہ کہا جاتا ہے - بالفاظِ دیگر ہمیں مسیح پر بطور نجات دہندہ کے ضروری ہی ایمان رکھنا ہے لیکن یہ کافی نہیں ہے - ہمیں اُس کے مخلصی کے کام کے ساتھ اپنے نیک کاموں کا بھی ضروری ہی اِضافہ کرنا ہوگا -

ہم اِس حصے کا عنوان "اعمال سے راستباز ٹھہرایا جانا" رکھ سکتے ہیں ، کیونکہ ایک لحاظ سے ہم اپنے کاموں سے راست باز ٹھہرائے جاتے ہیں - راست باز ٹھہرائے جانے کے بارے میں پوری سچائی کو معلوم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اِس کے چھ ۶ پہلوؤں کو صفائی سے سمجھ لیں - ۱- ہم فضل سے

---

[۱] synergism

راست باز ٹھہرائے جاتے ہیں (رومیوں ۳ : ۲۴) - اِس کا مطلب صِرف یہ ہے کہ ہم راست باز ٹھہرائے جانے کے حق دار نہیں تھے - درحقیقت ہم اِس کے اُلٹ کے حقدار تھے - ۲ - ہم ایمان سے راستباز ٹھہرائے جاتے ہیں (رومیوں ۵ : ۱) - ایمان، خُدا کے فضل کا اِنسانی جواب ہے - ایمان سے ہم مُفت بخشِش کو قبول کرتے ہیں - خُدا نے جو کُچھ ہمارے لئے کیا اُسے قبول کرنا ایمان ہے - ۳ - ہم خُون سے راست باز ٹھہرائے جاتے ہیں (رومیوں ۵ : ۹) - یہاں خُون وُہ قیمت ہے جو ادا کی گئی تاکہ ہمیں راست باز ٹھہرایا جا سکے - گُناہ کا قرض مسیح کے قیمتی خُون سے ادا کیا گیا - اب خُدا گنہگاروں کو راستباز ٹھہرا سکتا ہے کیونکہ ایک راست ادائیگی کی جا چُکی ہے - ۴ - خُدا ہمیں راست باز ٹھہراتا ہے (رومیوں ۸ : ۳۳) - جو سچائی یہاں ہے وُہ یہ ہے کہ خُدا ہی وُہ ہے جو ہمیں راست باز ٹھہراتا ہے (رومیوں ۸ : ۳۳) - ۵ - ہم قُدرت سے راست باز ٹھہرائے گئے (رومیوں ۴ : ۲۵) - ہمارے راست باز ٹھہرائے جانے کا تعلق اُس قُدرت سے ہے جِس نے مسیح کو مُردوں میں سے جِلایا - اُس کا جی اُٹھنا اِس بات کا ثبوت ہے کہ خُدا مُطمئِن ہے - ۶ - ہم اعمال سے راست باز ٹھہرائے جاتے ہیں (یعقوب ۲ : ۲۴) - اعمال ایمان کی حقیقت کو ظاہر کرتے ہیں - وُہ اُس بات کو جو بصُورتِ دِیگر نادِیدنی رہتی ظاہر کرتے ہیں - اِس سے ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص فضل سے، ایمان سے، خُون سے، خُدا سے، قُدرت سے اور اعمال سے راست باز ٹھہرایا جاتا ہے - اِن چھ باتوں میں قطعی کوئی تضاد نہیں ہے - یہ بیانات ایک ہی سچائی کے مُختلف پہلوؤں کو بیان کرتے ہیں فضل وُہ اصُول ہے جِس پر خدا راست باز ٹھہراتا ہے - ایمان وُہ ذریعہ ہے جِس سے آدمی اُسے حاصِل کرتا ہے - خُون وُہ قیمت ہے جو نجات دہِندہ کو ادا کرنی پڑی - خُدا راست باز ٹھہرانے والی ہستی ہے - قُدرت ثبوت ہے اور کام نتیجہ ہیں -

۲ : ۱۴ - یعقوب اِصرار کرتا ہے کہ ایمان جِس کا نتیجہ نیک اعمال کی صُورت میں نہیں نِکلتا بچا نہیں سکتا - یہاں دُو کلیدیں مِلتی ہیں جو اِس آیت کو سمجھنے میں بڑی مدد دیتی ہیں - پہلی یہ کہ یعقوب یہاں یہ نہیں کہتا کہ "اگر کِسی کے پاس ایمان ہے تو اُس کا کیا فائِدہ ؟" بلکہ وُہ یہ کہتا ہے کہ "اگر کوئی کہے کہ مَیں اِیمان دار ہُوں . . . تو کیا فائِدہ ؟" بالفاظِ دِیگر یہاں اُس آدمی کا سُوال نہیں ہے جِس کے پاس سچّا ایمان ہے لیکن اِس کے باوجُود بھی بچا ہُوا نہیں ہے - یعقوب یہاں ایسے آدمی کا ذِکر کر رہا ہے جو نام کا ایمان رکھتا ہے - وُہ کہتا ہے کہ میرے پاس ایمان ہے لیکن اُس کی زِندگی اِس کی تصدیق نہیں کرتی - دُوسری مفید کلید یہ ہے کہ "کیا ایسا ایمان اُسے نجات دے سکتا ہے ؟" دُوسرے لفظوں میں کیا ایسا "ایمان" اُسے بچا سکتا ہے ؟ اگر یہ پُوچھا جائے کہ یعقوب کِس قسم کے ایمان کا ذِکر

کر رہا ہے تو اِس کا جواب آیت کے پہلے حِصّے میں ملتا ہے ۔ یہاں وُہ فرضی یا نام نہاد ایمان کا ذکر کر رہا ہے جس کی تصدیق نیک اعمال سے نہیں ہوتی ۔ ایسا ایمان بے فائدہ ہے ۔ یہ محض لفاظی ہے اَور کُچھ نہیں ۔

۲ : ۱۵ - ۱۶ - اب یہاں اَعمال کے بغیر الفاظ کی بے ثمری کی منظر کشی کی گئی ہے ۔ ہم سے دو اشخاص کا تعارُف کرایا جاتا ہے ۔ ایک وُہ جس کے پاس "روزانہ روٹی" اور کپڑوں کی کمی ہے ، اور دُوسرا وُہ جس کے پاس یہ دونوں چیزیں ہیں لیکن وُہ اُن میں دُوسروں کو شریک کرنے پر تیار نہیں ۔ بڑا سخی بنتے ہُوئے وُہ اُس غریب بھائی سے کہتا ہے "جاؤ کپڑے پہنو اور خُوب سیر ہو کر کھاؤ" ۔ لیکن وُہ اُس کی مدد کرنے کے لئے کُچھ نہ کرے تو ایسے الفاظ کی کیا حقیقت ہے ؟ وُہ بے معنی ہیں ۔ وُہ نہ تو بھُوک کو مٹاتے اور نہ "تن" کو گرم کرتے ہیں ۔

۲ : ۱۷ - "اِسی طرح ایمان بھی اگر اُس کے ساتھ اَعمال نہ ہوں تو اپنی ذات میں مُردہ ہے" ۔ "ایمان" جس کے ساتھ "اَعمال" نہ ہوں حقیقی ایمان نہیں ہوتا ۔ وُہ صِرف اَلفاظ تک محدُود ہے ۔ یعقوب یہ نہیں کہہ رہا کہ ہم ایمان + اعمال سے بچتے ہیں ۔ ایسا ایمان رکھنا خُداوند یسوع مسیح کے تکمیل شُدہ کام کی بے حُرمتی کرتا ہے ۔ اگر ہم ایمان + اَعمال سے نجات پائیں تو ہمارے دو نجات دِہندہ ہوں گے ، ایک یسوع اور دُوسرا ہم خُود ۔ لیکن نیا عہد نامہ بڑی صفائی سے بتاتا ہے کہ صِرف یسوع ہی واحِد نجات دِہندہ ہے ۔ یعقوب جس بات پر زور دے رہا ہے وُہ یہ ہے کہ ہم محض اَلفاظ پر مُشتمل ایمان سے نہیں بچتے بلکہ اُس ایمان سے جس کا نتیجہ نیک اَعمال کی صُورت میں نِکلتا ہے ۔ دُوسرے لفظوں میں اَعمال نجات کی جڑ نہیں بلکہ پھل ہیں ۔ وُہ عِلّت نہیں معلُول ہیں ۔

۲ : ۱۸ - حقیقی ایمان کو نیک اَعمال سے الگ نہیں کیا جا سکتا ۔ اِسے یعقوب دو آدمیوں کے درمیان گفتگو سے دِکھاتا ہے ۔ پہلا آدمی جو حقیقتاً نجات یافتہ ہے متکلّم ہے ۔ دُوسرا آدمی ایمان کا اِقرار تو کرتا ہے لیکن اُس ایمان کو نیک کاموں سے ظاہر نہیں کرتا ۔ پہلا آدمی دُوسرے کے سامنے چیلنج پیش کرتا ہے جس کا جواب وُہ دے نہیں سکتا ۔ ہم اِس گفتگو کو اپنے لفظوں میں یُوں بیان کر سکتے ہیں ۔ ہاں ، تُو کہتا ہے کہ "تُو تو ایمان دار ہے" لیکن اِس کو ظاہر کرنے کے لئے تیرے پاس اعمال نہیں ہیں ۔ میرا دعویٰ یہ ہے کہ لازم ہے کہ ایمان نیک اعمال میں اپنا رنگ دِکھائے ۔ تُو اپنے "ایمان" کو نیک "اعمال" کی زِندگی کے بغیر ثابت کر ۔ تُو یہ نہیں کر سکتا ۔ ایمان نادِیدنی ہے ۔ لوگ صِرف اُس وقت ہی تیرے ایمان کو جانیں گے جبکہ تُو اِس کا اِظہار اپنی زِندگی

سے کرے۔ "مَیں اپنا ایمان اَعمال سے تجھے دکھاؤں گا"۔ اِس آیت میں کلیدی لفظ "دِکھا" ہے۔ اَعمال کے بغیر ایمان "دِکھانا" نامُمکِن ہے۔

۲: ۱۹- ۲۰ - یہ بحث جاری ہے۔ پہلا آدمی اَب بھی مُتکلّم ہے۔ ایک آدمی جس ایمان کا اِقرار کرتا ہے وُہ محض ذہنی قبولیت ہو سکتا ہے۔ اِس قِسم کی ذہنی قبُولیت میں شخصی ذِمّہ داری شامل نہیں ہوتی۔ اور نہ ایسا ایمان زِندگی کو تبدیل کرتا ہے۔ "خُدا" کی موجودگی پر ایمان رکھنا کافی نہیں ہے۔ بے شک یہ ضرُوری تو ہے لیکن کافی نہیں ہے۔ "شیاطین بھی ایمان رکھتے ہیں کہ خُدا موجُود ہے اور وُہ اپنی سزا کے بارے میں جو وُہ اُنہیں دے گا سوچ سوچ کر "تھرتھراتے" ہیں۔ "شیاطین" حقیقت پر "ایمان رکھتے ہیں" لیکن وُہ اپنے آپ کو اُس کے حوالے نہیں کرتے۔ یہ بچانے والا ایمان نہیں ہے۔ جب کوئی حقیقی طور پر خُداوند پر ایمان لاتا ہے تو وُہ اپنی رُوح، جان اور بدن اُس کے حوالے کر دیتا ہے۔ نتیجۃً یہ حوالگی اُس کی زِندگی تبدیل کر دیتی ہے۔ "اعمال" کے بغیر "ایمان" ذہن تک محدُود ہوتا ہے، اِس لئے "مُردہ" ہے۔

۲: ۲۱ - اَب عہدِ عتیق سے دو۲ مثالیں دی جاتی ہیں جن میں ایمان کو کام کرتے دِکھایا گیا ہے۔ ایک "ابرہام" ہے جو کہ یہُودی تھا اور دُوسری "راحب" ہے جو غیر قوم تھی۔ "ابرہام" "اعمال سے راستباز ... ٹھہرا" کیونکہ اُس نے "اپنے بیٹے اِضحاق کو قرُبان گاہ پر قربان کِیا"۔ اِس کو اِس کے دُرست پس منظر میں دیکھنے کے لئے پیدائش ۱۵: ۶ سے رجُوع کریں۔ وہاں ہم پڑھتے ہیں کہ ابرہام خُدا پر ایمان لایا اور یہ اُس کے لئے راست بازی گِنا گیا۔ وہاں ابرہام ایمان سے راست باز ٹھہرتا ہے لیکن بعد میں باب ۲۲ میں ہی وُہ اپنے بیٹے کو قرُبان کر رہا ہے۔ اُس وقت وُہ اعمال سے راست باز ٹھہرا۔ جُونہی وُہ خُداوند پر ایمان لایا تو وُہ خُدا کی نظر میں راست باز ٹھہرا۔ لیکن پھر سات ابواب بعد ہم اُسے اپنے بیٹے کو قرُبان کرتے ہُوئے دیکھتے ہیں۔ خُدا نے ابرہام کے ایمان کو آزمایا۔ ابرہام نے اپنے بیٹے کو قرُبان کرنے پر رضامند ہونے سے ظاہر کِیا کہ اُس کا ایمان حقیقی ہے۔ اُس کی فرمانبرداری ظاہر کرتی ہے کہ اُس کا ایمان ذہنی ایمان نہیں ہے بلکہ اُس کا تعلق دِل سے ہے۔

بعض مرتبہ یہ اِعتراض کیا جاتا ہے کہ جب ابرہام نے اپنے بیٹے اضحاق کو قرُبان کِیا تو وہاں کوئی بھی موجُود نہیں تھا جِس پر وُہ اپنے ایمان کی حقیقت کو ثابت کر سکتا۔ لیکن وُہ جوان جو ابرہام کے ساتھ گئے تھے دُور نہیں تھے۔ وُہ ابرہام اور اضحاق کا پہاڑ پر سے واپس آنے کا انتظار کر رہے تھے۔ پھر اضحاق وہاں تھا۔ مزید یہ کہ خُدا کے حُکم کی فرمانبرداری کرتے ہُوئے اَپنے بیٹے اضحاق کو

قربان کرنے کی تفصیل بائبل مقدس میں بھی محفوظ ہے۔ یوں اُس کے ایمان کی حقیقت کا اظہار تمام نسلوں پر ہو گیا۔

۲: ۲۲-۲۳۔ پس یہ صاف ظاہر ہے کہ ابرہام کے ایمان سے اُس کے اعمال کو تحریک ملی "اور اعمال سے ایمان کامل ہوا"۔ حقیقی ایمان اور اعمال کو الگ الگ نہیں کیا جا سکتا۔ پہلا، دوسرے کو پیدا کرتا ہے اور دوسرا پہلے کی تصدیق کرتا ہے۔ اضحاق کی قربانی میں ہم ابرہام کے ایمان کا عملی اظہار دیکھتے ہیں۔ یہ "نوشتہ" کی عملی تکمیل تھی جو یہ کہتا ہے کہ "ابرہام" ایمان لانے سے راست باز ٹھہرا۔ اُس کے نیک اعمال سے ظاہر ہوا کہ وہ "خدا کا دوست" ہے۔

۲: ۲۴۔ ہم اِس سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ "انسان صرف ایمان ہی سے نہیں بلکہ اعمال سے راستباز ٹھہرتا ہے"۔ لیکن اِس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ ایمان + اعمال سے راستباز ٹھہرا۔ وہ خدا کے لحاظ سے ایمان سے راست باز ٹھہرا اور اعمال کے لحاظ سے آدمیوں کی نظر میں راست باز ٹھہرا۔ خدا نے اُسے اُسی وقت راست باز ٹھہرا دیا جب کہ وہ ایمان لایا۔ انسان کہتا ہے کہ "مجھے اپنے ایمان کا حقیقی ہونا دکھا"۔ اِس کا صرف ایک ہی طریقہ ہے اور وہ ہے نیک اعمال۔

۲: ۲۵۔ عہدِ عتیق کی دوسری مثال "راحب فاحشہ" ہے۔ وہ یقیناً اپنے اچھے چال چلن کے ذریعہ سے نہیں بچائی گئی تھی (وہ بازاری عورت تھی)۔ وہ "اعمال سے ... راست باز ٹھہری" کیونکہ "اُس نے قاصدوں (جاسوسوں) کو اپنے گھر میں اُتارا اور دوسری راہ سے رخصت کیا"۔ راحب کنعانی تھی اور یریحو شہر میں رہائش پذیر تھی۔ اُس نے سنا کہ ایک فتح مند فوج اُس کے شہر کی طرف بڑھ رہی ہے، اور اُس فوج کے مقابلہ میں کوئی بھی اب تک کامیاب نہیں ہوا۔ اِس سے اُس نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ عبرانیوں کا خدا سچا خدا ہے اور فیصلہ کیا کہ وہ اُس خدا کو قبول کرے گی خواہ اِس کی کتنی ہی بڑی قیمت کیوں نہ ادا کرنی پڑے۔ جب جاسوس شہر میں داخل ہوئے تو وہ اُن کی مدد کرنے لگی۔ یہ کرنے سے اُس نے سچے اور زندہ خدا پر اپنے ایمان کو ثابت کیا۔ وہ اِس لئے نہیں بچی کہ اُس نے جاسوسوں کو پناہ دی بلکہ اِس لئے کہ اُس کے مہربانی کے اِس عمل نے ثابت کر دیا کہ وہ سچی ایمان دار ہے۔

بعض لوگ اِس حوالے کو غلط طور پر استعمال کر کے یہ سکھاتے ہیں کہ نجات میں نیک اعمال کا بھی حصہ ہے۔ لیکن اِن اعمال سے اُن کی مراد سخاوت کرنا، اپنا قرض ادا کرنا، سچ بولنا اور چرچ جانا ہوتا ہے۔ لیکن کیا ابرہام اور راحب کے یہی نیک اعمال تھے؟ یقیناً نہیں۔ ابرہام کے معاملے میں یہ تھا کہ وہ اپنے بیٹے کو قربان کرنے پر رضامند تھا، اور راحب کے معاملے میں غداری تھی۔

اگر اِن کاموں سے ایمان کو نکال دیا جائے تو وُہ نیک کاموں کی بجائے بُرے کام بن جاتے ہیں۔

۲۶:۲۔ یعقوب اِس حوالہ کو اِس بیان سے ختم کرتا ہے: "جیسے بدن بغیر رُوح کے مُردہ ہے ویسے ہی ایمان بھی بغیر اَعمال کے مُردہ ہے"۔ یہاں اِس بات کا اِختصار بڑی خُوبصورتی سے پیش کیا گیا ہے۔ یعقوب "ایمان" کا موازنہ اِنسانی "بدن" سے کرتا ہے۔ وُہ "اعمال" کو "رُوح" سے تشبیہ دیتا ہے۔ "بدن بغیر رُوح کے مُردہ" بیکار اور بے قدر ہے۔ "ویسے ہی ایمان بھی بغیر اَعمال کے مُردہ" غیر مُؤثر اور بے فائدہ ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ حقیقی ایمان نہیں بلکہ جعلی ہے۔

یعقوب ہمارے ایمان کو مُندرجۂ ذیل سُوالات سے پرکھتا ہے: کیا مَیں ابرہام کی طرح اپنی زِندگی میں سب سے عزیز شے خُدا کو دینے کو تیار ہُوں؟ کیا مَیں راحب کی طرح مسیح کا وفادار رہنے کے لئے دُنیا کا غدّار بننے پر رَضامند ہُوں؟

۶۔ زُبان — اِس کا دُرست اور غلط اِستعمال

باب ۳ کی پہلی بارہ ۱۲ آیات کا تعلق زبان سے ہے (اس کا ذِکر ۱: ۱۹، ۲۶؛ ۲: ۱۲؛ ۴: ۱۱؛ ۵: ۱۲ میں بھی مِلتا ہے)۔ جس طرح پُرانے زمانہ کے ڈاکٹر بیمار کی زبان دیکھ کر تشخیص کیا کرتے تھے، اِسی طرح یعقوب ایک شخص کی رُوحانی صحّت کا اَندازہ اُس کی گفتگو سے لگاتا ہے۔ اپنی تشخیص کی اِبتدا بات چیت کے گُناہوں سے ہوتی ہے۔ یعقوب ایک جدید دانشور سے اتفاق کرے گا جس نے کہا کہ "اپنی زُبان کی خبر گیری کریں۔ وُہ گیلی جگہ میں ہے جہاں سے آسانی سے پھسل سکتی ہے"۔

۱:۳۔ وُہ موضُوع کا تعارُف جلد بازی سے خُدا کے کلام کا اُستاد بننے کے بارے میں تنبیہ سے کرتا ہے۔ اگرچہ یہاں پر خاص طور پر زُبان کا ذِکر تو نہیں ہُوا ہے تاہم بینُ السُّطور خیال یہ ہے کہ جو اپنی زُبان کو خُدا کا کلام سِکھانے کے لئے اِستعمال کرتا ہے وُہ خُدا اور اِنسان کے سامنے زیادہ ذِمّہ دار بن جاتا ہے۔ اِن الفاظ کو کہ "تم میں سے بہُت سے اُستاد نہ بنیں"۔ اپنے اَلفاظ میں یُوں بیان کر سکتے ہیں: "خواہ مخواہ اُستاد بننے کے خواہش مند نہ ہو"۔ اگر کِسی کو خُدا نے اُستاد بننے کے لئے بُلایا ہے تو اُسے اپنی نعمت کو اِستعمال کرنے کے خِلاف اِسے ممانعت نہیں سمجھنا چاہئے۔ یہ ایک سادہ سی تنبیہ ہے کہ ہمیں اِس خِدمت کو ہلکا نہیں سمجھنا چاہئے۔ وُہ لوگ جو کلامِ حق کو سِکھاتے ہیں اگر خُود اُس پر عمل نہیں کرتے تو وُہ زیادہ "سزا" پائیں گے۔

بائبل کی تعلیم دینا ایک بہُت بڑی ذِمّہ داری ہے۔ اُستاد کو جو کُچھ وُہ کلام میں دیکھتا ہے اُس

پر عمل کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ جہاں تک اُس نے عمل کیا ہے اُس سے آگے وُہ دُوسروں کو سِکھانے کی اُمّید نہیں کر سکتا۔ دُوسروں پر اُس کے اثر کا اندازہ اِس سے لگایا جائے گا کہ اُس نے خُود کہاں تک ترقی کی ہے۔ اُستاد دُوسروں کو اپنی صُورت پر پیدا کرتا ہے۔ وُہ اُنہیں اپنی شبیہ کی مانند بناتا ہے۔ اگر وُہ کلام کے کسی حِصّے کو ہلکا کر کے پیش کرتا ہے یا درست تشریح نہیں کرتا تو وُہ اپنے طُلباء کی ترقی میں رُکاوٹ بن جاتا ہے۔ اگر وُہ کسی قِسم کے گُناہ کی چشم پوشی کرتا ہے تو ناپاک زِندگیوں کی پرورش کرتا ہے۔ جتنا زیادہ دعویٰ نیا عہدنامہ اپنے قارئین کی زندگیوں پر کرتا ہے کوئی اَور کتاب نہیں کرتی۔ یہ تقاضا کرتا ہے کہ ہم اپنی زِندگی پُوری طرح مسیح کی تحویل میں دے دیں۔ وُہ اِصرار کرتا ہے کہ مسیح کو ایک ایمان دار کی زِندگی کے ہر شُعبہ کا مالک ہونا چاہئے۔ اِس قِسم کی کتاب سے تعلیم دینا بڑی سنجیدہ بات ہے۔

۳: ۲- یعقوب اب تعلیم دینے کی خاص خِدمت سے ہٹ کر عام گُفتگو کی طرف آتا ہے۔ ہم سب "اکثر" شُعبوں میں "خطا کرتے ہیں"۔ لیکن اگر کوئی اپنی زبان پر کنٹرول کرے تاکہ وُہ زبان کے مُختلف گُناہوں کا مُرتکب نہ ہو تو ایسا شخص واقعی ایمان میں پُختہ اور منضبط ہے۔ اگر ایک شخص اپنی گفتگو کو کنٹرول کر سکتا ہے تو پھر اُسے اپنی زِندگی کے دیگر شُعبوں میں اپنے آپ کو کنٹرول کرنے میں مُشکل پیش نہیں آنی چاہئے۔ بِلا شُبہ، صِرف خُداوند یسُوع مسیح ہی ایک ایسی ہستی ہے جس نے اِس پر مکمّل عمل کیا، لیکن ایک لحاظ سے ہم بھی "کامِل" یعنی پُختہ، اور خُوب منضبط بن سکتے ہیں۔

۳: ۳- یہاں پر زُبان کو پانچ چیزوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ سب سے پہلے اِس کا لگام سے موازنہ کیا گیا ہے۔ "لگام" گھوڑے کا ایک ساز ہے جو اُس کے سر کے دونوں طرف سے گُزرتا ہے اور جس کے ساتھ کِلّی یا دھاتی دہانہ جُڑا ہوتا ہے۔ اُسے گھوڑے کے مُنہ میں رکھا ہُوا ہوتا ہے۔ اگرچہ کِلّی لوہے کا چھوٹا سا ٹکڑا ہوتا ہے، تاہم اُس سے گھوڑے کے روّیہ کو کنٹرول کیا جا سکتا ہے۔ اِسی طرح زبان زِندگی کی راہنمائی کرتی ہے ___ خواہ نیکی کے لئے، خواہ بدی کے لئے۔

۳: ۴- دُوسری تصویر "پتوار" کی ہے۔ "پتوار" جہاز کے مُقابلے میں "نہایت چھوٹی" ہوتی ہے۔ اِس کا وزن جہاز کے وزن سے سینکڑوں گُنا کم ہوتا ہے۔ مثلاً "کوئین الزبتھ" جہاز کا وزن ۸۳،۶۷۳ ٹن تھا جبکہ پتوار کا وزن صرف ۱۴۰ ٹن تھا۔ یُوں وُہ کُل وزن سے تقریباً چھ سَو گُنا کم تھی۔ اِس کے باوجود بھی جب "پتوار" کو گُھمایا جاتا ہے تو وُہ جہاز کی سمت کو کنٹرول کرتی ہے۔ یہ بات ناقابلِ یقین ہے کہ ایک آدمی اِتنے عظیم الجثّہ جہاز کو اِتنے چھوٹے پُرزے سے کنٹرول کرے،

لیکن حقیقت یہی ہے۔ پس ہمیں بھی زبان کے حجم سے اِس کا غلط اندازہ نہیں لگانا چاہیئے۔ اگرچہ زبان بدن کا بہت ہی چھوٹا حصّہ ہے اور مُقابلتاً پوشیدہ بھی ہے تاہم وُہ بڑے اچھّے اور نہایت بُرے کام کرسکتی ہے۔

__۳: ۵، ۶__۔ زُبان کو تیسری تشبیہ آگ سے دی گئی ہے۔ بے پروائی سے پھینکی گئی ایک جلتی ہُوئی ماچس کی تیلی جھاڑی کو آگ لگا سکتی ہے۔ پھر اُس سے "جنگل" میں آگ لگ جاتی ہے اور اپنے پیچھے عظیم تباہی و بربادی چھوڑ جاتی ہے۔ ایک چھوٹی سی تیلی سے تباہی و بربادی کے کِتنے اِمکانات ہوتے ہیں! تارِیخ کا ایک عظیم المیّہ سنہ ۱۸۷۱ء کی شِکاگو کی آگ تھا۔ روایت کے مُطابق آگ اُس وقت لگی جبکہ مِسز اَولیری کی گائے نے اُس کی لالٹین کو لات ماری۔ خواہ یہ روایت درُست ہے یا نہیں، آگ تین دِن تک بھڑکتی رہی یہاں تک کہ اُس نے شہر کا آدھا مُربع میل عِلاقہ جَلا کر خاکستر کر دیا۔ ۲۵۰ آدمی ہلاک اور دس۱۰ ہزار بے گھر ہُوئے اور سترہ۱۷ کروڑ پچاس لاکھ ڈالر کی جائیداد تباہ ہو گئی۔ زبان بھی ماچس کی ایک جلتی ہوئی چھوٹی تیلی یا ایک روشن لالٹین کی مانند ہے جو گر کر اُلٹ گئی ہو۔ اِس کی بدی کی اہلیت بے حد ہے۔ یعقوبؔ اُسے "ہمارے اَعضا میں شرارت کا ایک عالَم" کہتا ہے۔ یہاں پر لفظ "عالَم" وُسعت کو بیان کرنے کے لئے اِستعمال ہُوا ہے۔ ہم بھی بعض اَوقات اِسے اِنہی معنوں میں اِستعمال کرتے ہیں مثلاً وہاں پر تماشا دیکھنے کے لئے ایک عالَم جمع تھا۔ اِس کا مطلب بے اِنتہا لوگ ہے۔ اگرچہ زُبان ایک چھوٹا سا عُضو ہے تاہم یہ بے انداز شرارت پیدا کر سکتی ہے۔

"زُبان . . . سارے جِسم کو" ناپاک کرتی ہے۔ آدمی، اپنی تمام شخصیّت کو چُغلی، گالی، جھُوٹ، کُفرگوئی اور قسمیں کھانے سے بگاڑ سکتا ہے۔ چیپلؔ لِکھتا ہے:

> نُکتہ چین اپنے آپ کو زخمی کرتا ہے . . . کیچڑ اُچھالنے والا اپنے دِلپسند شُغل میں اپنے پر بھی کیچڑ اُچھالے بغیر مصرُوف نہیں رہ سکتا۔ وُہ کیچڑ جو وُہ دُوسروں پر اُچھالتا ہے اُس سے اُس کے اپنے ہاتھ اور دِل بھی آلُودہ ہو جاتے ہیں۔ ہمیں اکثر مرتبہ آلُودگی کے اِحساس کا تجربہ ہوتا ہے، تاہم ہمارا اِرادہ ہرگز یہ نہیں ہوتا۔ ہم دُوسروں پر کیچڑ اُچھالنے سے یہ بے فائدہ اُمّید رکھتے ہیں کہ اِس طرح ہم لوگوں کو زیادہ صاف سُتھرے نظر آئیں گے۔ ایسا اِعتقاد رکھنا کہ دُوسروں کو گرا کر ہم خُود کو تعمیر کریں گے بیوقوفی ہے۔ اگر ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ اپنے پڑوسی کے گھر کی بنیادوں میں ڈائنامائٹ رکھنے سے ہم اپنی بنیادوں کو مضبُوط کریں گے تو یہ صرِیحاً اندھاپن ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہوتا۔ ممکن ہے کہ ہم دُوسروں کو زخمی کرنے

میں کامیاب ہوجائیں لیکن ہم اِس سے کہیں زیادہ گہرے زخم خُود اپنے آپ کو لگاتے ہیں۔ زُبان، "دائرۂ دُنیا کو آگ لگا دیتی ہے"۔ یہ پہیہ پَیدائش سے گردش کرنے لگتا ہے۔ گندی زبان آدمی کی نہ صِرف شخصی زِندگی کو آلُودہ کرتی ہے بلکہ اُس کی تمام سرگرمیوں کو بھی۔ ایک شرارتی زبان "جہنم کی آگ سے جلتی رہتی ہے"۔ تمام بُری باتوں کا منبع وہاں ہی ہے۔ یہ اپنے کردار میں جہنمی ہے۔

۳:۷۔ چوتھی تصوِیر میں زُبان کو جنگلی اور ناقابِلِ تربیّت جانوروں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ تمام قِسم کے حیوانوں، پرِندوں، سانپوں اور آبی جانوروں کو تربیّت دی جاسکتی ہے۔ ہم عام طور پر پالتُو ہاتھی، شیر، شِکاری پرِندے، سانپ اور یہاں تک کہ مچھلیاں دیکھتے ہیں۔ پلینیؔ ایسے جانوروں کی فہرست پیش کرتا ہے جنہیں اُس کے زمانہ میں آدمیوں نے تربیّت دی۔ مثلاً ہاتھی، شیر، شیرِ ببر، عُقاب، افعی اور دِیگر سانپ، مگرمچھ اور مُختلِف مچھلیاں۔ اب یہ کہنا کہ ہر قِسم کے جانور کو حقیقتاً تربیّت نہیں دی گئی، یعقوبؔ کی بحث کے نُکتے سے صرفِ نظر کرنا ہے۔ ہمیں اس بات کا یقین نہ کرنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ اگر آدمی کو وقت اور اِستقلال مُیسّر ہو تو وُہ ہر ایک جانور کو تربیّت دے سکتا ہے۔

رابرٹؔ لی نے اِسے بڑے شاندار طریقے سے بیان کیا ہے:

> اِنسان نے بھاری بھرکم ہاتھیوں کے ساتھ کیا کیا؟ اُس نے اُن کے جنگلوں پر حملہ کیا، سینکڑوں کو پکڑا اور اُنہیں شہتیروں کو اُٹھا کر لے جانے، بھری ہُوئی وَزنی ویگنوں کو دھکیلنے اور ہر قِسم کی محنت مُشقّت کرنے کی تربیّت دی۔ اِنسان نے سبز آنکھوں والے بنگال کے شیر کے ساتھ کیا کیا؟ اُس نے اُنہیں پکڑا، تربیّت دی اور اپنے ساتھ کھیلنے والا بنا لیا۔ اِنسان نے تُندخُو اور طاقتور افریقی شیر ببروں کے ساتھ کیا کیا؟ اُس نے لاتعداد کو پکڑا اور اُنہیں جب آدمی چابک مارتے ہُوئے اُنہیں حکم دے تو اُس کا حُکم مانتے ہُوئے آگ کے دائرہ میں سے کُودنے، گھوڑے کی پُشت پر سوار ہونے، اُونچے اسٹولوں پر بیٹھنے، جب بھُوکے ہوں تو اُس گوشت کو جو اُن کے سامنے رکھا گیا مُنہ نہ لگانے، لیٹنے، کھڑے ہونے، دَوڑنے، اور گرجنے کی تربیّت دی۔ ایک مرتبہ مَیں نے سرکس میں ایک شیر کو بھُوکوں کی طرح اپنا غار نما مُنہ کھولتے اور اُس میں اُس کے تربیّت دینے والے کو اپنا سَر ڈالتے ہُوئے دیکھا۔ اُس نے اپنا سَر اُس کے مُنہ کے اندر پُورے ایک مِنٹ رکھا۔
>
> اِنسان نے اژدہا کے ساتھ جو اپنے شِکار کو جکڑ کر مار دیتا ہے کیا کیا؟ کِسی سرکس میں جا کر دیکھیں کہ ایک نرم و نازک چھوٹی لڑکی بِلا خوف ایک خوفناک اژدہا کو اپنے جسم کے

اِرد گِرد لپیٹے کھڑی ہے۔ کِسی جانوروں کے شو میں جاکر دیکھیں کہ اِنسان نے کِس طرح داغدار چیتے اور خُونخوار جیگوار کو بے ضرر اور گونگا بنا دیا ہے۔ کِسی شو میں جاکر تربیّت یافتہ بھُوکے گیدڑ کو برّے کے ساتھ لیٹے ہُوئے، فاختہ اور عُقاب کو ایک ہی گھونسلے میں بیٹھے ہُوئے اور خرگوش اور بھیڑیے کو ایک ساتھ کھیلتے ہُوئے دیکھیں۔

۳ : ۸ ۔ لیکن جنگلی جانوروں کے سِلسلے میں اِنسان کی کامیابی اُس کی اپنی "زُبان" کا اِحاطہ نہ کرسکی۔ اگر ہم دیانت دار ہیں تو ہمیں ماننا پڑے گا کہ ہماری زِندگی کا بھی یہی حال ہے۔ گُناہ میں گرنے کے باعث ہم گوشت کے اِس چھوٹے سے ٹکڑے پر اِختیار کھو بیٹھے ہیں۔ اِنسانی فِطرت میں اِتنی قوت یا قابلیّت نہیں کہ بدن کے اِس چھوٹے سے عُضو پر قابُو پا سکے۔ صِرف خُدا ہی اِسے کنٹرول کرسکتا ہے۔

پھر یعقُوب زُبان کو "ایک بَلا" کہتا ہے جو کبھی رُکتی ہی نہیں۔ پھر وُہ اِسے "زہرِ قاتِل" کے نام سے یاد کرتا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ اِس وقت یعقُوب کے ذہن میں نہایت زہریلا سانپ ہے جس کے زہر کی ایک یا دو بُوندیں مَوت کا سبب بن سکتی ہیں۔ بعینہٖ زبان، اذہان کو زہریلا اور کردار کو قتل کرسکتی ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ دُوسروں کے بارے میں گپ بازی کِتنی آسان ہے۔ کِتنی ہی مرتبہ ہم دُوسروں پر کیچڑ اُچھالنے لگتے ہیں تاکہ اُن کی کِسی فرضی زیادتی کا حساب چُکا دیا جائے۔ اور اکثر اوقات ہم بِلا وجہ دُوسروں کو بُرے اَلفاظ سے یاد کرنے، اُن پر نُکتہ چینی کرتے اور اُن کا مرتبہ گھٹانے لگتے ہیں۔ کون اُس نقصان کا، بہائے گئے آنسوؤں کا اور شکستہ دِلی اور بے عِزّتی کا اندازہ لگا سکتا ہے؟ اور کون اُس پریشانی کو ناپ سکتا ہے جو اِس سے ہمیں اور ہمارے خاندانوں کو ہُوئی؟ ہمارے دِلوں میں کڑواہٹ پَیدا ہُوئی، ہمیں مُعافی مانگنے کی شرمندگی اُٹھانا پڑی اور ہماری صِحّت پر بُرا اثر پڑا۔ وُہ والدین جو اپنے ساتھی ایمان داروں پر نُکتہ چینی کرتے رہے اُنہوں نے بعد میں دیکھا کہ اُن کے بچّوں میں بھی وُہی نکتہ چینی کی رُوح پَیدا ہوگئی جِس کے باعث وُہ کلیسیائی رفاقت سے دُور ہوتے گئے۔ ہمیں اپنی بے قابُو زبان کی جو قیمت ادا کرنی پڑتی ہے وُہ بے حد ہے۔

اِس کا عِلاج کیا ہے؟ ہر روز دُعا کریں کہ خُداوند ہمیں گپ بازی، عیب جوئی اور سخت گفتگو سے بچائے۔ کِسی کے خِلاف باتیں نہ کریں۔ محبّت، بہُت سے گُناہوں پر پَردہ ڈال دیتی ہے (۱-پطرس ۴:۸)۔ اگر ہمیں کِسی سے شکایت ہے تو ہم براہِ راست اُس کے پاس جائیں، اُس سے محبّت میں اِس کے بارے میں گفتگو کریں اور مِل کر دُعا کریں (متّی ۱۸:۱۵؛ لُوقا ۱۷:۳)۔ آئیے ہم اپنے بھائی میں کمزوریاں تلاش کرنے کی بجائے اُس میں مسیح کو دیکھنے کی کوشش کریں۔ اگر ہم کوئی سخت یا بے فائدہ بات کہنے لگے

ہیں تو بیچ میں ہی رُک جائیں کیونکہ یہ ترقّی کا باعث نہیں ہوگی۔ بعض باتوں کو مکمّل کئے بغیر ہی چھوڑ دینا بہتر ہوتا ہے۔

۳: ۹--۱۰۔ زبان کو نیک اور بد دونوں مقاصد کے لئے اِستعمال کرنا بے میل اور بے جوڑ بات ہے۔ یہ قطعاً غیر فطری ہے۔ فطرت میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی۔ ایک لمحہ تو وہ اپنی زبان سے خُدا کو مُبارک کہتا ہے لیکن اگلے ہی لمحہ وُہ اُن کو جو "خُدا" کی صُورت پر "پَیدا ہُوئے" بددُعا دیتا ہے۔ یہ کتنی بے محل اور بے جوڑ بات ہے کہ ایک ہی منبع سے دو متضاد نتائج نکلیں! ایسی حالت کو قائم نہیں رہنا چاہیئے۔ وُہ زُبان جو خُدا کو مُبارک کہتی ہے اُسے دُوسروں کو نُقصان پُہنچانے کی بجائے مدد کا باعث بننا چاہیئے۔ جو کُچھ ہم کہتے ہیں اُسے تہری کسوٹی پر پُورا اُترنا چاہیئے: کیا یہ سچ ہے؟ کیا یہ پُر محبت ہے؟ کیا یہ ضرُوری ہے؟ ہمیں خُداوند سے متواتر درخواست کرتے رہنا چاہیئے کہ وُہ ہمارے ہونٹوں پر پہرہ بٹھائے (زبُور ۱۴۱: ۳)۔ ہم دُعا کریں کہ ہمارے مُنہ کا کلام اور دِل کے خیال اُس کی نظر میں جو ہماری قُوت اور نجات دہندہ ہے مقبول ٹھہریں (زبُور ۱۹: ۱۴)۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ رومیوں ۱۲: ۱ میں ہمارے جس بدن کا ذکر ہے اُس میں ہماری زُبان بھی شامل ہے۔

۳: ۱۱۔ کِسی بھی "چشمہ" میں بیک وقت "میٹھا اور کھاری پانی" نہیں نِکلتا۔ پس زُبان کو بھی ایسا نہیں ہونا چاہیئے۔ مُنہ سے جو بات بھی نِکلے اُسے یکساں طور پر اچّھا ہونا چاہیئے۔

۳: ۱۲۔ چشمے کا پانی تازگی کا باعث ہوتا ہے اور "انجیر کے درخت" کا پھل تقویت بخش ہے۔ "انجیر کے درخت" میں "زیتُون" نہیں لگتے اور نہ "انگُور" میں "انجیر" پیدا ہوتے ہیں۔ فِطرت میں ایک درخت صِرف ایک ہی قِسم کا پھل پَیدا کرتا ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ زُبان دو قِسم کے یعنی اچھے اور بُرے پھل پیدا کرے؟

کِسی بھی "چشمے" سے بیک وقت "کھاری" اور "میٹھا" پانی نہیں نِکل سکتا۔ وُہ یا تو میٹھا ہوگا یا کھاری۔ فِطرت کی مثال ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ ہماری گفتگو متواتر اچھّی ہونی چاہیئے۔

یُوں یعقُوب ہمیں جہاں تک ہماری گفتگو کا تعلق ہے کسَوٹی پر رکھ دیتا ہے۔ اِس حِصّہ کو ختم کرنے سے پیشتر آئیے ہم خُود سے درجِ ذیل سُوال پُوچھیں۔ کیا مَیں دُوسروں کو ایسی باتیں سِکھاتا ہُوں جِن پر خُود عمل نہیں کرتا؟ کیا میں دُوسروں کی پیٹھ پیچھے اُن پر نکتہ چینی کرتا ہُوں؟ کیا میری گفتگو ہمیشہ ہی صاف سُتھری اور مہربان ہوتی اور ترقی کا باعث بنتی ہے؟ کیا مَیں خُدا کا نام بے فائدہ لیتا ہُوں؟ سنجیدہ میٹنگ کے بعد کیا مَیں غیر سنجیدہ گفتگو یا سپورٹس مثلاً

کرکٹ میچ کے بارے میں باتیں کرنے لگتا ہوں؟ کیا میں کلام کا مزاحیہ اِستعمال کرتا ہوں؟ کہانی بیان کرتے وقت کیا میں لوگوں کو متاثر کرنے کے لئے اُسے بڑھا چڑھا کر بیان کرتا ہوں؟ کیا میں عادتاً سچ بولتا ہوں، خواہ اِس کی وجہ سے مجھے شرمندگی کیوں نہ اُٹھانی پڑے یا دوستوں کو چھوڑنا پڑے یا مالی نقصان اُٹھانا پڑے؟

۷۔ حکمت: حقیقی یا باطل (۳: ۱۳- ۱۸)

اَب یعقوب حقیقی اور جھُوٹی حِکمت کے فرق پر بحث کرتا ہے۔ جب وُہ حِکمت کے بارے میں بیان کرتا ہے تو وُہ یہ نہیں سوچ رہا کہ ایک آدمی کے پاس کِتنا عِلم ہے۔ اُس کی کتنی تعلیم ہے بلکہ یہ کہ وُہ اپنی روزمرّہ کی زِندگی کیسے بسر کرتا ہے۔ سُوال عِلم رکھنے کا نہیں ہے بلکہ اِس کے درُست اِستعمال کا۔ یہاں پر ہمیں صحیح معنوں میں عقلمند آدمی کی تصویر ملتی ہے۔ بنیادی طور پر تو یہ شخص خُداوند یسوع مسیح ہے۔ وُہ حِکمت کا مُجسّمہ ہے (متّی ۱۱: ۱۹؛ ۱- کرنتھیوں ۱: ۳۰)۔ لیکن وُہ بھی عقلمند آدمی ہے جِس سے مسیح کی زِندگی ظاہر ہوتی ہے اور جِس میں رُوح کا پھل پیدا ہوتا ہے (گلتیوں ۵: ۲۲، ۲۳)۔

یہاں ایک دُنیاوی طور سے عقلمند آدمی کی بھی تصوِیر ملتی ہے۔ وُہ اِس دُنیا کے اصُولوں کے مُطابق کام کرتا ہے۔ وُہ اِس میں اُن تمام خصُوصیّتوں کو شامل کرتا ہے جن سے آدمیوں کو جلال مِلتا ہے۔ اُس کے طور طریقوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُس میں اِلٰہی زِندگی نہیں ہے۔

۳: ۱۳- اگر ایک شخص "دانا اور فہیم" ہے تو اِس کا اِظہار "نیک چال چلن" سے مع حلیم رُوح کے ساتھ جو "حِکمت" سے پیدا ہوتی ہے کرے گا۔ خُداوند یسوع جِس میں حقیقی حِکمت تھی مُتکبّر اور خُود پسند نہیں تھا۔ وُہ دِل کا حلیم اور فروتن تھا (متّی ۱۱: ۲۹)۔ چنانچہ وُہ لوگ جو حقیقتاً فہیم ہیں اُن میں حقیقی فروتنی کا نِشان پایا جائے گا۔

۳: ۱۴- دُنیاوی طور سے عقلمند آدمی کی خصُوصیّت یہ ہے کہ اُس کے دِل میں "سخت حسد" اور خُود غرضانہ خواہشات پائی جاتی ہیں۔ اُس کی زِندگی میں ایک ہی خواہش ہوتی ہے کہ صِرف اپنے فائدے کو آگے بڑھائے۔ وُہ مُقابلہ کرنے والے ہر شخص سے حسد کرتا اور اُن کے ساتھ ظالمانہ سلوک کرتا ہے۔ وُہ اپنی اُس حِکمت پر جِس کے ذریعہ اُسے کامیابی ملی فخر کرتا ہے۔ لیکن یعقوب کہتا ہے کہ یہ قطعاً حِکمت نہیں ہے۔ اِس قِسم کی شیخی باطل ہوتی ہے۔ یہ اِس "حق" کا عملی اِنکار ہے کہ وُہ آدمی جو حقیقتاً فہیم ہے حقیقتاً حلیم ہوگا۔

۳: ۱۵- یہاں تک کہ مسیحی خِدمت میں بھی دُوسرے کارِندوں سے سخت حسد کرنا اور اپنے

لئے اِمتیازی مقام کی تلاش میں رہنا مُمکن ہے ۔ یہ خطرہ ہمیشہ موجُود رہتا ہے کہ دُنیاوی طور سے عقلمند آدمی کو کلیسیا میں قیادت سونپ دی جائے۔ ہمیں ہمیشہ ہوشیار رہنا چاہیے کہ مَبادا ہم رُوحانی مُعاملات میں دُنیوی اصُولوں کی پَیروی کریں ۔ یعقوب باطل حِکمت کو "دُنیوی اور نفسانی اور شیطانی" کہتا ہے ۔ "دُنیوی" کا مطلب یہ ہے کہ یہ آسمان سے نہیں بلکہ زمین سے ہے ۔ "نفسانی" کا مطلب یہ ہے کہ یہ رُوحُ القدُس کا پھل نہیں بلکہ اِنسان کی کمتر فطرت سے ہے ۔ "شیطانی" کا مطلب یہ ہے کہ یہ اَیسی ذلیل حرکتیں کرتی ہے جو اِنسان کی بجائے شیطان کے رویّہ سے مِلتی جُلتی ہوتی ہیں ۔

۱۶:۳ ۔ جہاں آپ کو "حسَد اور تفرقہ" ملے گا وہاں آپ کو "فساد"، نااتفاقی اور "ہر بُرا کام" بھی ملے گا ۔ یہ کِتنا سچ ہے ! آج کل دُنیا میں جو اِضطراب اور بے چینی پائی جاتی ہے اِس کے متعلق سوچیں ـــــ یہ سب اِس لئے ہے کہ اِنسان حقیقی حِکمت کو ردّ کرتا اور اپنی فرضی ہوشیاری پر عمل کرتا ہے ۔

۱۷:۳ ۔ "جو حِکمت" خُدا کی طرف سے آتی ہے "اوّل تو وہ پاک" ہوتی ہے ۔ وُہ خیالات، کام اور کلام میں پاک ہوتی ہے ۔ وُہ رُوح اور بدَن، تعلیم اور عمل، ایمان اور اخلاق میں آلُودہ نہیں ہوتی ۔ پھر "ملنسار" ہوتی ہے ۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ ایک فہیم آدمی امن و سلامتی سے محبّت کرتا ہے اور وُہ پاکیزگی کو قربان کِئے بغیر پُوری کوشش سے امن قائم رکھے گا ۔ یہ لُوتھر کی دو بکریوں کی کہانی سے ظاہر ہوتی ہے جو گہرے پانی کے اُوپر ایک تنگ پُل پر ملی تھیں ۔ وُہ نہ تو واپس جا سکتی تھیں اور نہ مُڑ سکتی تھیں ۔ تھوڑی دیر تک گفت و شنید کے بعد ایک بیٹھ گئی اور دُوسری اُس کے اُوپر سے گزر گئی اور یُوں کوئی نقصان نہ ہُوا ۔ لُوتھر کہتا ہے "اِس سے جو اخلاقی سبق ملتا ہے بڑا آسان ہے : اگر ایک آدمی امن کی خاطر آپ کے اُوپر سے، مَیں پھر کہتا ہُوں آپ کی شخصیت سے ضمیر سے نہیں گُزر جاتا ہے تو مُطمئن رہیں ۔" حقیقی حِکمت "حلیم" ہے ۔ یہ برداشت کرتی ہے نہ کہ دباتی ہے ۔ یہ خُوش خُلق ہے نہ کہ بد اخلاق ۔ فہیم آدمی شریف ہوتا ہے اور دُوسروں کے احساسات کا احترام کرتا ہے ۔

ایک اَور خصُوصیّت "تربیّت پذیر" ہونا ہے ۔ اِس کا مطلب ہے کہ جب سچّائی تقاضا کرے تو وُہ صُلح جُو، قابلِ رسائی، سُننے کے لئے تیار اور قبول کرنے والا ہو ۔ یہ سخت اور ضِدّی طبیعت کے اُلٹ ہے ۔ حکمت جو اُوپر سے ملتی ہے وُہ "رحم اور اچھّے پھلوں سے لدی ہُوئی" ہوتی ہے ۔ یہ ان کے لئے جو غلطی پر ہوتے ہیں "رحم" سے بھری ہوتی اور اُن کی دُرست طریقے سے مدد کرنے کے لئے تیار رہتی ہے ۔ یہ پُر محبّت اور مہربان ہے ۔ یہ اِنتقام پرور نہیں ہوتی بلکہ یہ بدتمیزی کا بدلہ فیض رسانی سے دیتی ہے ۔ یہ "بے طرف دار" بھی ہوتی ہے یعنی کِسی کی طرفداری نہیں کرتی ۔

یہ دُوسروں کے ساتھ سلوک میں غیر جانب دار ہوتی ہے۔ آخری بات یہ ہے کہ یہ "بے ریا" ہوتی ہے۔ یہ سنجیدہ اور کھری ہوتی ہے۔ یہ غلط تاثر نہیں دیتی بلکہ جو کُچھ ہے وُہی کُچھ ظاہر کرتی ہے۔

آئیے ہم ان تمام خیالات کو یکجا کر کے ان دو آدمیوں یعنی ایک حقیقی فہیم اور دُوسرے باطل حکمت والے کی تصویر بنائیں۔ وُہ شخص جو حقیقتاً فہیم ہے وُہ سچ مُچ فروتن ہوتا ہے۔ وُہ دُوسروں کو اپنے سے بہتر خیال کرتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو بڑا بنا کر پیش نہیں کرتا بلکہ دُوسروں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ اُس کا رویّہ اپنے اِرد گرد کی دُنیا کا سا نہیں ہوتا بلکہ اگلے جہان کا سا۔ وُہ جِسم کے لئے زِندہ نہیں رہتا بلکہ رُوح کے لئے۔ وُہ اپنے کام اور کلام سے آپ کو خُداوند یسُوع کے بارے میں سوچنے پر مجبُور کر دیتا ہے۔ اُس کی زِندگی پاک ہوتی ہے۔ وُہ رُوحانی اور اخلاقی طور پر صاف سُتھرا ہوتا ہے۔ اور پھر وُہ پُرامن بھی ہے۔ وُہ اپنی بے عزّتی اور جھوٹی تہمت کو برداشت کرتا ہے اور مُڑ کر جواب نہیں دیتا اور نہ خُود کو سچّا ثابت کرنے کی کوشِش کرتا ہے۔ وہ شریف، نیک اطوار اور نرم دِل ہوتا ہے۔ اُس کے ساتھ آسانی سے بات کی جا سکتی ہے اور وہ دُوسرے آدمی کے نقطۂ نظر کو سمجھنے کی کوشِش کرتا ہے۔ وُہ جھگڑالو نہیں ہوتا بلکہ اپنے ساتھ زیادتی کرنے والے کو مُعاف کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہتا ہے۔ اور صِرف یہی نہیں بلکہ عادتاً دُوسروں کے ساتھ مہربانی سے پیش آتا ہے، خاص طور پر اُن کے ساتھ جو اس کے حق دار نہیں ہوتے۔ وُہ سب کے ساتھ یکساں سلوک کرتا ہے۔ کِسی کی طرف داری نہیں کرتا۔ وُہ غریبوں کے ساتھ بھی وہی سلوک کرتا ہے جو امیروں کے ساتھ۔ وُہ بڑے لوگوں کو عام لوگوں پر ترجیح نہیں دیتا۔ وہ ریاکار نہیں ہوتا۔ وُہ ایک بات کہہ کر دُوسری نہیں کرتا۔ آپ اُسے کِسی کی خوشامد کرتے نہیں سُنیں گے۔ وہ ہمیشہ سچ بولتا ہے اور نقاب نہیں پہنتا۔

دُنیاوی طور سے عقلمند آدمی ایسا نہیں ہوتا۔ اُس کا دِل حسد اور جھگڑے سے بھرا ہوتا ہے۔ دولت مند بننے کی خواہش کے باعث اپنے مخالِف یا مُقابلہ کرنے والے کو برداشت نہیں کرتا۔ اُس کے رویّہ میں کوئی شریفانہ بات نہیں ہوتی۔ وُہ زمین کی سطح سے اُوپر نہیں اُٹھتا۔ وُہ حیوانات کی طرح اپنی جبلّی اِشتہا کو مٹانے کے لئے زِندہ رہتا ہے اور اُس کا طریقہ بڑا ظالمانہ، پُرفریب اور شیطانی ہوتا ہے۔ اُس کے اچھّے اور قیمتی کپڑوں کے نیچے ناپاک زِندگی چھپی ہُوئی ہوتی ہے۔ اُس کے خیالات آلُودہ، اُس کا اخلاق گِرا ہُؤا اور اُس کی گفتگو گندی ہوتی ہے۔ وُہ اپنے سے اِتفاق نہ کرنے یا بات کاٹنے والوں سے لڑتا جھگڑتا ہے۔ وُہ گھر پر، کام پر، اور سماجی زِندگی میں متواتر حُجّت کرتا رہتا ہے۔ اور وُہ سخت اور برداشت نہ کرنے والا، متکبّر اور ظالِم ہوتا ہے۔ لوگ اُسے آسانی سے نہیں مِل سکتے۔ وُہ

اُنہیں ایک ہاتھ دُور ہی رکھتا ہے۔ اُسے خاموشی سے سمجھانا تقریباً ناممکن ہے۔ اُس نے پہلے ہی اپنا ذہن بنا لیا ہوتا ہے اور اُس کے خیالات کو تبدیل کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ وُہ مُعاف نہ کرنے والا اور کینہ پرور ہوتا ہے۔ جب وُہ کسی کو کسی غلطی میں پکڑ لیتا ہے تو بالکُل رحم نہیں کرتا۔ اِس کے برعکس وُہ اُسے گالیاں دیتا، بدتمیزی اور کمینگی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ وُہ لوگوں کی قدر اُس نفع کے مُطابق کرتا ہے جو اُسے اُن سے حاصل ہو سکتا ہے۔ جب وہ یہ دیکھتا ہے کہ اب وہ اُس کے اِستعمال کے قابل نہیں رہے یعنی اب اُن سے مزید کسی نفع کی اُمید نہیں رہی تو وُہ اُن میں مزید دِلچسپی نہیں لیتا۔ آخری بات یہ کہ اُس کے دو چہرے ہوتے ہیں اور وُہ غیر مُخلص ہوتا ہے۔ آپ اُس کے متعلق یا اُس کے الفاظ اور کاموں کے بارے میں یقین سے کُچھ نہیں کہہ سکتے۔

۳:۱۸- یعقوبؔ اِس باب کو ان الفاظ کے ساتھ ختم کرتا ہے: "اور صُلح کرانے والوں کے لئے راست بازی کا پھل صُلح کے ساتھ بویا جاتا ہے"۔ یہ آیت جس بات پر ہم بحث کرتے آئے ہیں اور جو کُچھ بعد میں آتا ہے اُن کے درمیان بطور رابطہ ہے۔ ہم نے ابھی سیکھا کہ حقیقی حکمت صُلح پسند ہے۔ لیکن اگلے باب میں ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ خُدا کے لوگ آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں۔ یہاں ہمیں یاد دلایا جاتا ہے کہ زِندگی کاشتکاری کے عمل کی مانند ہے۔ یہاں کاشتکار ہے (عقلمند آدمی جو صُلح کراتا ہے)، آب و ہَوا ہے ("صُلح") اور فصل ہے ("راست بازی")۔ کاشتکار، راست بازی کی فصل پیدا کرنا چاہتا ہے، لیکن کیا لڑائی جھگڑوں اور معمولی معمولی باتوں میں اُلجھنے کے ماحول میں کاشت کی جا سکتی ہے؟ نہیں۔ بیج پُر امن ماحول میں بویا جاتا ہے۔ پھر اِسے وُہی لوگ بوتے ہیں جو خُود صُلح پسند ہوتے ہیں۔ راست بازی کی فصل خُود اُن کی زندگیوں میں پیدا ہوتی ہے اور اُن کی بھی جن کے درمیان وُہ خدمت کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ پھر یعقوب ہمارے ایمان کو کسوٹی پر رکھ دیتا ہے۔ اِس مرتبہ اُس حکمت کے سِلسلے میں جس کا مظاہرہ ہم ہر روز اپنی زِندگی میں کرتے ہیں۔ ہمیں خُود سے سُوال کرنا چاہئے: کیا مَیں خُداوند یسوع میں ایک اَدنیٰ ایمان دار کی نسبت دُنیاوی مُتکبر آدمی کو زیادہ عِزّت دیتا ہُوں؟ کیا مَیں خُداوند کی خِدمت اِس بات سے صرفِ نظر کرتے ہُوئے کرتا ہُوں کہ فائدہ کِس کو پہنچتا ہے؟ یا کیا بعض اَوقات مَیں اچھے نتائج حاصل کرنے کے لئے قابلِ اعتراض ذرائع اِستعمال کرتا ہُوں؟ کیا مَیں اپنے دِل میں حسد اور آزردگی کو جگہ دیتا ہُوں؟ کیا مَیں طنزیہ اور نامہربان فقرے بازی کرتا ہُوں؟ کیا مَیں خیالات، گفتگو اور اخلاقیات میں پاک ہُوں؟

۸- حرص اور لالچ : اِسکی وجہ اور علاج (باب ۴)

یعقوب نے بتایا ہے کہ فہیم شخص صُلح جُو آدمی ہوتا ہے۔ اَب وُہ افسوس ناک لڑائی جھگڑوں کو یاد کرتا ہے جو خُدا کے لوگوں میں پائے جاتے ہیں۔ اِن سب کی وجہ کیا ہے؟ کیوں بہُت سے گھروں میں خُوشی نہیں پائی جاتی اور کیوں بہُت سی کلیسیائیں تفرقوں کے باعِث ٹُوٹ پھُوٹ گئی ہیں؟ کیوں ایمان داروں میں اِس قدر تلخ جھگڑے پائے جاتے ہیں؟ اِس کی وجہ یہ ہے کہ ہم اپنی خواہشات کو پُورا کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔

۴: ۱-۲ (الف)۔ افسوس ناک حقیقت یہ ہے کہ مسیحیوں میں "لڑائیاں اور جھگڑے" ہیں۔ اب یہ کہنا کہ اِس پَیراگراف کا اِطلاق ایمان داروں پر نہیں ہوتا دُرست نہیں ہے۔ اِس طرح یہ ہمیں اِس حوالہ میں ہمارے لئے جو قیمتی خزانہ ہے اُس سے محرُوم کر دیتا ہے۔ اِن لڑائی جھگڑوں کا سبب کیا ہے؟ اس کی وجہ وُہ زبردست "خواہشیں" ہیں جو ہمارے دِلوں میں پَیدا ہوتی رہتی ہیں اور جو متواتر پُورا ہونے کی کوشش میں لگی رہتی ہیں۔ ان میں سے ایک دُنیاوی مال و دولت جمع کرنے کی خواہش ہے۔ پھر عزّت و وقار حاصل کرنے کی خواہش ہے۔ اور پھر جسمانی بھُوکوں کو مُطمئِن کرنے کے لئے "عیش و عشرت" کی طلب ہے۔ یہ زبردست قُوتیں ہمارے دِلوں میں کام کرتی رہتی ہیں۔ ہم کبھی مُطمئِن نہیں ہوتے۔ ہم ہمیشہ زیادہ سے زیادہ چاہتے ہیں۔ اِس کے باوجُود بھی ایسا لگتا ہے کہ جو کُچھ ہم چاہتے ہیں وُہ ہمیں نہیں مِلتا۔ غیر تکمیل شُدہ خواہش اِتنی طاقتور بن جاتی ہے کہ ہم اُن کو جو اِس ترقی میں حائِل نظر آتے ہیں روندنا اور کُچلنا شرُوع کر دیتے ہیں۔ یعقوب کہتا ہے: "تُم خُون ... کرتے ہو"۔ یہاں وُہ اِسے زیادہ تر تشبیہی معنوں میں اِستعمال کرتا ہے۔ ہم سچ مُچ تو کِسی کو قتل نہیں کرتے، لیکن غُصّہ، حَسد اور ظُلم جو قتل کے محرّک ہیں ہمارے دِل میں ہوتے ہیں۔

۴: ۲ (ب)، ۳۔ تُم "حَسد کرتے ہو اور کُچھ حاصِل نہیں کر سکتے"۔ ہم دُوسرے لوگوں سے زیادہ اور اچھّی چیزیں چاہتے ہیں۔ اور اِس کوشش میں لڑتے جھگڑتے اور ایک دُوسرے کو تباہ کر دیتے ہیں۔

رشید اور نجمہ کی چند ماہ پیشتر شادی ہُوئی۔ رشید کا کام اچھّا تھا اور اُسے معقول تنخواہ مِلتی تھی۔ نجمہ چاہتی تھی کہ کلیسیا میں دُوسرے نوجوان جوڑوں کی طرح اُس کے پاس بھی خُوبصُورت گھر ہو۔ رشید نئے ماڈل کی کار خریدنا چاہتا تھا۔ نجمہ اچھّے فرنیچر اور اچھّی کراکری کی خواہش مند تھی۔ اِن میں سے کُچھ چیزیں تو اُنہیں قسطوں پر مل سکتی تھیں۔ لیکن رشید کی تنخواہ اِس بوجھ کو بمشکل ہی اُٹھا سکتی تھی۔ پھر خاندان میں ایک بچّے کا بھی اِضافہ ہو گیا جِس کا مطلب اخراجات میں مزید اضافہ اور

بحث کا غیر متوازن ہونا تھا۔ جُوں جُوں نجمہ کا تقاضا بڑھتا گیا، رشید اور زیادہ بد دماغ اور چڑچڑا ہوتا گیا۔ نجمہ نے اِس کا جواب غیبت گوئی اور آنسوؤں سے دیا۔ جلد ہی گھر کے در و دیوار حملے اور جوابی حملے سے کانپنے لگے۔ مادہ پرستی گھر کو تباہ کر رہی تھی۔

دُوسری طرف اِس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نجمہ حسد کرتی تھی۔ وُہ محسُوس کرتی تھی کہ جاوید اور پروین کو کلیسیا میں اُن کی نسبت زیادہ عزّت و مقام حاصل ہے۔ چنانچہ نجمہ نے پروین کے خلاف توہین آمیز باتیں کرنی شُروع کر دیں۔ اور جب طرفین میں لڑائی کی شدّت بڑھی تو رشید اور جاوید بھی اُس میں شامل ہو گئے۔ پھر دُوسرے ممبران بھی دونوں میں سے ایک کی طرف داری کرنے لگے اور جماعت دو حصّوں میں بٹ گئی۔ یہ ایک شخص کے اعلیٰ مقام حاصل کرنے کی خواہش کی وجہ سے ہُوا۔

پس یہاں ایمان داروں کے آپس میں معمُولی معمُولی باتوں پر جھگڑے کی وجہ معلُوم ہوتی ہے۔ یہ زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی خواہش اور ایک دُوسرے سے حسد کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ ہم اِس رویّہ کو زیادہ صحیح طریقے سے لالچ، حرص اور حسد بھی کہہ سکتے ہیں۔ خواہش اِس قدر زور آور بن جاتی ہے کہ لوگ اپنی خواہش کی تسکین کے لئے ہر بات کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ وُہ یہ سیکھنے میں بڑے سُست ہوتے ہیں کہ حقیقی خُوشی اِس طرح حاصل نہیں ہوتی بلکہ اگر ہمارے پاس کھانے پینے کو ہے تو اُسی پر قناعت کرنے سے (۱۔تیمتھیس ۶: ۸)۔

اِس مسئلے کا درُست حل دُعا ہے۔ بحث نہ کریں۔ لڑیں نہ بلکہ دُعا کریں۔ یعقوب کہتا ہے "تمہیں اِس لئے نہیں مِلتا کہ مانگتے نہیں"۔ اِن باتوں کو دُعا میں خُداوند کے پاس لے جانے کی بجائے ہم جو کُچھ چاہتے ہیں اُسے اپنی مساعی سے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر ہم کوئی ایسی چیز چاہتے ہیں جو ہمارے پاس نہیں تو ہمیں اُسے خُدا سے مانگنا چاہیئے۔ اگر ہم مانگیں اور نہ مِلے تو اِس کا کیا مطلب ہوگا؟ اِس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ہماری "نیت" درُست نہیں تھی۔ ہم نے وُہ شے خُدا کے جلال یا اپنے ہمجنس اِنسانوں کی بہتری کے لئے نہیں مانگی تھی۔ ہم اُسے صِرف اپنی خُودغرضانہ لُطف اندوزی کے لئے چاہتے تھے۔ خُدا اِس قِسم کی دُعاؤں کا جواب دینے کا وعدہ نہیں کرتا۔

اِن پہلی تین آیات میں ہمیں کتنا گہرا نفسیاتی سبق مِلتا ہے! اگر آدمی جو کُچھ خُدا نے اُنہیں دیا ہے اُس پر مطمئن رہیں تو وُہ کتنے ہی بد حواس کرنے والے لڑائی جھگڑوں اور بے چینی سے بچ سکتے ہیں۔ اگر

ہم اپنے پڑوسی سے اپنی مانند محبّت رکھتے اور حاصل کرنے کی بجائے انہیں حصّہ دار بنانے میں دلچسپی لیتے ہیں تو اِس کا نتیجہ کتنا صُلح سلامتی کی صُورت میں نِکلے گا! اگر ہم اپنے نجات دہندہ کے جمع کرنے کی بجائے چھوڑنے اور زمین پر جمع کرنے کی بجائے آسمان پر جمع کرنے کے حُکم پر عمل کریں تو بہُت سے لڑائی جھگڑے ختم ہو جائیں گے۔

۴:۴۔ یعقوب مادّی اَشیا سے بہُت زیادہ محبّت کی مذمّت کرتا بلکہ اُسے رُوحانی زِناکاری کہتا ہے۔ خُدا چاہتا ہے کہ ہم سب سے زیادہ اور سب سے پہلے اُسے پیار کریں۔ جب ہم اِس دُنیا کی فانی چیزوں سے محبّت رکھتے ہیں تو ہم اُس کے ساتھ مخلص اور وفادار نہیں ہوتے۔

لالچ ایک طرح کی بُت پرستی ہے۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ جو خُدا نہیں چاہتا کہ ہمارے پاس ہو ہم اُس کی شدید خواہش رکھتے ہیں۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے اپنے دِلوں میں بُت قائم کر رکھے ہیں۔ ہم خُدا کی مرضی پر مادّی اَشیا کو ترجیح دیتے ہیں۔ پس لالچ بُت پرستی ہے اور بُت پرستی خُدا کے ساتھ بے وفائی ہے۔

دُنیاداری بھی "خُدا سے دشمنی کرنا ہے"۔ "دُنیا" کا مطلب وُہ کُرّہ نہیں ہے جس پر ہم رہتے ہیں۔ اِس سے مُراد وُہ سِسٹم ہے جو آدمیوں نے اپنے لئے وضع کر رکھا ہے تاکہ آنکھوں کی خواہش، جسم کی خواہش اور زِندگی کی شیخی کو مُطمئِن کر سکیں۔ اِس سِسٹم میں خُدا یا اُس کے بیٹے کے لئے جگہ نہیں ہے۔ یہ آرٹ، کلچر، تعلیم، سائنس یا یہاں تک کہ مذہب بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ ایسا دائرہ ہے جس میں مسیح کا نام لینا، ماسِوا خالی خولی طریقے سے منع ہے۔ المختصر، یہ حقیقی کلیسیا سے باہر آدمیوں کی دُنیا ہے۔ اِس سِسٹم سے "دوستی خُدا سے دشمنی کرنا ہے"۔ یہی وُہ دُنیا ہے جس نے زِندگی اور جلال کے مالِک کو مصلُوب کیا تھا۔ درحقیقت وُہ مذہبی دُنیا تھی جس نے اُسے موت کے گھاٹ اُتارا تھا۔ یہ کتنی ناقابلِ قیاس بات ہے کہ ایمان دار اُس دُنیا کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر چلیں جس نے اُن کے نجات دہندہ کو قتل کیا تھا!

۵:۴۔ اِس خط میں سب سے مشکل آیت ۵ ہے۔ "کیا تُم یہ سمجھتے ہو کہ کتابِ مُقدّس بے فائدہ کہتی ہے؟ جس رُوح کو اُس نے ہمارے اندر بسایا ہے کیا وُہ ایسی آرزُو کرتی ہے جس کا انجام حسد ہو؟"

پہلی مشکل یہ ہے کہ ایسا لگتا ہے کہ یعقوب پُرانے عہدنامہ سے حوالہ دے رہا ہے لیکن یہ نہ تو پُرانے عہدنامہ میں مِلتا ہے اور نہ اپاکریفا کی کتابوں میں ہی۔ اِس کی دو۲ تشریحیں ہو سکتی ہیں۔

پہلی یہ کہ اگرچہ یہ الفاظ بعینہٖ پُرانے عہدنامہ میں نہیں مِلتے تاہم یعقوبؔ انہیں کلام کی عام تعلیم کے طور پر پیش کر رہا ہے ۔ دُوسری یہ کہ جیسے اِس کا حل اُردُو ترجمہ میں پیش کیا گیا ہے ۔ یہاں اِس آیت کو دُو سوالوں میں توڑا گیا ہے : "کیا تُم یہ سمجھتے ہو کہ کتابِ مُقدّس بے فائدہ کہتی ہے ؟ جس رُوح کو اُس نے ہمارے اندر بسایا ہے کیا وُہ ایسی آرزُو کرتی ہے جس کا انجام حسد ہو ؟" یہاں یہ خیال کارفرما ہے کہ دُنیاوی رُوح کی مذمّت کرنے میں بائبل الفاظ کو ضائع نہیں کر رہی ہے ۔

آیت ۵ میں دُوسری بڑی مُشکل آیت کے دُوسرے حِصّے کا مطلب ہے ۔ مُشکل یہ ہے کہ کیا یہاں رُوح سے مُراد پاک رُوح ہے یا حسد کے جذبہ سے سرشار رُوح ۔ اگر اِس کا مطلب اوّل الذِکر ہے تو پھر خیال یہ ہے کہ رُوح القُدس جو ہمارے دِلوں میں سکونت کرتا ہے وُہ لالچ اور حسد کو جو جھگڑے کا سبب بنتے ہیں پیدا نہیں کرتا ، بلکہ وُہ ہمارے دِلوں میں مسیح کی پرستش کے لئے "آرزُو" پیدا کرتا ہے ۔ لیکن اگر اِس سے موخرالذکر مُراد ہے تو پھر اِس کا مطلب یہ ہے کہ وُہ رُوح جو ہم میں سکونت کرتی ہے یعنی حسد اور لالچ کی رُوح وُہ ہم میں خُدا کے ساتھ بے وفائی کو پیدا کرتی ہے ۔

۴ : ۶ ۔ "وُہ تو زیادہ توفیق بخشتا ہے" ۔ پہلی پانچ آیات میں ہم نے دیکھا کہ ایمان دار کی پُرانی فطرت کتنی بدکار ہوسکتی ہے ۔ لیکن اب ہم یہ سیکھتے ہیں کہ ہمیں اپنی قوّت میں جسمانی لالچوں سے نپٹنے کے لئے تنہا نہیں چھوڑا گیا ہے ۔ خُدا کا شُکر ہو کہ ضرُورت کے وقت وُہ ہمیں "زیادہ توفیق بخشتا ہے" (عبرانیوں ۴ : ۱۶) ۔ اُس نے وعدہ کیا ہے "جیسے تیرے دِن ویسی ہی تیری قوّت ہو" (اِستثنا ۳۳ : ۲۵) ۔

یہ ثابت کرنے کے لئے کہ ضرُورت کے وقت خُدا ہمیں توفیق بخشتا ہے یعقوبؔ امثال ۳ : ۳۴ کا حوالہ دیتا ہے لیکن یہاں یہ اِضافہ ہے کہ اِس "توفیق" کا وعدہ "فروتنوں" سے ہے نہ کہ مُتکبّروں سے ۔ "خُدا مغرُوروں کا مُقابلہ کرتا ہے" لیکن شکستہ رُوح کا نہیں ۔

۴ : ۷ ۔ آیات ۷ ۔ ۱۰ میں ہمیں دس اَقدام مِلتے ہیں ۔ جہاں سچّی توبہ ہے وہاں اِن کی پیروی لازمی ہے ۔ یعقوبؔ مُقدّسوں کے گُناہوں کے خِلاف چِلاّتا رہا ہے ۔ اُس کے الفاظ نے ہمارے دِلوں کو چھید دیا ہے ۔ ہم محسُوس کرتے ہیں کہ خُدا ہم سے ہمکلام ہوتا رہا ہے ۔ ہمارے دِل اُس کے کلام کے اثر تلے جُھکے ہوئے ہیں ۔ لیکن اب سوال یہ ہے کہ "ہم کیا کریں ؟"

پہلی بات یہ ہے کہ ہم "خُدا کے تابع ہوجائیں" ۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اُس کی بات سُنیں اور فرمانبرداری کریں ۔ ضرُوری ہے کہ ہم نرم اور شکستہ دِل ہوں نہ کہ مُتکبّر اور اکڑی گردن والے ۔

پھر ضرورری ہے کہ ہم "ابلیس کا مُقابلہ کریں"۔ یہ ہم آزمائشوں کی طرف سے اپنا دِل اور کان بند کرنے کے ذریعہ کر سکتے ہیں۔ نیز یہ ہم کلام کو بطور رُوح کی تلوار اِستعمال کرتے ہوئے اُسے پسپا کر سکتے ہیں۔ اگر ہم اُس کا مُقابلہ کریں گے تو وُہ "بھاگ جائے گا"۔

۴:۸۔ پھر ہمیں "خدا کے نزدیک" جانا چاہیئے۔ یہ ہم دُعائیں کر سکتے ہیں۔ ہمیں ایمان کی رُوح میں دُعا کرتے ہُوئے اُس کے پاس آنا چاہیئے اور جو کُچھ ہمارے دِل میں ہے وُہ سب اُسے بتا دینا چاہیئے۔ جب ہم اِس طرح اُس کے پاس آئیں گے تو وُہ بھی ہمارے "نزدیک" آئے گا۔ ہم سوچتے ہوں گے کہ وُہ ہماری جِسمانیت اور دُنیا پرستی کے باعث ہم سے دُور ہے لیکن جب ہم اُس کے "نزدیک" جاتے ہیں تو وُہ ہمیں مُعاف کر دیتا اور بحال کرتا ہے۔ چوتھا قدم ہے: "اپنے ہاتھوں کو صاف کرو اور اے دو دِلو! اپنے دِلوں کو پاک کرو"۔ "ہاتھ" ہمارے کاموں کو بیان کرتے ہیں اور ہمارے "دِل" ہماری نیّت اور خواہشوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ہم اپنے گُناہوں کا اِقرار اور اُنہیں ترک کرنے کے ذریعہ خواہ وُہ باطنی ہیں یا ظاہرا "اپنے ہاتھوں کو صاف" اور "اپنے دِلوں کو پاک" کرتے ہیں۔ بطور گُنہگار ہمیں اپنے بُرے کاموں کا اِقرار کرنے کی ضرُورت ہے اور "دو دِلے" ہونے کے باعث اپنی مِلی جُلی رنبتوں کا اِقرار کرنا ہے۔

۴:۹۔ اِقرار کے ساتھ ہمیں گُناہ کا گہرا افسوس بھی ہونا چاہیئے۔ "افسوس اور ماتم کرو اور روؤ۔ تُمہاری ہنسی ماتم سے بدل جائے اور تمہاری خُوشی اُداسی سے"۔ جب خُدا ہمیں گُناہ کے بارے میں قائل کرتا ہے تو ہمیں اُس کے حضُور مُنہ کے بَل گر کر اپنی گنہگاری، بے طاقتی، سرد مہری اور بانجھ پن پر ماتم کرنا چاہیئے۔ ہمیں اپنی مادّہ پرستی، دُنیا داری اور رسم پرستی پر رونا چاہیئے۔ ہمیں باطنی اور ظاہری دونوں صُورتوں میں توبہ کا پَھل دِکھانا چاہیئے۔

۴:۱۰۔ آخر میں، ہمیں "خُداوند کے سامنے" اپنے آپ کو "فروتن" بنانا چاہیئے۔ اگر ہم دِیانت داری سے اُس کے قدموں میں خاک میں بیٹھیں تو وُہ ہمیں وقت پر "سر بُلند کرے گا"۔

پس جب خُدا ہم پر ہماری حالت ظاہر کرے تو ہمیں اِس طریقہ سے جواب دینا چاہیئے۔ لیکن اکثر ایسا نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر بعض اوقات جب خُدا ہمارے دِلوں سے ہمکلام ہوتا ہے تو ہم کِسی میٹنگ میں ہوتے ہیں۔ ہم ایک لمحہ کے لئے جوش سے بھر جاتے ہیں اور اچھّا ارادہ کرتے ہیں لیکن جب میٹنگ ختم ہوتی ہے تو لوگ پُرلُطف اور ہلکی پُھلکی گفتگو کرنے لگتے ہیں۔ تب عبادت کی تمام فضا ختم ہو جاتی ہے، قُوّت غائب ہو جاتی ہے اور خُدا کا رُوح بُجھ جاتا ہے۔

۴: ۱۱-۱۲ - اب یعقوب حرف گیری کے گناہ یا اپنے ”بھائی کی بدگوئی“ کرنے پر بحث کرتا ہے - کسی کا فرمان ہے کہ ہمیں دوسروں پر نکتہ چینی کرنے سے پہلے تین سوالوں کا جواب دینا چاہئے - اس سے آپ کے بھائی کو کیا فائدہ ہوگا؟ اس سے خود آپ کو کیا فائدہ ہوگا؟ اس میں خدا کے جلال کے لئے کیا ہے؟

محبت کی شاہی ”شریعت“ یہ کہتی ہے کہ ہمیں اپنے پڑوسی سے اپنی مانند محبت کرنی چاہئے - پس اگر کوئی ”بھائی کی بدگوئی کرتا“ ہے یا اس کی نیت پر شک کرتا ہے تو گویا وہ ”شریعت“ کے خلاف بولتا ہے اور اسے بے فائدہ قرار دیتا ہے - شریعت کو دیدہ دانستہ توڑنا، اس کی بے حرمتی کرنا ہے - یہ ایسے ہی کہنا ہے کہ شریعت اچھی نہیں اور نہ اس قابل ہے کہ اس کی فرمانبرداری کی جائے - وہ جو فرمانبرداری سے انکار کرتا ہے درحقیقت یہ کہتا ہے کہ یہ شریعت نہیں ہے - اب یہ اسے جو اپنے ”بھائی کی بدگوئی کرتا ہے“ ایک عجیب حالت سے دوچار کر دیتی ہے یعنی یہ کہ ملزم بننے کی بجائے ”اس پر حاکم“ بن جاتا ہے - وہ شریعت کے ماتحت آنے کی بجائے اپنے آپ کو اس سے بڑا بنا لیتا ہے - لیکن صرف خدا ہی ہے جو شریعت سے بڑا ہے - وہ، وہ ہے جس نے اسے دیا اور اس کے ذریعے عدالت کرتا ہے - پس تو ”کون“ ہے جو خدا کی جگہ غصب کرتا اور دوسرے پر ”الزام“ لگاتا ہے -

۴: ۱۳ - دوسرا گناہ جس کی یعقوب مذمت کرتا ہے وہ خدا کو نظر انداز کرتے ہوئے خود پر اعتماد کرنا اور شیخی سے منصوبے بنانا ہے (آیات ۱۳-۱۶) - وہ یہاں ایک ایسے تاجر کی منظر کشی کرتا ہے جو مستقبل کے لئے منصوبہ بناتا ہے - ذرا تفصیلات پر غور کریں - وہ وقت (”آج یا کل“)، اشخاص (”ہم“)، جگہ (”فلاں شہر“)، عرصہ (”ایک برس“) سرگرمیوں (”سوداگری کر کے“) اور اندازہ لگانے (”نفع اٹھائیں گے“) کے متعلق سوچتا ہے - اس تصویر میں کون سی بات غائب ہے؟ وہ ایک بار بھی اپنے کاروبار میں خدا کو شامل نہیں کرتا - مستقبل کے لئے منصوبہ بندی کرنا ضروری تو ہے لیکن خدا سے ماورا اپنی مرضی سے منصوبہ بنانا گناہ ہے - یہ کہنا کہ ”ہم“ یا ”میں“ یہ کروں گا گناہ کا نچوڑ ہے - مثلاً یسعیاہ ۱۴: ۱۳، ۱۴ میں لوسیفر کی ”میں کروں گا“ کو دیکھئے: ”تو تو اپنے دل میں کہتا تھا میں آسمان پر چڑھ جاؤں گا - میں اپنے تخت کو خدا کے ستاروں سے بھی اونچا کروں گا اور میں شمالی اطراف میں جماعت کے پہاڑ پر بیٹھوں گا - میں بادلوں سے بھی اوپر چڑھ جاؤں گا - میں خدا تعالیٰ کی مانند ہوں گا -“

۴: ۱۴ - ”کل“ کے لئے منصوبہ بنانا گویا کہ کل ضرور ہی آئے گا غلط ہے -“ . . . یہ نہ کہنا

اَب جا۔ پھر آنا۔ مَیں تجھے کل دُوں گا" (امثال ۳:۲۸)۔ ہم نہیں جانتے کہ کل کیا ہو گا۔ ہماری زِندگیاں اِتنی کمزور اور ناقابلِ پیشینگوئی ہیں کہ گویا "بخارات" ہیں۔

۴:۱۵۔ ہمیں اپنے تمام منصُوبوں میں خُدا سے مشوَرہ کرنا اور اُنہیں اُس کی مرضی کے مُطابق بنانا چاہئے۔ ہم جب بھی بات کریں تو ہمیں اِحساس ہونا چاہئے کہ ہماری عاقبت اُس کے کنٹرول میں ہے۔ ہمیں کہنا چاہئے "اگر خُداوند چاہے تو ہم زِندہ بھی رہیں گے اور یہ یا وُہ کام بھی کریں گے"۔ پَولُس رسُول بھی اعمال کی کتاب میں اِسی طرح کہتا ہے "اگر خُدا نے چاہا تو پھر تمہارے پاس آؤں گا" (اعمال ۱۸:۲۱)۔ اور ۱-کرنتھیوں ۴:۱۹ میں لکھتا ہے: "خُداوند نے چاہا تو مَیں تمہارے پاس جلد آؤں گا"۔ بعض اَوقات مسیحی اپنے خطُوط میں خُداوند پر اپنے اِنحصار کرنے کو انگریزی حرُوف D.V. سے ظاہر کرتے ہیں۔ یہ لاطینی الفاظ Deo volente کا مُخفّف ہے جس کا مطلب ہے اگر خُدا نے چاہا۔

۴:۱۶۔ یعقوب لِکھتا ہے: "اَب تم اپنی شیخی پر فخر کرتے ہو"۔ ایمان دار اپنے مُستقبل کے منصُوبوں کے بارے میں شیخی مارتے تھے۔ اُنہیں اِعتماد تھا کہ کوئی بھی شے اُن کے منصُوبہ میں مداخلت نہیں کرے گی۔ اَیسا لگ رہا تھا کہ گویا وُہ اپنی قِسمت کے خُود مالک ہوں "ایسا سب فخر بُرا ہے" کیونکہ اِس میں خُدا کے لئے کوئی جگہ نہیں ہوتی۔

۴:۱۷۔ "پَس جو کوئی بھلائی کرنا جانتا ہے اور نہیں کرتا اُس کے لئے یہ گُناہ ہے"۔ اِس متن میں "بھلائی کرنے" کا مطلب اپنی زِندگی کے ہر شعُبہ میں خُدا کو شامل کرنا اور لمحہ بہ لمحہ اُس پر اِنحصار کرتے رہنا ہے۔ اگر ہم یہ جانتے ہُوئے نہیں کرتے تو ہم گُناہ کے مُرتکب ہو رہے ہیں۔ بلاشُبہ اِس کا اِطلاق بڑا وسیع ہے۔ زِندگی کے کسی شعُبہ میں بھی اگر "بھلائی کرنے" کا موقع ہے تو ہماری ذِمّہ داری ہے کہ کریں۔ اگر ہم جانتے ہیں کہ درُست کیا ہے تو اِس کی روشنی میں زِندگی بسر کرنے کے ذِمّہ دار بن جاتے ہیں۔ اگر ہم ویسا "نہیں کرتے" تو یہ خُدا، اَپنے پڑوسی اور خُود اَپنے خِلاف "گُناہ ہے"۔

باب ۴ میں یعقوب ہمیں لالچ، جھگڑے، بدگوئی اور خُداوند سے مشورہ کِئے بغیر منصُوبہ بندی کرنے کے بارے میں آزماتا ہے۔ پَس آئیے ہم اپنے آپ سے حسبِ ذیل سُوال کریں: کیا مَیں متواتر زیادہ سے زیادہ حاصِل کرنا چاہتا ہُوں یا جو کُچھ میرے پاس ہے اِس پر قناعت کرتا ہوں؟ کیا مَیں اُن سے جن کے پاس مُجھ سے زیادہ ہے حسد کرتا ہوں؟ کیا مَیں خریداری سے پہلے دُعا کرتا ہُوں؟ جب خُدا مُجھ سے ہمکلام ہوتا ہے تو کیا مَیں اُس کی بات مانتا ہُوں یا اِنکار کر دیتا ہوں؟ کیا مَیں اپنے بھائیوں کے خِلاف باتیں کرتا ہُوں؟ کیا مَیں خُداوند سے مشورہ کِئے بغیر منصُوبہ بندی کرتا ہُوں؟

۹- دولتمند اور اُن پر آنے والی مُصیبتیں (۵: ۱-۶)

یہ یعقوب کے اِس خط کی سب سے سنجیدہ عبارت ہے۔ اِس میں وہ دولتمندوں کے گناہ کی مذمت کرتا ہے۔ اِس کے الفاظ ہتھوڑے کی ضرب کی طرح شدید ہیں جن سے بچنا مُحال ہے۔ درحقیقت یہ مذمت اِتنی سخت ہے کہ اِن آیات پر بہت کم وعظ کیا جاتا ہے۔

یعقوب، یہاں پر ایک سماجی اِنصاف کے نبی کا کِردار کرتا ہُوا نظر آتا ہے۔ وہ دولتمندوں کے خِلاف آواز بُلند کرتا ہے جو اپنے ہم جنس اِنسانوں کی ضرُوریات کے ضِمن میں بے حِس ہیں۔ وہ اُن کی جو اپنے مزدُوروں کا اِستحصال کرنے سے دولت مند بن گئے ہیں مذمّت کرتا ہے۔ وہ اُن کو اپنی دولت کو اپنی عیش و عشرت پر خرچ کرنے کے لئے ڈانٹتا ہے۔ آخر میں وہ دولتمندوں کو راست بازوں پر سخت ظُلم کرنے والا دکھاتا ہے۔

۵: ۱- سب سے پہلے وہ "دولت مند" کو "رونے اور واویلا" کرنے کو کہتا ہے کیونکہ اُن پر جلد ہی "مُصیبتیں" آنے والی ہیں۔ خُدا بہت جلد اُن سے مُلاقات کرے گا۔ تب اُنہیں سخت ندامت اور شرمندگی اُٹھانی پڑے گی، اور وہ پہچانیں گے کہ وہ بے وفا مُختار رہے تھے۔ اُنہوں نے جو مواقع گنوائے وہ اُس پر واویلا کریں گے۔ وہ اپنے لالچ اور خُودغرضی پر ماتم کریں گے۔ اُنہوں نے جو غلط کام کئے وہ اُن کو مان لیں گے۔ وہ اپنے اُس گُناہ کو دیکھیں گے کہ اُنہوں نے خُداوند کی بجائے مادّی اشیا میں تحفّظ تلاش کیا۔ اور جِس طرح اُنہوں نے زِندگی بسر کی اُس پر وہ آنسو بہائیں گے۔ یہاں یعقوب دولتمندوں کے چار[۴] بڑے گُناہوں کا ذِکر کرتا ہے، اُن میں سے پہلا دولت جمع کرنے کا گُناہ ہے۔

۵: ۲- یعقوب کہتا ہے "تمہاری قیمتی اشیا تباہ ہو گئی ہیں۔ تمہارے کپڑوں کے ذخیرہ کو کیڑا کھا گیا ہے اور تمہارے سونے چاندی کی چمک ختم ہو گئی ہے۔ ہاں، اُن کی چمک کا ختم ہونا تم پر گواہی دے گا کہ تم بدی کے ساتھ ذخیرہ اندوزی کرتے رہے ہو اور تم اُن سے ایسے بھاگو گے جیسے دہکتے ہُوئے انگاروں سے۔"

بائبل یہ کبھی نہیں کہتی کہ دولت مند ہونا گُناہ ہے۔ مثلاً ایک شخص کو ایک ہی رات میں وراثت میں دولت مِل سکتی ہے اور یُوں امیر بننے میں اُس نے یقیناً کوئی گُناہ نہیں کیا ہے۔ لیکن بائبل یہ تعلیم ضرُور دیتی ہے کہ دولت جمع کرنا گُناہ ہے۔ خُداوند یسوع خاص طور پر دولت جمع

کرنے سے منع کرتا ہے ۔ اُس نے کہا "اپنے واسطے زمین پر مال جمع نہ کرو جہاں کیڑا اور زنگ خراب کرتا ہے اور جہاں چور نقب لگاتے اور چُراتے ہیں ۔ بلکہ اپنے لئے آسمان پر مال جمع کرو جہاں نہ کیڑا خراب کرتا ہے نہ زنگ اور نہ وہاں چور نقب لگاتے اور چُراتے ہیں ۔ کیونکہ جہاں تیرا مال ہے وہیں تیرا دِل بھی لگا رہے گا" (متی ۶: ۱۹-۲۱) ۔

یعقوب دَولت کو چار صُورتوں میں بیان کرتا ہے : "مال"، "پوشاک"، سونا اور چاندی ۔ جب یعقوب یہ کہتا ہے کہ "تمہارا مال بگڑ گیا" تو غالباً اُس کا مطلب ہے کہ تمہارے غلّے کو کیڑا لگ گیا اور تمہارا تیل بدبُودار ہوگیا ہے ۔ نکتہ یہ ہے کہ یہ چیزیں اِتنی زیادہ جمع کر لی گئیں کہ وُہ خراب ہوگئیں ۔ ایک وقت تھا کہ اُنہیں بھوکوں کو سیر کرنے کے لئے اِستعمال کیا جا سکتا تھا مگر اب وُہ بیکار ہوگئی ہیں ۔ وُہ کہتا ہے "تمہاری پوشاکوں کو کیڑا کھا گیا" ۔ اگر کپڑوں کو متواتر اِستعمال کیا جائے تو ایسا نہیں ہوتا ۔ لیکن اگر الماری پوشاکوں سے بھری ہُوئی ہو تو اُنہیں بہت کم اِستعمال کیا جاتا ہے اور وُہ آسانی سے کیڑوں کا شِکار بن جاتی ہیں ۔ یعقوب کے نزدیک اِس طرح کپڑے جمع کرنا اخلاقی طور پر غلط ہے جبکہ دُنیا میں ایسے بہت سے لوگ ہیں جنہیں اِن کی سخت ضرورت ہے ۔

۵: ۳ ۔ وُہ اپنا بیان جاری رکھتے ہُوئے کہتا ہے : "تمہارے سونے چاندی کو زنگ لگ گیا اور وُہ زنگ تم پر گواہی دے گا اور آگ کی طرح تمہارا گوشت کھائے گا" ۔ "سونے اور چاندی" کو زنگ نہیں لگتا لیکن اُن کی چمک مدّھم پڑ جاتی ہے اور وُہ بدرنگ ہو جاتے ہیں ۔ اور اگر اُنہیں نامُناسب حالت میں جمع کیا جائے تو وُہ گھل یا گھِس سکتے ہیں ۔ اپنے روپے کو گردش میں لانے ، بھُوکوں کو خوراک مُہیّا کرتے ، بے سہاروں کو کپڑے پہنانے ، بیماروں کو دوا مہیّا کرنے اور انجیل کو پھیلانے میں اِستعمال کرنے کی بجائے وُہ کِسی "آڑے وقت" کے لئے رکھ چھوڑتے ہیں ۔ اُس سے کِسی کو فائدہ نہیں پہنچتا اور بالآخر خراب ہو جاتا ہے ۔

"زنگ لگ گیا" اِستعمال نہ کرنے اور بگڑنے کی طرف اشارہ ہے اور وُہ سزا کے لئے امیروں کے خلاف گواہی دے گا ۔ اگر یہ یعقوب کے دِنوں میں دولت مندوں کے بارے میں درست تھا تو یہ ہمارے زمانہ میں اُن کے مُتعلق کِتنا زیادہ درُست کیوں نہ ہوگا ؟ اگر ہمارے پاس انجیل کو پھیلانے کے ذرائع ہیں لیکن ہم اُنہیں اِستعمال نہیں کرتے یا جب ہم مادّی اشیا جمع کرتے جبکہ اُنہیں رُوحوں کی نجات کے لئے اِستعمال کیا جا سکتا ہے تو ہماری سزا کیا ہو گی ؟ "زنگ ... آگ کی طرح تمہارا گوشت کھائے گا" کا مطلب ہے کہ اُن کا اپنے مال کو دُوسروں کی بھلائی کے لئے

استعمال نہ کرنا اُن کے دُکھ اور مُصیبت کا باعث بنے گا۔ جب اُن کی آنکھیں اپنی خود غرضی اور لالچ (بیش قیمت زیورات، قیمتی کپڑوں، شاندار گھروں، قیمتی کاروں) کے ظُلم کے لئے کُھل جائیں گی تو یہ اُن کے لئے ایک نہایت تکلیف دہ اور دُکھ بھرا تجربہ ہوگا۔

۴:۵۔ دُوسرا گُناہ جس پر یعقوب حملہ کرتا ہے وہ مزدُور کو اُس کی مزدُوری ادا نہ کرکے دولت جمع کرنا ہے۔ "جن مزدُوروں نے تمہارے کھیت کاٹے" اُن کو اُن کی مزدُوری سے محرُوم رکھا گیا۔ اگرچہ مزدُور احتجاج تو کرسکتے ہیں لیکن وُہ اپنی شکایت کا مداوا کرنے میں بالکل بےبس ہیں۔ زمین پر کوئی شخص ایسا نہ تھا جو کامیابی سے اُن کی وکالت کرتا۔ تاہم "خُداوند ربُّ الافواج" نے اُن کی "فریاد" سُنی۔ وُہ جو آسمان کی فوجوں پر اختیار رکھتا ہے وُہ زمین کے مظلوم لوگوں کی پُشت پناہی کرتا ہے۔ قادرِ مُطلق خُداوند خُدا اُن کی مدد کرے گا اور اُن کو بدلہ دے گا۔ یُوں بائبل نہ صِرف مال جمع کرنے کی مذمّت کرتی ہے بلکہ بددیانتی سے روپیہ جمع کرنے کی بھی۔ پُوری مزدُوری نہ دینے کے ساتھ یعقوب انکم ٹیکس میں دھوکا دہی، ناپ تول میں کمی، حُکّام کو رِشوت دینے، جُھوٹی اِشتہار بازی اور حساب کتاب میں گھپلا کرنے کا ذِکر بھی کرسکتا تھا۔

۵:۵۔ پھر یعقوب دَولت مندوں کی عیش و عشرت کی زندگی بسر کرنے کی بھی مذمّت کرتا ہے۔ وُہ اپنے لئے بیش قیمت زیورات، قیمتی پوشاکوں، لذیذ اور مرغّن خوراک اور عالیشان گھروں پر اپنی دَولت کیسے خرچ کرسکتے ہیں جبکہ بیشمار لوگ ایسے ہیں جو بےحد ضرورت مند ہیں؟ یا اِسے اپنی سطح پر لاتے ہُوئے، ہم اپنی کلیسیاؤں اور مسیحیوں کی دَولت مندی کو کیسے جائز قرار دے سکتے ہیں؟ ہم ایسی دُنیا میں رہتے ہیں جبکہ ہر روز ہزاروں بُھوک سے مر جاتے ہیں۔ دُنیا کی آدھی سے زیادہ آبادی نے خُداوند یسُوع مسیح کے بارے میں کبھی نہیں سُنا ہے۔ اِس قِسم کی دُنیا میں ہم قیمتی اَشیا کیسے خرید سکتے ہیں؟ ہم خُداوند کے پیسے کو اپنی تن پَروری پر کیسے خرچ کرسکتے ہیں؟ کلام کی صاف تعلیم، دُنیا کی ہولناک ضرورت، نجات دہندہ کا نمُونہ اور محبّت کی سادہ سی جبلّت ہمیں بتاتی ہے کہ جب تک اِس دنیا میں ایک بھی رُوح ایسی ہے جس نے خُوشخبری کو نہیں سُنا تو اُس وقت تک آرام دِہ اور عیش و عشرت کی زندگی بسر کرنا غلط ہے۔

وُہ لوگ جو "عیش و عشرت" کی زندگی بسر کرکے "مزے" اُڑاتے ہیں اُن کا اُن لوگوں سے تعلق ہے جنہوں نے "اپنے دِلوں کو ذبح کے دِن موٹا تازہ کیا" ——— جانوروں کی مانند جو ذبح ہونے سے پیشتر اپنے آپ کو فربہ کرتے ہیں یا اُن سپاہیوں کی طرح جو اپنا وقت لوٹ مار میں صَرف کرتے ہیں جبکہ

اُن کے اِردگرد دُوسرے تباہ ہو رہے ہوتے ہیں ۔

۶:۵ ۔ دَولت مندوں پر آخری اِلزام یہ ہے کہ وُہ "راست باز شخص کو قصُور وار" ٹھہراتے اور "قتل" کرتے ہیں جبکہ وُہ اُن کا "مقابلہ نہیں کرتا"۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ راست باز یسوع مسیح ہے ۔ لیکن اُس کی مَوت کے ذمّہ دار مذہبی لوگ تھے نہ کہ دَولت مند۔ مناسب یہ ہے کہ یہاں عام بے قصُور لوگوں کو "راست باز" سمجھا جائے ۔ یعقوب ، اُن ظالمانہ طریقوں کے بارے میں سوچ رہا ہے جو دَولت مندوں کی خصُوصیت ہے اور جو وُہ اپنے ماتحتوں کے ساتھ سلوک میں اِختیار کرتے ہیں۔ وُہ اُن کو جھُوٹے اِلزامات، سخت زبان اور دھمکیوں کے ذریعہ قصُور وار ٹھہراتے ہیں ۔ اُنہوں نے اُن کو قتل کیا، غالباً براہِ راست نہیں بلکہ زیادہ کام لینے اور پُوری مزدُوری نہ دینے سے ۔ اِن معصُوموں نے مقابلہ نہ کیا ۔ اور اگر وُہ احتجاج کرتے تو اُنہیں مزید ظُلم کا نشانہ بنایا جاتا یا ملازمت سے ہاتھ دھونے پڑتے ۔

۱۰۔ صبر کی نصیحت (۷:۵ ۔ ۱۲)

۷:۵ ۔ یعقوب اب اُن ایمان داروں کی طرف متوجہ ہوتا ہے جو تکلیف اُٹھا رہے تھے ۔ وُہ صبر کرنے کے لئے اُن کی حوصلہ افزائی کرتا ہے ۔ صبر کرنے کی وجہ "خُداوند کی آمد" ہے ۔ اِس کا اِشارہ یا تو خُداوند کا بادلوں پہ آنا ہے یا مسیح کی حکومت کرنے کے لئے آمد ۔ اِن دونوں کو نئے عہدنامہ میں صبر سے برداشت کرنے کا محرّک بتایا گیا ہے ۔

"کِسان" کی مثال صبر کی ضرورت کو ظاہر کرتی ہے ۔ وُہ جس دِن بیج بوتا ہے اُسی دن فصل نہیں کاٹ لیتا ۔ اِس کے برعکس وُہ کئی ماہ تک اِنتظار کرتا ہے ۔ پہلے وُہ "پہلے مینہ" کا اِنتظار کرتا ہے تاکہ بیج اُگنے لگے ۔ پھر موسم کے آخر میں "پچھلے مینہ" کا تاکہ فصل ثمر یاب ہو سکے ۔ بعض لوگ "پہلے اور پچھلے مینہ" میں ایک وعدہ دیکھتے ہیں کہ کلیسیا کے اِبتدائی دَور میں جو پنتکُست کی برکت مِلی اِس کو پھر خُداوند کی آمدِ ثانی سے پیشتر دُہرایا جائے گا ۔ لیکن ایسا لگتا ہے کہ نئے عہدنامہ کی مجمُوعی تعلیم اِس قسم کی اُمید کی حوصلہ افزائی نہیں کرتی ۔

۸:۵ ۔ جب خُداوند واپس آئے گا تو زمین پر کی تمام بے اِنصافیوں کا ازالہ کیا جائے گا ۔ پس اُس کے لوگوں کو "صبر" کرنا چاہئے جیسے کِسان کرتا ہے ۔ اُن کے "دِلوں" کو اِس بات پر قائم رہنا چاہئے کہ خُداوند بالیقین آئے گا ۔

۹:۵ ۔ ایذا رسانی اور پریشانی کے دَوران مظلُوموں کا ایک دُوسرے کے خِلاف ہو جانا ایک

عام بات ہے۔ یہ انسانی فطرت کا ایک عجیب پہلو ہے کہ شدید دباؤ کے موقع پر ہم بعض اوقات اُنہی سے غُصّے ہو جاتے ہیں جنہیں سب سے زیادہ پیار کرتے ہیں۔ چنانچہ ہمیں تنبیہ کی جاتی ہے کہ "اے بھائیو! ایک دُوسرے کی شکایت نہ کرو تاکہ تم سزا نہ پاؤ"۔ اِس آیت میں خُداوند کے اُن خادِموں کے لئے نصیحت پائی جاتی ہے جو مُشکلات کے زمانہ میں مِل کر خِدمت کرتے ہیں۔ ہم میں ایک دُوسرے کے لئے آزُردگی نہیں پائی جانی چاہئے، کیونکہ "مُنصِف" پہلے ہی "دروازہ پر کھڑا ہے"۔ وُہ جانتا ہے کہ ہم کیا سوچ رہے ہیں۔ ہمیں جلد ہی حِساب دینے کے لئے مسیح کے تختِ عدالت کے سامنے کھڑا ہونا پڑے گا۔ آیئے ہم دُوسروں کی عدالت نہ کریں مبادا ہماری عدالت بھی ہو۔

۵:۱۰۔ یہاں عہدِ عتیق کے "نبیوں" کا ذِکر ہے جنہیں ہمیں "دُکھ اُٹھانے اور صبر کرنے کا نمونہ" سمجھنا چاہئے۔ "مُصِیبت سے صبر پیدا ہوتا ہے" (رومیوں ۵:۳)۔ جیسے کہ پہلے بیان کیا جا چُکا ہے نئے عہدنامہ میں صبر کا مطلب برداشت یا ثابت قدمی ہے۔ چونکہ انبیا بڑی وفاداری سے خُداوند کے کلام کی منادی کرتے تھے اِس لئے اُنہیں بڑی بے رحمی سے ستایا جاتا تھا۔ اِس کے باوجُود بھی "وہ اَندیکھے کو گویا دیکھ کر ثابت قدم" رہے (عبرانیوں ۱۱:۲۷، ۳۲–۴۰)۔

۵:۱۱۔ ہم قدیم انبیا مثلاً ایلیاہ، یرمیاہ اور دانی ایل کو بڑی عِزت کی نِگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ہم اُن کی زِندگیوں میں جوش اور جاں نثاری کی قدر کرتے ہیں۔ اِن معنوں میں ہم اُنہیں "مبارک" کہتے ہیں۔ ہم اِس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ وُہ درُست تھے اور دُنیا غلط تھی۔ لیکن ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ وُہ بڑی آزمائِشوں اور دُکھوں سے گزرے اور اُنہوں نے انہیں بڑے صبر سے برداشت کیا۔ اگر ہم بھی مُبارک کہلانا چاہتے ہیں تو مناسب یہی ہے کہ ہم بھی اُنہی کی طرح کریں۔

"ایوب" "صبر" یا ثابت قدمی کی بڑی عُمدہ مثال ہے۔ دُنیا کی تاریخ میں "ایوب" کی طرح شاید ہی کِسی نے اِتنے کم وقت میں اِتنا زیادہ نُقصان اُٹھایا ہو۔ اِس کے باوجُود بھی اُس نے نہ تو کبھی خُدا پر لعنت کی اور نہ اُس سے پھرا۔ خُدا نے اپنے آپ کو ویسا ہی ظاہر کیا جیسا وُہ ہمیشہ کرتا ہے کہ وُہ "ترس اور رحم" سے بھرا ہُوا ہے۔

اگر ہم اُسے جِسے یعقوب "اِس کا انجام ہُوا" (آخری نتیجہ جو "خُداوند" ظاہر کرتا ہے) کہتا ہے نہیں جانتے تو خطرہ ہے ہم بدوں پر رشک کرنے لگیں۔ آسف نے جب بدکاروں کو خوشحال دیکھا تو اُن پر رشک کرنے لگا (زبور ۷۳:۳–۱۷)۔ وُہ جِتنا زیادہ اُس پر سوچتا اُتنا ہی زیادہ پریشان ہوتا۔ تب وُہ خُدا کے مَقدِس میں گیا اور اُسے اُن کا انجام معلُوم ہُوا۔ اِس

سے اُس کا رشک کافور ہو گیا۔ داؤد کو بھی یہی تجربہ ہؤا - زبور ۱۷: ۱۵ میں وہ ایمان داروں کا حصّہ آئندہ زندگی میں بتاتا ہے۔ اِس کے پیشِ نظر ایمانداروں کو ضرور ثابت قدم رہنا ہے۔ ایوبؔ کے مُعاملے میں "اِس کا انجام" یہ ہؤا کہ خُدا نے اُسے جو کُچھ پہلے اُس کے پاس تھا اُس سے بھی دوگنا دیا (ایوب ۴۲: ۱۰-۱۵)۔

۵: ۱۲- آزمائش کے وقت بے صبری قسم کھانے سے بھی ظاہر ہوتی ہے۔ یہاں عدالت میں حلف اُٹھانے سے منع نہیں کیا گیا، بلکہ جس بات سے منع کیا گیا ہے وہ اپنی بات کو سچّا ثابت کرنے کے لئے خُدا کا یا کسی اَور کا نام بلا سوچے سمجھے لینا ہے۔ ایمان دار کو کسی بھی چیز کی جو "آسمان" میں یا "زمین" پر ہے "قسم" کھانے کی ضرورت "نہیں" ہونی چاہئے۔ وہ جو اُسے جانتے ہیں اُن کو اِس بات کی ضرورت ہونی چاہئے کہ اُن کی "ہاں" کا مطلب "ہاں" ہو اور "نہیں" کا "نہیں"۔

اِس حوالہ کا اِطلاق اِس قسم کی اِصطلاحات مثلاً "خُدارا" یا "خُدا کے واسطے" یا "تمہاری قسم" وغیرہ پر بھی کیا جانا چاہئے۔

"تاکہ سزا کے لائق نہ ٹھہرو"۔ غالباً یہ یعقوبؔ تیسرے حُکم کے پیشِ نظر کہتا ہے کہ "تُو خُداوند اپنے خُدا کا نام بے فائدہ نہ لینا کیونکہ جو اُس کا نام بے فائدہ لیتا ہے خُداوند اُسے بے گناہ نہ ٹھہرائے گا" (خروج ۲۰: ۷)۔

۱۱۔ دُعا اور بیماروں کی شفا (۵: ۱۳-۲۰)

اِس خط کی آخری آیات کا مضمون دُعا ہے۔ یہ لفظ اسم یا فعل کی صُورت میں سات مرتبہ اِستعمال ہؤا ہے۔

۵: ۱۳- ہمیں اپنی زندگی کے تمام حالات میں خُداوند کے پاس دُعا میں جانا چاہئے۔ جب ہم مُصیبت میں ہوں تو ہمیں اُس کے پاس بڑی سنجیدہ اِلتماس کے ساتھ حاضر ہونا چاہئے اور خُوشی کے وقت ہمیں اپنے پُورے دِل سے خُدا کی حمد و ثنا کرنی چاہئے۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم اُسے اپنی زندگی کے تمام بدلتے ہُوئے حالات میں جگہ دیں۔

جو کُچھ ہماری زندگی میں واقع ہوتا ہے اُس میں ہمیں خُدا کو پہلا بڑا سبب دیکھنا چاہئے۔ اگر ہم حالات سے مغلُوب ہو جاتے یا اپنے حالات کی تبدیلی کا انتظار کرتے ہیں تو یہ شکست ہے۔ اپنے حالات میں ہمیں صِرف خُدا کا ہاتھ دیکھنا چاہئے۔

اِس خط کا اور غالباً تمام نئے عہدنامہ کا یہ حصّہ سب سے زیادہ مُتنازع ہے ۔ یہ فی زمانہ ایمان دار کی زندگی میں اِلٰہی شفا کا مضمُون ہے ۔

اِن آیات پر تفصیل سے غور کرنے سے بیشتر اچھّا ہوگا کہ ہم پہلے یہ دیکھیں کہ بائبل بیماری اور شفا کے بارے میں کیا تعلیم دیتی ہے ۔

اِلٰہی شفا

۱۔ تمام مسیحی اِس بات سے متفق ہیں کہ عام معنوں میں تمام بیماریاں اِس دُنیا میں گُناہ کی موجُودگی کا نتیجہ ہیں ۔ اگر گُناہ دُنیا میں داخل نہ ہوتا تو پھر بیماریاں بھی نہ ہوتیں ۔

۲۔ بعض اوقات ایک شخص کی زِندگی میں بیماری براہِ راست گُناہ کا نتیجہ ہوتی ہے ۔ ۱۔کرنتھیوں ۱۱: ۳۰ میں ہم بعض کرنتھیوں کے بارے میں پڑھتے ہیں کہ وہ بیمار تھے کیونکہ وُہ عشائے ربّانی میں اپنے آپ کو جانچے بغیر یعنی اپنی زندگیوں میں موجود گُناہوں کا اقرار اور اُنہیں ترک کئے بغیر شامل ہوتے تھے ۔

۳۔ ایک شخص کی زِندگی میں تمام بیماریاں براہِ راست گُناہ کا نتیجہ نہیں ہوتیں ۔ ایوب اِس حقیقت کے باوجُود کہ وُہ کامل اور راست باز آدمی تھا (۱: ۸) بیمار تھا ۔ جنم کا اندھا اپنے گُناہوں کے باعث دُکھ نہیں اُٹھا رہا تھا (یُوحنّا ۹: ۲، ۳) ۔ اِپفرُدِتُس اِس لئے بیمار تھا کہ وُہ خُداوند کی خِدمت میں بے حد مصرُوف رہتا تھا (فلپیّوں ۲: ۳۰) ۔

۴ ۔ بعض اوقات بیماریاں شیطانی سرگرمیوں کا نتیجہ ہوتی ہیں ۔ یہ شیطان ہی تھا جس نے ایوب کے جسم پر پھوڑے نکالے تھے (ایوب ۲: ۷) ۔ لُوقا ۱۳: ۱۰ – ۱۷ میں شیطان ہی نے عورت کو کُبڑا کیا تھا ۔ چنانچہ وُہ جُھک کر چلتی تھی اور سیدھی نہیں ہو سکتی تھی ۔ اِس عورت کو "شیطان" نے اٹھارہ ۱۸ برس سے باندھ رکھا تھا (۱۳: ۱۶) ۔ شیطان نے پَولُس کے جسم میں بھی نقص پیدا کیا تھا جسے وُہ "جسم میں کانٹا" کہتا تھا "یعنی شیطان کا قاصِد تاکہ ۔ ۔ ۔ مَیں پُھول نہ جاؤں" (۲۔کرنتھیوں ۱۲: ۷) ۔

۵ ۔ خُدا شِفا دے سکتا اور دیتا ہے ۔ حقیقی معنوں میں تو تمام طرح کی شِفا خُدا کی طرف سے ہے ۔ عہدِ عتیق میں خُدا کا ایک نام "یہوواہ رفیکہ" ہے : "مَیں خُداوند تیرا شافی ہُوں" (خرُوج ۱۵: ۲۶) ۔ ہمیں اِقرار کرنا چاہیئے کہ ہر شفا میں خُدا کا ہاتھ ہوتا ہے ۔

بائبل سے یہ صاف نظر آتا ہے کہ خُدا شفا دینے کے لئے مُختلف طریقے اِستعمال کرتا ہے ۔ بعض اوقات وُہ جسمانی عمل کے فِطری طریقے سے شفا دیتا ہے ۔ خُدا نے اِنسانی جسم میں بحالی کی

بے پناہ قوّت رکھی ہے ۔ بعض اوقات وُہ دوا کے ذریعہ شفا دیتا ہے ۔ مثلاً پَولُس تیمتھیُس کو نصیحت کرتا ہے کہ "آئندہ کو صرف پانی ہی نہ پیا کر بلکہ اپنے معدہ اور اکثر کمزور رہنے کی وجہ سے ذرا سی مَے بھی کام میں لایا کر" (۱-تیمتھیُس ۵: ۲۳) ۔ بعض اوقات وُہ دِل میں موجود خوف، آزردگی، خود بِینی اور مُجرم ضمیر سے خلاصی دِلا کر شفا دیتا ہے ۔ بعض اوقات وُہ ڈاکٹروں اور سرجنوں کے ذریعہ شفا دیتا ہے ۔ یسوع نے صاف طور سے سِکھایا کہ بیماروں کو طبیب کی ضرورت ہے (متّی ۹: ۱۲) ۔ پَولُس لُوقا کو "پیارا طبیب" کہتا ہے (کلسّیوں ۴: ۱۴) ۔ اِس سے یقیناً ظاہر ہوتا ہے کہ ایمانداروں کو طبیب کی ضرورت ہے ۔ خُدا، شفا دینے کی خدمت میں ڈاکٹروں کو اِستعمال کرتا ہے ۔ ایک مشہور فرانسیسی سرجن نے فرمایا "سرجن زخم کو باندھتا ہے ۔ خُدا اُسے بھرتا ہے" ۔

۶ - خُدا مُعجزانہ طور پر بھی شفا دیتا ہے ۔ اناجیل میں اِس کی کئی ایک مثالیں مِلتی ہیں ۔ یہ کہنا غلط ہو گا کہ خُدا عام طور پر اِس طرح شفا دیتا ہے لیکن اِس کے ساتھ ہی ہمیں یہ بھی نہیں کہنا چاہئے کہ وُہ اِس طرح کبھی شفا نہیں دیتا ۔ بائبل میں ایسی کوئی بات نہیں جس کی بِنا پر ہم یہ خیال کریں کہ خُدا آج مُعجزانہ طور پر شفا نہیں دے سکتا ۔

۷ - لیکن یہ بات بھی صاف ہے کہ خُدا ہمیشہ ہی شفا نہیں دیتا ۔ پَولُس نے ترفِمس کو میلیتس میں بیمار چھوڑ دیا (۲-تیمتھیُس ۴: ۲۰) ۔ خُدا نے پَولُس کو اُس کے بدن میں کانٹے سے شفا نہیں دی (۲-کرنتھیوں ۱۲: ۷ - ۱۰) ۔ اگر خُدا کی مرضی ہمیشہ ہی شفا دینے کی ہو تو پھر بعض کبھی بُوڑھے نہ ہوں گے اور نہ مریں گے ۔

۸ - چونکہ خُدا نے یہ وعدہ نہیں کیا ہے کہ وُہ ہر ایک بیمار کو شفا دے گا، اِس لئے شفا کوئی ایسی شئے نہیں ہے کہ ہم اُس سے ہمیشہ ہی اِس کا تقاضا کر سکیں ۔ فلپیّوں ۲: ۲۷ میں شفا کو "رحم" بتایا گیا ہے نہ کہ ایسی چیز جس کی اُمّید کا ہم حق رکھتے ہوں ۔

۹ - عام معنوں میں تو یہ درست ہے کہ شفا "کفّارہ" میں شامل ہے لیکن اِس کے باوجود بھی خُدا نے کفّارہ میں شامل تمام برکات ہمیں نہیں دی ہیں ۔ مثلاً بدن کی مخلصی ہمارے لئے مسیح کے کام میں شامل تھی لیکن یہ ہمیں اُس وقت تک نہیں مِلے گی جب تک کہ مسیح اپنے مقدّسوں کو لینے نہیں آئے گا (رومیوں ۸: ۲۳) ۔ اُس وقت ہم مکمّل طور پر تمام بیماریوں سے بھی شفا پا لیں گے ۔

۱۰ - یہ صحیح نہیں ہے کہ شفا کا نہ مِلنا ایمان کی کمی کو ظاہر کرتا ہے ۔ اگر ایسا ہوتا تو اُس کا مطلب یہ ہوتا کہ بعض سدا زندہ رہیں گے لیکن ایسا نہیں ہوتا ۔ پَولُس اور ترفِمس کو شفا نہیں مِلی

لیکن اِس کے باوجود بھی اُن کا ایمان پُرزور اور سرگرم تھا۔

۵: ۱۴، ۱۵۔ اب ہم پھر باب ۵ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ باقی ماندہ بائبل جو کچھ شفا کے متعلق تعلیم دیتی ہے، یہ اُس کے ساتھ پُوری مُطابقت رکھتا ہے۔

> "اگر تم میں کوئی بیمار ہو تو کلیسیا کے بزرگوں کو بُلائے اور وہ خداوند کے نام سے اُس کو تیل مل کر اُس کے لئے دُعا کریں۔ جو دُعا ایمان کے ساتھ ہوگی اُس کے باعث بیمار بچ جائے گا اور خداوند اُسے اُٹھا کھڑا کرے گا اور اگر اُس نے گناہ کئے ہوں تو اُن کی بھی مُعافی ہو جائے گی۔"

اگر بائبل میں شفا کے موضوع پر صرف یہی آیات ہوتیں تو ہم یہ قیاس کر سکتے کہ زندگی میں جو بیماریاں ایک ایماندار پر آتی ہیں وہ اُن سے یقیناً بچ سکتا ہے بشرطیکہ وہ اُن شرائط کو جو یہاں دی گئی ہیں پُورا کرے۔ لیکن ہم نے کلام کے دُوسرے حِصّوں سے یہ دیکھا ہے کہ خدا کی ہمیشہ ہی یہ مرضی نہیں ہوتی کہ بیمار کو شفا ملے۔ پس ہمیں مجبوراً یہ نتیجہ نکالنا پڑتا ہے کہ یعقوب یہاں ہر قسم کی بیماریوں کے متعلق نہیں کہہ رہا بلکہ کسی خاص بیماری کے بارے میں جو خاص حالات کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اِس حوالہ کو سمجھنے کی کلید اِن الفاظ میں ملتی ہے "اگر اُس نے گناہ کئے ہوں تو اُن کی بھی مُعافی مِل جائے گی"۔ اِس حِصّے میں شفا کا تعلق گناہوں کی مُعافی سے ہے۔

یہاں ایک آدمی ہے جو کسی گناہ کا مُرتکب ہُوا، جس سے غالباً مقامی کلیسیا کی گواہی پر بھی دھبا لگا۔ اِس کے تھوڑے عرصہ بعد اُسے بیماری نے آ دبوچا۔ اُس نے محسوس کیا کہ یہ بیماری اُس گناہ کا براہِ راست نتیجہ ہے۔ خدا اُسے تنبیہ کر رہا ہے تاکہ اُسے پھر واپس رفاقت میں لے آئے۔ وہ اپنے گناہ سے توبہ کرتا اور اُس کا خدا کے سامنے اقرار کرتا ہے۔ لیکن چونکہ اِس سے تمام جماعت کی تمام گواہی پر بھی داغ لگا تھا، اِس لئے وہ "کلیسیا کے بزرگوں" کو بُلاتا ہے اور وہ اُن کے سامنے بھی اِقرار کرتا ہے۔ وہ "خداوند کے نام سے اُس کو تیل مل کر اُس کے لئے دُعا" کرتے ہیں۔ "ایمان کے ساتھ" اِس "دُعا" سے بیمار "بچ" جاتا ہے اور "خداوند اُسے اُٹھا کھڑا" کرتا ہے۔ خداوند کا یہ حتمی وعدہ ہے کہ جہاں بیماری گناہ کا براہِ راست نتیجہ ہے اور جہاں گناہ کا مندرجۂ بالا طریقہ سے اِقرار کیا جاتا اور اُسے ترک کیا جاتا ہے وہاں خدا شفا دے گا۔

کوئی کہہ سکتا ہے کہ "آپ کیسے جانتے ہیں کہ اُس آدمی نے گناہ کئے اور اُس کی توبہ اور اِقرار تک نوبت پہنچی؟" جواب یہ ہے کہ آیت ۱۵ کا آخری حِصّہ اُس کے "گناہوں" کی "مُعافی"

کے بارے میں بتاتا ہے ۔ اور ہم جانتے ہیں کہ گُناہ صِرف اِقرار کے نتیجے ہی میں مُعاف ہوتے ہیں ۔

کوئی اَور اعتراض کرسکتا ہے کہ یہاں یہ نہیں بتایا گیا ہے کہ اُس نے گُناہ کیئے ہیں بلکہ یہ کہ "اگر اُس نے گُناہ کیئے ہوں"۔ یہ درُست ہے لیکن کُل متن کا تعلق گناہوں کے اِقرار اور ایک برگشتہ کی بحالی سے ہے ۔ درج ذیل پر غور کیجیئے : "ایک دوسرے سے اپنے گناہوں کا اقرار کرو اور ایک دُوسرے کے لیئے دُعا کرو تاکہ شِفا پاؤ"۔ آیات ۱۷، ۱۸ میں جِس خُشک سالی کا ذِکر ہے وُہ بنی اِسرائیل کے گناہ پر خُدا کی عدالت کا نتیجہ تھی ۔ یہ اُس وقت ختم ہوئی جب وُہ خُداوند کی طرف دوبارہ پھرے اور اُسے سچّے خُدا کے طور پر قبول کیا (۱۔سلاطین ۱۸ : ۳۹) ۔ آیات ۱۹، ۲۰ صاف طور پر برگشتہ کی بحالی کے مُتعلق بتاتی ہیں جیسے کہ ہم دیکھیں گے ۔

یعقوب ۵ : ۱۳ ۔ ۲۰ کے کُل متن کا مطلب یہ ہے کہ خُدا نے جس شفا کا وعدہ کیا وُہ اُس شخص کے لیئے ہے جِس کی بیماری گُناہ کا نتیجہ ہے اور جو اپنے گُناہ کا اِقرار "بزرگوں" کے سامنے کرتا ہے ۔ "بزرگوں" کی ذِمّہ داری یہ ہے کہ وُہ "اُس کو تیل مَل کر اُس کے لیئے دُعا کریں"۔ بعض لوگ "تیل" کی تشریح یہ کرتے ہیں کہ یہ دَوا کے اِستعمال کو ظاہر کرتا ہے کیونکہ جس وقت یعقوب نے خط لکھا اُس زمانہ میں تیل دَوا ہی کی ایک قِسم تھی (لُوقا ۱۰ : ۳۴) ۔ ایک اور نظریہ یہ ہے کہ یہاں تیل کا مطلب اُس کا رسمی طور پر اِستعمال ہے ۔ اِس نظریہ کو اِن الفاظ سے "خداوند کے نام سے" تقویت مِلتی ہے ۔ بالفاظِ دیگر تیل اُس کے اختیار سے اور اُس کے کلام کی فرمانبرداری کرتے ہوئے مَلا جائے ۔ بعض اوقات رسُولوں نے بھی معجزانہ شِفا دیتے وقت تیل کو استعمال کیا (مرقس ۶ : ۱۳) ۔ تیل میں شِفا کی قوّت نہیں تھی لیکن تیل اُس کی شِفا کی خِدمت میں رُوح القدس کا نِشان ہے (۱۔کرنتھیوں ۱۲ : ۹) ۔

بعض اِعتراض کرتے ہیں کہ تیل کا رسمی اِستعمال فضل کے زمانہ سے مُطابقت نہیں رکھتا کیونکہ وُہ رسموں کو ترک کرنے کو کہتا ہے ۔ لیکن ہم عشائے ربّانی میں مسیح کے بدن اور خُون کے نِشان کے طور پر روٹی اور مے کو اور بپتسمہ میں پانی کو اِستعمال کرتے ہیں ۔ پھر خواتین بھی مردوں کی اطاعت کے طور پر جماعت میں سَر کو ڈھانپتی ہیں ۔ تو پھر ہم تیل کے رسمی اِستعمال پر اعتراض کیونکر کر سکتے ہیں ؟

"ایمان کے ساتھ" مانگی گئی دُعا کے جواب میں خُدا بیمار کو شِفا دے گا ۔ یہ "ایمان کے ساتھ" دُعا ہے کیونکہ اُس کی بُنیاد خُدا کے کلام کے وعدے پر ہے ۔ یہاں بزرگوں کے ایمان کا یا بیمار کتنا ایمان رکھتا ہے کا سُوال نہیں ہے ۔ بزرگ مکمل ایمان کے ساتھ دُعا کر سکتے ہیں کیونکہ خُدا نے وعدہ کیا ہے

کہ وُہ بیمار کو اُٹھا کھڑا کرے گا بشرطیکہ جو شرائط بیان ہُوئی ہیں پُوری کی جائیں۔

المختصر، ہم ایمان رکھتے ہیں کہ آیات ۱۴، ۱۵ کا اطلاق ایسے شخص پر ہوتا ہے جس کی بیماری کسی گُناہ کا براہِ راست نتیجہ ہے۔ جب وُہ اِس بات کو محسُوس کرتا اور توبہ کرتا ہے تو وُہ "کلیسیا کے بزرگوں کو بلائے" اور اُن کے سامنے اپنے گُناہ کا مکمّل اِقرار کرے۔ پھر وُہ "خداوند کے نام سے اُس کو تیل مَل کر اُس کے لئے دُعا کریں"۔ وُہ ایمان میں اُس کے لئے دُعا کر سکتے ہیں کیونکہ یہاں خُدا نے اُسے شِفا دینے کا وعدہ کیا ہے۔

۱۶:۵ (الف) "ایک دُوسرے سے اپنے اپنے گُناہوں کا اِقرار کرو اور ایک دُوسرے کے لئے دُعا کرو تاکہ شِفا پاؤ"۔ اِس بیان کو سرسری نظر سے پڑھنے سے یہ تاثر مِل سکتا ہے کہ ہمیں دُوسروں کو اپنے پوشیدہ گُناہوں کے بارے میں بھی بتانا چاہئے۔ لیکن یہاں یہ خیال نہیں ہے۔ بُنیادی طور پر یعقوب کا مطلب یہ ہے کہ جب ہم کسی بھائی کے خِلاف گُناہ کرتے ہیں تو ہمیں فوراً اُس بھائی کے پاس جا کر اپنے گُناہ کا اِقرار کرنا چاہئے۔

پھر ہمیں "ایک دُوسرے کے لئے دُعا" بھی کرنی چاہئے۔ دِل میں ایک دُوسرے کے بارے میں تلخی رکھنے اور آزُردگی کو بڑھنے کی اِجازت دینے کی بجائے ہمیں اِقرار اور دُعا کے باعث اُن سے رفاقت کو قائم رکھنا چاہئے۔

جسمانی شِفا کا تعلق رُوحانی بحالی کے ساتھ ہے۔ دیکھئے کہ کس طرح یعقوب اِقرار، دُعا اور شِفا کو ایک دُوسرے سے مُنسلک کرتا ہے۔ یہ ایک صاف اِشارہ ہے کہ جسم اور رُوح میں بڑا اہم تعلق ہے۔ اِنسان تین حِصّوں پر مُشتمل ہے ــــــ رُوح، جسم اور جان (۱۔ تھسلنیکیوں ۲۳:۵)۔ تینوں میں سے ایک پر پڑنے والا اثر دُوسرے دو کو بھی متاثر کرتا ہے۔ عہدِ عتیق میں کاہن طبیب بھی ہوتا تھا۔ یہ وُہی تھا جو کوڑھ کی تشخیص کیا کرتا اور اُس کے صحت مند ہونے کی تصدیق کرتا تھا۔ یُوں کاہن اور ڈاکٹر کے کام کو ایک شخص میں یکجا کرنے سے خُداوند نے رُوح اور جسم میں قریبی تعلق کو ظاہر کر دیا۔

جسمانی طِب اِس تعلق کو مانتی ہے اور اُن شخصی مسائل کو تلاش کرتی ہے جو جسمانی تکالیف کا باعث بنتے ہیں۔ لیکن طِبِ جدید میں گُناہ کا عِلاج نہیں ہے۔ مجرم ضمیر، آلودگی اور گُناہ کی سزا سے رہائی صِرف مسیح کے خُون کی بُنیاد پہ اور خُدا اور اِنسان دونوں کے سامنے اِقرار کرنے سے مِلتی ہے۔ ہم ماننے کو تو تیار نہیں لیکن مُتعدد بیماریاں گُناہ کی وجہ سے آتی ہیں، مثلاً بسیار خوری، فِکرمندی، غُصّہ، مُعاف نہ کرنے والی رُوح، بے اعتدالی، حسد، خود غرضی اور تکبّر۔ گُناہ بیماری لاتا ہے اور بعض اوقات مَوت بھی (۱۔ کرنتھیوں ۳۰:۱۱)۔ جُونہی ہمیں اپنی زِندگی میں گُناہ کا علم ہو، ہمیں فوراً اِس کا اقرار کرنا اور اُسے ترک کر دینا

چاہئے۔ ہمیں تمام گناہوں کا خدا کے سامنے اقرار کرنا چاہئے۔ اور مزید یہ کہ ہم نے جو گناہ دوسروں کے خلاف کئے ہیں اُن کا اقرار اُن کے سامنے بھی کرنا چاہئے۔ یہ ہماری رُوحانی صحت کے لئے اہم اور جسمانی صحت کے لئے فائدہ مند ہے۔

۵: ۱۶ (ب) — ۱۸ —

> ایک نیک آدمی کی سنجیدگی سے مانگی گئی دعا میں بے انتہا قوت ہوتی ہے۔ کیا آپ کو ایلیاہ یاد ہے؟ وہ ہماری طرح کا انسان تھا۔ اُس نے بڑے خلوص دل سے دُعا کی کہ مینہ نہ پڑے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ساڑھے ۳½ تین سال تک مُلک میں ایک بُوند بھی نہ گری۔ پھر اُس نے دوبارہ دُعا کی۔ خُدا نے مینہ برسایا اور پہلے کی طرح سبزی اُگائی (جے۔ بی۔ پی)۔

یہ واقعہ ۱۔ سلاطین ۱۷: ۱ - ۱۹: ۱۰ میں مرقوم ہے۔ اُس وقت اسرائیل کا بادشاہ اخی اب تھا۔ اپنی بیوی ایزبل کی وجہ سے وہ بعل کا پجاری بن گیا اور اپنے لوگوں کو سخت بُت پرستی میں مُبتلا کر دیا۔ "اخی آب نے اسرائیل کے سب بادشاہوں سے زیادہ جو اُس سے پہلے ہوئے تھے خداوند اسرائیل کے خُدا کو غُصّہ دلانے کے کام کئے" (۱۶: ۳۳)۔ یہ اِس گُناہ کا براہ راست نتیجہ تھا کہ اسرائیل ساڑھے تین سال خشک سالی کی لپیٹ میں رہا۔

تب ایلیاہ کا کوہِ کرمل پر بعل کے پجاریوں کے ساتھ مشہور زمانہ مُقابلہ ہوُا۔ جب خداوند کی آگ نازل ہُوئی اور اُس نے سوختنی قُربانی، مذبح اور پانی کو بھسم کر دیا تو لوگ قائل ہو گئے اور خُداوند کی طرف پھرے۔ ایلیاہ نے پھر "دُعا کی" اور خُشک سالی ختم ہو گئی۔ "ایلیاہ" کی مثال ہماری حوصلہ افزائی کے لئے دی گئی ہے تاکہ ہم اُن کے لئے جنہوں نے گُناہ کیا اور خُدا کی رفاقت سے دُور ہو گئے ہیں دُعا کریں۔ مبادا کہ ہم یہ خیال کرنے لگیں کہ ایسا آدمی ہم سے افضل مخلوق ہے۔ یعقوب ہمیں یاد دلاتا ہے کہ ایلیاہ "ہمارا ہم طبیعت انسان تھا"۔ وہ محض بشر تھا جس میں دوسرے آدمیوں کی طرح کمزوریاں پائی جاتی تھیں۔

۵: ۱۹ — ۲۰ — گزشتہ آیات میں ہم نے دیکھا کہ گُناہ کے مرتکب مُقدسین کی بحالی کے لئے کلیسیا کے بزرگوں کو استعمال کیا گیا۔ اور ہم نے یہ بھی دیکھا کہ خُدا نے ایک برگشتہ قوم کی بحالی (جُزوی اور عارضی) کے لئے ایلیاہ کو استعمال کیا۔ اور اب ہمیں نصیحت کی گئی ہے کہ ہم اِس دُوررس نتائج کی حامل خدمت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیں۔

آیت ۱۹ میں ایک مسیحی بھائی کے مُتعلق بیان کیا گیا ہے جو شاید تعلیمی لحاظ سے یا عمل کے

لحاظ سے "راہِ حق" سے گمراہ ہو گیا تھا۔ ایک دُوسرا بھائی اِس بات کو جانفشانی اور ایمان سے دُعا کا موضوع بنا لیتا ہے، اور یُوں اُسے پیار کے ساتھ مسیح میں اُس کے بہن بھائیوں اور خُدا کے ساتھ رفاقت میں "پھیر لاتا" ہے۔ اِس خدمت کی زبردست اہمیّت ہے۔ پہلی بات یہ کہ وُہ اُس کو خُدا کے ہاتھ کے نیچے وقتِ مقررہ سے پیشتر مرنے سے بچا لیتا ہے۔ پھر وُہ "بہُت سے گناہوں پر پردہ ڈالے گا"۔ خُدا نے انہیں مُعاف اور فراموش کر دیا ہے۔ پھر اُس کے ساتھی ایمان داروں نے بھی معاف کر دِئے ہیں اور پھر وُہ باہر کی دُنیا کی گہری نظروں سے بھی پوشیدہ ہو گئے ہیں۔ آج ہمیں بھی اِس خِدمت کی ضرورت ہے۔ شاید گمراہوں کو مسیح کے پاس لانے کے جوش میں ہم مسیح کی اُن بھیڑوں پر زیادہ توجہ نہیں دیتے جو گلہ سے بھٹک گئی ہیں۔

ایک مرتبہ پھر یعقوب ہمارے ضمیر کو مسیحی زِندگی کے مُختلف شعبُوں کے بارے میں جھنجھوڑتا ہے۔ مثلاً وُہ ہم سے دریافت کرتا ہے: کیا آپ زمین پر مال جمع کر رہے ہیں؟ کیا آپ کے بزنس کرنے کے طریقے "مُطلقاً" دیانتدارانہ ہیں؟ مثلاً اپنے انکم ٹیکس کے حساب کتاب میں؟ کیا آپ عیش و عشرت کی زِندگی بسر کرتے ہیں یا قُربانی کی تاکہ دُوسرے مسیح کے پاس آسکیں؟ جب آپ کِسی دُوسرے شخص کے گناہ کے مُرتکب ہوتے ہیں تو کیا آپ اُس کے پاس جا کر اُس سے مُعافی مانگنے کو تیار رہتے ہیں؟ جب آپ بیمار ہوتے ہیں تو سب سے پہلے کِس سے رابطہ قائم کرتے ہیں؟ ڈاکٹر سے یا خُدا سے؟ جب آپ کِسی بھائی کو گرتے دیکھتے ہیں تو کیا آپ اُس پر نکتہ چِینی کرتے ہیں یا اُسے بحال کرنے کی کوشش کرتے ہیں؟

اب ہم اِس مختصر عملی خط کے اِختتام تک پہنچ گئے ہیں۔ ہم نے دیکھا کہ ایمان کی آزمائش زِندگی کی مشکلات سے، ناپاک آزمائشوں سے، اور خُدا کے کلام کی فرمانبرداری کرنے سے کی گئی۔ ایک شخص جو یہ کہتا ہے کہ وُہ ایمان رکھتا ہے اُسے، اِس کو طرف داری نہ کرنے اور نیک زِندگی بسر کرنے سے ثابت کرنے کو کہا گیا ہے۔ ایک شخص کے ایمان کو اُس کی گفتگو میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اِیمان دار اپنی زُبان کو مسیح کے کنٹرول میں دینا سیکھ لیتا ہے۔ حقیقی ایمان کا ساتھی حقیقی حِکمت ہوتی ہے اور حسد اور جھگڑے کی زِندگی خُدا پرستی میں بدل جاتی ہے۔

ایمان، باہمی جھگڑوں اور کشاکش سے بچتا ہے جو لالچ اور دُنیاوی خواہشات سے پیدا ہوتے ہیں۔ وُہ نکتہ چِینی کی رُوح سے بھی دُور رہتا ہے۔ وُہ اُس خود اِنحصاری سے جو زِندگی کے منصُوبوں سے خُدا کو نکال دیتی ہے دُور بھاگتا ہے۔ جِس طریقے سے ہم پیسہ کماتے اور خرچ کرتے ہیں اُس

سے بھی ایمان کی آزمائش ہوتی ہے۔ ایمان دار ظُلم و تشدد کے باوجُود بھی، خُداوند کی آمدِ ثانی کے پیشِ نظر صَبر اور برداشت کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اُس کی گفتگو دیانت دارانہ ہوتی ہے اور اُسے سچ ثابت کرنے کے لئے قسَم کھانے کی ضرُورت نہیں ہوتی۔ اِیمان، زِندگی کے بَدلتے ہُوئے حالات میں خُدا سے رجُوع کرتا ہے۔ بیماری میں وُہ اُس کی رُوحانی وجُوہات کی طرف دیکھتا ہے، اور اُن مُمکنہ وجُوہات کو خُدا کے اور جِن کا قصُور کیا اُن کے سامنے اِقرار کرنے سے دُور کر دیتا ہے۔ پھر ایمان پیار اور محبّت میں اُن کے پاس جاتا ہے جو برگشتہ ہو گئے ہیں۔

میرا اور آپ کا ایمان ہر روز آزمایا جاتا ہے۔ مُنصِف کا فیصلہ کیا ہے؟

پطرس کا پہلا عام خط

تعارُف

اگر ہمیں عِلم نہ ہوتا کہ یہ خط کِس نے لِکھا ہے تو ہمیں کہنا پڑتا: جِس نے بھی یہ خط لکھا وُہ چٹان کی طرح مضبُوط ہے، اُس کی رُوح چٹانی بنیاد پر ٹِکی ہُوئی ہے اور وُہ اپنی زبردست گواہی سے دُوسروں کی رُوحوں کو بڑھتے ہُوئے دُکھوں کے طُوفانوں سے محفُوظ بنانا اور اُنہیں حقیقی چٹان کی بُنیاد پر قائم کرنا چاہتا ہے۔ (وِزِنگر)

۱۔ فہرستِ مُسلّمہ میں لاثانی مقام

مسیحیوں کو غیر مسیحی ممالک میں اکثر دباؤ، تعصّب اور یہاں تک کہ ایذا رسانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور وُہ تقریباً ہر وقت اِس کی توقع کرتے رہتے ہیں۔ یہ خط اِس بات کو قبول کرنے میں اُن کی بے حد مدد کرتا ہے کہ اُن کے دُکھ خُداوند کی اجازت سے اُن پر آتے ہیں اور کہ وُہ اُن میں بعض مفید خُوبیاں جیسے کہ اِستقلال پَیدا کرتے ہیں۔

۲۔ مُصنّف

خارجی شہادت

عالمگیر سطح پر یہ بات مانی جاتی ہے کہ پطرس نے یہ خط بہت پہلے لِکھا ہے۔ یہُودی مُورّخ یوسیبیس ۱۔پطرس کو اُن کُتب میں شامِل کرتا ہے جنہیں تمام ایمان داروں نے قبول کِیا تھا۔ پالِکارپ اور سکندریہ کے کلیمینس نے اِس کتاب کو قبول کیا۔ اِس حقیقت کو کہ مرقیونی فہرستِ مُسلّمہ میں ۱۔پطرس شامِل نہیں ہمارے لئے تشویش کا باعث نہیں بننا چاہئے کیونکہ اُس میں صرف پولُس رسُول کے خطُوط ہی شامِل ہیں۔ مرتوروی فہرست میں بھی ۱۔پطرس شامل نہیں

لیکن اِس کی وجہ اُس فہرست کی نامکمّل نوعیّت ہو سکتی ہے ۔

عین ممکن ہے کہ ۲۔پطرس ۳: ۱ میں ۱۔پطرس کی تصدیق پائی جاتی ہو ۔

داخلی شہادت

داخلی شہادت جو پطرس کے مصنّف ہونے کے بارے میں شک پیدا کرتی ہے وُہ اِس خط میں مستعمل اعلیٰ درجے کی یونانی ہے ۔ کیا ایک گلیلی ماہی گیر اِتنی فصیح یُونانی لکھ سکتا ہے ؟ متعدد لوگ کہتے ہیں کہ نہیں ۔ لیکن ہمارے اپنے زمانے میں ایسی کئی مثالیں ملتی ہیں کہ لوگ لفظوں کے استعمال اور تقریر میں فِطری مہارت رکھتے ہیں حالانکہ اعلیٰ تعلیم یا سیمنری کی تربیّت سے مُستفیض نہ ہُوئے ۔ پاک رُوح کی تحریک اور خط لکھنے میں سلوانس کی اِمکانی مدد سے قطعِ نظر پطرس کو منادی کا تیس سال کا تجربہ تھا ۔ جب اعمال ۴: ۱۳ یہ کہتا ہے کہ وُہ اَن پڑھ اور ناواقف آدمی ہیں تو اِس کا مطلب صِرف یہ ہے کہ اُنھوں نے ربّیوں کے مدرسہ سے تربیت حاصل نہیں کی تھی ۔

۱۔پطرس میں پطرس کی زندگی اور خِدمت کے بارے میں کافی مواد مِلتا ہے جیسے کہ درج ذیل چُنیدہ تفصیل ظاہر کرے گی ۔

مُصنّف ۱: ۸ میں کہتا ہے کہ اُس کے قارئین نے یسوع کو ویسے نہیں دیکھا ہے جس طرح اُس نے دیکھا ہے ۔ وہ کہتا ہے : "اُس سے تم بے دیکھے محبّت رکھتے ہو اور اگرچہ اِس وقت اُس کو نہیں دیکھتے ۔" ہم دُوسرے حوالوں میں دیکھیں گے کہ مُصنّف خُداوند کے ساتھ رہا تھا ۔

دُوسرے باب کی پہلی دس آیات مسیح کو کونے کے سِرے کا پتھر بتاتی ہیں اور یُوں ہمیں وُہ قیصریہ فلپّی کے واقعہ کی طرف لے جاتی ہیں (متّی ۱۶: ۱۳–۲۰) ۔ جب پطرس نے یسوع کے بارے میں اِقرار کیا کہ وُہ زندہ خُدا کا بیٹا المسیح ہے تو یسوع نے اِعلان کیا کہ وہ اِس بُنیاد پر اپنی کلیسیا تعمیر کرے گا یعنی اِس سچائی پر کہ وُہ زِندہ خُدا کا بیٹا مسیح ہے ۔ وُہ (یسوع) کلیسیا کے کونے کے سِرے کا پتھر اور بنیاد ہے ۔

۱۔پطرس ۲: ۵ میں جو زِندہ پتھروں کا ذِکر ہے اُس کا اِشارہ یُوحنّا ۱: ۴۲ میں مرقوم واقعہ کی طرف ہے جہاں شمعون کا نام تبدیل کر کے کیفا (ارامی) یا پطرس (یُونانی) رکھا گیا ۔

اِن دونوں کا مطلب پتھر ہی ہے۔ مسیح پر ایمان رکھنے سے پطرس زِندہ پتھر بن گیا۔ پس اِس میں حیرانی کی کوئی بات نہیں کہ اُس نے باب ۲ میں پتھروں کے متعلق بہت کچھ بیان کیا ہے۔ ۲: ۷ میں وہ زبور ۱۱۸: ۲۲ سے اقتباس کرتا ہے: "جس پتھر کو معماروں نے ردّ کیا وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا"۔ یہ وہی حوالہ ہے جو پطرس نے سرداروں، بزرگوں اور فقیہوں کے سامنے یروشلیم میں اپنی جوابدہی کے سلسلے میں پیش کیا تھا (اعمال ۴: ۱۱)۔

جب پطرس رسول اپنے قارئین کو حاکموں کے تابع رہنے کو کہتا ہے (۲: ۱۳- ۱۷) تو ہم اُس وقت کے بارے میں سوچنے لگتے ہیں جبکہ وہ خود اُن کے تابع نہ ہوا بلکہ سردار کاہن کے نوکر کا کان کاٹ دیا (یوحنا ۱۸: ۱۰)۔ پس اُس کی اِس نصیحت کے پسِ پُشت اُس کا عملی تجربہ بھی ہے۔

ایسا لگتا ہے کہ ۲: ۲۱- ۲۴، یسوع کے مقدمہ اور موت کے بارے میں براہِ راست علم کو ظاہر کرتا ہے۔ پطرس، نجات دہندہ کے حِلم کے ساتھ صبر کرنے اور خاموشی سے دُکھ اُٹھانے کو بھی نہیں بھول سکتا تھا۔ ۲: ۲۴ میں ہمیں نجات دہندہ کی موت کے طریقے یعنی صلیبی موت کا اشارہ مِلتا ہے۔ یہ پطرس کے اعمال ۵: ۳۰ اور ۱۰: ۳۹ میں الفاظ کی بازگشت لگتی ہے۔

جب پطرس اپنے قارئین کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ "تم اپنی رُوحوں کے گلہ بان اور نگہبان کے پاس پھر آ گئے ہو" (۲: ۲۵) تو غالباً وہ اپنی بحالی کے بارے میں سوچ رہا تھا جو خداوند کا اِنکار کرنے کے بعد وقوع میں آئی تھی (یوحنا ۲۱: ۱۵- ۱۹)۔

یہ یاد دہانی کہ "محبت بہت سے گناہوں پر پردہ ڈال دیتی ہے" (۴: ۸) شاید پطرس کے اِس سوال کی طرف اِشارہ ہے کہ "اَے خداوند، اگر میرا بھائی میرا گناہ کرتا رہے تو مَیں کتنی دفعہ اُسے معاف کروں؟ کیا سات بار تک؟" یسوع نے جواب دیا "مَیں تجھ سے یہ نہیں کہتا کہ سات بار بلکہ سات دفعہ کے ستّر بار تک" (متی ۱۸: ۲۱، ۲۲)۔ بالفاظِ دیگر لاتعداد مرتبہ۔

۴: ۱۶ میں ہمیں بتایا گیا ہے کہ "اگر مسیحی ہونے کے باعث کوئی شخص دُکھ پائے تو شرمائے نہیں بلکہ اِس نام کے سبب سے خدا کی تمجید کرے"۔ اِس کا مقابلہ اعمال ۵: ۴۰- ۴۲ سے کریں جب پطرس اور دیگر رسول کوڑے کھانے کے بعد عدالت سے "اِس بات پر خوش ہو کر چلے گئے کہ ہم اُس نام کی خاطر بے عزّت ہونے کے لائق تو ٹھہرے"۔

اِس خط کا مصنّف اپنے آپ کو اُن گواہوں میں شمار کرتا ہے جنہوں نے مسیح کو دُکھ اُٹھاتے دیکھا تھا (۵: ۱)۔ ممکن ہے یہ الفاظ کہ "ظاہر ہونے والے جلال میں شریک" مسیح کی

صُورت تبدیل ہونے کی طرف اِشارہ ہوں۔ پطرس دونوں موقعوں پہ موجود تھا۔

پاسبانی کے بارے میں نصیحت کہ "خدا کے اُس گلہ کی گلہ بانی کرو جو تُم میں ہے" نجات دہندہ کے وُہ الفاظ یاد دلاتی ہے جو اُس نے پطرس سے کہے تھے کہ "تُو میرے برّے چرا ... تُو میری بھیڑوں کی گلہ بانی کر ... تُو میری بھیڑیں چرا" (یُوحنّا ۲۱: ۱۵-۱۷)۔

۵: ۵ کہ "ایک دُوسرے کی خدمت کے لئے فروتنی سے کمربستہ رہو" اُس واقعہ کی یاد دِلاتا ہے جو یُوحنّا باب ۱۳ میں درج ہے جب یسوع نے اپنے کپڑے اُتار کر غلاموں کی طرح اپنی کمر سے رُومال باندھا اور اپنے شاگردوں کے پاؤں دھوئے۔ درحقیقت غرور اور فروتنی پر پُورا سیکشن (۵: ۵، ۶) اور بھی پُرمطلب بن جاتا ہے جب ہم پطرس کا وُہ بلند بانگ دعویٰ یاد کرتے ہیں کہ مَیں خُداوند کا کبھی اِنکار نہ کروں گا (مرقس ۱۴: ۲۹-۳۱) اور پھر اُس کے بعد تین بار اِنکار کر دِیا (مرقس ۱۴: ۶۷-۷۲)۔

آخری حوالہ جِس کا تعلق پطرس کے تجربہ سے ہو سکتا ہے ۵: ۸ میں مِلتا ہے: "تُمہارا مخالف اِبلیس گرجنے والے شیر ببر کی طرح ڈھونڈتا پھرتا ہے کہ کِس کو پھاڑ کھائے"۔ جب پطرس نے یہ لکھا تو ممکن ہے وُہ اُس وقت کے متعلق سوچ رہا ہو جبکہ خُداوند نے اُسے کہا تھا "شمعُون! شمعُون! دیکھ شیطان نے تُم لوگوں کو مانگ لیا تاکہ گیہوں کی طرح پھٹکے" (لُوقا ۲۲: ۳۱)۔

۳- تاریخِ تصنیف

پطرس کی یہ تعلیم کہ حکومت عام طور پر اُن کی مدد گار ہوتی ہے جو نیک کام کرتے ہیں (۱- پطرس ۲: ۱۳-۱۷)، بعض لوگ اِس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ یہ خط نیرو کی مسیحیوں کے خِلاف شدید ایذا رسانی شروع ہونے کے بعد لکھا گیا تھا (۶۴ء)۔ بہرحال اِس خط کو اِس عرصہ سے یعنی ۶۵ء یا ۶۶ء سے بہت بعد کا نہیں کہا جا سکتا۔

۴- پس منظر اور مضمون

جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے پطرس یہاں مسیحی زندگی میں دُکھوں کو بیان کر رہا ہے۔ اب تک اُس کے قارئین کو مسیح کی خاطر بے عزّتی اور ملامت کا سامنا کرنا پڑا ہے (۴: ۱۴، ۱۵)۔ ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ بہتیروں کی قسمت میں اب بھی مستقبل میں قید، جائیداد کی ضبطی، اور ظالمانہ

موت لکھی ہوئی ہے۔ لیکن اِس عظیم خط کا مضمون صِرف دُکھ ہی نہیں ہے۔ اِس میں خوشخبری کو قبول کرنے سے برکات کا وارث ہونا، ایمان داروں کے، دُنیا کے، حکومت کے، خاندان کے، اور کلیسیا کے ساتھ تعلقات اور بزرگوں اور نظم و ضبط کے بارے میں ہدایات بھی شامل ہیں۔

رسول یہ خط اُس علاقے کے مشرقی صوبوں کو لکھتا ہے جسے اب ترکی کہا جاتا ہے۔ یہ اُس نے "بابل" سے لکھا جو دریائے فرات پر واقع ہے اور جہاں یہودی آباد تھے یا روحانی بابل یعنی روم سے جو دریائے ٹائبر پر واقع ہے۔

خاکہ

۱- ایمان دار کے حقوق اور فرائض (۱:۱ - ۲:۱۰)

ا- سلام و دعا (۱:۱، ۲)
ب- ایمان دار کا مرتبہ (۱:۳ - ۱۲)
ج- اس کے مرتبے کی روشنی میں ایمان دار کا چال چلن (۱:۱۳ - ۲:۳)
د- نئے گھر اور کہانت میں ایمان دار کے حقوق (۲:۴ - ۱۰)

۲- ایمان دار کے تعلّقات (۲:۱۱ - ۴:۶)

ا- دنیا کے ساتھ تعلقات (۲:۱۱، ۱۲)
ب- حکومت کے ساتھ تعلقات (۲:۱۳ - ۱۷)
ج- نوکر کے اپنے مالک کے ساتھ تعلقات (۲:۱۸ - ۲۵)
د- بیوی کے اپنے خاوند کے ساتھ تعلقات (۳:۱ - ۶)
ہ- خاوند کے بیوی کے ساتھ تعلقات (۳:۷)
و- جماعت کے ساتھ تعلقات (۳:۸)
ز- مظلوم کے ظالم کے ساتھ تعلقات (۳:۹ - ۴:۶)

۳- ایمان دار کی خدمت اور دکھ (۴:۷ - ۵:۱۴)

ا- آخری دنوں کے متعلق ضروری تاکید (۴:۷ - ۱۱)
ب- دکھوں کے بارے میں نصیحت اور تشریحات (۴:۱۲ - ۱۹)
ج- نصیحت اور سلام و دعا (۵:۱ - ۱۴)

تفسیر

ا۔ ایمان دار کے حقوق اور فرائض (۱:۱—۲:۱۰)

ا۔ سلام و دُعا (۱:۱، ۲)

۱:۱۔ پیارا ماہی گیر اپنے آپ کو یُوں مُتعارف کراتا ہے: "پطرس ... جو یسوع مسیح کا رسُول ہے"۔ اُسے خُداوند یسوع مسیح نے بارہ رسُولوں میں مقرر کیا تھا، جنہیں ایک جلالی پیغام سُنانے کو کہا گیا تھا۔ اِلٰہی بُلاوے کو قبول کرنے کی وجہ سے وُہ آدم گیر بن گیا تھا۔

تمام ایمان داروں کو کہا گیا ہے کہ وُہ زمین پر مسیح کی نمائندگی کریں۔ ہم سب، خواہ گھر میں ہوں یا کسی دُوسرے مُلک میں مشنری ہیں۔ مسیح کے پیروکار کے طور پہ ہماری زندگی کا مرکزی مقصد یہی ہے۔ باقی سب ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ خط "مُسافروں" یا پردیسیوں کو لکھا گیا ہے جو "پُنطس، گلتیہ، کپدُکیہ، آسیہ اور بتھنیہ" میں پھیلے ہُوئے تھے۔ یہ جلاوطن لوگ کون تھے؟

پطرس "جا بجا رہتے ہیں" کے الفاظ اِستعمال کرتا ہے۔ اِس سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ شاید وُہ یہُودی ایمان دار تھے کیونکہ یعقوب بھی اِسرائیل کے بارہ قبیلوں سے ایمانداروں کے بارے میں یہی الفاظ اِستعمال کرتا ہے (یعقوب ۱:۱)۔ پھر یہی الفاظ یُوحنا ۷: ۳۵ میں اُن یہُودیوں سے متعلق ہیں جو غیر قوموں میں پراگندہ تھے۔

لیکن زیادہ قرینِ قیاس ہے کہ پطرس اُن غیر قوم ایمان داروں کو لکھ رہا ہو جو اِیذا رسانی کے باعث اِردگرد کی قوموں میں جا بسے تھے۔ ایسا کرتے ہُوئے وُہ بہت سے ناموں کو لیتا ہے جو پہلے خُدا کے زمینی لوگوں کو دِئے گئے تھے اور اُن کا اطلاق خدا کی نئی اُمّت یعنی کلیسیا پر کرتا ہے۔ وُہ اُنہیں خُدا کے "برگزیدہ" (۱: ۲) اور "شاہی کاہنوں کا فِرقہ، مُقدّس قوم اور ایسی اُمّت" کہتا ہے "جو خُدا کی خاص ملکیت ہے" (۲: ۹)۔ تزئین اور اِشاروں سے ظاہر ہے کہ وُہ یہ خط غیر قوم ایمان داروں کو لِکھ رہا ہے۔ وُہ زندگی کے خالی خولی طریقوں کے بارے میں

بات کرتا ہے جو اُنہیں اپنے آبا و اَجداد سے مِلے ہیں (۱: ۱۴، ۱۸)۔ وُہ اُن کے مُتعلق کہتا ہے کہ وُہ پہلے کوئی اُمّت نہ تھے (۲: ۱۰)۔ اور ۴: ۳ میں وُہ کہتا ہے کہ وُہ پہلے وقتوں میں غیرقوموں کی طرح زِندگی گزُارتے رہے ہیں۔ پس صاف ظاہر ہے کہ جِس پراگندگی کے بارے میں پطرسؔ لِکھ رہا ہے وُہ مسیحی کلیسیا کی تھی جو زیادہ تر غیرقوم مسیحیوں پر مُشتمل تھی۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پطرسؔ بنیادی طور پر یہُودیوں کا رسُول تھا تو اِس سے اُس کی غیرقوموں میں خِدمت خارِج نہیں ہو جاتی۔ پولُسؔ رسول نے بھی جو یقیناً غیرقوموں کا رسُول تھا یہُودیوں میں بھی خِدمت کی تھی۔

۱: ۲۔ خط کے مخاطبین کی، اُن کی نجات کی جوہری ترقی کے ذریعہ مزید نشاندہی کی گئی ہے۔ اُس میں تثلیث کے تینوں اقانیم کا حِصّہ ہے۔

پہلی یہ کہ وُہ "باپ کے علِم سابق کے موافق ... برگزُیدہ ہُوئے ہیں"۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ خُدا نے اُنہیں اپنا بنانے کے لئے اَزل سے ہی چُن رکھا تھا۔ الٰہی برگزیدگی کی تعلیم ہمیشہ ہی مقبُول نہیں ہوتی لیکن اِس کی اپنی خوبیاں ہیں یعنی یہ خُدا کو خُدا ہونے دیتی ہے۔ اگر ہم اِسے آدمیوں کے لئے خُوشگوار بنانے کی کوشش کریں تو اِس کا نتیجہ صِرف خُدا کے حاکمِ کُل ہونے پر سے توجہ ہٹانے کی صُورت میں نِکلے گا۔ خُدا کے چُناؤ اور اِنسان کی ذِمّہ داری میں تطابُق میں اگر کوئی مشکل ہے تو وُہ اِنسانی ذہن میں پائی جاتی ہے نہ کہ خُدا کے۔ بائبل مُقدّس دونوں تعلیمات سکھاتی ہے اور ہمیں دونوں پر ایمان رکھنا چاہئے۔ سچائی دونوں اِنتہاؤں میں پائی جاتی ہے نہ کہ دونوں کے درمیان۔

کہا جاتا ہے کہ خُدا کا چُناؤ اُس کے "عِلمِ سابق" کے مُطابق ہے۔ بعض اِس سے یہ سمجھتے ہیں کہ خُدا نے اُن لوگوں کو چُنا جِن کے مُتعلق وُہ جانتا تھا کہ وُہ نجات دہندہ پر ایمان لائیں گے۔ دیگر یہ کہتے ہیں کہ کوئی بھی گُنہگار اپنی طاقت سے نجات دِہندہ پر ایمان نہیں لا سکے گا اِس لئے اُس نے چند ایک کو اپنے فضل کی فتح یابی کا نشان بنا لیا۔ اگرچہ خُدا کے چناؤ میں گہرا بھید پایا جاتا ہے، تاہم ہمیں یقین رکھنا چاہیئے کہ اِس میں نا انصافی کی کوئی بات نہیں ہے۔

نجات میں دُوسرا قدم "رُوح" کی تقدیس ہے۔ تقدیس کا یہ پہلُو تبدیلی سے پہلے وقوع میں آتا ہے[1]۔ یہ پاک "رُوح" کی خِدمت ہے جِس کے ذریعہ وُہ لوگوں کو خُدا کی ملکیت ہونے

---

[1] دُوسری قِسم کی پاکیزگی بھی ہے جو بعد میں وقُوع میں آتی ہیں۔ جب کوئی شخص نئے سِرے سے

کے لئے الگ کر دیتا ہے (۲۔ تھسلنیکیوں ۲ : ۱۳)۔ اِس کا منطقی نتیجہ خُدا باپ کے چُناؤ کی صُورت میں نکلتا ہے۔ خُدا ازل سے جانتا تھا اور اُس نے آدمیوں کو چُنا۔ اور پھر وقت آنے پر پاک رُوح اُس چُناؤ کو حقیقی بنانے کے لئے مُتعلقہ لوگوں کی زِندگیوں میں کام کرتا ہے۔

نجاتِ انسانی میں تیسرا قدم پاک رُوح کے کام کے سِلسلے میں گنہگار کا ردِّ عمل ہے۔ اِسے "یسوع مسیح" کا "فرمانبردار" ہونا بتایا گیا ہے۔ اِس کا مطلب خوشخبری کی فرمانبرداری کرتے ہوئے اپنے گُناہوں سے توبہ کرنا اور مسیح کو بطور نجات دہندہ قبول کرنا ہے۔ خوشخبری کی فرمانبرداری کا خیال ایک ایسی چیز ہے جو نئے عہدنامہ میں عام ہے (دیکھئے رومیوں ۲ : ۸؛ ۲۔ تھسلنیکیوں ۱ : ۸)۔

چوتھی بات، اُن پر اُس کا "خون چھڑکا" جانا ہے۔ ہمیں اِسے قطعاً لفظی طور پر نہیں لینا چاہئے اور نہ یہ اِصرار کرنا چاہئے کہ جب ایک شخص بچ جاتا ہے تو درحقیقت اُس پر یسوع کا خون چھڑکا جاتا ہے۔ یہ تشبیہی زبان ہے۔ جو کچھ یہاں کہا گیا ہے اُس کا مطلب یہ ہے کہ جونہی ایک شخص خوشخبری کی فرمانبرداری کرتا ہے تو اُسے وُہ تمام فوائد حاصِل ہو جاتے ہیں جو کلوری پر بہائے گئے مسیح کے خون سے صادر ہوتے ہیں۔ نجات دہندہ کا خون تقریباً دو۲ ہزار سال پیشتر ایک ہی مرتبہ بہایا گیا۔ اب وُہ پھر کبھی نہیں بہایا جائے گا۔

قارئین کی رُوحانی پیدائش میں چار۴ اقدام کا کھوج لگانے کے بعد پطرس چاہتا ہے کہ اُنہیں "فضل اور اطمینان" حاصِل ہو۔ اُنہیں نجات میں پہلے ہی خُدا کے فضل اور اُس کے نتیجہ میں خدا کے ساتھ صُلح کا تجربہ حاصِل ہے۔ لیکن اُنہیں اپنی مسیحی زِندگی میں ہر روز "فضل" یا قوّت اور اِس پریشان دُنیا میں "اِطمینان" کی ضرورت ہوگی۔ یہ وُہ بات ہے جو رسُول یہاں اُن کے لئے پوری نیّت سے چاہتا ہے۔ ہے۔ ڈینی کہتا ہے کہ "فضل خوشخبری کا پہلا اور آخری لفظ ہے اور اطمینان ـــــ مکمل روحانی تسکین ـــــ فضل کا تکمیل شدہ کام ہے۔"

پیدا ہوتا ہے تو وُہ اپنی حیثیت کے لحاظ سے پاک ہے کیونکہ وُہ "مسیح میں ہے" (عبرانیوں ۱۰ : ۱۰، ۱۴)۔ اپنی تمام مسیحی زِندگی میں اُسے عملی پاکیزگی کا تجربہ ہونا چاہئے یعنی زیادہ سے زیادہ مسیح کے ہم شکل بنتے جانا (۱۔ پطرس ۱ : ۱۵)۔ آسمان میں اُسے کامِل پاکیزگی مِلے گی کیونکہ وُہ پھر کبھی گُناہ کا مُرتکب نہیں ہوگا (کلسیوں ۱ : ۲۲)۔

ب۔ ایماندار کا مرتبہ (۱ : ۳ - ۱۲)

۱ : ۳ - آیات ۳ - ۱۲ میں پطرس ہماری نجات کی لاثانی عظمت کو بیان کرتا ہے۔ وہ اِس کی ابتدا نجات کے بانی ـــــ "خداوند یسوع مسیح کے خدا اور باپ" کی حمد کرنے سے کرتا ہے۔ یہ عنوان خدا کو خداوند یسوع کے ساتھ دوہرے تعلق میں پیش کرتا ہے۔ "خداوند یسوع مسیح کے خدا" یہ الفاظ ہمارے نجات دہندہ کی بشریت پر زور دیتے ہیں جبکہ نام "باپ" خدا کے بیٹے کی الوہیت کی نشاندہی کرتا ہے۔ بیٹے کا پورا نام دیا گیا ہے :

"خداوند" ـــــ جس کے پاس دِلوں اور زِندگیوں پر راج کرنے کا واحد حق ہے۔

"یسوع" ـــــ وہ جو اپنے لوگوں کو اُن کے گناہوں سے بچاتا ہے۔

"مسیح" ـــــ خدا کا ممسوح جسے بلند ترین آسمانی مقام پر سرفراز کیا گیا۔

یہ خدا کی "بڑی" رحمت سے ہے کہ اُس نے ہمیں "زِندہ اُمید کے لئے نئے سرے سے پیدا کیا" ہے۔ اِس نجات کا سرچشمہ خدا ہے۔ اُس کی بڑی رحمت اس کی وجہ اور سبب ہے۔ نئی پیدائش اِس کی نوعیت ہے۔ نئی اُمید اِس کا موجودہ اجر ہے۔ "یسوع مسیح کا مُردوں میں سے جی اُٹھنا" ہماری نجات کی اور "زِندہ اُمید" کی راست بُنیاد ہے۔

بطور گنہگار ہماری اُمید قبر سے آگے نہیں ہے۔ اِس سے آگے ہمارے لئے ماسوا یقینی عدالت اور آگ کے کچھ نہیں ہے۔ پہلی تخلیق کے رُکن ہوتے ہوئے ہم موت کی سزا کے ماتحت تھے۔ لیکن مسیح کے مخلصی کے کام میں ایک ایسی بنیاد مِل گئی جس پر خدا گنہگاروں کو بچا سکتا اور پھر بھی عادِل رہ سکتا ہے۔ مسیح نے ہمارے گناہوں کی سزا اُٹھائی ہے۔ پُوری ادائیگی کر دی گئی ہے۔ عَدل کا تقاضا پُورا ہوگیا ہے اور اب رحمت اُن پر ہو سکتی ہے جو خوشخبری کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔ مسیح کے جی اُٹھنے میں خدا نے اپنے بیٹے کی قُربانی پر پُورے اِطمینان کا اظہار کر دیا ہے۔ مسیح کا جی اُٹھنا، خداوند کی اِس پُکار کے جواب میں کہ "پُورا ہُوا" باپ کی "آمین" ہے۔ پھر مزید یہ کہ مسیح کا جی اُٹھنا ایک عہد ہے کہ وہ سب جو مسیح میں مرتے ہیں مُردوں میں سے جی اُٹھیں گے۔

یہ ہماری زِندہ اُمید ہے یعنی یہ اُمید کہ ہم مسیح کے ساتھ رہنے کے لئے اپنے آسمانی گھر جائیں گے اور ہمیشہ کے لئے اُس کی مانند ہوں گے۔ ایف۔ بی۔ میئر "زِندہ اُمید" کو "حال اور مستقبل میں کڑی" کہتے ہیں۔

۱:۴ - آیات ۴ اور ۵ نجات کے اِس مستقبل کے پہلو کو بیان کرتی ہیں - جب ہم نئے سرے سے پیدا ہوئے تو ہمیں "آسمان" میں "میراث" کی یقینی اُمید ہے - اِس "میراث" میں وُہ سب کچھ شامِل ہے جس سے ایماندار آسمان میں ابد تک لُطف اندوز ہوں گے اور وُہ سب مسیح کے وسیلے سے اُن کا ہوگا (زبور ۱۶: ۵) - یہ میراث "غیر فانی اور بے داغ" اور "لازوال" ہے -(۱) "غیر فانی" کا مطلب ہے جو گھستی نہیں اور نہ خراب ہو سکتی ہے - اُس پر مَوت کا اثر نہیں ہوتا - (۲) "بے داغ" کا مطلب ہے کہ میراث بذاتہٖ مکمّل حالت میں ہے - کوئی داغ یا دھبّا اُس کے خالص پن کو مدھم نہیں کر سکتا - یہ گُناہ سے مُتاثر نہیں ہوتی - (۳) وُہ "لازوال" ہے یعنی اُس کی قدر و قیمت، جلال یا خوبصورتی میں کبھی کمی نہیں ہو سکتی - اُس پر وقت اور زمانے کا اثر نہیں ہوتا -

زمینی میراث غیر یقینی ہوتی ہے - بعض اوقات مارکیٹ میں مندے کا رُجحان ہونے کے باعث جائیداد کی قیمت تیزی سے گِر جاتی ہے - بعض اوقات وُہ لوگ جن کا نام وصیّت میں نہیں ہوتا کامیابی سے مُقابلہ کرتے ہیں - بعض اوقات لوگ کسی قانونی سُقم کی وجہ سے وصیّت سے محروم رہ جاتے ہیں - لیکن اِس آسمانی میراث پر وقت اور زمانہ کی تبدیلی کا کوئی اثر نہیں پڑتا اور نہ ایمان داروں کو دِیئے جانے میں کوئی رکاوٹ حائل ہو سکتی ہے - یہ خُدا کے فرزند کے لئے آسمانی خزانہ میں محفوظ ہے -

۱:۵ - نہ صرف ایمان داروں کے لئے میراث کی حفاظت کی جاتی ہے بلکہ اِس کے لئے ایمان داروں کی بھی "حفاظت" کی جاتی ہے - اِس زندگی میں یہ مُمکن ہے کہ میراث کے تقسیم ہونے سے پیشتر ایک وارِث وفات پا جائے - لیکن وہی فضل جو ہمارے لئے ہماری آسمانی میراث کو محفوظ رکھتا ہے وُہ ہمیں بھی اُس سے لُطف اندوز ہونے کے لئے بطور وارِث محفوظ رکھتا ہے - خُدا کے اپنے لوگوں کے چُناؤ کو کبھی بھی شکست نہیں ہوتی - وُہ جنہیں ازلیت میں چُنا گیا تھا اِس زمانہ میں بھی محفوظ ہیں اور ابدیت کے لئے بھی اُن کی حفاظت کی جائے گی - مسیح میں ایمان دار ہمیشہ کے لئے محفوظ ہیں -

لیکن اَبدی حفاظت کا ایک اِنسانی پہلو بھی ہے اور اِلٰہی پہلو بھی - ہم "خُدا کی قُدرت سے ... حفاظت کئے جاتے" ہیں - یہ اِلٰہی پہلو ہے - لیکن یہ "ایمان کے وسیلہ سے" ہے اور یہ انسانی پہلو ہے - لیکن اِس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایک شخص صرف اُس وقت تک ہی بچا رہتا ہے جب تک اُس کا ایمان مضبُوط ہو - جہاں سچّا "ایمان" ہے وہاں وُہ جاری بھی رہے گا -

خُدا کے فرزند کی "خُدا کی قدرت سے ایمان کے وسیلہ سے اُس نجات کے لئے جو آخری وقت میں ظاہر ہونے کو تیار ہے حفاظت" کی جاتی ہے۔ یہاں نجات کو صیغۂ مستقبل میں بیان کیا گیا ہے۔ اکثر کہا جاتا ہے کہ نجات کے تین پہلو ہیں۔ (۱) ایمان دار اُس وقت بچا تھا جبکہ وہ پہلی مرتبہ نجات دہندہ پر ایمان لایا تھا (افسیوں ۸:۲)۔ (۲) وہ ہر روز گناہ کی قوت اور تسلط سے بچایا جاتا ہے جب وہ نجات دہندہ کو اجازت دیتا ہے کہ وہ اُس کے وسیلہ سے اپنی زندگی بسر کرے (رومیوں ۱۰:۵)۔ (۳) وہ آسمان پر اُٹھائے جاتے وقت گناہ کی موجودگی سے بچے گا (عبرانیوں ۲۸:۹)۔ اُس کا بدن تبدیل ہو کر جلالی بن جائے گا اور ہمیشہ کے لئے گناہ، بیماری اور موت سے محفوظ ہو جائے گا۔ نجات کے اِس مستقبل کے صیغہ میں وہ وقت بھی شامل ہے جب مقدسین مسیح کے ساتھ زمین پر واپس آئیں گے اور صاف طور پر ظاہر ہو جائے گا کہ وہ خُدا کے فرزند ہیں (۱-یُوحنّا ۲:۳)۔

۱:۶- بدن کی اِس مخلصی کی اُمید اور جلالی میراث کی وجہ سے ایمان دار اپنی "آزمائشوں" کے درمیان بھی "خوشی" منا سکتے ہیں۔ پطرس نے جن مسیحیوں کو یہ خط لکھا وہ مسیح کی گواہی دینے کے باعث بہت دُکھ اُٹھا رہے تھے۔ پطرس اُنہیں مسیحیت کی بظاہر متضاد بات یاد دلاتا ہے یعنی دُکھوں کے درمیان خوشی۔ ایک طرف وہ محفوظ لوگوں کے لئے محفوظ میراث کے خیال میں "خوشی" منا سکتے ہیں، اور دُوسری طرف وہ اِس علم میں خوشی منا سکتے ہیں کہ "طرح طرح کی آزمائشیں" تھوڑے عرصہ کے لئے ہیں جبکہ جلال ہمیشہ کے لئے ہوگا (دیکھئے ۲-کرنتھیوں ۱۷:۴)۔

۱:۷- دُکھ اُٹھانے والے مقدسین کے لئے مزید تسلّی کی بات یہ ہے کہ اُن کے دُکھ بے مقصد اور بے پھل نہیں ہیں۔ غیر ایمان داروں کے دُکھ، جہنم کی ٹیسوں کا پہلے سے مزہ چکھنا ہے جو وہ ابد تک برداشت کریں گے۔ لیکن ایمان داروں کا معاملہ اِس کے برعکس ہے۔ خُدا کے فرزند کے لئے دُکھوں کے متعدد مفید مقاصد میں سے ایک یہ ہے کہ اِس کے "ایمان" کو "آزمایا" جائے۔ پطرس ہمارے ایمان کا موازنہ "سونے" سے کرتا ہے۔ اِنسان جن دھاتوں سے واقف ہے اُن میں سونا ایک ایسی دھات ہے جو برباد نہیں ہوتی۔ یہ بہت زیادہ تپش برداشت کر سکتی ہے اور ایسا لگتا ہے کہ تباہ نہیں کی جا سکتی۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ سونا بھی "فانی" ہے اور اِستعمال، دباؤ اور آگ سے ختم ہو جاتا ہے۔

لیکن حقیقی "ایمان" کو برباد نہیں کیا جا سکتا۔ ممکن ہے ایمان دار کو سخت آزمائشوں میں سے

گزرنا پڑے لیکن اُس کے ایمان کو برباد کرنے کی بجائے وُہ ایمان کی پرورش کرتی ہیں۔ دُنیا کی تاریخ میں ایوب ایک ایسا شخص تھا جسے غالباً ایک ہی دِن میں سب سے زیادہ نُقصان اُٹھانا پڑا لیکن اِس کے باوُجود بھی وُہ خُدا پر ایمان رکھتا رہا۔ بابل کی آگ کی جلتی بھٹّی میں تین اشخاص کو واقعتاً "آگ سے آزمایا" گیا۔ آگ نے ثابت کیا کہ اُن کا ایمان حقیقی ہے۔ پھر اُس نے اُن رسیّوں کو بھی جَلا کر انہیں آزاد کر دیا (دانی ایل ۳: ۱۲ - ۳۰)۔ اور جب وُہ آگ کے شعلوں کی اذیت سے آزمائے جا رہے تھے تو اُن کے ساتھ وُہ آ مِلا جِس کی صُورت "اِلٰہ زادہ کی سی" تھی۔ "ایمان" کے کھرّے ہونے کو صِرف "آگ سے" آزمایا جا سکتا ہے۔ جب حالات موافق ہوں تو مسیحی ہونا آسان ہوتا ہے۔ لیکن جب مسیح کا اِقرار دُکھ اور ایذا رسانی کا سبب بنتا ہے تو کچّے پیرو کار بھٹک جاتے اور مجمع میں گُم ہو جاتے ہیں۔ اگر دھرم کی قیمت ادا نہیں کرنی پڑتی تو اُس کی کوئی وُقعت نہیں۔ وُہ ایمان جو قیمت ادا کرنے سے اِنکار کرتا ہے مصنُوعی ہے۔ وُہ برائے نام ایمان ہے جِس کی یعقوب مذمّت کرتا ہے۔

جب "یسوع مسیح" کا ظہُور ہو گا تو حقیقی "ایمان" کا نتیجہ "تعریف اور جلال اور عِزّت" کی صُورت میں نِکلے گا۔ اِس کا مطلب محض اِتنا ہے کہ خُدا ایمان کے ہر اُس موقع کا اجر دے گا جبکہ وُہ آزمائش پر پُورا اُترا۔ وُہ اُن کی جو مُصیبتوں میں گھِرے ہونے کے باوُجود خُوشی مناتے ہیں "تعریف" کرے گا۔ وُہ آزمائے جانے اور دُکھ اُٹھانے والے اُن ایمان داروں کو "جلال اور عِزّت" دے گا جو یہ سمجھتے ہیں کہ اُن کی مُصیبتیں خُدا کی طرف سے اُن پر اِعتماد کا ووٹ ہے۔

اِس کا اِظہار اُس وقت ہو گا جب یسوع مسیح بطور بادشاہوں کا بادشاہ اور خُداوندوں کا خُداوند اِس زمین پر حکومت کرنے کے لئے آئے گا اور وُہ سب جنہیں دُنیا رَدّ کرتی ہے صفائی سے خُدا کے بیٹے ظاہر کئے جائیں گے۔ مُختلف آیات کا مُقابلہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اَجروں کا اعلان مسیح کے بادلوں پر آنے کے بعد آسمان میں مسیح کے تختِ عدالت کے سامنے کِیا جائے گا۔ لیکن اِن اَجروں کا علانیہ اظہار مسیح کی دُوسری آمد کے وقت ہو گا۔

۸:۱- اَب پطرس ہماری نجات کی مَوجُودہ لُطف اندوزی کو بیان کرتا ہے۔ اگرچہ ہم نے اُسے اپنی آنکھوں سے نہیں "دیکھا"، ہم اُس سے "محبت" رکھتے ہیں۔ "اگرچہ" اِس وقت ہم "اُس کو نہیں دیکھتے تو بھی" اُس پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ وُہ طریقہ ہے جِس سے ہم اُس مُبارک حالی میں داخل ہوتے ہیں جِس کا ذِکر اُس نے توما سے کیا تھا: "تُو تو مُجھے دیکھ کر ایمان لایا ہے۔

مُبارک وُہ ہیں جو بغیر دیکھے ایمان لائے" (یُوحنّا ۲۰: ۲۹)۔

اُس پر "ایمان لاکر" ہم "ایسی خُوشی مناتے ہیں" "جو بیان سے باہر اور جلال سے بھری ہے"۔ اُس کے ساتھ ایمان کے ذریعہ پیوستہ ہونے کا مطلب پاک "خُوشی" کے چشمہ کے ساتھ مُسلسل اور اَبدی تعلق رکھنا ہے۔ مسیحیوں کی خُوشی کا اِنحصار زمینی حالات پر نہیں بلکہ خُدا کے دہنے ہاتھ سرفراز جی اُٹھے مسیح پر۔ جس طرح مسیح کو اُس کے جلالی مقام سے محرُوم نہیں کِیا جا سکتا، اُسی طرح ایک مُقدّس کو اُس کی خُوشی سے محرُوم کرنا ممکن نہیں ہے۔ دونوں کا ایک دُوسرے کے ساتھ چولی دامن کا ساتھ ہے۔

۱:۹۔ یہاں پطرس نجات کے موجُودہ نتیجہ کو بیان کرتا ہے ــــــ رُوحوں کی "نجات"۔ بَدن کی نجات ہنُوز مُستقبِل میں ہے۔ یہ اُس وقت وُقوع میں آئے گی جب مسیح اپنے مُقدّسوں کو لینے آئے گا۔ لیکن جُونہی ہم مسیح پر ایمان لاتے ہیں ہمیں ہماری "رُوحوں کی نجات" مِل جاتی ہے۔ یہاں یہ لفظ آدمی کے غیر مادّی حِصّے کی طرف اشارہ کر رہا ہے یعنی آدمی کے جِسم سے جُدا اُس کی شخصیت کی طرف۔ یہ رُوح ہے جو مَوت کے وقت بدن سے جُدا ہوتی ہے۔ اِس حوالہ میں رُوح کا ذِکر ہے جس سے ہم خُدا کا شعُور رکھتے ہیں۔ رُوح نئی پیدائش کے وقت بچ جاتی ہے۔

۱:۱۰۔ یہی "نجات" عہدِ عتیق کے اکثر "نبیوں" کا مضمُون تھا۔ خُدا کے قدیم ترجمانوں نے پیشین گوئی کی تھی کہ ہم پر ایسی شفقت ہوگی جس کے ہم حق دار نہیں ہوں گے۔ لیکن جو کچھ وُہ لِکھ رہے تھے اُسے پُوری طرح سمجھتے نہیں تھے (دیکھئے دانی ایل ۱۲: ۸)۔

۱:۱۱۔ ظاہر ہے کہ وُہ اِسے سمجھتے نہیں تھے کہ (۱) وُہ کون ہوگا جو بطور المسیح آئے گا! (۲) اُس کی آمد کا وقت کیا ہوگا؟ اُنہیں، خُدا کے رُوح نے المسیح کے "دُکھوں" اور "اُن کے بعد کے جلال" کے بارے میں پیشگی بتلانے کی تحریک بخشی تھی۔ لیکن وُہ یہ نہیں سمجھتے تھے کہ اِن دونوں واقعات میں کم از کم دو ہزار سال کا وقفہ ہوگا۔ جیسے کہ اکثر مَنظر کشی کی جاتی ہے اُنہوں نے دو پہاڑی چوٹیوں کو دیکھا تھا، ایک کلوری جہاں مسیح نے دُکھ اُٹھایا اور دُوسری کوہِ زیتون جہاں وُہ اپنے جلال میں واپس آئے گا۔ لیکن اُنہوں نے اِن کے درمیان وادی کو نہیں دیکھا یعنی مَوجُودہ فضل کے زمانہ کو۔ چونکہ ہم اُس زمانہ میں زِندگی بسر کر رہے ہیں اِس لئے دونوں واقعات یعنی گُزشتہ اور جو ہنُوز مستقبِل ہے کو اُن کی نسبت زیادہ صفائی سے دیکھنے کے قابل ہیں۔

۱:۱۲- “اُن پر” خُدا کے رُوح نے بڑے پُراَسرار طریقے سے “ظاہر” کیا کہ وُہ ایسی نسل کی خدمت کر رہے ہیں جو ابھی پیدا نہیں ہوئی ہے۔ بے شک انبیائے کے کلام کا اُن کی اپنی نسل پر اطلاق تھا، لیکن وُہ جانتے تھے کہ اُس کی پُوری تکمیل اُن کے اپنے زمانہ کے واقعات سے نہیں ہُوئی۔

اِس سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا عہدِ عتیق کے انبیا ایمان کے ذریعہ راست باز ٹھہرنے کی صداقت سے آگاہ نہیں تھے؟ وُہ ہماری نجات کے کس پہلُو کو نہیں سمجھتے تھے؟ وُہ کِن معنوں میں “اپنی” بجائے “ہماری” خدمت کرتے تھے؟

ولیم لِنکن کہتا ہے:

> خُدا کا پُورا فضل اُس وقت تک ظاہر نہ ہُوا جب تک کہ مسیح نہ آیا۔ اگر خُدا چاہتا تو وُہ گنہگاروں کو بچا سکتا اور اُنہیں آسمان پر لے جا سکتا تھا اور اُس نے ایسا کیا بھی، جیسا کہ پہلے اُس نے حنوک کے ساتھ کیا۔ لیکن مسیح کے ساتھ یگانگت اور پیوستگی کی برکات کا تجربہ اُس وقت تک نہیں کیا جا سکتا تھا جب تک کہ مسیح نہ مرتا اور پھر جی نہ اُٹھتا۔

وُہ باتیں جو انبیا سے پوشیدہ تھیں اب صاف ہو جاتی ہیں۔ پنتکُست کے دِن پاک رُوح آسمان سے نازِل ہُوا۔ اُس نے رسُولوں کو یہ خوشخبری سُنانے کی قُوّت بخشی کہ ناصرۃ کا یسوع ہی وُہ المسیح ہے جس کے بارے میں پیشین گوئی کی گئی تھی اور کہ وُہ آدمیوں کے گناہوں کی خاطر مُوا، دفن ہُوا اور تیسرے دِن جی اُٹھا۔ اُنہوں نے اعلان کیا کہ نجات بذریعہ مسیح پر ایمان مُفت بخشِش کے طور پر پیش کی جاتی ہے۔ اُنہوں نے بیان کیا کہ اِس زمانہ میں خُدا کا مقصد اپنے نام کے لئے ایک اُمّت جمع کرنا ہے اور کہ خُداوند یسوع ایک دِن زمین پر واپس آئے گا تاکہ عالمگیر حکومت قائم کرے۔

اِس زمانہ میں اِیمان داروں کا بے حد اِستحقاق نہ صِرف اِس میں نظر آتا ہے کہ جو باتیں انبیا سے پوشیدہ رکھی گئیں وُہ اُنہیں صفائی سے دیکھتے ہیں بلکہ اِس حقیقت میں بھی کہ “فرشتے بھی نجات کی سچائیوں پر نظر کرنے کے مُشتاق ہیں”۔ “فرشتے” نئے اور پُرانے دونوں عہدناموں میں بڑا نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ اِن کا ذِکر مسیح کی پَیدائش، اُس کی آزمائشوں، گتسمنی میں جاں کنی اور اُس کے جی اُٹھنے کے سلسلے میں ہُوا ہے۔ لیکن جہاں تک ہمیں عِلم ہے آسمان سے گرائے گئے فرشتوں کے لئے نجات نہیں ہے۔ خُداوند مسیح فرشتوں کی نجات کے لئے نہیں آیا بلکہ ابرہام کی

نسل کا ساتھ دینے کے لئے (عبرانیوں ۲:۱۶)۔ کلیسیا فرشتوں کے لئے عملی سبق ہے تاکہ اُنہیں خُدا کی طرح طرح کی حِکمت معلوم ہو جائے (افسیوں ۳:۱۰)۔ لیکن جو خوشی ہماری نجات لاتی ہے اُس کو جاننا اُن کے بس کی بات نہیں ہے۔

ج۔ اُس کے مرتبے کی رَوشنی میں ایمان دار کا چال چلن

(۱:۱۳ — ۲:۳)

۱:۱۳۔ یہاں پر زور میں تبدیلی ہے۔ اِس سے پیشتر پطرسؔ ہماری نجات کی برکات کو بیان کرتا رہا ہے۔ اِس موقع پر وُہ مُتعدد نصیحتیں کرتا ہے جن کی بُنیاد اُس کے سابقہ بیان پر ہے۔ سب سے پہلے پطرسؔ مُقدّسین پر زور دیتا ہے کہ وُہ اپنی "عقل" کی کمر باندھیں۔ اپنی "عقل" کی کمر باندھنا بڑا دِلچسپ طرزِ بیان ہے۔ پُرانے زمانے میں لوگ لمبے چوغے پہنتے تھے۔ جب وُہ تیز چلنا یا کم سے کم رُکاوٹ چاہتے تھے تو وُہ اپنے چوغے کو بیلٹ کے ساتھ اپنی کمر سے باندھ لیتے تھے (دیکھئے خروج ۱۲:۱۱)۔ اِس طریقے سے وُہ اپنی کمریں باندھتے تھے۔ لیکن پطرسؔ رسُول کا "اپنی عقل کی کمر باندھ کر" کا کیا مطلب ہے؟ جب ایمان دار مخالف دُنیا میں جاتے ہیں تو بد حواسی اور پریشانی سے بچیں۔ ایذا رسانی کے زمانہ میں لوگ بڑبڑانے لگتے اور پریشان ہو جاتے ہیں۔ کمر کسی ہوئی عقل وُہ ہے جو مضبوط، منظّم، ٹھنڈی اور فوری قدم اُٹھانے کے لئے تیار ہوتی ہے۔ اِنسانی خوف یا ایذا رسانی کی پریشانی اور گھبراہٹ اُسے روک نہیں سکتے۔

ذہنی مضبوطی کی اس حالت کی مزید حوصلہ افزائی لفظ "ہوشیار ہو کر" سے کی گئی ہے۔ اِس کا مطلب جذباتی ہیجان کے مُقابلے میں خُود ضبطی ہے۔ ہوشیار رُوح متوازن اور ثابت قدم ہوتی ہے۔

پھر ایمان داروں پر زور دیا گیا ہے کہ پُر اُمیّد ذہن رکھیں: "اُس فضل کی کامِل اُمید رکھو جو یسوؔع مسیح کے ظہُور کے وقت تُم پر ہونے والا ہے"۔ یسوؔع مسیح کی آمد کا یقین ایک ایسا مُحرّک ہے جو ہمیں زِندگی کے طُوفانوں اور دُکھوں کو برداشت کرنے کے قابل بنا دیتا ہے۔ "یسوؔع مسیح کے ظہُور" کو عام طور پر اُس کے زمین پر اپنے جاہ و جلال کے ساتھ واپس آنے سے منسُوب کیا جاتا ہے۔ لیکن اِس کا اِشارہ مسیح کا اپنے مُقدسوں کو لینے کے لئے بادلوں پر

آنے کی طرف بھی ہو سکتا ہے۔

۱:۱۴ - آیات ۱۴-۱۶ کا موضُوع "فرمانبردار" ذہن ہے۔ "فرمانبردار فرزند" کو اپنی پُرانی زندگی کے گُناہوں کا مرتکب نہیں ہونا چاہیئے۔ اب چونکہ وُہ مسیحی ہیں اِس لیئے اُن کو اپنی زندگی اُس کے نمُونہ پر ڈھالنا چاہیئے جس کے نام سے وُہ کہلاتے ہیں۔ اگر وُہ بے دین دُنیا کے سے کام کرتے ہیں تو وُہ اپنے آسمانی مرتبے کا اِنکار کرتے ہیں۔ جو کام اُنہوں نے اپنی "جہالت کے زمانہ" میں کیئے، اب انہیں ترک کر دینا چاہیئے کیونکہ اُن کے ذہن و قلب پاک رُوح سے مُنوّر ہو گئے ہیں۔ "پُرانی خواہشوں" سے مُراد وُہ گُناہ ہیں جن کے وُہ اپنی جہالت کے زمانہ میں مُرتکب ہوتے رہے ہیں۔

۱:۱۵ - بے دین دُنیا کے فیشن اور دستوروں کی نقل کرنے کی بجائے ہماری زندگیوں سے اُس کا "پاک" کردار ظاہر ہونا چاہیئے جس نے ہمیں بُلایا ہے۔ خُدا پرست ہونے کا مطلب خُدا جیسا بننا ہے۔ خُدا اپنی تمام راہوں میں پاک ہے۔ اگر ہم اُس جیسا بننا چاہیں تو ہمیں جو کُچھ ہم کہتے اور کرتے ہیں اُس سب میں "پاک" ہونا چاہیئے۔ اِس زندگی میں ہم اُس جتنے پاک تو نہیں ہو سکتے لیکن ہم اِس لیئے پاک ہوں گے کیونکہ وُہ پاک ہے۔

۱:۱۶ - پطرس رسُول اِس بات کو ثابت کرنے کے لیئے کہ خُدا ہم سے اپنے جیسا بننے کی توقع رکھتا ہے پُرانے عہد نامہ کا حوالہ دیتا ہے۔ احبار ۱۱:۴۴ میں خُدا نے فرمایا: "اپنے آپ کو مُقدّس کرنا اور پاک ہونا کیونکہ مَیں قُدّوس ہُوں"۔ مسیحیوں کو دِل میں سکُونت کرنے والے پاک رُوح کے ذریعہ یہ قوّت دی گئی ہے کہ وُہ پاک زندگی بسر کر سکیں۔ عہدِ عتیق کے مُقدّسین کو یہ برکت اور مدد حاصل نہیں تھی۔ لیکن چونکہ ہمیں زیادہ مراعات مِلی ہیں اِس لیئے ہم زیادہ ذِمّہ دار بھی ہیں۔ پطرس نے احبار سے جس آیت کا حوالہ دیا ہے وہ نئے عہد میں اَور بھی زیادہ گہرا مطلب رکھتی ہے۔ پُرانے عہد میں پاکیزگی خُدا کا معیار (آئیڈیل) تھا۔ لیکن سچّائی کے رُوح کی آمد سے یہ روزمرّہ کی خصُوصیت بن گئی ہے۔

۱:۱۷ - ہمیں نہ صِرف پاکیزگی کی نصیحت کی گئی ہے بلکہ ایسے خوف کی بھی جس میں احترام اور اِس بات کی گہری قدر شناسی شامِل ہو کہ خُدا کون ہے۔ اِس کا خاص طور پر مطلب یہ احساس بھی ہے کہ وُہ جسے ہم "باپ" کہہ کر پُکارتے ہیں وُہی ہے جو اپنے بچّوں کا "اِنصاف" بغیر طرف داری کے اُن کے کاموں کے مُطابق کرے گا۔ جب ہمیں اُس کے علم اور اُس کے اِنصاف کی صحت کا اِحساس ہو جاتا ہے تو ہمیں اُسے ناراض نہ کرنے کے خوف میں زندگی بسر کرنی چاہیئے۔

"باپ" اِس زندگی میں اپنوں کا "اِنصاف" کرتا ہے۔ اُس نے گنہگاروں کی عدالت کا کام خُداوند یسوع کے سپرد کیا ہے (یوحنا ۵: ۲۲)۔

ہمیں اس زمین پر اپنا "زمانہ" "خوف کے ساتھ" گزارنا چاہیئے۔ ہم آسمان سے جلاوطن ہیں اور غیر مُلک میں رہ رہے ہیں۔ ہمیں یہاں ایسے نہیں بیٹھ رہنا چاہیئے گویا کہ یہ ہمارا مستقل گھر ہے۔ اور نہ ہمیں اِس زمین کے رہنے والوں کے طرزِ عمل کی نقل کرنی چاہیئے۔ ہمیں ہمیشہ اپنی آسمانی منزل کو یاد رکھنا چاہیئے اور ہمارا رویّہ ایسا ہو جیسے کہ آسمان کے شہریوں کا ہوتا ہے۔

۱۸:۱- اپنی تبدیلی سے پہلے ایمان دار باقی دُنیا سے مختلف نہیں تھے۔ اُن کے کام اور کلام اپنے اِرد گرد کے لوگوں جیسے ہی تھے۔ اُن کے تبدیلی سے پہلے کے دِنوں کو "نکمّا چال چلن" بتایا گیا ہے" جو باپ دادا سے چلا آتا تھا"۔ لیکن اُن کی اُس بے فائدہ زندگی کی قیمت ایک زبردست نقصان سے ادا کر دی گئی ہے۔ اُنہیں دُنیا کے ہمشکل ہونے کی غلامی سے ایک لامحدود ذریعہ دے کر بچا لیا گیا ہے۔ کیا انہیں "سونا اور چاندی" دیکر آزاد کرایا گیا ہے؟ (دیکھئے خروج ۳۰: ۱۵)۔

۱۹:۱- نہیں، بلکہ ایک بے داغ اور بے عیب "برّے" کے خُون کی مانند "مسیح کے بیش قیمت خُون سے"۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ وُہ باطنی اور ظاہرا دونوں طرح مکمّل طور پر کامل تھا۔ اگر ایک ایمان دار پر کبھی دُنیا کی عیش و عشرت کی طرف پھرنے، دُنیا کے طور طریقے اِختیار کرنے اور دُنیا کی باطل راہوں میں دُنیا کی مانند بننے کی آزمائش آتی ہے تو اُسے یاد رکھنا چاہیئے کہ مسیح نے اُسے اِس قسم کی زندگی سے چھڑانے کے لئے ہی اپنا "خُون" بہایا ہے۔ دُنیا کی طرف پھرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اُس بڑی خلیج کو جس پر ایک حیرت انگیز قیمت ادا کر کے پُل باندھا گیا تھا دوبارہ عبور کرتے ہیں۔ لیکن اِس سے بڑھ کر یہ کہ یہ نجات دہندہ کے ساتھ واضح بے وفائی ہے۔

اِس بات پر غور کریں کہ جتنا بڑا گناہ تھا قربانی بھی اُتنی ہی بڑی دی گئی۔ پھر اُس سب کو چھوڑنے کا اِرادہ کریں جس کے لئے مسیح نے اپنی بیش قیمت جان دی ہے۔

۲۰:۱- مسیح نے ہمارے لئے جو کام کیا، وُہ خُدا کا بعد کا خیال نہیں تھا۔ مسیح کو "بنائے عالم سے پیشتر" ہی ہمارے لئے مرنے کے واسطے مقرر کر دیا گیا تھا۔ "مگر" "اَخیر زمانہ" میں یعنی شریعت کے زمانہ کے آخر میں وُہ ہمیں ہماری زندگی کی پُرانی راہوں سے بچانے کے لئے آسمان سے ظاہر ہُوا۔

پطرس ان باتوں کا اِس لئے ذِکر کرتا ہے تاکہ ہم دُنیا کے طور طریقوں سے قطعی طور پر ناتا توڑ لیں جن سے رہائی دِلانے کے لئے مسیح نے اپنی جان دی۔ ہم دُنیا میں تو ہیں لیکن دُنیا کے نہیں ہیں۔ ہم غیر نجات یافتہ لوگوں سے بالکل ہی لاتعلق نہ ہو جائیں بلکہ اُن تک خوشخبری کو پہنچائیں۔ لیکن جہاں تک ہمارے تعلقات اور لین دین کا تعلق ہے ہم اُن میں شریک نہ ہوں اور نہ اُن کے گناہوں سے چشم پوشی کریں۔ ہمیں اپنی زِندگی سے دِکھانا ہے کہ ہم خُدا کے فرزند ہیں۔ جُونہی ہم دُنیا کے ہم شکل بن جاتے ہیں ہماری گواہی کمزور پڑ جاتی ہے۔ اگر دُنیا داروں کو ہماری زِندگی میں کوئی فرق نظر نہیں آتا یعنی وُہ اُنہیں پہلے سے بہتر نظر نہیں آتی تو اُن کے لئے مسیحیت میں کوئی کشش نہیں ہوگی۔

۱:۲۱ - یہ حقیقت کہ "اُس کے وسیلہ سے خُدا پر ایمان لائے" خُداوند یسوع کے ساتھ ہماری وفاداری کا مزید تقاضا کرتی ہے۔ وُہ، وہ ہے جس نے باپ کے دِل کو ہم پر ظاہر کیا ہے۔ پی۔ والسٹن کہتا ہے "ہم خُدا کو نہ تو تخلیق سے، نہ پروردگاری سے اور نہ شریعت سے جانتے ہیں بلکہ مسیح کے وسیلے سے"۔ باپ نے مسیح کے مخلصی کے کام پر "اُس کو مُردوں میں سے" جِلا کر اور آسمان پر سرفراز کر کے اپنے مکمل اِطمینان کا اِظہار کیا۔ اِس سب کا نتیجہ یہ نکلا کہ "ہمارا ایمان اور اُمید خُدا پر ہے"۔ ہم اِس موجُودہ بُرے جہان میں نہیں بلکہ اُس میں رہتے اور چلتے پھرتے ہیں۔

۱:۲۲ - اب پطرس رسُول اپنے قارئین کو محبّت سے بھرپور ذہن رکھنے کو کہتا ہے (۱:۲۲-۲:۳)۔ سب سے پہلے وُہ نئی پیدائش کو بیان کرتا ہے کہ اِس سے جو تبدیلی ہم میں آئی وُہ اپنے "بھائیوں" کے لئے "محبّت" ہے (۱:۲۲ الف)۔ پھر وُہ محبت رکھنے پر زور دیتا ہے (۱:۲۲ ب)۔ اِس کے بعد وُہ دوبارہ نئی پیدائش کی طرف آتا ہے اور خاص طور پر اُس تخم یعنی خُدا کے کلام (۱:۲۳-۲۵) کی طرف جس سے یہ زِندگی نکلی۔ ایک مرتبہ پھر وُہ اُن کی جنہوں نے کلام کو قبول کیا ذمّہ داریوں پر زور دیتا ہے (۲:۱-۳)۔

۱:۲۲ (الف) میں پطرس پہلے نئی پیدائش کو بیان کرتا ہے۔ "چونکہ تُم نے ۔۔۔ اپنے دِلوں کو پاک کیا ہے"۔ بے شک ہم جانتے ہیں کہ جب ہم نجات پاتے ہیں تو یہ خُدا ہے جو ہماری رُوحوں کو پاک کرتا ہے۔ حقیقی معنوں میں تو ہمارے پاس شخصی پاکیزگی کی قوّت ہی نہیں ہے۔ لیکن اِس طرزِ بیان کے مُطابق ہمیں جنہیں پاکیزگی کا تجربہ ہُوا ہے وُہ ہیں جنہوں نے اِسے اُس وقت حاصل کیا

جب اُس پر ایمان لائے۔

اِس پاکیزگی میں جس ذریعہ سے کام لیا گیا وہ "حق کی تابعداری" ہے۔ یہ دُوسرا موقع ہے کہ پطرس نجات بخش ایمان کو فرمانبرداری کا فعل کہتا ہے (دیکھئے ۱: ۲)۔ پولس رومیوں کے خط میں "ایمان کی تابعداری" کی ترکیب کو دو مرتبہ اِستعمال کرتا ہے۔ ہمیں بھی ایمان اور فرمانبرداری کو الگ کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔ سچّا ایمان، فرمانبرداری کرنے والا ایمان ہوتا ہے۔ یہ صِرف پاک رُوح کے وسیلہ ہی سے رُونما ہو سکتا ہے۔

نئی پیدائش کا ایک مقصد "بھائیوں کی بے ریا محبت" ہے۔ ایک لحاظ سے ہم اِس لئے بچے ہیں تاکہ اپنے ساتھی مسیحیوں سے محبت رکھیں۔ اِس "محبّت" سے ہم جانتے ہیں کہ موت سے نِکل کر زِندگی میں داخِل ہو گئے ہیں (۱-یوحنّا ۳: ۱۴)، اور اِس سے دُنیا بھی جاننے لگتی ہے کہ ہم خُداوند یسوع کے شاگرد ہیں (یوحنّا ۱۳: ۳۵)۔

"دِل و جان سے آپس میں بہت محبت رکھو"۔ یہ نئے عہدنامہ میں بہت سی مثالوں میں سے ایک ہے جہاں ایک توضیحی بیان لازمی بن جاتا ہے۔ اِعلان یہ ہے "چونکہ تم نے ... اپنے دِلوں کو پاک کیا ہے ... جس سے بے ریا محبّت پیدا ہوئی" ... پھر حکم ہے "اِس لئے دِل و جان سے آپس میں بہت محبّت رکھو"۔ مؤقف عمل کے لئے بُنیاد فراہم کرتا ہے۔ ہماری محبّت کو گرم، پُورے دِل سے، پُوری قوّت سے، سنجیدہ، ختم نہ ہونے والی اور "پاک" ہونا چاہئے۔

"آپس میں محبّت رکھنے" کی نصیحت خاص طور پر اُن لوگوں کے لئے جنہیں ستایا جا رہا ہے بر وقت ہے کیونکہ سب جانتے ہیں کہ "مشکل حالات میں معمُولی سا اِختلاف بھی بہت بڑا بن جاتا ہے"۔

۱: ۲۳- ایک مرتبہ پھر پطرس اپنے قارئین کو اُن کی نئی پیدائش کی طرف لے جاتا ہے اور اِس بار اُس پیدائش کے تخم "خُدا کے کلام" کی طرف۔ ۲: ۱-۳ کی نصیحت کی بُنیاد اِسی پر ہے۔

نئی پیدائش کسی "فانی تخم" سے ظہور پذیر "نہیں" ہوتی یعنی یہ جسمانی پیدائش کے طریقے سے وجُود میں نہیں آتی۔ اِنسانی زِندگی اُس تخم کے ذریعہ وجُود میں آتی ہے جو زوال پذیر ہے اور جسمانی موت کے قانون کے تابع ہے۔ اِس طرح جو جسمانی زِندگی پیدا ہوتی ہے اُس میں اُسی تخم کی خصُوصیات پائی جاتی ہیں جس سے وُہ نِکلتی ہے۔ وُہ عارضی نوعیّت کا ہوتا ہے۔

نئی پیدائش "کلام کے وسیلہ سے" وجُود میں آتی ہے۔ جب لوگ بائبل کو پڑھتے یا سُنتے

ہیں وُہ اپنے گناہوں سے قائل ہو جاتے اور اُنہیں یقین ہو جاتا ہے کہ مسیح ہی واحد و کافی نجات دہندہ ہے تو اُن کی نئی پیدائش ہو جاتی ہے۔ کوئی بھی خدا کے غیر فانی کلام کے بغیر بچ نہیں سکتا۔ وہ اُس میں کسی نہ کسی طرح ضرور کام کرتا ہے۔

سموئیل رِڈ آوُٹ یوُں اظہارِ خیال کرتا ہے:

> ... پہلے باب میں تین ۳ 'غیر فانی' چیزیں ہیں —— ایک غیر فانی میراث (آیت ۴)، ایک غیر فانی مخلصی (آیات ۱۸، ۱۹) اور ایک غیر فانی کلام جس سے ہم پیدا ہوتے ہیں (آیت ۲۳)۔ یوُں ہمارے پاس ایک ایسی فِطرت ہے جو بے داغ ہے، جو بے داغ میراث سے لُطف اندوز ہونے کے لئے مناسب ہے اور جس کی بُنیاد وُہ مخلصی ہے جو اپنی قدر وقیمت کبھی کھو نہیں سکتی۔ اِن سب پر اَبدی کاملیّت کی مُہر ہے اور اِن کا ساتھی بھی جو کہ غیر فانی، حلیم اور پُرسکون رُوح ہے کتنا موزوُں و مناسب ہے (۳: ۴)۔

کلام "زندہ اور قائم ہے"۔ گو آسمان اور زمین ٹل جائیں مگر وہ کبھی نہیں ٹلے گا۔ اور جو زندگی وہ پیدا کرتا ہے وُہ بھی اَبدی ہے۔ وُہ لوگ جو کلام کے وسیلہ سے نئے سرے سے پیدا ہوتے ہیں اُن میں بھی کلام کے اَبدی ہونے کی خصُوصیت آجاتی ہے۔

اِنسانی پیدائش میں نُطفہ میں جس سے بچہ پیدا ہوتا ہے جرثُومہ کی صُورت میں بچے کی تمام خصُوصیات پائی جاتی ہیں۔ جو کچھ بچہ بالآخر بنے گا اِس کا اندازہ نُطفہ سے لگایا جا سکتا ہے۔ ہمارے موجُودہ مقصد کے لئے اِتنا ہی دیکھنا کافی ہے کہ جس طرح نُطفہ فانی ہے اُسی طرح جو انسانی زندگی اُس سے پیدا ہوتی ہے وُہ بھی فانی ہے۔

۱: ۲۴۔ اِنسانی فِطرت کی عارضی نوعیّت پر یسعیاہ ۴۰: ۶، ۷ سے اِقتباس کے ذریعہ زور دیا گیا ہے۔ اِنسانی زِندگی وَیسے ہی عارضی ہے جیسے کہ "گھاس"۔ مادّی شان وشوکت اُتنی ہی دیر تک قائم رہتی ہے جتنی دیر پھُول۔ "گھاس سُوکھ جاتی ہے" اور پھُول گِر جاتا اور مَر جاتا ہے۔

۱: ۲۵۔ اِس کے مُقابلے میں "خُدا کا کلام اَبد تک قائم رہے گا" (یسعیاہ ۴۰: ۸)۔ چنانچہ ایمان دار کی نئی زِندگی بھی اُسی طرح غیر فانی ہے۔ یہ غیر فانی کلام اُس خوشخبری کا پیغام ہے جو پطرس کے قارئین کو "سُنایا گیا تھا" اور جس سے وُہ نئے سرے سے پیدا ہوئے تھے۔ یہ

اُن کی اَبدی زِندگی کا منبع تھا۔

۲:۱- چُونکہ وُہ اِلٰہی زِندگی میں شریک ہیں اِس لئے مسیحیوں کو درجِ ذیل کاموں کو ہمیشہ کے لئے ترک کر دینا چاہئے:

”بدخواہی“: دُوسرے شخص کے خِلاف اپنے ذہن میں بُرے خیالات کو جگہ دینا۔ بدخواہی عناد کی پرورش کرتی، بُغض کو تعمیر کرتی اور یہ خواہش رکھتی ہے کہ اُسے نُقصان پہنچے یا کوئی حادِثہ پیش آجائے۔ جارج واشنگٹن کارور کو ایک یُونیورسٹی میں اِس بِنا پر داخلہ سے اِنکار کر دیا گیا کہ وُہ نیگرو یعنی کالا تھا۔ بہت سالوں بعد کِسی نے اُس سے اُس یونیورسٹی کا نام دریافت کیا۔ اُس نے جواب دیا ”کوئی بات نہیں۔ اب اس سے کیا فرق پڑتا ہے“۔ اُس نے بدخواہی کو اپنے دِل میں جگہ نہ دی۔

”فریب“: کِسی بھی قِسم کی بد دیانتی اور چالاکی (اِس کی بہت سی قِسمیں ہیں)۔ ”فریب“ انکم ٹیکس میں غلط بیانی کرنا ہے، اِمتحانوں میں دھوکا دینا ہے، عُمر کے بارے میں جُھوٹ بولنا ہے، حاکموں کو رِشوت دینا ہے اور بِزنس میں بے ایمانی کرنا ہے۔

”ریاکاری“: دو رنگی، تصنُّع اور بھیس بدلنا۔ ریاکار ایک اداکار ہے جو اپنے آپ کو وُہ ظاہر کرتا ہے جو وُہ نہیں ہوتا۔ وُہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ اُس کی ازدواجی زِندگی بڑی پُرمسرت اور پُرامن ہے جبکہ اُس کا گھر میدانِ جنگ بنا ہوتا ہے۔ وُہ اِتوار کو اپنے آپ کو بڑا رُوحانی ظاہر کرتا ہے جبکہ ہفتہ کے دِیگر دِنوں میں حیوانوں کی طرح زِندگی گزارتا ہے۔ وُہ دُوسروں میں دِلچسپی ظاہر کرتا ہے لیکن اُس کی نیت خُود غرضانہ ہوتی ہے۔

”حسد“: جلنا۔ وائن اِس کی تشریح یُوں کرتا ہے کہ ناخُوشی کے وُہ احساسات جو دُوسروں کی ترقی اور فائدے کو دیکھ کر دِل میں پیدا ہوتے ہیں۔ یہ ”حسد“ ہی تھا جس نے سردار کاہن کو یسُوع کو پکڑوانے اور پیلاطُس کے حوالہ کرنے کے لئے اُکسایا تھا (متی ۲۷: ۱۸)۔ حسد اب بھی قتل کرتا ہے۔ عورتیں جب دُوسروں کے اچھّے گھروں، باغیچوں، خوبصورت کپڑوں اور اچھّے کھانوں کو دیکھتی ہیں تو جل بُھن جاتی ہیں۔ آدمی، اپنے ساتھی کی نئی کار دیکھ کر اُس کی تعریف کر سکتا ہے لیکن وُہ اپنے دِل میں سوچ رہا ہوتا ہے کہ ”مَیں اُسے دِکھاؤں گا۔ مَیں اُس سے بہتر کار خریدوں گا“۔

”بدگوئی“: کِسی کی پیٹھ پیچھے چُغلی، بُری نیت سے گپ بازی، جوابی اِلزام۔ بدگوئی ایک ایسی

کوشش ہے جس میں آدمی دُوسرے پر کیچڑ اُچھال کر خُود کو پاک وصاف ظاہر کرتا ہے۔ یہ بڑی عیارانہ شکل اختیار کر سکتی ہے۔ مثلاً "ہاں، وُہ بڑی پیاری ہے لیکن اُس میں یہ نقص... پایا جاتا ہے" اور یوں وُہ اُس کی پُشت میں خنجر گھونپ دیتی ہے۔ یا ممکن ہے یہ مذہبی شکل اختیار کر لے: "مَیں اُس کا ذِکر صرف اِس لئے کر رہا ہُوں تاکہ آپ اُس کے لئے دُعا کر سکیں، لیکن کیا آپ جانتے ہیں کہ وُہ ..." اور پھر اُس کا کردار تباہ کر کے رکھ دیا جاتا ہے۔

یہ تمام گُناہ اُس بُنیادی حُکم کی کہ اپنے پڑوسی سے اپنی مانند محبّت رکھو، خِلاف ورزی ہے۔ چنانچہ اِس میں حیرانی کی کوئی بات نہیں کہ پطرس ہمیں اِن کو حتمی طور پر ترک کرنے کو کہتا ہے۔

۲:۲ - ہم پر نئی پیدائش سے دُوسری ذمہ داری یہ عائد ہوتی ہے کہ ہم کلام کے "خالِص رُوحانی دُودھ" کے بے حد مُشتاق رہیں۔ پچھلی آیت میں جن گُناہوں کا ذِکر ہُوا ہے وُہ رُوحانی ترقی کو روک دیتے ہیں جبکہ خُدا کا اچھا کلام رُوحانی ترقی کو تقویت پُہنچاتا ہے۔

"نوزاد بچّوں کی مانند" کی ترکیب کا یہ مطلب نہیں ہے کہ پطرس کے قارئین نوزاد مسیحی تھے۔ یہ ممکن ہے کہ وہ کئی سالوں سے مسیحی ہوں۔ لیکن اب خواہ وُہ ایمان میں نوجوان ہیں یا بُوڑھے، اُنہیں کلام کا ایسا ہی پیاسا ہونا چاہیئے جیسے کہ نوزاد بچّہ "دُودھ" کے لئے چلّاتا ہے۔ جس جارحانہ انداز میں ایک صحت مند بچّہ بے صبری سے دُودھ چُوستا اور نگلتا ہے اُس سے ہم پیاس کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

"خالِص رُوحانی دُودھ" سے ایک ایماندار رُوحانی طور پر ترقی کرتا ہے۔ وُہ آخری نِشان جس کی طرف اِس زندگی میں تمام رُوحانی ترقی بڑھتی ہے وُہ اپنے خُداوند یسوع مسیح کے ہم شکل بننا ہے۔

۳:۲ - "اگر تُم نے خُداوند کے مہربان ہونے کا مزہ چکھا ہے"۔ یہ خالِص رُوحانی دُودھ کے پیاسے ہونے کے لئے کِتنی زبردست تحریک ہے! یہاں "اگر" کا مطلب شک ظاہر کرنا نہیں ہے۔ ہم نے چکھا اور دیکھا ہے کہ خُداوند بڑا مہربان ہے (زبور ۳۴ : ۸)۔ اُس کی ہمارے لئے قُربانی ایک ناقابلِ بیان مہربانی ہے (ططس ۳ : ۴)۔ اُس کی مہربانی کا جو مزہ ہم پہلے ہی چکھ چُکے ہیں اُسے ہمیں اُس سے زیادہ سے زیادہ خوراک حاصِل کرنے کے لئے اَور بھی زیادہ اُبھارنا چاہیئے۔ اُس کی نزدیکی کا شیریں مزہ ہمیں اُس سے دُور ہو جانے سے روکے گا۔

د۔ نئے گھر اور کہانت میں ایمان دار کے حقوق

(۲: ۴ - ۱۰)

۲: ۴ - نصیحت کرنے کے بعد اب پطرس ایمان داروں کے نئے گھر (کلیسیا) اور نئی کہانت میں حقوق پر غور کرتا ہے۔

نئے نظام میں مرکز مسیح ہے اِس لئے ہم "اُس کے پاس" آتے ہیں۔ چونکہ پطرس عمارت اور عمارتی سامان کی مدد سے رُوحانی سچائیوں کی وضاحت کرتا ہے اِس لئے اِس میں حیرانی کی کوئی بات نہیں کہ وُہ مسیح کو بطور "پتھر" پیش کرتا ہے۔ وُہ "زِندہ پتھر" ہے۔ وُہ بے حِس یا مُردہ پتھر نہیں ہے بلکہ وُہ غیر فانی زِندگی کی قوّت میں زِندہ ہے (عبرانیوں ۷: ۱۶)۔

اگرچہ یہ حیران کُن بات ہے تاہم سچ ہے کہ "آدمیوں" نے اُسے "رَدّ" کر دیا۔ کوتاہ نظر آدمیوں نے اپنی زِندگی کے احمقانہ اور خُود غرضانہ مقاصد میں اپنے خالق اور نجات دہندہ کے لئے کوئی جگہ نہیں رکھی۔ جس طرح سرائے میں اُس کے لئے جگہ نہیں تھی اُسی طرح اُن کی زِندگی کے منصوبہ میں اُس کے لئے جگہ نہیں ہے۔

لیکن آدمیوں کے خیال کو کُچھ حیثیّت حاصل نہیں۔ خُدا کی نظر میں خُداوند یسوع "چُنا ہُوا ... اور قیمتی" ہے۔ اُسے نہ صرف مناسب پتھر کے طور پر چُنا گیا ہے بلکہ ناگزیر پتھر کے طور پر بھی۔ خُدا کے نزدیک اُس کی قیمت بے قیاس ہے۔ وُہ اِتنا "قیمتی" ہے کہ اُس کا تخمینہ نہیں لگایا جا سکتا۔

اگر ہم خُدا کے عمارتی پروگرام میں اِستعمال ہونا چاہیں تو ہمیں مسیح کے پاس آنا ہو گا۔ ہمارا عمارتی سامان کے طور پر مُفید ہونے کا اندازہ صرف مسیح کے ساتھ ہمارے تعلق ہی سے لگایا جائے گا۔ ہم صرف اُس وقت ہی اہم ہیں جب ہم اُس کے "جلال" کے لئے اِستعمال ہوتے ہیں۔

۲: ۵ - "رُوحانی گھر" مسیح میں تمام ایمان داروں سے بنتا جاتا ہے، اِس لئے اِس سے مُراد کلیسیا ہے۔ کلیسیا میں اور عہدِ عتیق کی ہیکل میں یہی ایک بات مُشترک ہے کہ یہ زمین پر خُدا کی سکُونت گاہ ہے (۱-سلاطین ۶: ۱۱ - ۱۳؛ اِفسیوں ۲: ۲۲)۔ لیکن یہ ہیکل سے فرق بھی ہے کیونکہ وُہ مادّی اور ٹھوس عمارت تھی جو خوبصورت لیکن بے جان اور فانی سامان سے بنی ہُوئی تھی۔ لیکن کلیسیا ایک ایسی عمارت ہے جو "زِندہ پتھروں" سے تعمیر ہُوئی ہے۔

اَب منظر تیزی سے تبدیل ہوتا ہے ۔ "رُوحانی گھر" کی جگہ "کاہنوں کا مُقدّس فرقہ" لے لیتا ہے جن کے کام کا تعلق بھی گھر ہی سے ہے ۔ ایمان دار نہ صرف گھر میں "زندہ" پتھر ہیں بلکہ مُقدّس" کاہن بھی ۔ مُوسوی شریعت میں کہانت صِرف لاوی کے قبیلے اور ہارُون کے خاندان تک محدُود تھی ۔ اور یہاں تک کہ جو کاہن تھے انہیں بھی خُدا کی حضُوری میں جانا منع تھا ۔ بلکہ سردار کاہن ہی خُدا کی حضُوری میں جا سکتا تھا اور وُہ بھی صِرف کفّارہ کے دِن (یوم کپور) اور صرف اُس طریقہ کے مُطابق جو خُداوند نے اُس موقع کے لئے مقرر کر رکھا تھا۔

نئے عہد میں تمام ایمان دار کاہن ہیں اور وُہ فوری طور پر رات یا دِن کِسی وقت بھی بادشاہوں کے بادشاہ کی حضُوری میں جا سکتے ہیں ۔ مُوسوی شریعت میں پرِندوں، جانوروں اور خوراک کی قُربانی گزرانی جاتی تھی، نئے عہد میں ایمان داروں کا کام "رُوحانی قُربانیاں چڑھانا" ہے ۔ نئے عہد نامہ کی رُوحانی قُربانیاں حسبِ ذیل ہیں :

۱۔ اپنے بَدن ایسی قُربانی ہونے کے لئے نَذر کرنا جو زِندہ اور پاک اور خُدا کو پسندیدہ ہے ۔ یہ رُوحانی پرستش کا ایک عمل ہے (رومیوں ۱۲ : ۱) ۔

۲۔ حمد کی قُربانی ۔ "یعنی اُن ہونٹوں کا پھل جو اُس کے نام کا اقرار کرتے ہیں" (عبرانیوں ۱۳: ۱۵)۔

۳۔ نیک کاموں کی قُربانی ۔ "بھلائی ۔ ۔ ۔ کرنا نہ بھُولو" ۔ اِس قُربانی سے بھی خُدا خوش ہوتا ہے (عبرانیوں ۱۳ : ۱۶) ۔

۴۔ مال و دولت کی قُربانی ۔ "سخاوت کرنا نہ بھُولو" ۔ اِس قُربانی سے بھی خُدا خوش ہوتا ہے (عبرانیوں ۱۳ : ۱۶) ۔

۵۔ خِدمت کی قُربانی ۔ پَولُس رسُول غیر قَوموں میں اپنی خدمت کو کاہنوں کی قُربانی کہتا ہے (رومیوں ۱۵ : ۱۶) ۔

یہ قُربانیاں "یسوع مسیح کے وسیلہ سے خُدا کے نزدیک مقبُول ہوتی ہیں" ۔ صِرف "یسوع مسیح کے وسیلہ سے" جو ہمارا درمیانی ہے ہم خُدا کے پاس جا سکتے ہیں اور صِرف اُسی کے وسیلہ سے ہماری قُربانیاں خُدا کو مقبول ہوتی ہیں ۔ جو کچھ ہم کرتے ہیں ـــــــ ہماری پرستِش اور ہماری خدمت ـــــــ ناکامل ہے اور گُناہ کے سبب سے ناقص ہے ۔ لیکن اِس سے بیشتر کہ وُہ خُدا کے پاس پہُنچے وُہ مسیح کے پاس سے ہو کر گُزرتا ہے ۔ وُہ اِن قُربانیوں

میں سے گُناہ کو نکال دیتا ہے اور جب وُہ خُدا کے پاس پہنچتی ہیں تو کامِل ہوتی ہیں۔

پُرانے عہد میں سردار کاہن اپنی پگڑی پر سامنے خالِص سونے کا پتّر باندھتا تھا جِس پر لِکھا ہوتا تھا کہ "خُداوند کے لئے مُقدّس" (خروج ۲۸: ۳۶)۔ یہ ہر اُس گُناہ کے لئے تھا جو لوگوں کی اُن قُربانیوں میں ہوتا تھا (خروج ۲۸: ۳۸)۔ بعینہٖ ہمارا سردار کاہن بھی اِنسانی خامی کے لئے جو ہماری قُربانیوں میں ہوتی ہے عمامہ پہنے ہُوئے ہے۔

تمام ایمان داروں کی کہانت ایک حقیقت ہے جِسے ہر ایک مسیحی کو سمجھنا، اُس پر اِیمان رکھنا اور اُس پر عمل کرنا چاہیئے۔ لیکن ساتھ ہی اِس کو غلط طور پر اِستعمال بھی نہیں کرنا چاہیئے۔ اگرچہ تمام ایمان دار کاہن ہیں لیکن ہر ایک کاہن کو جماعت میں منادی کرنے یا تعلیم دینے کا حق حاصِل نہیں ہے۔ کُچھ ایسی پابندیاں ہیں جِنہیں ضرور ہی پیشِ نظر رکھنا چاہیئے:

۱- عورتوں کو تعلیم دینے یا آدمیوں پر اختیار رکھنے سے منع کیا گیا ہے۔ وُہ جماعت میں خاموش رہیں (۱-تیمتھیُس ۲: ۱۲)۔

۲- جو آدمی بولے وہ ایسے بولے گویا خُدا کا کلام پیش کر رہا ہے (۱-پطرس ۴: ۱۱)۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ اُسے پُوری تسلّی ہونی چاہیئے کہ وُہ اِس وقت وُہ کلام پیش کر رہا ہے جو اِس خاص موقع پر خُدا کرتا۔

۳- جِس طرح اِنسانی جِسم کے ہر ایک عُضو کا کوئی نہ کوئی کام ہے اُسی طرح تمام ایمان داروں کو بھی کوئی نہ کوئی نِعمت ملی ہے (رومیوں ۱۲: ۶؛ ۱-کرنتھیوں ۱۲: ۷)۔ لیکن تمام نِعمتوں میں منادی کرنا شامِل نہیں ہے۔ اور نہ سب کو مبشّر، پاسٹر یا اُستاد کی خاص نعمت دی گئی ہے (اِفسیوں ۴: ۱۱)۔

۴- ایک نوجوان کو اپنی نعمت کو چمکانا چاہیئے (۲-تیمتھیس ۱: ۶)۔ اگر اُس نِعمت میں منادی کرنا، تعلیم دینا یا کِسی اَور طریقہ سے لوگوں کے ساتھ کلام کرنے کی نعمت شامِل ہے تو اُسے جماعت میں ضرور اِستعمال کرنا چاہیئے۔

۵- ایمان داروں کی کہانت کے ایک پہلُو کو ۱-کرنتھیوں ۱۴: ۲۶ میں دِکھایا گیا ہے۔ "پَس اے بھائیو! کیا کرنا چاہیئے؟ جب تُم جمع ہوتے ہو تو ہر ایک کے دِل میں مزمُور یا تعلیم یا مکاشفہ یا بیگانہ زُبان یا ترجمہ ہوتا ہے۔ سب کُچھ رُوحانی ترقّی کے لئے ہونا چاہیئے۔"

اسی باب میں اَور بھی پابندیاں ہیں جو جماعت میں امن قائم رکھنے اور ترقی کے لئے نعمتوں کے عام اِستعمال کو محدود بناتی ہیں۔ ہمیں ہر مسیحی کے کاہن ہونے کو مقامی کلیسیا میں غلط رویّے کو دُرست ثابت کرنے کے لئے آڑ نہیں بنانا چاہئے۔

۲: ۶- پطرس ابھی تک عمارت کے متعلق سوچ رہا تھا، لہٰذا وُہ خاص طور پر مسیح کے "کونے کے سرے کا پتھر" ہونے کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ وُہ یسعیاہ ۲۸: ۱۶ سے اقتباس کر کے یہ دکھاتا ہے کہ مسیح کے کونے کے سرے کے پتھر کی حیثیت کے بارے میں کلام میں پہلے ہی بتا دیا گیا تھا۔ وُہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ خُدا نے اِرادہ کر رکھا ہے کہ وُہ مسیح کو یہ لاثانی مرتبہ دے کہ وُہ "چُنا ہُوا" اور "قیمتی پتھر" ہے، اور کہ وُہ مکمل طور پر قابلِ اعتماد ہے۔ اگر کوئی شخص اُس پر ایمان لائے تو اُسے مایوسی نہیں ہوگی۔

اِس حوالے میں "کونے کے سرے کا پتھر" کے تین مطلب ہو سکتے ہیں۔ اور اِن میں سے ہر ایک کا اِطلاق خُداوند یسوع پر ہوتا ہے۔

۱- جدید فنِ تعمیر میں "کونے کے سرے کا پتھر" بُنیاد کے ایک کونے پر رکھا جاتا ہے جہاں وُہ دو دیواروں کو جوڑتا ہے۔ مسیح "کونے کے سرے کا پتھر" یعنی حقیقی بُنیاد ہے (۱- کرنتھیوں ۳: ۱۰، ۱۱)۔ جس طرح دو دیواریں ایک عمارت میں جُڑی ہوتی ہیں، اُسی طرح اُس نے ایمان لانے والے یہودیوں اور غیر قوموں کو ایک نئے اِنسان میں جوڑ دیا ہے (اِفسیوں ۲: ۱۳-۱۴)۔

۲- بعض عُلما کا خیال ہے کہ یہ پتھر محراب میں "مرکزی پتھر" ہوتا ہے جو محراب کو مکمل کرتا اور باقی عمارت کو تھامے رکھتا ہے۔ یہ تشریح بھی ہمارے خُداوند پر یقیناً صادق آتی ہے۔ وُہ محراب میں سب سے اہم پتھر ہے اور اُس کے بغیر عمارت میں کوئی قوت یا پختگی نہیں ہوگی۔

۳- تیسرا نظریہ یہ ہے کہ یہ پتھر مخروطی مینار میں چوٹی کا پتھر ہے جو سارے ڈھانچے میں سب سے بُلند پتھر ہوتا ہے۔ سارے ڈھانچے میں صرف یہی پتھر ہے جو مخروطی مینار کی شکل کا ہوتا ہے۔ یہ آخری پتھر ہے جسے اِس کی جگہ پر رکھا جاتا ہے۔ اِسی طرح مسیح کلیسیا میں چوٹی کا پتھر ہے جو حقیقتاً لاثانی پتھر ہے۔ کلیسیا اُس سے اپنا کردار حاصل کرتی ہے۔ جب وُہ واپس آئے گا تو عمارت مکمل ہوگی۔

وُہ "چُنا ہُوا" اور "قیمتی پتھر" ہے۔ وُہ اِن معنوں میں چُنا ہُوا ہے کہ خُدا نے اُسے سب

سے بڑی عزّت دینے کے لئے چُنا ہے۔ اور وُہ "قیمتی" ہے کیونکہ کوئی اس جیسا نہیں ہے۔

"جو اُس پر ایمان لائے گا ہرگز شرمندہ نہ ہوگا"۔ یسعیاہ ۲۸: ۱۶ میں جہاں سے یہ حوالہ لیا گیا اِس کا ترجمہ یُوں ہے: "جو کوئی ایمان لاتا ہے قائم رہے گا"۔ اگر اِن دونوں کو اکٹھا کر دیا جائے تو ایک شاندار وعدہ مِلتا ہے کہ وُہ جن کے پاس مسیح بطور "کونے کے سرے کا پتھر" ہے وُہ پریشان کُن تذلیل سے بَچ گئے ہیں اور قائم ہیں۔

۲: ۷۔ اِس سے پہلے کی آیات میں خُداوند یسوع کو زِندہ پتھر، ردّ کیا ہوا پتھر، قیمتی پتھر اور کونے کے سرے کا پتھر بتایا گیا ہے۔ اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسَوٹی کو اِستعمال کئے بغیر پطرس مسیح کو کسوٹی کے طور پر پیش کرتا ہے۔ کسوٹی وُہ پتھر ہے جس پر سونے کو رگڑ کر دیکھا جاتا ہے کہ اَصلی ہے یا نقلی۔

جب لوگوں کا نجات دہندہ کے ساتھ رابطہ قائم ہوتا ہے تو اُنہیں دِکھایا جاتا ہے کہ درحقیقت وُہ کیا ہیں۔ جس قسم کا وُہ اُس کے بارے میں رویّہ اختیار کرتے ہیں اُس سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ اُن کی حالت کیا ہے۔ حقیقی ایمان داروں کے لئے وُہ "قیمتی" ہے لیکن غیر ایمان دار اُسے رَدّ کر دیتے ہیں۔ زمینی خوشیوں کا مُقابلہ "ایک لمحہ کے لئے بھی مسیح سے بھرپُور زِندگی کے ساتھ نہیں کیا جا سکتا"۔ وُہ "دس ہزاروں میں ممتاز ہے" اور "از بس شیریں ہے" (غزلُ الغزلات ۵: ۱۰، ۱۶)۔

لیکن "ایمان نہ لانے والوں کے لئے" کیا رہا؟ زبُور نویس زبُور ۱۱۸ میں پیش گوئی کرتا ہے کہ اِس قیمتی پتھر کو معمار ردّ کر دیں گے لیکن بعد میں وُہ کونے کے سِرے کا پتھر ہو جائے گا۔

خُداوند یسوع نے اپنی پہلی آمد کے وقت اپنے آپ کو بنی اسرائیل کے سامنے پیش کیا۔ لیکن لوگوں اور خاص طور پر سرداروں کے دِل میں اُس کے لئے جگہ نہیں تھی۔ اُنہوں نے اُسے ردّ کر دِیا اور مصلوب ہونے کے لئے حوالہ کر دیا۔

لیکن خُدا نے اُسے مُردوں میں سے زِندہ کیا اور آسمان پر اپنے داہنے ہاتھ بِٹھایا۔ جب وُہ ردّ کیا گیا دوبارہ زمین پر آئے گا تو وُہ بطور بادشاہوں کا بادشاہ اور خُداوندوں کا خداوند آئے گا۔ اُس وقت علی الاِعلان ظاہر کیا جائے گا کہ وُہ کونے کے سرے کا پتھر ہے۔

۲: ۸۔ اب منظر کسوٹی اور کونے کے سِرے کے پتھر سے "ٹھیس لگنے کا پتھر" میں تبدیل ہوتا ہے۔ یسعیاہ نبی نے پیشین گوئی کی تھی کہ وُہ ایک ایسا "پتھر" ہوگا جس سے لوگوں کو ٹھوکر لگے گی اور گِریں گے (یسعیاہ ۸: ۱۴، ۱۵)۔

یہ اِسرائیلی قوم کی تاریخ میں لفظاً پُورا ہُوا۔ جب اُن کا المسیح آیا تو یہودیوں کو اُس کی پَیدائش اور اُس کی سادہ زِندگی سے ٹھوکر لگی۔ انہیں ایک سیاسی ہردلعزیز لیڈر اور فوجی مَردِ آہن کی ضرُورت تھی۔ اُنہوں نے مدلّل اثبات کے باوجود اُسے رد کر دیا اور موعُودہ المسیح قبول کرنے سے اِنکار کر دیا۔

لیکن اِس کا اِطلاق صِرف بنی اِسرائیل پر ہی نہیں ہوتا۔ وُہ لوگ جو یسوع پر ایمان نہیں لاتے وُہ اُن کے لئے "ٹھیس لگنے کا پتھّر اور ٹھوکر کھانے کی چٹان" بن جاتا ہے۔ لوگ یا تو توبہ اور نجات کے لئے ایمان کے ساتھ اُسے سجدہ کرتے ہیں، یا پھر اُس سے ٹھوکر کھا کر دوزخ میں گر جاتے ہیں۔ "وُہ جو اُن کی نجات کا باعث بن سکتا تھا اب اُن کے لئے سزا کا سبب بن جاتا ہے"۔ وُہ غیر جانبدار نہیں رہ سکتا۔ ضرُوری ہے کہ وُہ ہمارا نجات دہندہ بنے یا پھر مُنصِف۔

"نافرمان ہو کر کلام سے ٹھوکر کھاتے ہیں"۔ وُہ کیوں "ٹھوکر" کھاتے ہیں؟ اِس لئے نہیں کہ اُنہیں کوئی عقلی مُشکلات درپیش ہیں یا خُداوند یسوع کے بارے میں کوئی ایسی بات ہے جو اُن کا اُس پر ایمان لانا نامُمکن بنا دیتی ہے۔ وُہ اِس لئے "ٹھوکر" کھاتے ہیں کیونکہ وُہ دیدہ دانِستہ "کلام" کی نافرمانی کرتے ہیں۔ مسئلہ اِنسانی اِرادہ اور مرضی کا ہے۔ لوگ نجات کیوں نہیں پاتے اِس لئے کہ وُہ نجات پانا ہی نہیں چاہتے (یُوحنّا ۵: ۴۰)۔

آیت ۸ کا آخری حِصّہ کہ "وُہ اِسی کے لئے مقرر بھی ہُوئے" ایسا کہتا ہُوا نظر آتا ہے گویا وُہ "کلام" کی نافرمانی کرنے ہی کے لئے مقرر ہُوئے تھے۔ کیا اِس کا یہی مطلب ہے؟ نہیں۔ یہ آیت یہ سِکھاتی ہے کہ وُہ جو اپنی مرضی سے "کلام" کو رد کرتے ہیں وُہ ٹھوکر کھانے کے لئے مُقرر ہُوئے ہیں۔ یہ الفاظ کہ "اِسی کیلئے مقرر بھی ہُوئے" اِس آیت کے پہلے تمام اَلفاظ کی طرف اشارہ ہے یعنی یہ کہ "وُہ نافرمان ہو کر کلام سے ٹھوکر کھاتے ہیں"۔ خُدا نے یہ حُکم دے رکھا ہے کہ وُہ جو خُداوند یسوع کو نہیں مانتے "ٹھوکر" کھائیں گے۔ اگر ایک آدمی اپنی بے ایمانی پر قائم رہتا ہے تو پھر وُہ ٹھوکر کھانے کے لئے ہی مقرر ہُوا ہے۔ "فرمانبرداری کے لئے رضامند نہ ہونا ٹھوکر کھانے کو لازمی نتیجہ بنا دیتا ہے" (جے۔ بی۔ فلپس)۔

۲: ۹- پطرس ایک مرتبہ پھر ایمان داروں کے اِستحقاق اور مرتبے کا ذِکر کرتا ہے۔ وُہ "ایک برگُزیدہ نسل، شاہی کاہنوں کا فرقہ، مُقدّس قوم" اور خُدا کی "خاص مِلکیت" ہیں۔ خُدا نے

بنی اسرائیل سے وعدہ کیا کہ اگر وُہ اُس کی فرمانبرداری کریں گے تو یہ اعزاز اُن کو ملیں گے:

> "اگر تُم میری بات مانو اور میرے عہد پر چلو تو سب قوموں میں سے تُم ہی
> میری خاص مِلکیّت ٹھہرو گے کیونکہ ساری زمین میری ہے۔ اور تُم میرے لئے
> کاہنوں کی ایک مُملکت اور مُقدّس قوم ہو گے" (خرُوج ۱۹: ۵، ۶ الف)۔

چونکہ بنی اِسرائیل خدُا پر ایمان رکھنے سے قاصِر رہے اِس لئے وُہ خدا کی قوَم بننے کے اعزاز سے محروم ہو گئے۔ اِس فضل کے زمانہ میں کلیسیا اس مقبوُلیت کے مقام پر فائز ہے جو بنی اسرائیل نے اپنی نافرمانی کے سبب سے کھو دیا تھا۔

اِس زمانہ میں اِیمان دار خُدا کی "برگزُیدہ نسَل" ہیں۔ خدُا نے اُنہیں مسیح کی مِلکیت ہونے کے لئے بنائے عالَم سے پیشتر چُن لیا (افسیوں ۱: ۴)۔ لیکن مُشترِکہ حسب نسب اور نمایاں جسمانی خصُوصیات کی بِنا پر زمینی نسَل ہونے کی بجائے مسیحی الٰہی ولدیت اور روحانی مشابہت کی بِنا پر آسمانی لوگ ہیں۔

اِیمان دار "شاہی کاہنوں کا فرقہ" بھی ہیں۔ یہ دُوسری کہانت ہے جِس کا ذکر اس باب میں آیا ہے۔ آیت ۵ میں ایمان داروں کو مُقدّس کاہن بتایا گیا ہے جو رُوحانی قربانیاں گزُرانتے ہیں۔ اب اُنہیں "شاہی" کاہن کہا گیا ہے جو خُدا کی خوُبیاں بیان کرتے ہیں۔ بطور مُقدّس کاہن وُہ پرستش کے لئے بذریعہ ایمان آسمانی مَقدِس میں داخِل ہوتے ہیں اور بطور شاہی کاہن وُہ گواہی دینے کے لئے دُنیا میں جاتے ہیں۔ کہانت میں اِس فرق کی منظر کشی پوَلُس اور سیلاس کی قید کے دَوران کی گئی ہے۔ بطورِ مُقدّس کاہن وُہ آدھی رات کو خُدا کی حمد و تعریف کرتے تھے اور بطور "شاہی" کاہن اُنہوں نے جیل کے داروغہ کے سامنے منادی کی (اعمال ۱۶: ۲۵، ۳۱)۔

ایمان دار ایک "مُقدّس قوَم" ہیں۔ خُدا کا ارادہ تھا کہ بنی اِسرائیل ایک ایسی اُمّت ہو جو اپنی پاکیزگی سے پہچانی جائے۔ لیکن اِسرائیلیوں نے اپنے غیر قوم پڑوسیوں کے گُناہ آلوُدہ کاموں کی پیروی شرُوع کر دی۔ پس خدُا نے عارضی طور پر اُنہیں ایک طرف کر دیا اور اب کلیسیا خدُا کی "مُقدّس قوم" ہے۔

آخری نُکتہ یہ ہے کہ مسیحی ایک اَیسی "اُمّت" ہیں جو خُدا کی خاص مِلکیت ہیں۔ وُہ ایک لاثانی طریقے سے اُس کے ہیں اور اُس کی نظر میں اُن کی "خاص" قدر ہے۔

آیت ۹ کا آخری حِصّہ اُن لوگوں کی جو نئی نسل، "کاہن، قوم" اور "اُمّت" ہیں ذِمّہ داریوں کو

بیان کرتا ہے ۔ ہم اُس کی جس نے ہمیں "تاریکی سے اپنی عجیب روشنی میں بلایا ہے" خوبیاں بیان کریں گے ۔ ایک وقت تھا جبکہ ہم گناہ کی تاریکی اور شرمندگی میں بھٹک رہے تھے ۔ لیکن ایک عجیب مخلصی کے ذریعہ اُس کے پیارے بیٹے کی بادشاہی میں داخل ہو گئے ۔ روشنی اتنی صاف اور چمکدار ہے جتنی کہ تاریکی شدید تھی ۔ ہمیں اُس کی جس نے ہمارے لئے یہ سب کچھ کیا ہے کتنی حمد و تعریف کرنی چاہئے!

۲:۱۰ ۔ پطرس اِس حصّے کو ہوسیع کی کتاب سے حوالہ دے کر ختم کرتا ہے ۔ نبی کی اپنی المناک خاندانی زندگی کو ایک عملی سبق کے طور پر استعمال کرتے ہوئے، خدا اِسرائیلی قوم پر سزا کا اعلان کرتا ہے ۔ چونکہ وہ اُس کے وفادار نہ رہے تھے، اِس لئے اُس نے کہا کہ وہ اُن پر مزید رحم نہیں کرے گا اور وہ اُس کے لوگ نہیں ہوں گے (ہوسیع ۱: ۶، ۹) ۔ لیکن اسرائیل کو ایک طرف ہٹانا آخری بات نہیں تھی، کیونکہ خداوند نے یہ وعدہ بھی کر رکھا تھا کہ اِسرائیل کو بحال کیا جائے گا!

> "مَیں ... (اُس) پر رحم کروں گا اور ... کہوں گا تم میرے لوگ ہو اور
> وہ کہیں گے اَے ہمارے خداوند"! (ہوسیع ۲: ۲۳) ۔

پطرس جن لوگوں کو یہ خط لکھ رہا ہے اُن میں سے بعض اِسرائیلی قوم کا حِصّہ تھے ۔ لیکن اب وہ کلیسیا کے ممبر تھے ۔ مسیح پر ایمان لانے کے باعث وہ خدا کے لوگ بن گئے تھے جبکہ ایمان نہ لانے والے یہودی ابھی تک الگ تھے ۔

پس پطرس اپنے ہمعصر تبدیل شدہ یہودیوں کی حالت میں ہوسیع ۲: ۲۳ کی جزوی تکمیل دیکھتا ہے ۔ مسیح میں وہ خدا کے نئے لوگ بن گئے تھے اور مسیح میں اُن پر "رحمت ہوئی" ۔ خدا نے ہوسیع نبی کی معرفت جن برکات کا اِسرائیل سے وعدہ کیا تھا اُس سے یہ مٹھی بھر یہودی اسرائیلی قوم کے اُن سے لُطف اندوز ہونے سے پہلے ہی حظ اُٹھا رہے تھے ۔

پطرس کے خط میں اِس حوالہ سے کِسی کو یہ نتیجہ اخذ نہیں کرنا چاہئے کہ چونکہ اَب کلیسیا خدا کے لوگ ہیں اِس لئے خدا نے اسرائیل کو بطور قوم ردّ کر دیا ہے ۔ اور نہ کِسی کو یہ فرض کر لینا چاہیے کہ اب کلیسیا خدا کا اِسرائیل ہے یا یہ کہ خدا نے جو وعدے اِسرائیل سے کئے اُن کا اطلاق اب کلیسیا پر ہوتا ہے ۔ اِسرائیل اور کلیسیا دو الگ الگ اور فرق وجود رکھتے ہیں ۔ اِس فرق کو سمجھ لینا نبوتی کلام کی تشریح کرنے میں ایک اہم کلید ہے ۔

ابرہام کی بُلاہٹ سے المسیح کی آمد تک بنی اِسرائیل خدا کے چُنے ہوئے زمینی لوگ ہیں ۔

اِس قوم کی بغاوت اور بے وفائی اُس وقت اپنی معراج کو پہنچی جب مسیح کو صلیب پر کیلوں سے جڑا گیا۔ اِس عظیم گُناہ کی وجہ سے خدا نے بنی اِسرائیل کو عارضی طور پر ایک طرف کر دیا۔ اگرچہ وُہ اب بھی اُس کے قدیم ترین زمینی لوگ ہیں، تاہم وُہ اُس کے چُنے ہُوئے لوگ نہیں ہیں۔

موجُودہ زمانہ میں خدا کے نئے لوگ کلیسیا ہے۔ کلیسیائی زمانہ خُدا کے بنی اِسرائیل کے ساتھ سلوک میں گویا جُملۂ مُعترضہ کے طور پر ہے۔ جب یہ جُملۂ مُعترضہ ختم ہو جائے گا یعنی کلیسیا آسمان پر اُٹھا لی جائے گی تو خُدا اِسرائیل کے ساتھ پھر مُعاملت شرُوع کر دے گا۔ اُس وقت اِسرائیل کا ایمان لانے والا حِصّہ پھر خُدا کے لوگ بن جائیں گے۔

ہوسیع نبی کی پیشین گوئی کی حتمی تکمیل ہنُوز مُستقبل ہے۔ یہ مسیح کی دُوسری آمد پر وُقوع پذیر ہوگی۔ جس قوم نے المسیح کو رَدّ کیا تھا وُہ اُس پر "جس کو اُنھوں نے چھیدا ہے نظر کریں گے اور اُس کے لئے ماتم کریں گے جیسا کوئی اپنے اِکلوتے کے لئے کرتا ہے" (زکریاہ ۱۲: ۱۰)۔ تب تائب اور ایمان لانے والے اِسرائیل پر رحمت ہوگی اور ایک مرتبہ پھر وُہ خُدا کی اُمّت بن جائیں گے۔

جس نکتہ کو پطرس آیت ۱۰ میں بیان کر رہا ہے یہ ہے کہ فی زمانہ ایمان لانے والے یہُودی ہوسیع نبی کی پیشین گوئی سے پیشگی محظوظ ہو رہے ہیں جبکہ ایمان نہ لانے والے یہُودی ابھی تک خُدا سے جُدا ہیں۔ مکمّل اور آخری تکمیل اُس وقت ہو گی جبکہ "چھڑانے والا صیّون سے نِکلے گا اور بے دینی کو یعقوب سے دفع کرے گا" (۱۱: ۲۶)۔

۲۔ ایمان دار کے تعلقات (۲: ۱۱ — ۴: ۶)

ا۔ دُنیا کے ساتھ تعلقات (۲: ۱۱، ۱۲)

۲: ۱۱۔ باقی خط زیادہ تر اِس بات کو بیان کرتا ہے کہ مسیحیوں کا زِندگی کے مُختلف شعبُوں میں رویّہ کیسا ہونا چاہئے۔ پطرس، ایمان داروں کو یاد دِلاتا ہے کہ وُہ دُنیا میں "پردیسی اور مُسافر" ہیں اور اِس کی مُہر اُن کے تمام طرزِ عمل پر ہونی چاہئے۔ وُہ اِن معنوں میں "پردیسی" ہیں کہ وُہ ایک غیر مُلک میں قیام پذیر ہیں جس میں اُنہیں شہری حقُوق حاصِل نہیں۔ وُہ مُسافر اِس لحاظ سے ہیں کہ اُنہیں تھوڑے عرصہ کے لئے ایک جگہ قیام کرنا ہوتا ہے جو اُن کا مُستقِل

گھر نہیں ہوتا۔

جب ہم اِس نصیحت کو پڑھتے ہیں کہ "جسمانی خواہشوں سے پرہیز کرو" تو ہمارے ذہن میں فوراً جنسی گناہ آتے ہیں۔ لیکن اِس کا اطلاق اِس سے کہیں وسیع ہے۔ اِس کا اِشارہ کسی بھی زبردست خواہش کی طرف ہے جو خُدا کی مرضی کے مُطابق نہیں ہوتی۔ اِس میں حد سے زیادہ کھانا پینا، زیادہ سونا، زیادہ سے زیادہ مادّی اشیا جمع کرنے کے پیچھے بھاگنا یا دُنیاوی عیش و عشرت کے لئے بے قرار رہنا شامِل ہیں۔ یہ تمام چیزیں ہماری رُوحانی صحت سے ختم نہ ہونے والی جنگ شرُوع کر دیتی ہیں۔ یہ ہماری خُدا کے ساتھ رفاقت میں رُکاوٹ بنتی ہیں۔ یہ ہماری رُوحانی ترقی روک دیتی ہیں۔

۲:۱۲۔ ہمیں نہ صِرف جسمانی کاموں میں نظم و ضبط کا مظاہرہ کرنا چاہئے بلکہ "غیر قوموں میں اپنا چال چلن نیک" رکھیں یعنی غیر مسیحیوں میں۔ اِس زمانہ میں ہمیں دُنیا کے مُطابق اپنے اپنے آپ کو نہیں ڈھالنا چاہئے۔ ہمیں ڈھول کی ایک مختلف تال پر قدم بڑھانا چاہئے۔

خواہ کچھ بھی ہو ہم پر ضرُور نکتہ چینی ہوگی۔ ارڈمین لکھتا ہے کہ جس وقت پطرس نے یہ خط لکھا تو

> "...مسیحیوں پر اِلزام لگایا جاتا تھا کہ وہ بے دِین ہیں کیونکہ وہ بُت پرستوں کے دیوتاؤں کی پرستش نہیں کرتے، وہ پس ماندہ ذہن اور تارکُ الدُّنیا ہیں کیونکہ وہ مقبولِ عام بُرائیوں سے دُور بھاگتے ہیں، وہ حکومت کے غدّار ہیں کیونکہ وہ ایک آسمانی بادشاہ کے ساتھ وفاداری کا دعویٰ کرتے ہیں۔"

اِس قسم کی نکتہ چینی سے محفوظ نہیں رہا جا سکتا۔ لیکن ایمان داروں کو کسی حالت میں بھی اِن الزامات کا دِفاع نہیں کرنا چاہئے۔ اِن کا انکار صِرف مسلسل نیک کام کرتے رہنے سے کرنا چاہئے۔ تب الزام لگانے والا "مُلاحظہ کے دِن خُدا کی تمجید" کرنے پر مجبُور ہو جائے گا۔

"مُلاحظہ کا دِن" وہ ہے جبکہ خُداوند کسی کے پاس آتا ہے، خواہ یہ آمد فضل میں ہو خواہ سزا دینے کے لئے۔ یہ ترکیب لُوقا ۱۹:۴۱-۴۴ میں استعمال ہوتی ہے۔ یسُوع، یرُوشلیم پر رویا کیونکہ اُس نے مُلاحظہ کے دِن کو نہ پہچانا تھا یعنی یرُوشلیم نے یہ محسُوس نہ کیا کہ المسیح، محبّت اور رحمت میں آ چکا ہے۔ یہاں اِس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے: (۱) وہ دِن جبکہ خُدا کا فضل نکتہ چینوں کے پاس آئے گا اور وہ بچ جائیں گے یا (۲) عدالت کا وہ دِن جبکہ

غیر نجات یافتہ خُدا کے حضور کھڑے ہوں گے۔

ترسیس کا ساؤل پہلی تشریح کی مثال ہے۔ وُہ ستفنس پر الزام لگانے والوں میں شامل تھا لیکن ستفنس کے نیک کام مُخالفت پر غالب آئے۔ جب دمشق کی راہ پر خُدا اپنی رحمت میں اُس کے پاس آیا تو تائب فریسی نے خُدا کو جلال دِیا اور ستفنس کی طرح آگے بڑھا اور مسیح سے معمُور زِندگی سے دُوسروں پر اثرانداز ہُوا۔ جو وِٹ کہتا ہے:

> خوبصُورت زِندگی جلالی خُداوند کی تعظیم کرنے کے لئے آدمیوں کو اُبھارتی ہے۔ جب وُہ خُدا کو اِنسانی زِندگی میں موجُود دیکھتے ہیں تو وہ بھی آسمانی رفاقت میں شامل ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ ہماری خوش بیانی سے مرعُوب نہیں ہوتے بلکہ ہمارے رویّہ کی تابانی سے۔ جب ہم نیک زِندگی بسر کرتے ہیں تو نادان آدمیوں کی جہالت کی باتوں کو بند کر دیتے ہیں اور اُن کی یہ خاموشی اُن کے لئے زِندگی میں بُلند نظر تقدیس کی پہلی سٹیج ہوتی ہے۔

دُوسری تشریح میں یہ خیال پایا جاتا ہے کہ غیر نجات یافتہ لوگ عدالت کے دِن "خُدا کی تمجید" کرنے پر مجبُور ہو جائیں گے۔ اُن کے پاس کوئی عُذر نہیں ہوگا کیونکہ اُنہوں نے نہ صِرف خوشخبری کو سُنا ہی تھا بلکہ اپنے مسیحی رِشتہ داروں، دوستوں اور پڑوسیوں کی زِندگی میں دیکھا بھی تھا۔ تب خُدا اپنے فرزندوں کے بے عَیب کردار سے ظاہر ہوگا۔

ب۔ حکُومت کے ساتھ تعلقات (۲: ۱۳- ۱۷)

۲: ۱۳- اگلی پانچ آیات مسیحیوں کے حکُومت کے ساتھ تعلقات کے بارے میں ہیں۔ یہاں کلیدی لفظ "تابع رہو" ہے۔ دَرحقیقت اِس خط میں تابع رہنے کے بارے میں حُکم چار مرتبہ آیا ہے۔

شہری اپنی حکُومت کے "تابع" رہیں (۲: ۱۳)۔
غُلام اپنے آقاؤں کے "تابع" رہیں (۲: ۱۸)۔
بیویاں اپنے خاوندوں کے "تابع" رہیں (۳: ۱)۔
جوان ایمان دار، بزرگوں کے "تابع" رہیں (۵: ۵)۔

لائل کہتا ہے:

مسیحیوں کا اپنے ستانے والوں، بدنام کرنے والوں اور نکتہ چینی کرنے والوں کو آخری جواب یہ ہے کہ اُن کی زِندگی بے عیب ہو، وُہ اِلزام لگنے سے ماورا ہوں اور اچھے شہری ہوں - تابع رہنا مسیح جیسی ایک بہت بڑی خوبی ہے -

اِنسانی حکومتیں خُدا مقرر کرتا ہے (رومیوں ۱۳: ۱) - حاکم خُدا کے خادِم ہیں (رومیوں ۱۳: ۴) - اگر حاکم ایمان دار نہ بھی ہوں تو بھی وُہ سرکاری طور پر خُدا کا آدمی ہے - اگر وُہ ڈکٹیٹر اور جابر ہیں تو بھی اُن کی حکومت، احکومت نہ ہونے سے بہتر ہے - قانون کا نہ ہونا لاقانونیت ہے اور کوئی بھی سماج قانون کے بغیر زِندہ نہیں رہ سکتا - پس کسی بھی حکومت کا ہونا حکومت کے نہ ہونے سے بہتر ہے - ضابطہ اور قانون افراتفری سے بہتر ہیں - ایمان داروں کو "خُداوند کی خاطر" ہر ایک اِنسانی حکومت کے "تابع" ہونا چاہیئے - یہ کرنے سے وُہ اُس کی مرضی پوری کرتے ہیں اور ایک ایسا کام کر رہے ہوتے ہیں جس سے وُہ خوش ہوتا ہے - اِن ہدایات کا اِطلاق کسی شہنشاہ پر ہوتا ہے یا اُس پر جو سب سے بڑا حاکم ہے - اگر اتفاقاً نیرو تخت پر بیٹھا ہو تو عام نصیحت یہی ہے کہ اُس کی بھی تابعداری کی جائے -

۲: ۱۴- تابعداری کے حُکم کا اِطلاق چھوٹے "حاکموں" مثلاً گورنر پر بھی ہوتا ہے - خُدا نے اُنہیں مجرموں کو "سزا" دینے اور اُن کی جو قانون کی پابندی کرتے ہیں "تعریف" کرنے کا اِختیار دِیا ہے - درحقیقت، سرکاری افسروں کے پاس کسی کی تعریف کرنے کے لئے وقت یا رُجحان ہی نہیں ہوتا، لیکن اِس سے مسیحی کی تابع فرمانی کرنے کی ذِمّہ داری ختم نہیں ہو جاتی!

لیکن اِس میں اِستثنا اور چھوٹ بھی پائی جاتی ہے - کبھی ایسا وقت بھی آسکتا ہے جبکہ تابع فرمانی کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی - اگر کوئی حکومت ایک ایمان دار کو خُدا کی ظاہر شُدہ مرضی کے خِلاف کام کرنے کو کہے تو اُسے اِس حُکم کو ہرگز نہیں ماننا چاہیئے - اُس وقت اُسے اِنسان کی بجائے خُدا کی تابعداری کرنی چاہیئے (اعمال ۵: ۲۹) - اگر اُسے اِس نافرمانی کی سزا دی جاتی ہے تو بہادری سے برداشت کرنا چاہیئے - اُسے کسی صورت میں حکومت کے خِلاف کام کرنے یا اُس کا تختہ اُلٹنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے -

ایک لحاظ سے وُہ لوگ جو ایسے مُلکوں میں بائبل سمگل کرتے ہیں جہاں بائبل کا داخلہ ممنوع ہے قانون کو توڑتے ہیں - لیکن وُہ ایک ایسے قانون کی فرمانبرداری کرتے ہیں جو اِنسانی قانون سے افضل ہے یعنی اِس حُکم کی کہ تمام مُلکوں میں خوشخبری کو پھیلاؤ - پس اُن کی کلام کی بُنیاد پر مذمت

نہیں کی جا سکتی۔

فرضاً حکومت ایک مسیحی کو فوج میں بھرتی ہونے کا حکم دیتی ہے۔ کیا اُسے یہ حکم ماننا اور ہتھیار اُٹھانا چاہئے؟ اگر وہ محسوس کرتا ہے کہ یہ خُدا کے کلام کی براہِ راست مخالفت ہے تو پہلے اُسے غیر لڑاکا شعبہ میں بھرتی ہونے کی درخواست کرنی چاہئے۔ اگر یہ کوشش بارور نہ ہو تو پھر اُسے حکم عدولی کرنی ہو گی اور اِس کا نتیجہ بھی بھگتنا ہو گا۔

متعدد ایمان دار یہ سمجھتے ہیں کہ فوج میں خدمت کرنا درست نہیں۔ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس میں ہر ایک کو اپنے طور پر قائل ہونا چاہئے اور دُوسروں کو بھی اُس سے اِتفاق نہ کرنے کی پُوری آزادی مِلنی چاہئے۔

یہ سوال کہ مسیحیوں کو ووٹ دینا اور سیاست میں حصّہ لینا چاہئے ایک مختلف نوعیت کا ہے۔ حکومت اِس کا مطالبہ نہیں کرتی، اِس لئے یہاں تابع فرمانی یا نافرمانی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہر ایک کو بائبل میں شہریت کے بارے میں جو اصول دِئے گئے ہیں اُن کی روشنی میں فیصلہ کرنا چاہئے۔ یہاں بھی ہمیں دُوسروں کو مختلف نظریہ رکھنے کی آزادی دینی چاہئے اور یہ اِصرار نہیں کرنا چاہئے کہ وُہ ضرور ہی ہم سے اِتفاق کریں۔

۱۵:۲- خُدا کی "مرضی" یہ ہے کہ اُس کے لوگ ایسی باعِزّت اور بے عیب زِندگی بسر کریں کہ بے ایمانوں کے پاس اُن پر اِلزام لگانے کی کوئی جائز بنیاد نہ ہو۔ مثالی چال چلن کی زندگی بسر کرنے کے ذریعہ مسیحیوں کو "نادانوں" کے مسیحیت پر لگائے گئے اِلزاموں کی "جہالت" کا پردہ فاش کرنا چاہئے۔

مسیحیوں اور مسیحی ایمان پر "نادان" آدمی اپنی "جہالت" میں لگاتار بمباری کرتے رہتے ہیں۔ یہ یُونیورسٹی کے کلاس روم میں، سائنس کی لیبارٹری میں یا پلپٹ سے ہو سکتی ہے۔ پطرس کہتا ہے کہ اِس قِسم کی بمباری کا بہترین جواب پاک زِندگی ہے۔

۱۶:۲- اپنے آپ کو "آزاد" جانیں۔ ہم سِول حُکّام کے غُلام نہیں ہیں۔ ہمیں غُلامی یا خوف میں زِندگی بسر نہیں کرنی ہے۔ ہم خُداوند کے آزاد بندے ہیں۔ لیکن اِس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم گناہ کرنے کے لئے بھی آزاد ہیں۔ "آزادی" کا مطلب گُناہ کرنے کا کُھلا لائسنس نہیں ہے۔ اور نہ آزادی میں لاقانونیت ہی شامِل ہے۔ چنانچہ ہمیں اپنی آزادی کو بدی کرنے کے لئے آڑ نہیں بنانا چاہئے۔ بدی کو کبھی بھی جعلی رُوحانی بہانوں کے ذریعہ درست قرار نہیں دینا چاہئے۔ مسیح کے

کام کو کبھی بھی) مذہب کے لبادے میں بدی کے ذریعہ آگے نہیں بڑھایا جا سکتا۔

اگر ہم "خدا کے بندوں" کے طور پر زندگی بسر کرتے ہیں تو حکام کے ساتھ ہمارے تعلقات خود بخود درست ہو جائیں گے۔ ہم اُس کی حضوری کی روشنی میں کام کرتے، تمام باتوں میں اُس کی فرمانبرداری کرتے اور سب کچھ اُس کے جلال کے لئے کرتے ہیں۔ ایمان دار جو خداوند کے بندے کے طور پر زندگی بسر کرتا ہے سب سے اچھا شہری ہوتا ہے۔ بدقسمتی سے کوئی بھی حکومت یہ محسوس نہیں کرتی کہ وہ ایمان داروں کی جو بائبل پر ایمان رکھتے اور اُس کی تابع فرمانی کرتے ہیں کتنی زیادہ مقروض ہے۔

۲: ۱۷۔ زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں ہے جو مسیحی ذمہ داری کے دائرہ میں نہ آتا ہو۔ پس پطرس یہاں چار چھوٹے چھوٹے حکم دیتا ہے:

"سب کی عزت کرو"۔ ہم ہر وقت اُن کے الفاظ یا رویہ کی "عزت" نہیں کر سکتے لیکن ہم یہ یاد رکھ سکتے ہیں کہ ایک زندگی کُل دُنیا سے کہیں زیادہ قدر و قیمت رکھتی ہے۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیئے کہ ہر ایک شخص خدا کی صورت اور شبیہ پر پیدا ہوا ہے۔ پھر ہمیں یہ بھی فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ خداوند یسوع نے سب سے نااہل شخص کے لئے بھی اپنا خون بہایا ہے۔

"برادری سے محبت رکھو"۔ ہمیں سب سے محبت رکھنی ہے لیکن ہمارا خاص فرض یہ ہے کہ اپنے رُوحانی خاندان کے ممبروں سے محبت رکھیں۔ یہ محبت ویسی ہی ہے جیسی خدا ہم سے رکھتا ہے۔ ہم اُس کے حقدار نہیں۔ وہ محبت سے محروم لوگوں تک پہنچتی ہے اور موت سے زیادہ طاقتور ہے۔

"خدا سے ڈرو"۔ ہم اُس سے اُس وقت ڈرتے ہیں جب کہ اُس کا بطور سب سے بڑا خداوند احترام کرتے ہیں۔ چنانچہ اُس کو جلال دینا ہماری اولین ترجیح بن جاتی ہے۔ ہم ہر وہ کام کرنے سے ڈرنے لگتے ہیں جس سے وہ ناخوش ہوتا ہے۔ ہم اُسے لوگوں کے سامنے غلط انداز سے پیش کرنے سے ڈرتے ہیں۔

"بادشاہ کی عزت کرو"۔ پطرس پھر انسانی حاکموں کے موضوع کی طرف آتا ہے۔ ہمیں اپنے حاکموں کی بطور ایسے عہدہ دار عزت کرنی چاہیئے جنہیں خدا نے مقرر کیا ہے کہ وہ ایک شائستہ سوسائٹی قائم کریں۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ "جس کو خراج چاہیئے خراج دو۔ جس کو محصول چاہیئے محصول دو۔ جس سے ڈرنا چاہیئے اُس سے ڈرو" (رومیوں ۱۳: ۷)۔ عام طور پر مسیحی کسی بھی

قسم کی حکومت کے ماتحت رہ سکتے ہیں۔ انہیں صرف اُس وقت ہی نافرمانی کرنی چاہئے جبکہ اُنہیں خداوند یسوع کی نافرمانی کرنے کو کہا جائے۔

ج۔ نوکر کے اپنے مالک کے ساتھ تعلقات (۲:۱۸-۲۵)

۲:۱۸۔ یہ بڑی اہم بات ہے کہ نئے عہدنامہ میں بادشاہوں کی نسبت "نوکروں" کو زیادہ ہدایات دی گئی ہیں۔ اوّلین مسیحیوں میں اکثریت "نوکروں" کی تھی۔ وہ سوسائٹی میں درمیانے یا نچلے درجے کے لوگ تھے (متی ۱۱:۵؛ مرقس ۱۲:۳۷؛ ۱-کرنتھیوں ۱:۲۶-۲۹)۔

اِس حوالے میں گھریلو "نوکروں" کو مخاطب کیا گیا ہے لیکن یہاں دیئے گئے اصولوں کا اطلاق ہر قسم کے ملازمین پر ہوتا ہے۔ بنیادی اپیل یہ ہے کہ اپنے مالکوں کی پوری عزت کے ساتھ فرمانبرداری کرو۔ یہ زندگی کی ایک مانی ہوئی حقیقت ہے کہ کسی بھی سماج یا تنظیم میں اختیار ایک کے پاس ہوتا ہے اور دوسروں سے اُس اختیار کی تابعداری کرنے کی اُمید کی جاتی ہے۔ یہ نوکروں کے اپنے حق میں اچھا ہے کہ وہ اپنے مالکوں کا حکم مانیں ورنہ انہیں ملازمت نہیں ملے گی۔ لیکن مسیحیوں کا اِس سے کہیں زیادہ فرض ہے کہ وہ اپنے مالکوں کی فرمانبرداری کریں۔ اِس کا تعلق اُس کی تنخواہ سے نہیں ہے بلکہ اِس پر اُس کی گواہی کا انحصار ہے۔

فرمانبرداری کو مالک کے مزاج کے مطابق بدلتے نہیں رہنا چاہئے۔ اگر مالک "نیک اور حلیم" ہیں تو ہر شخص اُس کی فرمانبرداری کر سکتا ہے۔ ایمانداروں کو اِس سے آگے بڑھنے کو کہا گیا ہے۔ اُنہیں "بدمزاج" اور ناقابلِ برداشت مالکوں کی بھی عزت اور تابع فرمانی کرنی چاہئے۔ یہ مسیحیوں کا نمایاں اور امتیازی رویّہ ہے۔

۲:۱۹۔ جب ہم "بے انصافی" سے ناحق دُکھ اُٹھاتے ہیں تو خدا ہمارے رویّہ کی تصدیق کرتا ہے۔ جب ہم اپنے آپ کو سچّا ثابت کئے یا اپنا ردِّعمل ظاہر کئے بغیر ناحق دُکھ برداشت کرتے ہیں تو خدا خوش ہوتا ہے۔ جب ہم حلیمی کے ساتھ ناواجب سلوک کو برداشت کر لیتے ہیں تو ہم مسیح کو ظاہر کرتے ہیں اور اِس مافوق الفطرت زندگی پر خدا ہمیں "شاباش" کہتا ہے۔

۲:۲۰۔ اپنے بُرے کاموں کے باعث صبر سے دُکھ اُٹھانا کوئی خوبی نہیں ہے۔ نیز اِس سے یقیناً خدا کو جلال نہیں ملتا۔ اِس قسم کے دُکھ ہمیں کبھی بھی مسیحی ظاہر نہیں کرتے اور نہ دُوسرے یہ دیکھ کر مسیح کے پاس آنا چاہیں گے۔ لیکن اچھے کاموں کے باعث "صبر" سے

دُکھ اُٹھانے کی بڑی قدر ہے - یہ اِتنی غیر فطری بات ہے کہ اِسے دیکھ کر لوگ اپنے گُناہ کے قائل ہو کر نجات کے اُمّید وار بن جاتے ہیں -

۲:۲۱ - ایمان داروں کے "نیکی کر کے دُکھ پانے" کے خیال سے ہمارا ذہن خود بخود خُداوند یسُوع کے عظیم "نمونہ" کی طرف منتقل ہو جاتا ہے - اُس کے ساتھ جتنا ناروا سلوک ہوا کسی کے ساتھ بھی نہیں ہوا اور نہ کبھی کسی نے اِتنے صبر سے برداشت ہی کیا ہے -

ہمیں کہا گیا ہے کہ ہم بھی اُسی طرح کریں جیسے اُس نے کیا یعنی دُوسروں کی غلطیوں کے لئے دُکھ اُٹھائیں - یہاں لفظ "نمونہ" میں ہُو بہُو نقل کرنے کا خیال پایا جاتا ہے - طالب علم کسی تصویر کو ہُو بہُو نقل کرنے کی کوشش کرتے ہیں - جب وُہ احتیاط سے تصویر کی نقل کرتے ہیں تو اُن کی تصویر اچھی بنتی ہے - لیکن جب وُہ اُس سے دُور ہٹ جاتے ہیں تو نقل خراب ہو جاتی ہے - ہماری حفاظت اِسی میں ہے کہ اصل کے قریب رہیں -

۲:۲۲ - ہمارے خُداوند نے اپنے گُناہوں کے لئے دُکھ نہیں اُٹھایا کیونکہ اُس میں کوئی گُناہ تھا ہی نہیں - وُہ "گُناہ سے واقف نہ تھا" (۲-کرنتھیوں ۵:۲۱) - "نہ اُس نے گُناہ کیا" (ا-پطرس ۲:۲۲) - "اُس کی ذات میں گُناہ نہیں" (ا-یُوحنّا ۳:۵) -

اُس کی باتوں میں "مکر" نہیں تھا - اُس نے کبھی جھُوٹ نہیں بولا، اور نہ کبھی سچّائی پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی - اِس پر غور و فکر کیجئے! اِس کرۂ ارض پر ایک ایسا آدمی بھی تھا جو سَو فیصد دیانت دار اور چالاکی یا "مکر" سے قطعی پاک تھا -

۲:۲۳ - وُہ اِشتعال انگیزی کے وقت بھی صبر سے کام لیتا تھا - "وُہ گالیاں کھا کر گالی نہیں دیتا تھا" - جب اُس پر الزام لگائے جاتے تو وُہ پلٹ کر جواب نہیں دیتا تھا اور نہ اپنا دِفاع کرتا تھا - وُہ ایک عجیب طریقے سے اپنے آپ کو سچّا ثابت کرنے کی خواہش سے دُور رہتا تھا - ایک نامعلوم مُصنّف لکھتا ہے :

> "جب لوگ ہمیں بلا وجہ مُلزم ٹھہراتے ہیں اور ہم خاموش رہتے ہیں تو یہ ایک گہری اور سچّی فروتنی کا نشان ہے - بے عزّتی اور زیادتی کے وقت خاموش رہنا ہمارے خُداوند کی ایک اچھی نقل ہے - جب ہم اپنے آپ کو سچّا ثابت کرنے کی کوشش کرتے اور عُذر پیش کرتے ہیں تو کیا ہمیں یاد ہوتا ہے کہ مسیح نے مختلف طریقوں سے دُکھ اُٹھایا جن کا وُہ حقدار نہ تھا؟"

"نہ دُکھ پاکر کسی کو دھمکاتا تھا"۔ اُس کی خاموش زُبان سے کبھی کوئی سخت اور دھمکی آمیز لفظ نہیں نکلا۔ غالباً اُس کے قاتلوں نے اُس کی خاموشی کو کمزوری سمجھا۔ اگر وُہ گہری نظر سے دیکھتے تو اُنہیں علم ہو جاتا کہ وُہ کمزوری نہیں تھی بلکہ فوق الفِطرت قوُت!

اِس قِسم کی بدسلُوکی برداشت کرنے کے لئے اُس کے پوشیدہ ذرائع کیا تھے؟ خُدا پر بھروسا جو "سچا اِنصاف کرنے والا" ہے۔ اور ہمیں بھی یہی کُچھ کرنے کو کہا گیا ہے :

> "اے عزیزو! اپنا انتقام نہ لو بلکہ غضب کو موقع دو کیونکہ یہ لکھا ہے کہ خُداوند فرماتا ہے اِنتقام لینا میرا کام ہے۔ بدلہ مَیں ہی دُوں گا۔ بلکہ اگر تیرا دُشمن بھُوکا ہو تو اُس کو کھانا کِھلا۔ اگر پیاسا ہو تو اُسے پانی پِلا کیونکہ ایسا کرنے سے تُو اُس کے سر پر آگ کے انگاروں کا ڈھیر لگائے گا۔ بدی سے مغلُوب نہ ہو بلکہ نیکی کے ذریعہ سے بدی پر غالب آؤ" (رومیوں ۱۲: ۱۹-۲۱)۔

۲: ۲۴- نجات دہندہ کے دُکھ نہ صِرف مِثالی تھے بلکہ تلافی کا باعث بھی تھے۔ اِس سِلسلے میں ہم اُس کے دُکھوں کی نقل نہیں کر سکتے اور نہ پطرس ہمیں ایسا کرنے کو کہتا ہے۔ اِس کے برعکس بحث کُچھ یُوں ہے : نجات دہندہ کے دُکھ اُس کے گناہوں کی وجہ سے اُس پر نہیں آئے کیونکہ وُہ بے گُناہ تھا۔ وُہ "ہمارے گُناہوں" کے بدلے مصلوب ہوُا۔ چُونکہ اُس نے "ہمارے گناہوں" کے لئے ہمیشہ کے لئے دُکھ اُٹھا لیا ہے، اِس لئے ہمیں اپنے آپ کو اُس حالت میں نہیں ڈالنا چاہیئے جہاں ہمیں اُن کے لئے دُکھ اُٹھانا پڑے۔ یہ حقیقت کہ وُہ اُن کے لئے مَرا ہمیں بھی اُن کی طرف سے مَرنے کے لئے اُبھارے۔ ہم نہ صِرف گُناہ کی طرف سے مَریں، بلکہ "راست بازی کے اعتبار سے جِئیں" بھی۔

"اُسی کے مار کھانے سے تُم نے شِفا پائی"۔ جبکہ ہماری شِفایابی کے لئے نجات دہندہ کو اِتنا دُکھ اُٹھانا پڑا تو گُناہ کے بارے میں ہمارا رویّہ کیا ہونا چاہیئے؟ تھیوڈور ایپ تبصرہ کرتا ہے :

> "یہ شِفا کا ایک عجیب اور نیا طریقہ ہے۔ ڈاکٹر کو دُکھ اُٹھانا پڑا تو مریض کو شِفا مِل گئی"۔

۲: ۲۵- اپنی تبدیلی سے پہلے ہم "بھیڑوں کی طرح بھٹکتے پھرتے تھے"۔ گُمراہ، زخمی، خوُن رِس رہا تھا۔ بھٹکی بھیڑ کے بارے میں پطرس کے یہ چھ حوالے یسعیاہ باب ۵۳ کے آخری حِصّہ میں ہیں :

آیت ۲۱- "مسیح بھی تُمہارے واسطے دُکھ اُٹھا کر . . . " (قب یسعیاہ ۵۳: ۴، ۵)۔

آیت ۲۲ "نہ اُس نے گُناہ کیا اور نہ اُس کے مُنہ سے کوئی مکر کی بات نِکلی"
(قب یسعیاہ ۵۳: ۹)۔

آیت ۲۳ "نہ وُہ گالیاں کھا کر گالی دیتا تھا" (قب یسعیاہ ۵۳: ۷)۔

آیت ۲۴ "وُہ آپ ہمارے گُناہوں کو اپنے بدن پر لئے ہُوئے صلیب پر چڑھ گیا"
(قب یسعیاہ ۵۳: ۴، ۱۱)۔

آیت ۲۴ "اُسی کے مار کھانے سے تُم نے شفا پائی" (قب یسعیاہ ۵۳: ۵)۔

آیت ۲۵ "پہلے تُم بھیڑوں کی طرح بھٹکتے پھرتے تھے" (قب یسعیاہ ۵۳: ۶)۔

جب ہم بچ جاتے ہیں تو چرواہے کے پاس آجاتے ہیں ——— اچھا چرواہا جس نے اپنی جان اپنی بھیڑوں کے لئے دی (یُوحنّا ۱۰: ۱۱)، بڑا چرواہا "جو اپنے اُس گلّے کی جس کے لئے اُس نے اپنا خُون بہایا بڑی محنت مشقت اور تھکے بغیر خبر گیری کرتا ہے"، اور سردار گلہ بان جو جلد ہی واپس آئے گا تاکہ اپنی بھیڑوں کو آسمان پر ہری ہری چراگاہوں میں لے جائے جہاں سے وُہ کبھی نہ بھٹکیں گی۔

نجات کا مطلب "اپنی رُوحوں" کے گلہ بان کے پاس واپس آنا ہے۔ ہم اُس کی مخلوق ہیں لیکن گُناہ کی وجہ سے گمراہ ہو گئے۔ اب ہم پھر اُس کی حفاظت میں آگئے اور ہمیشہ کے لئے محفوظ ہیں۔

د۔ بیوی کے اپنے خاوند کے ساتھ تعلقات

(۳: ۱-۶)

۳: ۱-۲ ۔ پطرس نے اِس بات پر زور دیا کہ مسیحیوں کا فرض ہے کہ وُہ انسانی حکومت اور اپنے مالکوں کی فرمانبرداری کریں۔ اب وُہ "بیویوں" کے اپنے "شوہروں" کے تابع رہنے کے بارے میں بیان کرتا ہے۔

ہر ایک بیوی کو اپنے خاوند کے خواہ وُہ ایمان دار ہے یا نہیں "تابع" رہنا چاہئے۔ خُدا نے آدمی کو سربراہ مقرر کیا ہے اور اس کی مرضی ہے کہ بیوی اپنے خاوند کے اختیار کو مانے۔ خاوند اور بیوی کے درمیان تعلقات مسیح اور کلیسیا کے درمیان تعلقات کی تصویر ہیں۔ بیوی کو اپنے خاوند کی اُسی طرح تابع فرمانی کرنی چاہئے جیسے کلیسیا کو مسیح کی۔

اِس جدید دَور میں خواتین اُس مقام تک پہنچ رہی ہیں جہاں وہ مَردوں پر اِختیار رکھنے لگی ہیں اور ہماری سوسائٹی بھی عورتوں کی سرداری کی حامی بنتی جا رہی ہے۔ بہت سی کلیسیاؤں میں عورتیں مَردوں کی نسبت زیادہ سرگرم اور قابِل نظر آتی ہیں۔ لیکن خُدا کا کلام قائم ہے۔ مَرد کی سرداری الٰہی حُکم ہے۔ خواہ اِس سِلسلے میں دلائِل کِتنے ہی پُختہ کیوں نہ نظر آتے ہوں بالآخر جب عورتیں مَردوں پر اختیار رکھنے لگیں گی تو اِس کا نتیجہ ماسوا مُشکلات اور افراتفری کے کُچھ نہ نِکلے گا۔

اگر خاوند ایمان دار نہیں تو بھی بیوی کو اُسے اپنا سر براہ تسلیم کرنا چاہیئے۔ یہ مسیح پر اُس کے ایمان کی اُس کے لئے گواہی ہوگی۔ اُس کا بطور بیوی فرمانبردار، پُرمحبّت اور مخلصانہ کِردار اپنے خاوند کو نجات دہندہ کے لئے جیتنے کا باعث بن سکتا ہے۔

اور وہ اُسے "بغیر کلام کے" بھی جیت سکتی ہے۔ اِس کا مطلب ہے کہ بیوی کو اپنے خاوند کو متواتر کلام سُناتے رہنے کی ضرورت نہیں۔ وہ بیویاں جو ہر وقت خوشخبری کے بارے میں اپنے خاوندوں کے پیچھے پڑی رہتیں اور اُن کا ناک میں دَم کئے رکھتی ہیں بہت نقصان کا باعث بنتی ہیں۔ یہاں اِس بات پر زور دِیا گیا ہے کہ بیویاں اپنے خاوندوں کے سامنے ہر روز مسیحی زِندگی بسر کرنے سے اُنہیں جیتیں۔

لیکن فرض کریں ایک خاوند اپنی بیوی کی مسیحی زِندگی میں رُکاوٹ بنتا ہے تو اُسے کیا کرنا چاہیئے؟ اگر وہ اُسے کلام کے کِسی واضح حُکم کو ماننے سے اِنکار کرنے کے لئے کہتا ہے تو وہ خاوند کا حُکم نہ مانے بلکہ خُداوند کے ساتھ وفادار رہے۔ لیکن اگر اِس کا تعلق صاف مسیحی حُکم کی بجائے کِسی مسیحی اِستحقاق سے ہے تو وہ اپنے خاوند کی بات مانے اور اپنے اِستحقاق سے دستبردار ہو جائے۔

جب پطرس کِسی ایمان دار عورت کی کِسی غیر ایمان دار آدمی سے شادی کے بارے میں بیان کرتا ہے تو وہ غیر ایمان داروں سے شادی کے ساتھ اِتفاق نہیں کر رہا ہے۔ یہ خُدا کی کبھی مرضی نہیں ہے۔ یہاں وہ بنیادی طور پر اُن بیویوں کے بارے میں بات کر رہا ہے جو شادی کے بعد مسیح کے پاس آئی تھیں۔ اُن کا فرض ہے کہ وہ اپنے غیر اِیمان دار خاوند کے بھی تابع رہیں۔

ممکن ہے کہ ایک غیر نجات یافتہ خاوند اپنی بیوی کا "پاکیزہ چال چلن" اور خوف دیکھ کر متاثر ہو جائے۔ اور ہو سکتا ہے کہ پاک رُوح اِس کے ذریعہ اُسے اُس کے گناہوں کی طرف سے قائِل

کرے اور وُہ مسیح پر ایمان لے آئے۔

جارج مُلّر نے ایک دولت مند جرمن کے بارے میں بتایا جس کی بیوی بڑی سرگرم مسیحی تھی۔ وُہ سخت شرابی تھا اور رات گئے تک شراب خانہ میں بیٹھا رہتا تھا۔ بیوی نوکر کو سونے کے لئے بھیج دیتی لیکن خود اُس کے اِنتظار میں بیٹھی رہتی، اور جب وُہ آتا تو اُسے خوش آمدید کہتی۔ اُس نے اُس سے نہ تو کبھی شکوہ کیا اور نہ کبھی اُسے بُرا بھلا کہا۔ بعض اوقات تو وُہ اُس کے کیچڑ میں لت پت کپڑے تبدیل کرتی اور بِستر میں لِٹا دیتی۔

ایک رات اُس نے شراب خانہ میں اپنے ہم مشربوں سے کہا "مَیں شرط لگاتا ہُوں کہ اگر ہم اِس وقت گھر جائیں تو میری بیوی بیٹھی میرا اِنتظار کر رہی ہوگی۔ وُہ دروازہ پر آئے گی اور ہمارا شاہانہ اِستقبال کرے گی اور اگر ہم کہیں تو وُہ رات کا کھانا بھی تیار کر دے گی"۔

پہلے تو اُس کے دوستوں نے یقین نہ کیا لیکن پھر اُنہوں نے اُس کے ساتھ جا کر دیکھنے کا فیصلہ کیا۔ وُہ واقعی دروازہ پر موجود تھی۔ اُس نے اُنہیں خوش آمدید کہا اور خوشی خوشی اُن کے لئے کھانا تیار کرنے لگی۔ اُس کے چہرہ پر خفگی کا ذرّہ بھر بھی نشان نہیں تھا۔ پھر وُہ اُن کو کھانا پیش کرنے کے بعد اپنے کمرہ میں چلی گئی۔ جُونہی وُہ وہاں سے رُخصت ہوگئی ایک دوست خاوند کو بُرا بھلا کہنے لگا "تم کیسے آدمی ہو کہ اِتنی اچھّی عورت کے ساتھ اِتنا بُرا سلوک کرتے ہو"؟ وُہ دوست اُٹھا اور کھانا کھائے بغیر گھر سے نِکل گیا۔ دُوسرے نے بھی وَیسا ہی کیا اور پھر تیسرے نے، یہاں تک کہ سب کھانا کھائے بغیر اُٹھ کر چلے گئے۔ آدھے گھنٹے کے اندر اندر خاوند اپنی بُرائی کا اور خاص طور پر اپنی بیوی سے ظالمانہ سلوک کرنے کا قائِل ہوگیا۔ وُہ اپنی بیوی کے کمرے میں گیا اور اپنے لئے دُعا کرنے کو کہا۔ پھر اُس نے اپنے آپ کو مسیح کے حوالے کر دیا۔ اُس وقت سے وُہ خُداوند یسُوع کا سرگرم شاگرد بن گیا۔ وُہ ایک لفظ کہے بغیر جیت لیا گیا۔

جارج مُلّر نصیحت کرتا ہے:

> "اگر آپ کو اپنے غیر نجات یافتہ رِشتہ دار کے باعث دُکھ اُٹھانا پڑتا ہے تو ہمت نہ ہاریں۔ مُمکن ہے خُداوند جلد ہی آپ کی دِلی خواہش پُوری کر دے اور اُن کے لئے آپ کی دُعاؤں کا جواب دے۔ دریں اثنا آپ اُن کے سامنے سچائی کو پیش کرنے کی کوشِش کریں، لیکن اپنے ساتھ اُن کے سلوک پر سرزنش کرنے سے نہیں بلکہ خُداوند یسُوع مسیح کی حلیمی،

شرافت اور مہربانی کے سلوک کے ذریعہ سے"۔

۳:۳ - ایسا لگتا ہے کہ یہاں موضوع عورتوں کے لباس کی طرف مڑ گیا ہے، لیکن درحقیقت رسول یہاں بنیادی طور پر ان طریقوں کے متعلق بیان کر رہا ہے جن سے ایک بیوی اپنے خاوند کو خوش کر سکتی ہے، اس کی خدمت کر سکتی ہے۔ یہ اس کی بیرونی ظاہرداری نہیں ہے بلکہ اس کی باطنی زندگی کی پاکیزگی اور تابع فرمانی ہے جو اس پر اثر کرے گی۔

مختلف قسم کے ظاہری "سنگار" سے بچنا چاہئے:

۱- "سر گوندھنا"۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ اس میں سیدھا سادہ جوڑا باندھنا یا چوٹی بنانا شامل نہیں ہے۔ غالباً یہاں پطرس کا اشارہ اس پہاڑی مانگ پٹی کی طرف ہے جس میں اونچے اونچے جوڑے بنائے جاتے ہیں اور جو قدیم روما میں بڑے مقبول تھے۔

۲- "سونے کے زیور"۔ بعض مفسر اس کی یہ تشریح کرتے ہیں کہ سونے کے زیور قطعی منع ہیں۔ دوسروں کی یہ رائے ہے کہ ان کی ضرورت سے زیادہ نمائش منع ہے۔

۳- "طرح طرح کے کپڑے پہننا"۔ ظاہر ہے کہ کپڑے پہننا تو منع نہیں، لیکن بھڑکیلے لباس پہننے سے گریز کرنا چاہئے۔ یہ دیکھنے کے لئے کہ خدا طرح طرح کی نمائشی زیبائش کے بارے میں کیا کہتا ہے یسعیاہ ۳:۱۶-۲۵ دیکھئے۔

لباس

جہاں تک لباس اور زیورات کا تعلق ہے ہمیں ایمان دار عورتوں اور مردوں کے بارے میں کلام میں راہنما اصول ملتے ہیں۔ پہلا اصول اخراجات ہیں۔ ہم اپنی پوشاک پر کتنا خرچ کرتے ہیں؟ کیا یہ ضروری ہے؟ کیا اس پیسے کو زیادہ بہتر طریقے سے خرچ کیا جا سکتا ہے؟

۱- تیمتھیس ۲:۹ میں قیمتی ملبوسات سے منع کیا گیا ہے: "نہ ۔۔۔ قیمتی پوشاک سے"۔ سوال یہ نہیں ہے کہ ہم اتنا خرچ کرنے کے قابل ہیں یا نہیں۔ ایک مسیحی کے لئے قیمتی کپڑوں پر پیسہ خرچ کرنا گناہ ہے کیونکہ خدا کا کلام منع کرتا ہے۔ محبت بھی منع کرتی ہے۔ ہمارے پڑوسیوں اور دوسرے ملکوں میں لوگوں کی قابلِ رحم حالت اور ان کی روحانی اور جسمانی ضروریات ہمیں اپنے ملبوسات پر غیر ضروری طور پر خرچ کرنے سے روکتی ہیں۔

اس کا اطلاق نہ صرف ہمارے کپڑے کی قسم یا کوالٹی پر ہوتا ہے بلکہ تعداد پر بھی۔

بعض مسیحیوں کی الماریاں دیکھ کر یُوں لگتا ہے جیسے کہ کوئی کپڑوں کی دُکان ہو۔

ہم اَیسا کیوں کرتے ہیں؟ کہیں اِس کا تعلق تکبّر سے تو نہیں؟ ہم اپنے اَچھے ذوق اور خوش لباس نظر آنے کی تعریف کے بڑے مُتمنّی رہتے ہیں۔ کپڑوں کی خریداری پر جو اَخراجات اُٹھتے ہیں اُسے کپڑا پسند کرتے وقت ہماری راہنمائی کرنی چاہئے۔

ایک اور بات حیادار لباس ہے۔ پولُس کہتا ہے کہ "شرم اور پرہیزگاری کے ساتھ"۔ شرم کا ایک مطلب "شائستگی" بھی ہے۔ لباس کا ایک کام تو ننگے پن کو ڈھانپنا ہے۔ کم ازکم ابتدا میں یہی مقصد تھا۔ لیکن اب ایسا لگتا ہے کہ لباس اَیسے تیار کئے جاتے ہیں جِس سے جِسم کی زِیادہ سے زیادہ نمائِش ہو۔ یُوں انسان اپنی شرم میں فخر محسُوس کرنے لگا ہے۔ اگر غیر ایمان دار ایسا کرتے ہیں تو اِس میں کوئی تعجّب کی بات نہیں لیکن جب ایمان دار اُن کی نقل کرتے ہیں تو بڑا دُکھ ہوتا ہے۔

لیکن حیادار کا مطلب پُرکشش بھی ہوسکتا ہے۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ مسیحیوں کو صاف سُتھرا لباس پہننا چاہئے۔ میلے کُچیلے اور بے ڈھنگے سے کپڑے پہننا کوئی خُوبی نہیں ہے۔ ایمان داروں کا لباس صاف سُتھرا، اِستری کیا ہُوا اور اچھّا سِلا ہُوا ہونا چاہئے۔

مُختصراً مسیحیوں کو اَیسے فیشن سے اجتناب کرنا چاہئے جِس سے وُہ لوگوں کی توجّہ کا مرکز بن جائیں۔ اُس کی زِندگی کا مقصد یہ نہیں ہے۔ وُہ زمین کی زیبائِش نہیں ہیں بلکہ انگُور کی پھل پیدا کرنے والی ایک شاخ۔ ہم مُختلِف طریقوں سے لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذُول کرا سکتے ہیں۔ پُرانے فیشن کے کپڑے پہننے سے بھی یہی کچُھ ہوتا ہے۔ مسیحیوں کو اَیسے کپڑے پہننے سے پرہیز کرنا چاہئے جو عام نہ ہوں یا شوخ رنگ یا بدسلیقہ اور بے ڈھنگے ہوں۔

آخری بات یہ ہے کہ مسیحیوں کو ایسے ملبُوسات سے دُور رہنا چاہئے جو جذبات کو بھڑکاتے ہوں۔ ہم نے پہلے ہی ایسے فیشنوں کا ذِکر کیا ہے جو جِسم کی نمائِش کرتے ہیں۔ لیکن پُورے جِسم کو ڈھانپنے کے باوجُود بھی لباس دُوسروں میں ناپاک خواہشات پیدا کرسکتے ہیں۔ جدید فیشنوں کا مقصد رُوحانیت کی حوصلہ افزائی کرنا نہیں ہے۔ اِس کے برعکس وُہ ذہنوں میں جِنسیات کو بِٹھا دیتے ہیں۔ ایمان داروں کو ایسی پوشاک کبھی زیب ِتن نہیں کرنی چاہئے جو جذبات کو بھڑکائے یا دُوسروں کے لئے مسیحی زِندگی بسر کرنا مُشکل بنا دے۔

بے شک، ایک بڑا مسئلہ دُوسروں کی تقلید کرنے کا دباؤ ہے۔ مسیحیوں کو فیشن میں اِنتہاپسندی کا مُقابلہ کرنے، لوگوں کے خیالات کے بہاؤ کے خلاف تیرنے اور حیادار پوشاک پہننے کے لئے بے حد ہمّت کی ضرُورت ہے۔

اگر ہم اپنی پوشاکوں کی الماریوں کا مالک مسیح کو بنا دیں تو سب کُچھ ٹھیک ہو جائے گا۔

۴:۳ - ایک ایمان دار کو جو پوشاک حقیقتاً پُرکشش بنا دیتی ہے وُہ اُس کی "پوشیدہ اِنسانیت" کی خوبصُورتی ہے۔ فیشن ایبل بال بنانا، قیمتی لباس اور زیورات' یہ سب فانی ہیں۔ یہ واضح موازنہ پیش کرنے کے بعد پطرس ہمیں اِنتخاب کا چیلنج دیتا ہے۔ ایف۔ بی۔ میئر کہتا ہے "ایسے بہُت سے ہیں جن کا ظاہری بدن خوُب بنا ٹھنا اور سجا ہُوا ہے لیکن اُن کا باطنی اِنسان چیتھڑوں میں لپٹا ہُوا ہے۔ لیکن کُچھ ایسے ہیں جن کا لباس پھٹا پُرانا ہے لیکن باطن شان دار ہے۔"

لوگ جواہرات کو قیمتی سمجھتے ہیں لیکن "خُدا" کے نزدیک "حِلم اور مزاج کی غربت" کی بڑی قدر ہے۔

۵:۳ - عہدِ عتیق کے زمانہ کی خُدا پرست عورتیں اپنے آپ کو اپنی باطنی زندگی میں اخلاقی اور رُوحانی خوبصُورتی پیدا کر کے "سنوارتی" تھیں۔ اِس خوبصُورتی کا ایک پہلُو یہ تھا کہ وُہ "اپنے شوہر کے تابع رہتی تھیں"۔ یہ "مُقدّس عورتیں" "خُدا پر اُمید رکھنے والی" تھیں۔ وُہ ایسی زِندگی بسر کرتی تھیں جِس کا مرکز خُدا تھا۔ تمام باتوں میں خُدا کو خوش کرنے کے لئے وُہ اپنے گھروں میں اُس کا حکم مانتی تھیں اور "اپنے شوہر کے تابع رہتی تھیں"۔

۶:۳ - یہاں "سارہ" کو بطور مثال پیش کیا گیا ہے۔ وہ "ابرہام کے حُکم میں رہتی اور اُسے خُداوند کہتی تھی"۔ یہ پَیدائش ۱۲:۱۸ کی طرف اشارہ ہے جہاں سارہ نے "اپنے دِل میں" کہا۔ اُس نے اِس تابع فرمانی کا اِظہار اُسے کھُلے عام خُداوند کہنے سے نہیں کیا بلکہ وُہ اپنی باطنی زِندگی میں اُسے اپنا سربراہ جانتی تھی اور اِس اقرار کا اظہار وُہ اپنے عملوں سے کرتی تھی۔

وُہ عورتیں جو سارہ کی پَیروی کرتی ہیں اُس کی بیٹیاں ہیں۔ یہُودی عورتیں فطری پیدائش کے وسیلے سے سارہ کی اولاد تھیں۔ لیکن حقیقی معنوں میں اُس کی "بیٹیاں" ہونے کے لئے لازمی ہے کہ وُہ اُس کے ذاتی کِردار کی بھی پَیروی کریں۔ بچّوں میں اپنے خاندان کی مُشابہت ہونی چاہئے۔

وُہ "نیکی" کریں اور کِسی بات سے خوف زدہ نہ ہوں۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ مسیحی بیوی

کو خُدا نے ایک تابع فرمان مددگار ہونے کا جو فرض سونپا ہے وُہ اُسے نبھائے۔ ممکن ہے اُسے اپنے غیر نجات یافتہ خاوند کے نامناسب کردار کی وجہ سے دُکھ اُٹھانا پڑے لیکن وُہ خوف زدہ نہ ہو ماسوا اِس کے کہ وُہ اُس پر تشدد کرے یا اُس کی جان کو خطرہ ہو۔

۵۔ خاوند کے بیوی کے ساتھ تعلقات (۳: ۷)

۳: ۷۔ اب رسُول شوہروں کی طرف متوجّہ ہوتا ہے اور اُنہیں وُہ فرائض دکھاتا ہے جو اُنہیں ضرور ہی پُورے کرنے چاہئیں۔ وُہ اپنی بیویوں کے آرام کا خیال رکھیں اور اُن سے محبّت اور خُوش خُلقی کا اِظہار کریں اور اُن کے ساتھ "عقل مندی" سے بسر کریں۔ وُہ اپنی بیویوں کو نازُک ظرف جانیں کیونکہ صنفِ نازک کے ساتھ ایسا ہی رویّہ مناسب ہے۔

اِن دِنوں میں جبکہ تحریکِ آزادیٔ نسواں زوروں پر ہے تو ممکن ہے کِسی کو بائبل کا عورتوں کو بطور "نازُک ظرف" بیان کرنا بے وَقت کی راگنی معلُوم ہو! لیکن یہ زِندگی کی سادہ سی حقیقت ہے کہ جِسمانی لحاظ سے عام طور پر عورتیں آدمیوں کی نِسبت کمزور ہیں۔ پھر عورتوں کے پاس عام طور پر اپنے جذبات کو کنٹرول کرنے کی وُہ قوّت نہیں ہے جو آدمیوں کے پاس ہے اور وُہ عقل کی بجائے جذبات کی رَو میں بہہ جانے کے زیادہ خطرے میں ہوتی ہیں۔ نیز عِلمِ الٰہی کے گہرے مسائل سے نپٹنا اُن کو نسبتاً مشکل لگتا ہے۔ اور عام طور پر وُہ آدمیوں کی نِسبت دُوسروں پر زیادہ اِنحصار کرتی ہیں۔

لیکن اِس حقیقت کا کہ بعض باتوں میں عورتیں کمزور ہیں یہ مطلب نہیں کہ وُہ آدمیوں سے کم تر ہیں۔ بائبل کبھی یہ نہیں کہتی۔ اور نہ اِس کا یہ مطلب ہے کہ بعض باتوں میں وُہ زیادہ مضبُوط یا بااِعتماد نہیں ہو سکتیں۔ بہرحال یہ ایک حقیقت ہے کہ عام طور پر عورتیں، مردوں کی نسبت مسیح کے ساتھ زیادہ مخلص ہوتی ہیں، اور وہ لمبی مصیبتوں اور دُکھوں کو زیادہ مستقِل مزاجی سے برداشت کر سکتی ہیں۔

ایک آدمی کا اپنی بیوی کے ساتھ رویّہ اِس بات کا غمّاز ہونا چاہئے کہ وُہ بھی اُس کے ساتھ "زِندگی کی نِعمت" کی وارث ہے۔ اِس کا تعلق اُس جوڑے سے ہے جِس میں دونوں ہی ایمان دار ہیں۔ اگرچہ عورت بعض باتوں میں آدمی سے کمزور ہے، تاہم خُدا کی نظر میں اُسے بھی وُہی کچھ حاصِل ہے جو آدمیوں کو ہے اور اُنہی کی طرح وُہ بھی ابدی زِندگی کی وارث ہے۔

پھر وہ اِس بات میں اپنے خاوند سے بڑھ کر ہے کہ وہ ایک نئی جسمانی زندگی کو اِس دُنیا میں لاتی ہے۔ جب آپس میں اِختلاف ہو تو دُعائیں رُک جاتی ہیں۔ "مجروح بیوی کی آہیں، خاوند کی دُعا اور خُدا کے سُننے میں حائل ہو جاتی ہیں"۔ پھر اُس جوڑے کے لئے مِل کر دُعا کرنا مُشکل بن جاتا ہے جب کوئی بات اُن کی رفاقت میں رخنہ انداز ہو۔ گھر میں اَمن و سلامتی کے لئے میاں بیوی کو چند ایک بُنیادی اصُولوں پر غور کرنا چاہئے :

۱- باہمی اِعتماد کے لئے ایک دُوسرے کے ساتھ پُوری دیانت داری سے کام لیں۔

۲- رابطہ کی لائن کو کھلا رکھیں۔ مسائل پر بات چیت کے لئے ہر وقت تیار رہیں۔ جب بوائلر میں بھاپ کو بنتے رہنے دیا جاتا ہے تو اُس کا پھٹنا لازمی بن جاتا ہے۔ بات چیت کرنے کے لئے تیار رہنے میں یہ بھی شامل ہے کہ ہر ایک یہ کہنے کو تیار ہو کہ "مجھے افسوس ہے" اور مُعاف کرنے کو بھی وہ ہمیشہ راضی ہو۔

۳- چھوٹی چھوٹی غلطیوں اور مخصوص طرزِ کلام کو نظر انداز کریں۔ محبت بے شمار گناہوں پر پردہ ڈالتی ہے۔ جب آپ اپنے میں کاملیت پیدا نہیں کر سکتے تو دُوسروں سے بھی اِس کی توقع نہ رکھیں۔

۴- مالی مُعاملات میں اِتحاد پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ آمدنی سے زیادہ خرچ کرنے، قِسطوں پر چیزیں خریدنے اور اپنا دُوسروں سے مقابلہ کرنے سے بچیں۔

۵- یاد رکھیں کہ محبت حُکم ہے ۔ یہ کوئی ناقابلِ کنٹرول جذبات کا نام نہیں ہے۔ محبت کا مطلب وہ کُچھ ہے جس کا ۱-کرنتھیوں ۱۳ میں بیان ہے۔ مثلاً یہ آپ کو دُوسروں کے سامنے اپنے شریکِ زندگی پر نکتہ چینی کرنے یا اُس کی مخالفت کرنے سے روکے گی۔ محبت آپ کو اپنے بچّوں کے سامنے لڑنے جھگڑنے سے منع کرے گی۔ اِن سے اور دیگر سینکڑوں طریقوں سے محبت گھر میں خوشگوار ماحول پیدا کرتی ہے اور لڑائی جھگڑوں اور علیحدگی کے اِمکان کو ختم کر دیتی ہے۔

و- جماعت کے ساتھ تعلقات (۸:۳)

۸:۳- یہ آیت بُنیادی طور پر ایمان دار اور اُس کے کلیسیا کے ساتھ تعلق کو بیان کرتی ہے جیسا کہ بھائیوں کے ایک دِل رہنے اور محبت رکھنے کی نصیحت سے ظاہر ہوتا ہے۔ باقی

تین۳ نصیحتوں کا اِطلاق وسیع ہو سکتا ہے۔

لفظ "غرض" کا مطلب یہ نہیں ہے کہ پطرس اِس خط کو ختم کر رہا ہے۔ چونکہ وُہ مُختلف قِسم کے لوگوں مثلاً نوکروں، بیویوں اور خاوندوں سے مخاطب رہا ہے، اِس لئے اب آخر میں وُہ اُن "سب" سے مُخاطب ہے۔

"سب کے سب یکدِل رہو"۔ یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ سب مسیحی تمام باتوں کو ایک ہی نظر سے دیکھیں گے۔ وُہ مطابقت تو ہو گی لیکن یگانگت نہیں۔ بہترین فارمُولا اِس مشہور کہاوت میں پایا جاتا ہے:- "بنیادی باتوں میں یگانگت، غیر ضرُوری باتوں میں آزادی، ہر بات میں محبت"۔ ہم ایک دُوسرے سے "برادرانہ محبت" رکھیں۔

"برادرانہ محبت رکھو"۔ ایک نامعلوم مُصنّف لِکھتا ہے:

> خُدا ہم سے یہ نہیں پُوچھتا کہ ہم کِس کو اپنا پڑوسی بنانا چاہتے ہیں۔ یہ بات ہمارے لئے طے کر دی گئی ہے۔ بلکہ ہمیں اپنے فِطری رُجحان اور پسند سے بالا اُن سے محبت رکھنی چاہئے۔ آپ کہیں گے "یہ ناممکن ہے"۔ لیکن یاد رکھیں کہ سچّی محبت جوش میں پیدا نہیں ہوتی بلکہ اِرادہ میں، احساسات میں نہیں بلکہ کرنے میں، جذبات میں نہیں بلکہ عمل میں، نرم الفاظ میں نہیں بلکہ شائستہ اور بے غرض کاموں میں۔

"نرم دِل" کا مطلب ایسا دِل ہے جو دُوسروں کی ضرُوریات اور محسُوسات کے بارے میں حساس ہو۔ یہ بُرے برتاؤ کے باوجود ٹھنڈا پڑنے، بے حِس ہونے یا تُرش رُو اور رُوکھا بننے سے اِنکار کرتا ہے۔

"فروتن"۔ یہ نہایت مناسب ہے کہ ہم اِسے ایک مسیحی خوبی کے طور پر سیکھیں۔ فی الحقیقت اِس کا مطلب دُوسروں کے بارے میں حلیمی سے سوچنا، دُوسروں کو اوّل درجہ دینا اور اُن کے بارے میں پُرفضل باتیں کہنا اور کرنا ہے۔ فروتنی، اپنی خدمت سے پہلے دُوسروں کی خِدمت کرتی ہے، دُوسروں کی خِدمت کرنے کے موقعے کی تلاش میں رہتی ہے اور اپنے ساتھ مہربانی کے سلُوک پر فوراً شکریہ ادا کرتی ہے۔ یہ کبھی بھی اکھڑ، بیہودہ اور گستاخ نہیں ہوتی۔

ز۔ مظلوم کے ظالم کے ساتھ تعلقات (۳:۹)

۳:۹ - یہ سارا خط اِیذا رسانی اور دُکھوں کے پس منظر میں لِکھا گیا ہے۔ اِس آیت سے ۴:۶ تک موضُوع "مسیحی کے ایذا دہندہ کے ساتھ تعلقات" ہے۔ ایمان داروں کو بار بار ردِّ عمل ظاہر کئے بغیر راست بازی کی خاطر دُکھ اُٹھانے کو کہا گیا ہے۔ ہمیں حُکم دِیا گیا ہے کہ "بدی کے عوض بدی نہ کرو اور گالی کے بدلے گالی نہ دو"۔ اِس کے برعکس ہمیں اُن کو جو ہمارے ساتھ بُرا سلُوک کرتے ہیں برکت دینی چاہیئے اور بے عِزّتی کے بدلے مہربانی سے پیش آنا چاہیئے۔ ہمیں دُوسروں کو نُقصان پُہنچانے کی بجائے اُن کے ساتھ نیکی کرنی چاہیئے اور لعنت کی بجائے برکت دینی چاہیئے۔ تب خُدا اِس قسم کے رویّہ کے بدلے میں ہمیں "برکت" دے گا۔

۳:۱۰- آیات ۱۰-۱۲ میں پطرس اِس بات کی تصدیق کرنے کے لئے زبور ۳۴: ۱۲-۱۶ الف سے اِقتباس کرتا ہے کہ خُدا کی برکات اُن کو مِلتی ہیں جو بدی کے کاموں اور بُری گفتگو سے دُور رہتے اور راست بازی کے عمل کرتے ہیں۔

پہلی آیت کا زور اِس پر ہے کہ وُہ جو "زِندگی" سے پُوری طرح لُطف اندوز ہونا اور "اچھے دِن" دیکھنا چاہتا ہے "بدی" کی یا "مکر" کی باتوں سے "باز" رہے۔ اُسے اینٹ کا جواب پتھر سے نہیں دینا چاہیئے۔

"زِندگی سے خُوش" ہونے کی مذمّت یُوحنا ۱۲: ۲۵ میں بھی کی گئی ہے لیکن وہاں اِس کا مطلب خُود غرضانہ زِندگی بسر کرنا اور زِندگی کے حقیقی مقصد کی طرف سے آنکھیں بند کر لینا ہے۔ یہاں اِس کا مطلب جس قِسم کی خُدا چاہتا ہے ویسی ہی زِندگی بسر کرنا ہے۔

۳:۱۱ - نہ صِرف بدی کی باتوں سے بلکہ بدی کے کاموں سے بھی منع کِیا گیا ہے۔ دُنیاوی ہتھیاروں کو اِستعمال کرنا ذِلّت کا باعث ہے۔ ایمان داروں کو "بدی" کے بدلے "نیکی" کرنی چاہیئے اور حلیمی سے برداشت کرتے ہُوئے صُلح کو بڑھانا چاہیئے۔ آگ کا مُقابلہ آگ سے نہیں کِیا جا سکتا۔

> "بدی پر غالِب آنے کا صِرف ایک ہی طریقہ ہے کہ اُسے چلنے دیں تاکہ اُسے وُہ مخالفت نہ مِلے جس کی وُہ مُتلاشی ہے۔ مُخالفت مزید بدی پیدا کرتی اور جلتی پر تیل ڈالتی ہے۔ لیکن جب بدی کی مُخالفت نہیں کی جاتی بلکہ صبر سے برداشت

کی جاتی ہے تو اِس کا ڈنک نِکل جاتا ہے اور آخر کار اُس کا سامنا ایک ایسے مخالف سے ہوتا ہے جو اُس سے کہیں طاقتور ہوتا ہے ۔ لیکن یہ صِرف اُس وقت ہی ہو سکتا ہے جبکہ مخالفت کو بالکل ترک کر دیا جائے اور بدلہ لینے کا خیال قطعی نِکال دیا جائے ۔ تب بَدی کو راستہ نہیں ملے گا ۔ بدی مزید بدی کو جنم نہیں دے گی اور وُہ بانجھ ہو جائے گی"۔

۱۲:۳ ۔ "خُداوند" اُن کو جو راست بازی کے کام کرتے ہیں پسندیدگی کی نِگاہ سے دیکھتا ہے ۔ وُہ اُن کی "دُعا" کو سُنتا ہے ۔ بلاشُبہ خُدا کے کان اپنے تمام لوگوں کی دُعاؤں پر لگے رہتے ہیں ، لیکن وُہ اُن کی دُعا کو جو مسیح کی خاطر دُکھ اُٹھاتے اور بَدی کے عوض بَدی نہیں کرتے ایک خاص مفہوم میں سُنتا ہے ۔

"مگر بدکار خُداوند کی نِگاہ میں ہیں" ۔ اِس کا بنیادی اِشارہ خُدا کے لوگوں کے ایذا پہنچانے والوں کی طرف ہے ۔ لیکن اِس میں وُہ ایمان دار بھی شامل ہیں جو اپنے دُشمنوں کے خلاف جِسمانی تشدد پر اُتر آتے اور سخت زُبان استعمال کرتے ہیں ۔ "بدی" بَدی ہے اور جہاں کہیں بھی ہو خُدا اِس کی مخالفت کرتا ہے ، خواہ یہ ایمان داروں میں ہو یا بے ایمانوں میں ۔

زبُور ۱۶:۳۴ کا حوالہ دیتے وقت پطرس اِس کے اِختتامی الفاظ چھوڑ دیتا ہے "... تاکہ اُن کی یاد زمین سے مِٹا دے" ۔ ایسا بھول چُوک کی وجہ سے نہیں ہُوا ۔ ہم فضل کے زمانہ میں رہ رہے ہیں جو خُداوند کا سالِ مقبول ہے ۔ ہمارے خُدا کی عدالت کا دِن ابھی نہیں آیا ہے ۔ جب خُداوند یسوعؔ بطور بادشاہوں کا بادشاہ اور خُداوندوں کا خُداوند آئے گا تو وُہ بدکاروں کو سزا دے گا اور زمین سے اُن کی یاد تک مٹا دے گا ۔

۱۳:۳ ۔ پطرس اپنی بات کو ایک سُوال کے ذریعہ جاری رکھتا ہے : "اگر تُم نیکی کرنے میں سرگرم ہو تو تُم سے بَدی کرنے والا کون ہے ؟" اِس کا جواب یہ ہے کہ "کوئی بھی نہیں" ۔ لیکن اِس کے باوجود بھی شہیدوں کی تاریخ ثابت کرتی ہے کہ خُوشخبری کے دُشمن خُدا کے وفادار شاگردوں کو نُقصان پہنچاتے ہیں ۔

اِس بظاہر تناقض کی دوؔ ممکنہ تشریحات ہیں :

۱ ۔ عام طور پر جو راست بازی کی راہ پر چلتے ہیں اُنہیں نُقصان نہیں پہنچتا ۔ مُقابلہ نہ کرنے کی پالیسی مخالفت کو نہتا کر دیتی ہے ۔ مُمکن ہے کُچھ مستثنیات ہوں لیکن عام طور پر جو

راستی کا مُشتاق ہوتا ہے اُس کی نیکی اُس کی حِفاظت کرتی ہے ۔

۲- دُشمن کا بدترین سلوک بھی ایک مسیحی کو اَبدی نُقصان نہیں پہنچاتا ۔ دُشمن اُس کے بدن کو تو زخمی کرسکتا ہے مگر اُس کی رُوح کا کُچھ نہیں بِگاڑ سکتا ۔

دُوسری جنگِ عظیم کے دَوران بارہ ۱۲ برس کے ایک مسیحی لڑکے نے یورپ میں ایک تحریک میں شامل ہونے سے اِنکار کر دیا ۔ اُنہوں نے کہا "کیا تُم نہیں جانتے کہ ہم تمہیں ہلاک کرنے کا اِختیار رکھتے ہیں؟" اُس نے جواب دیا "کیا تُم نہیں جانتے کہ مَیں مسیح کی خاطر مَرنے کا اِختیار رکھتا ہُوں ؟" وُہ اِس بات کا قائل تھا کہ اُسے کوئی بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا ۔

۳:۱۴ - لیکن فرض کریں کہ نجات دہندہ کے ساتھ اپنی وفاداری کے باعث ایک مسیحی دُکھ اُٹھاتا ہے تو پھر کیا ہوگا ؟ اِس کے تین ۳ نتائج نِکلتے ہیں :

۱- خُدا اُس کے دُکھ کو اپنے جلال کے لئے اِستعمال کرے گا ۔

۲- وُہ اِن دُکھوں کو دُوسروں کو برکت دینے کے لئے اِستعمال کرے گا ۔

۳- وُہ اُس کو جو اُس کے نام کی خاطر دُکھ اُٹھاتا ہے برکت دے گا ۔

آدمیوں سے یا اُن کے "ڈرانے سے" نہ ڈرو ۔ شہیدوں نے اِس پالیسی کو بہت اچھی طرح نبھایا ۔ جب پالِکارپ سے وعدہ کیا گیا کہ اگر وُہ مسیح کی شان میں گُستاخی کرے یا کُفر بکے تو اُسے رہا کر دیا جائے گا ۔ پالکارپ نے جواب دیا "مَیں نے چھیاسی ۸۶ سال تک مسیح کی خدمت کی ہے اور اُس نے کبھی میرے ساتھ بُرائی نہیں کی ۔ مَیں اپنے بادشاہ اور نجات دہندہ کی گُستاخی کیسے کرسکتا ہُوں ؟" جب گورنر نے دھمکی دی کہ وُہ اُسے جنگلی درندوں کے آگے ڈال دے گا تو اُس نے جواب دیا "یہ تو میرے لئے اَور بھی اچھا ہوگا کہ مَیں اِس دُکھ بھری زندگی سے جلد چھٹکارا پاؤں گا"۔ آخر میں حاکم نے اُسے زندہ جلانے کی دھمکی دی ۔ پالِکارپ نے کہا "مَیں اِس آگ سے جو عارضی طور پر جلائے گی نہیں ڈرتا ۔ تُم اُس آگ کے بارے میں نہیں جانتے جو ہمیشہ جلتی رہتی ہے"۔

۳:۱۵ - آیت ۱۴ کے آخری حِصّے میں پطرس یسعیاہ ۸: ۱۲ اور ۱۳ سے اِقتباس کرتا ہے جو یُوں ہے "جس سے وُہ ڈرتے ہیں تُم نہ ڈرو اور نہ گھبراؤ ۔ تُم ربُّ الافواج ہی کو مُقدّس جانو اور اُسی سے ڈرو اور اُسی سے خائف رہو"۔ کسی کا قول ہے کہ "ہم خُدا سے اِس لئے زیادہ نہیں ڈرتے کیونکہ ہم آدمیوں سے بہت ڈرتے ہیں"۔

یسعیاہ کے اِس حوالہ میں بتایا گیا ہے کہ صِرف ربُّ الافواج ہی ہے جس سے ہمیں ڈرنا چاہئے ۔

اِس سے اقتباس کرتے ہوئے پطرس رسول رُوح القدس کی تحریک سے کہتا ہے "مسیح کو خُداوند جان کر اپنے دِلوں میں مُقدّس سمجھو"۔

خُداوند کا اِحترام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اُسے اپنی زِندگی کا بادشاہ سمجھیں۔ جو کُچھ ہم کہیں یا کریں وُہ سب اُس کی مرضی کے مُطابق، اُس کی خوشی اور اُس کے جَلال کے لئے ہو۔ مسیح کی خُداوندیت ہماری زِندگی کے ہر شعُبہ پر یعنی ہمارے مال و دَولت، ہمارے کاموں، ہماری آزادی، ہماری شادی اور ہمارے فالتُو وقت پر چھائی رہے۔ غرضیکہ ہماری کُل زِندگی اُس کے قبضے میں ہو۔ "جو کوئی تُم سے تمہاری اُمّید کی وجہ دریافت کرے اُس کو جواب دینے کے لئے ہر وقت مُستعِد رہو مگر حِلم اور خَوف کے ساتھ"۔ بُنیادی طور پر اِس کا اِطلاق اُس وقت ہوتا ہے جب مسیحیوں کو اُن کے ایمان کی وجہ سے ستایا جاتا ہے۔ خُداوند مسیح کی موجُودگی کے اِحساس اور شعُور کو ایمان داروں کو پاک دلیری پر اُبھارنا چاہئے کہ وُہ اپنے اچھے اِقرار کی گواہی دیں۔

اِس آیت کا اِطلاق روزمرّہ کی زِندگی پر بھی ہوتا ہے۔ لوگ اکثر ہم سے سُوال کرتے رہتے ہیں جِس سے ہمارے لئے خُداوند کے بارے میں بات کرنے کے لئے راستہ کُھل جاتا ہے۔ ہمیں، اُنہیں یہ بتانے کے لئے "تیار رہنا" چاہئے کہ خُداوند نے ہمارے لئے کِتنے بڑے بڑے کام کِئے ہیں۔ ہمیں یہ گواہی "حِلم اور خَوف" کے ساتھ دینی چاہئے۔ جب ہم اپنے نجات دہندہ اور خُداوند کے بارے میں بات کریں تو ہم میں تُرشی، تلخی اور غیر سنجیدگی نہیں ہونی چاہئے۔

۳: ۱۶- ایمان دار کی "نیّت بھی نیک" ہو۔ اگر وُہ جانتا ہے کہ وُہ کِسی بھی جُرم میں مُلوّث نہیں تو شیر کی سی دلیری کے ساتھ ایذا رسانی کو برداشت کر سکتا ہے۔ لیکن اگر اُس کا ضمیر مَیلا ہے تو اُسے احساسِ جُرم ہوتا رہے گا اور وُہ اپنے دُشمنوں کے سامنے کھڑا نہیں رہ سکیگا۔ اگر ایک ایمان دار کی زِندگی بے اِلزام ہو تو بھی اُس کے دُشمن اُس میں کوئی نہ کوئی عیب نِکال لیں گے اور اُس پر جھُوٹے اِلزام لگائیں گے۔ لیکن جب کیس کی عدالت میں سماعت ہو گی اور اِلزامات غلط ثابت ہوں گے تو اِلزام لگانے والے "شرمندہ" ہوں گے۔

۳: ۱۷- اگر ایک ایمان دار کو "دُکھ" اُٹھانے ہی ہیں تو وُہ اُسے نیک کاموں کے سبب سے اُٹھانے چاہئیں۔ لیکن اگر وُہ اپنے بُرے کاموں کے سبب سے اُٹھاتا ہے تو اِس میں کوئی خُوبی نہیں ہے۔

۱۸:۳- باقی باب ۳ "مسیح" کو ایک ایسی مُستند مثال کے طور پر پیش کرتا ہے جس نے راست بازی کی خاطر "دُکھ اُٹھایا"، اور ہمیں یاد دِلاتا ہے کہ اُس کے لئے دُکھ اُٹھانا جلال تک پہنچنے کی راہ بنا۔

مسیح کے دُکھ اُٹھانے کی چھ خصوصیات پر غور کریں: (۱) وُہ کفّارہ دینے کے لئے تھے یعنی وُہ ایمان لانے والے گنہگاروں کو اُن کے "گناہوں" سے آزاد کرانے کے لئے تھے۔ (۲) وُہ ابدیتک مؤثر تھے۔ اُس نے ایک ہی بار مر کر گُناہ کے سوال کا فیصلہ کر دیا۔ مخلصی کا کام مکمل ہو گیا۔ (۳) اُس کے دُکھ عوضی تھے۔ "راست باز" نے "ناراستوں کے لئے" جان دی۔ "خداوند نے ہم سب کی بدکرداری اُس پر لاد دی" (یسعیاہ ۵۳ : ۶)۔ (۴) وُہ میل ملاپ کرانے کے لئے تھے۔ اُس کی موت کے ذریعہ ہم "خُدا" کے پاس پہنچائے گئے ہیں۔ گُناہ جس نے جُدائی پیدا کی تھی ہٹا دیا گیا ہے۔ (۵) اُس کے دُکھ پُرتشدد تھے۔ (۶) وہ اپنے عروج کو اُس کے جی اُٹھنے سے پہنچے۔ وُہ تیسرے دِن مُردوں میں سے جِلایا گیا۔ اِن الفاظ کا کہ وُہ "رُوح کے اعتبار سے زِندہ کیا گیا" مطلب یہ ہے کہ اُس کا جی اُٹھنا پاک رُوح کی قُدرت سے تھا۔

۱۹:۳- آیات ۱۹، ۲۰ نئے عہدنامہ کی نہایت پریشان کُن اور اُلجھاؤ پیدا کرنے والی آیات ہیں۔ اِن کو اعراف اور عالمگیر نجات ایسی غیر بائبلی تعلیمات کا بہانہ بنا لیا گیا۔ لیکن انجیلی مسیحیوں میں دو تشریحات مقبول ہیں:

پہلی تشریح کے مُطابق مسیح نے اپنی موت اور جی اُٹھنے کے درمیان رُوح میں عالمِ ارواح میں جا کر صلیب پر اپنے عظیم کام کی فتح کا اعلان کیا۔ اِس نظریہ کے حامیوں کے درمیان اِس بات پر اِختلاف ہے کہ آیا یہ "قیدی رُوحیں" نجات یافتہ تھیں یا غیر نجات یافتہ یا دونوں۔ لیکن اِس پر عام اِتفاق ہے کہ خُداوند یسوع نے اِن میں انجیل کی منادی نہیں کی تھی۔ اِس کا مطلب ایمان لانے کا دُوسرا موقع دینے کی تعلیم ہوتا جس کی بائبل میں کہیں بھی تعلیم نہیں دی گئی ہے۔ وُہ لوگ جو اِس نظریہ کے قائل ہیں اکثر اِس حوالے کا تعلق اِفسیوں ۴ : ۹ سے جوڑتے ہیں جہاں بتایا گیا ہے کہ خُداوند "زمین کے نیچے کے علاقہ میں اُترا بھی تھا"۔ وُہ اِسے ایک اِضافی ثبوت کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ وُہ اعراف میں بغیر جِسم کے گیا اور اپنی کلوری کی فتح کی خوشخبری سُنائی۔ اِس کے عِلاوہ وُہ رسولوں کے عقیدہ کے الفاظ کا حوالہ بھی دیتے ہیں کہ "وُہ عالمِ ارواح میں اُتر گیا"۔

دُوسری تشریح یہ ہے کہ پطرس یہ بتا رہا ہے کہ نوح کے زمانہ میں کیا ہوا۔ طوفان سے

پیشتر مسیح کی رُوح نے نوحؔ کے وسیلہ سے ایمان نہ لانے والوں میں منادی کی۔ اُس وقت وُہ جسم سے الگ رُوحیں نہیں تھیں بلکہ چلتے پھرتے مَرد و خواتین تھیں جنہوں نے نوحؔ کی تنبیہ کو ردّ کر دیا اور طوفان میں ہلاک ہوگئیں۔ پس اَب وُہ اعراف کی "قیدی رُوحیں" ہیں۔

یہ دُوسری تشریح متن کے ساتھ بڑی فِٹ بیٹھتی ہے اور اِس میں مُشکلات بھی کم ہیں۔

آئیے ہم اِس حوالہ کو جُملہ بہ جُملہ پرکھیں۔

"اِسی میں اُس نے جاکر اُن قیدی رُوحوں میں منادی کی"۔ ظاہر ہے کہ یہاں اِسم ضمیر "اِسی" آیت ۱۸ کے آخر میں "رُوح" کی طرف اِشارہ کرتا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اِس کا مطلب پاک رُوح ہے۔ اِس خط کے ۱:۱۱ میں "مسیح کی رُوح" یعنی پاک رُوح کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ وُہ عہدِ عتیق کے اَنبیا کی معرفت کلام کرتا رہا۔ پیدائش ۳:۶ میں خُدا نے اپنی "رُوح" یعنی پاک رُوح کے متعلق بتایا کہ وُہ طوفانِ نوحؔ سے پہلے اِنسان کے ساتھ برداشت کی آخری حدوں کو چھو رہی ہے۔

"اُس نے جاکر ۔ ۔ ۔ منادی کی"۔ جیسے کہ ہم نے پہلے بتایا ہے یہ مسیح تھا جس نے منادی کی لیکن یہ اُس نے نوحؔ کے ذریعہ سے کی تھی۔ ۲- پطرس ۵:۲ میں بتایا گیا ہے کہ نوحؔ راستبازی کی منادی کرتا تھا۔ مسیح کی منادی کے لئے بھی یہی بُنیادی لفظ اِستعمال ہُوا ہے۔

"اُن قیدی رُوحوں میں": یہ وُہ لوگ تھے جن کے درمیان نوحؔ نے منادی کی تھی۔ یہ زِندہ مَرد اور خواتین تھیں جنہیں قریب الوقوع طُوفان اور کشتی میں نجات کے بارے میں آگاہ کیا گیا تھا۔ اُنہوں نے پیغام کو ردّ کر دیا اور طُوفان کی نذر ہوگئے۔ اب وُہ جسم کے بغیر "قیدی رُوحیں" تھیں جو آخری عدالت کا اِنتظار کر رہی تھیں۔

پس اِس آیت کی تشریح یُوں کی جاسکتی ہے: "اِسی (پاک رُوح) میں" "اُس (مسیح) نے" "جاکر" اب "اُن قیدی رُوحوں میں (نوحؔ کے ذریعہ) منادی کی"۔

لیکن ہم یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وُہ "قیدی رُوحیں" نوحؔ کے زمانہ کے لوگ تھے؟ اِس کا جواب مابعد کی آیت میں مِلتا ہے۔

۲۰:۳ - یہاں قیدی رُوحوں کی بلاشک و شُبہ شناخت ہوجاتی ہے۔ وُہ کون تھے؟ وُہ "جو اُس اگلے زمانہ میں نافرمان تھیں"۔ وُہ کب "نافرمان" تھیں؟ جب خُدا نوحؔ کے وقت میں تحمّل کر کے ٹھہرا رہا تھا اور وُہ کشتی تیار ہو رہی تھی"۔ اِس کا آخری نتیجہ کیا نِکلا؟ "صرف تھوڑے سے آدمی یعنی آٹھ جانیں پانی کے وسیلہ سے بچیں"۔

اچھا ہوگا کہ ہم یہاں تھوڑا توقف کریں اور اِس خط میں جو عام ایذا رسانی کے پس منظر میں لکھا گیا تھا خیالات کے بہاؤ کے بارے میں سوچیں ۔ پطرس نے جن مسیحیوں کو یہ خط لکھا وہ اپنی زندگی اور گواہی کی وجہ سے دُکھ اُٹھا رہے تھے ۔ ممکن ہے وہ سوچتے ہوں کہ اگر مسیحی ایمان درست ہے تو وہ حکومت کرنے کی بجائے دُکھ کیوں اُٹھا رہے ہیں ؟ اگر مسیحیت درست ایمان پر مبنی ہے تو اِتنے کم مسیحی کیوں ہیں ؟

پہلے سوال کا جواب دینے کے لئے پطرس خداوند یسوع کی طرف اِشارہ کرتا ہے ۔ مسیح نے راست بازی کے باعث دُکھ اُٹھایا، یہاں تک کہ اُسے موت سہنی پڑی ۔ لیکن خدا نے اُسے مُردوں میں سے زندہ کیا اور آسمان میں جلال بخشا (دیکھئے آیت ۲۲) ۔ جلال کا راستہ دُکھوں کی وادی میں سے ہو کر گزرتا ہے ۔

اِس کے بعد پطرس "نوحؔ" کا حوالہ دیتا ہے ۔ اِس وفادار منادنے ۱۲۰ سال تک منادی کی کہ خدا دُنیا کو پانی کے ذریعہ ہلاک کر دے گا ۔ اُس کے اِس پیغام کا تمسخر اُڑایا گیا اور ردّ کر دیا گیا ۔ لیکن خدا نے پانی کے طوفان سے اُس کی اور اُس کے خاندان کی جانیں بچا کر اُسے درست ثابت کیا ۔

پھر یہ سوال ہے کہ "اگر ہم درست ہیں تو اِتنے کم کیوں ہیں ؟" پطرس اِس کا جواب یہ دیتا ہے کہ "ایک وقت تھا کہ صرف آٹھ آدمی درست تھے اور باقی تمام دُنیا غلط تھی" ۔ دُنیا کی تاریخ بتاتی ہے کہ لوگوں کی اکثریت فطرتاً غلط ہے ۔ عام طور پر حقیقی ایمان دار تھوڑے ہی ہوتے ہیں اِس لئے ہمارا ایمان نجات یافتہ لوگوں کی تھوڑی سی تعداد دیکھ کر ڈگمگانا نہیں چاہئے ۔ نوحؔ کے زمانہ میں آٹھ آدمی تھے اور آج لاکھوں ہیں ۔

آیت ۲۰ کے آخر میں ہم پڑھتے ہیں کہ "تھوڑے سے آدمی یعنی آٹھ جانیں پانی کے وسیلہ سے بچیں" ۔ یہ لوگ پانی سے نہیں بچے تھے بلکہ "پانی کے وسیلہ سے" ۔ پانی، نجات دہندہ نہیں تھا بلکہ عدالت جس کے "وسیلہ سے" خدا نے اُن کی جانیں بچائیں ۔

اِس بیان اور مابعد کے بیان کو سمجھنے کے لئے ہمیں کشتی اور طوفان کے علامتی معنوں کو دیکھنا چاہئے ۔ کشتی، خداوند یسوع مسیح کی تصویر ہے، اور پانی کا طوفان خدا کی عدالت کو ظاہر کرتا ہے ۔ بچنے کا واحد راستہ کشتی تھی ۔ جب طوفان آیا تو صرف وُہی لوگ بچے جو کشتی کے اندر تھے ۔ لیکن وہ جو باہر تھے ہلاک ہو گئے ۔ بعینہٖ مسیح نجات کا واحد راستہ ہے ۔ وہ جو مسیح میں ہیں وہ بچ گئے ہیں ۔ لیکن وہ جو مسیح سے باہر ہیں غیر محفوظ ہیں ۔

پانی نجات کا "ذریعہ" نہیں تھا کیونکہ جو پانی میں تھے وہ سب ڈوب گئے تھے۔ صرف کشتی ہی پناہ کی جگہ تھی۔ جو کشتی میں تھے اُن تک پانی کا ایک قطرہ تک نہ پہنچا تھا۔ اِسی طرح مسیح نے ہمارے خلاف خدا کی عدالت کے غضب کو برداشت کیا۔ اب جو اُس میں ہیں اُن پر سزا کا حکم نہیں ہے (یوحنا ۵: ۲۴)۔

کشتی کے نیچے پانی تھا اور اُس کے اُوپر بھی پانی برس رہا تھا اور پانی اُس کے چاروں طرف تھا۔ لیکن اُس نے اپنے ایمان لانے والے مکینوں کو "پانی کے وسیلہ سے" ایک نئی مخلوق کی صورت میں بچا لیا۔ بعینہٖ وہ جو نجات دہندہ پر ایمان لاتے ہیں موت میں سے گزر کر جی اُٹھتے اور نئی زندگی میں داخل ہو جاتے ہیں اور محفوظ ہیں۔

۲۱:۳ - "اُسی پانی کے مشابہ بھی یعنی بپتسمہ ... اب تمہیں بچاتا ہے"۔ ایک مرتبہ پھر ہم مشکل اور اختلاف کی زد میں ہیں۔ یہ آیت اُن لوگوں کے درمیان جو بپتسمہ سے نجات کے قائل ہیں اور اُن کے جو اِس کا انکار کر کے کہتے ہیں کہ بپتسمہ میں بچانے کی قوت نہیں میدانِ جنگ بنی ہوئی ہے۔

بپتسمہ

سب سے پہلے ہم یہ دیکھیں گے کہ اِس آیت کا مطلب کیا ہو سکتا ہے اور کیا نہیں ہو سکتا۔ درحقیقت ایک بپتسمہ ہے جو ہمیں بچاتا ہے لیکن وہ پانی کا بپتسمہ نہیں ہے بلکہ وہ جو قریباً دو ہزار سال پیشتر کلوری پر وقوع میں آیا۔ مسیح کی موت بپتسمہ تھی۔ اُس نے عدالت کے پانی میں بپتسمہ لیا۔ جب اُس نے یہ فرمایا کہ "مجھے ایک بپتسمہ لینا ہے اور جب تک وہ نہ ہو لے میں کیا ہی تنگ رہوں گا" (لوقا ۱۲: ۵۰) تو اُس کا یہی مطلب تھا۔ زبور نویس اِس بپتسمہ کو اِن الفاظ میں بیان کرتا ہے: "تیرے آبشاروں کی آواز سے گہراؤ گہراؤ کو پکارتا ہے۔ تیری سب موجیں اور لہریں مجھ پر سے گزر گئیں" (زبور ۴۲: ۷)۔ اپنی موت میں مسیح نے خدا کے غضب کی موجوں اور لہروں میں بپتسمہ لیا، اور یہی بپتسمہ ہماری نجات کی بنیاد ہے۔

لیکن یہ ضروری ہے کہ ہم خود اُس کی موت کو اپنے لئے قبول کریں۔ جس طرح نوحؑ اور اُس کے خاندان کو بچنے کے لئے کشتی میں داخل ہونا پڑا، اُسی طرح لازم ہے کہ ہم بھی اپنے آپ کو واحد نجات دہندہ کے سپرد کر دیں۔ جب ہم یہ کرتے ہیں تو ہم اُس کی موت، دفن اور جی

اُٹھنے میں شامل ہو جاتے ہیں - تب ہم حقیقی معنوں میں اُس کے ساتھ مصلوب ہو جاتے ہیں (گلتیوں ۲: ۲۰) - ہم اُس کے ساتھ دفن ہوتے (رومیوں ۶: ۴) اور اُس کے ساتھ موت سے زندگی میں جی اُٹھتے ہیں (رومیوں ۶: ۴) -

اِس سب کی منظر کشی ایمان داروں کے بپتسمہ میں ہوتی ہے - رسم، اُس کا جو رُوحانی طور پر وقوع میں آ چکا ہے ظاہری نشان ہے - ہم مسیح کی موت میں شامل ہونے کا بپتسمہ لیتے ہیں - جب ہم پانی کے نیچے جاتے ہیں تو اقرار کرتے ہیں کہ ہم اُس کے ساتھ دفن ہوئے ہیں - اور جب ہم پانی سے اُوپر آتے ہیں تو ظاہر کرتے ہیں کہ ہم اُس کے ساتھ جی اُٹھے ہیں اور نئی زندگی میں چلنا چاہتے ہیں -

وُہ مشابہت جو ہمیں بچاتی ہے یعنی بپتسمہ، مسیح کی صلیب پر موت کے بپتسمہ اور ہماری اُس کے ساتھ مشابہت کی طرف جس کی نمائندگی پانی کا بپتسمہ کرتا ہے اشارہ کرتا ہے -

مندرجۂ ذیل وجُوہات کی بنا پر اِس آیت کا مطلب یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم بپتسمہ کی رسم کی بُنیاد پر نجات پاتے ہیں :

۱- اِس طرح خُداوند یسُوع کی بجائے پانی نجات دہندہ بن جاتا ہے - لیکن اُس نے کہا "راہ ... مَیں ہُوں" (یُوحنا ۱۴: ۶) -

۲- اِس کا مطلب یہ ہو گا کہ مسیح بے فائدہ مُؤا - اگر لوگ پانی سے بچ سکتے ہیں تو مسیح کو کیوں مرنا پڑا؟

۳- متعدد لوگوں کی بپتسمہ لینے کے بعد کی زندگی سے ثابت ہوتا ہے کہ وُہ کبھی حقیقی معنوں میں نئے سرے سے پیدا نہیں ہُوئے -

اور نہ اِس آیت کا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ ہم ایمان + بپتسمہ سے نجات پاتے ہیں -

۱- اِس کا مطلب یہ ہو گا کہ نجات دہندہ کا صلیب پر کام کافی نہیں تھا - جب اُس نے کہا "تمام ہُؤا" تو اِس نظریے کے مطابق دراصل ایسا نہیں تھا کیونکہ نجات کے مؤثر ہونے کے لئے اُس میں بپتسمہ کا اضافہ ضروری ہے -

۲- اگر نجات کے لئے بپتسمہ ضروری ہے تو یہ بڑی عجیب بات ہے کہ خُداوند نے خُود کسی کو بپتسمہ نہیں دیا - یُوحنا ۴: ۱، ۲ میں ذکر ہے کہ یسُوع نے خُود کسی پیروکار کو بپتسمہ نہیں دیا - اُس کے شاگرد بپتسمہ دیتے تھے -

۳- پولس رسول شکر کرتا ہے کہ اُس نے چند ایک کرنتھیوں کے سوا کسی کو بپتسمہ نہیں دیا

(۱-کرنتھیوں ۱:۱۴-۱۶) - اگر نجات کے لئے بپتسمہ ضروری ہوتا تو یہ ایک مُبشّر کے لئے بڑی عجیب شُکر گزاری ہے! یہ حقیقت کہ پَولُس نے چند ایک کو بپتسمہ دیا یہ سِکھاتی ہے کہ ایمان داروں کا بپتسمہ ہے، اور یہ حقیقت کہ اُس نے صِرف چند ایک کو بپتسمہ دیا یہ کہ وُہ اِسے نجات کے لئے ضرُوری نہیں سمجھتا تھا -

۴- صلیب پر توبہ کرنے والے ڈاکُو نے بپتسمہ نہیں لیا، لیکن اِس کے باوجُود اُسے یقین دِلایا گیا کہ وُہ مسیح کے ساتھ فردوس میں ہوگا (لُوقا ۲۳ ، ۴۳) -

۵ - قیصریہ میں جب غیر قوم ایمان لائے تو اُنہیں پاک رُوح مِلا (اعمال ۱۰ : ۴۴) - اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وُہ مسیح کے تھے (رومیوں ۸ : ۹) - پھر پاک رُوح مِلنے کے بعد یعنی نجات پانے کے بعد انہیں بپتسمہ دیا گیا (آیات ۴۷، ۴۸) - چنانچہ اُن کی نجات کے لئے بپتسمہ ضرُوری نہیں تھا - اُنہیں پہلے نجات مِلی اور پھر پانی سے بپتسمہ دیا گیا -

۶- نئے عہدنامہ میں بپتسمہ کا تعلق ہمیشہ مَوت سے ہے نہ کہ رُوحانی پَیدائِش سے -

۷ - نئے عہدنامہ میں کم از کم ۱۵۰ حوالے مِلتے ہیں جو یہ سِکھاتے ہیں کہ نجات صِرف ایمان سے ہے - اُن کی تردید اُن دو۲ یا تین۳ آیات سے نہیں کی جا سکتی جو بظاہر یہ سِکھاتی ہیں کہ نجات کے لئے بپتسمہ ضرُوری ہے -

پس، جب ہم آیت ۲۱ میں یہ پڑھتے ہیں کہ "بپتسمہ --- اب تمہیں بچاتا ہے" تو اِس کا مطلب لفظی طور پر پانی میں بپتسمہ لینا نہیں ہے بلکہ مسیح کا موت کا بپتسمہ اور اُس کے ساتھ ہمارا اُس میں شامِل ہونا ہے -

"اُس سے جسم کی نجاست کا دُور کرنا مُراد نہیں" - عہدِ عتیق کی رسمی پرستش سے جِس سے پطرس کے یہُودی مسیحی قارئین بخُوبی واقِف تھے ظاہرا پاکیزگی حاصِل ہوتی تھی - لیکن یہ کاہنوں یا عوام کو صاف ضمیر عطا کرنے کے قابل نہیں تھی - پطرس جِس "بپتسمہ" کے بارے میں کہہ رہا ہے اُس کا تعلق نجاست سے جسمانی اور یہاں تک کہ رسمی طور پر پاک ہونا نہیں ہے - بے شک پانی بدن پر سے دھُول اور مٹّی تو دُور کر سکتا ہے لیکن یہ ہمیں خُدا کے بارے میں اچھّی اور صاف نیّت عطا نہیں کر سکتا - صِرف مسیح کے ساتھ اُس کی مَوت، دفن اور جی اُٹھنے میں شامِل ہونا ہی یہ کر سکتا ہے -

"بلکہ خالِص نیّت سے خُدا کا طالب ہونا مُراد ہے" - یہاں لامحالہ یہ سُوال پَیدا ہوتا ہے: "مَیں خالِص نیّت سے خُدا کا طالب کیسے ہو سکتا ہُوں؟ اُس کے حضُور میری "نیّت" خالِص کیسے ہو سکتی ہے؟"

اِس کا جواب بپتسمہ میں مِلتا ہے جس کے بارے میں پطرس بات کر رہا ہے ——— کلوری پر مسیح کی موت کا بپتسمہ اور اُس کام کو شخصی طور پر قبول کرنا۔ مسیح کی موت نے گُناہ کے سوال کا فیصلہ ہمیشہ کے لئے کر دیا ہے۔

”یسوع مسیح کے جی اُٹھنے کے وسیلہ سے“۔ مجھے یہ علم کیسے ہو سکتا ہے کہ خُدا مُطمئن ہے؟ مَیں جانتا ہُوں کیونکہ اُس نے ”مسیح“ کو مُردوں میں سے جِلایا۔ خالِص نیّت کا اٹوٹ تعلق ”یسوع مسیح کے جی اُٹھنے سے“ ہے۔ یہ دونوں ایک ساتھ قائم رہتے یا گِرتے ہیں۔ مسیح کا جی اُٹھنا مجھے یہ بتاتا ہے کہ خُدا اپنے بیٹے کے مخلصی کے کام سے پُوری طرح مُطمئن ہے۔ اگر مسیح جی نہ اُٹھتا تو ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ ہمارے گُناہ مِٹا دِئے گئے ہیں۔ اُس وقت اُس کی موت ایک عام آدمی کی موت ہوتی۔ لیکن جی اُٹھا مسیح ہماری کامِل یقین دہانی ہے کہ ہمارے گُناہوں کے خِلاف خُدا کا تقاضا مکمل طور پر پُورا کر دیا گیا ہے۔

پس ”بپتسمہ یسوع مسیح کے جی اُٹھنے کے وسیلہ سے اب تمہیں بچاتا ہے ... اُس سے ... خالِص نیّت سے خُدا کا طالب ہونا مُراد ہے“۔ میرے خالِص نیّت کے بارے میں دعوے کی بُنیاد خُداوند یسوع کی موت، دفن اور جی اُٹھنا ہے۔ ترتیب یُوں ہے:

۱- مسیح نے میرے لئے کلوری پر موت کا بپتسمہ لیا۔

۲- جب مَیں اُسے بطور خُداوند اور نجات دہندہ قبول کرتا ہُوں تو مَیں اس کے ساتھ اُس کی موت، دفن اور قیامت میں شامِل ہو جاتا ہُوں۔

۳- اِس عِلم کے ذریعہ کہ وہ جی اُٹھا ہے مجھے میری خالِص نیت کے بارے میں درخواست کا جواب مِل جاتا ہے۔

۴- پانی کے بپتسمہ کے ذریعے میں اپنی رُوحانی تبدیلی کا جس کا مجھے تجربہ ہُوا ہے ظاہری گواہی دیتا ہُوں۔

۳:۲۲- ”وہ آسمان پر جا کر خُدا کی دہنی طرف بیٹھا ہے اور فرِشتے اور اختیارات اور قُدرتیں اُس کے تابع کی گئی ہیں“۔ خُداوند یسوع مسیح نہ صِرف مُردوں میں سے جی اُٹھا بلکہ وہ ”آسمان“ پر گیا جہاں سے وہ پہلے پہل آیا تھا۔ وہ وہاں آج بھی ہے، لیکن ایک غیر دیدنی اور ناقابِلِ فہم رُوح کی صُورت میں نہیں بلکہ گوشت اور ہڈیوں پر مُشتمل جلالی بدن میں ایک زِندہ آدمی کے طور پر۔ جو زخم اُسے کلوری پر لگے وہ اُس بدن پر ابد تک کے لئے مُثبت ہیں۔ یہ ہمارے

لئے اُس کی محبت کا واضح اور ابدی نشان ہیں ۔

ہمارا خداوند "خدا کی دہنی طرف بیٹھا ہے" یہ مقام

اِختیار کا ہے : چونکہ عام طور پر دہنا ہاتھ بائیں ہاتھ سے طاقتور ہوتا ہے اِس لئے اِسے اختیار کا نشان سمجھا جاتا ہے (متی ۲۶ : ۶۴) ۔

عزت وسربلندی کا ہے : مسیح "خدا کے دہنے ہاتھ سربلند" ہے (اعمال ۲: ۳۳؛ ۵: ۳۱) ۔

آرام کا ہے : اپنے تکمیل شدہ کام کے سبب سے مسیح "عالمِ بالا پر کبریا کی دہنی طرف جا بیٹھا" (عبرانیوں ۱: ۳، مزید دیکھئے ۸: ۱؛ ۱۰: ۱۲) ۔ یہ آرام، اطمینان اور آسودہ خاطری کا اطمینان ہے نہ کہ تھکاوٹ سے آرام ۔

شفاعت کا ہے : پولس کہتا ہے کہ مسیح خدا کے دہنے ہاتھ بیٹھا ہے جہاں سے وہ ہماری شفاعت کرتا ہے (رومیوں ۸: ۳۴) ۔

اوّلیت اور بلندی کا ہے : "اپنی دہنی طرف آسمانی مقاموں میں بٹھایا ۔ اور (اُسے) ہر طرح کی حکومت اور اختیار اور قدرت اور ریاست اور ہر ایک نام سے بہت بلند کیا جو نہ صرف اِس جہان میں بلکہ آنے والے جہان میں بھی لیا جائے گا" (افسیوں ۱: ۲۰، ۲۱) ۔

حکومت کا ہے : عبرانیوں ۱: ۱۳ میں خدا باپ بیٹے سے کہتا ہے : "میری دہنی طرف بیٹھ جب تک مَیں تیرے دشمنوں کو تیرے پاؤں تلے کی چوکی نہ کر دوں" ۔

ا-پطرس ۳: ۲۲ میں بھی حکومت پر زور دیا گیا ہے "خدا کی دہنی طرف بیٹھا ہے اور فرشتے اور اختیارات اور قدرتیں اُس کے تابع کی گئی ہیں" ۔

بلاشبہ، "فرشتے اور اختیارات اور قدرتیں" سے تمام آسمانی ہستیاں مراد ہیں ۔ وہ سب جی اُٹھے اور جلالی مسیح کی خادم ہیں ۔

پس ہمارے خداوند کا بھلائی کرنے کے لئے دکھ اُٹھانے میں یہ تجربہ تھا ۔ آدمیوں نے اُس کے تجسم سے پہلے نوح کے وسیلہ سے گواہی کو اور تجسم کے بعد اُس کے بطور ابنِ آدم پہلی آمد کو ردّ کر دیا ۔ اُسے کلوری پر موت کے سیاہ پانی میں بپتسمہ دیا گیا ۔ لیکن خدا نے اُسے مُردوں میں

سے زِندہ کیا اور آسمان میں اپنے دہنے ہاتھ بِٹھا کر جلال بخشا۔ خُدا کے ابدی مقصد میں دُکھ جلال سے پہلے آتے ہیں۔

یہ سبق، پطرس کے پہلے قارئین کے لئے تھا اور ہمارے لئے بھی ہے۔ جب ہم بھلائی کے کام کرتے ہیں اور ہمیں مخالفت اور یہاں تک کہ ایذا رسانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو ہمیں حیران نہیں ہونا چاہئے کیونکہ جو سلوک ہمارے نجات دہندہ کے ساتھ کیا گیا ہم اُس سے بہتر کی توقع نہیں کر سکتے۔ ہمیں اُس کے اِس وعدہ سے اپنے آپ کو تسلّی دینی چاہئے کہ اگر ہم اُس کے ساتھ دُکھ اُٹھائینگے تو جلال بھی پائیں گے (رومیوں ۸: ۱۷)۔ مزید برآں، یہ دُکھ جو ہم اُٹھا رہے ہیں اِن کا مقابلہ اُس جلال سے نہیں کیا جاسکتا جس کے ہم منتظر ہیں (رومیوں ۸: ۱۸)۔ یہ دُکھ ہلکے اور عارضی ہیں جبکہ جلال ابدی اور ہماری سمجھ سے زیادہ بھاری ہیں (۲-کرنتھیوں ۴: ۱۷)۔

۴: ۱- اِس حِصّے کا اپنے سے پہلے کے ساتھ بڑا نزدیکی تعلق ہے (قب ۳: ۱۸)۔ ہم اِس بات پر غور کرتے رہے ہیں کہ "مسیح" ایک ایسی مثال ہے جس نے غیر واجبی دُکھ اُٹھایا۔ اُسے راست بازی کی وجہ سے بدکاروں کے ہاتھوں "دُکھ اُٹھانا" پڑا۔ چونکہ ایسا ہُوا، اِس لئے اُس کے پَیروکاروں کو بھی "ایسا ہی مزاج" اختیار کرتے ہوئے "ہتھیار بند" بننا چاہئے۔ اُنہیں اُس کے نام کی خاطر دُکھ اُٹھانے کی توقع رکھنی چاہئے۔ اُنہیں مسیحی ہونے کے باعث ایذا رسانی برداشت کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔

وُہ "جس نے جِسم کے اعتبار سے دُکھ اُٹھایا" یعنی بدن میں "اُس نے گُناہ سے فراغت پائی"۔ ایک ایمان دار کو دو امکانات کا سامنا کرنا پڑتا ہے یعنی گُناہ یا دُکھ۔ ایک طرف تو وُہ اپنے اِردگرد کے بدکاروں کی طرح زِندگی بسر کرنا، اُن کی گُناہ آلودہ خوشیوں میں شریک ہونا، اور نتیجۃً ایذا رسانی سے بچنا چُن سکتا ہے۔ یا دُوسری طرف وُہ مسیح کی خاطر رُسوائی برداشت کرتے اور بدکاروں کے ہاتھوں دُکھ اُٹھاتے ہُوئے پاکیزگی اور خُدا پرستی کی زِندگی بسر کر سکتا ہے۔

جے۔ گنتھری پھانسی دِئے جانے سے ذرا پہلے کہتا ہے: "عزیز دوستو! دُکھوں کے اِس پیالہ کو پینے کا عہد کرو جیسا کہ مَیں نے کیا۔ میرے سامنے گُناہ اور دُکھ دونوں رکھے گئے اور مَیں نے دُکھوں کو چُن لیا"۔

جب ایک ایمان دار دیدہ دانستہ گُناہ میں زِندگی بسر کرتے رہنے کی بجائے ایذا رسانی کو چُن لیتا ہے تو "اُس نے گُناہ سے فراغت پائی"۔ اِس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اب اُس سے کوئی گُناہ

سرزد نہیں ہوتا، بلکہ یہ کہ اُس کی زِندگی میں گُناہ کا زور ٹوٹ گیا ہے۔ جب ایک شخص گُناہ نہ کرنے کی وجہ سے دُکھ اُٹھاتا ہے تو اُس پر جسم کا کنٹرول باقی نہیں رہتا۔

۴ : ۲ - ایک ایمان دار کی باقی ماندہ زِندگی میں اُس کے اِنسانی جذبات اُسے کنٹرول نہیں کرتے "بلکہ خُدا کی مرضی" اُسے کنٹرول کرتی ہے۔ وہ غیر ایمان داروں کی طرح گُناہ کرنے کی بجائے دُکھ اُٹھانے کو ترجیح دیتا ہے۔ وہ اپنے خُداوند کا اِنکار کرنے کی بجائے مَرنا پسند کرے گا۔ "اپنی باقی جِسمانی تندگی" کا مطلب اُس کی باقی ماندہ زمینی زِندگی ہے۔ ایک ایمان دار اپنی شہوانی خواہشات اور اشتہا کی تسکین کی بجائے اِن سالوں میں خُدا کے جلال کے لئے زِندگی بَسر کرنا ہے۔

۴ : ۳ - پطرس، یہ اُن چند ایک لوگوں کو لِکھ رہا ہے جو اپنی تبدیلی سے پیشتر غیر اقوام کی دُنیا میں ہر قسم کی بداخلاقی میں زِندگی بَسر کرتے تھے۔ اُن کے لئے بَس اُس قسم کی اتنی ہی زِندگی "بہت" ہے۔ اب وُہ نئے مخلوق ہیں اِس لئے اُنہیں پُرانے گُناہوں کو ترک کر دینا چاہیے۔ باقی ماندہ زِندگی خُدا کی ملکیت ہے اور اُسے ہی دینی چاہیے۔

جن گُناہوں کی فہرست دی گئی ہے وُہ آج بھی غیر مسیحی دُنیا کی خصوصیت ہیں۔ جنسی گُناہ شراب نوشی اور بے دینی۔

"شہوت پرستی" : بُنیادی طور پر جنسی بداخلاقی میں۔

"بُری خواہشوں" : ہر قسم کی ناجائز اِشتہاؤں کو مُطمئِن کرنا۔ لیکن یہاں اِشارہ خاص طور پر جنسی گُناہوں کی طرف ہے۔

"مَے خواری" : اپنے آپ کو نشے کے حامل مشروب کے کنٹرول میں دے دینا جس کا نتیجہ یہ نِکلتا ہے کہ قوتِ ارادی کمزور پڑ جاتی ہے اور آزمائش کا مُقابلہ نہیں کر سکتی۔ شراب نوشی اور بداخلاقی میں بڑا قریبی تعلق ہے۔

"ناچ رنگ" : عیش و طرب اور رات گئے تک رنگ رلیاں منانے والی پارٹیاں۔

"نشہ بازی" : پینے پلانے کی پارٹیاں جس کا نتیجہ بدکاری اور غل غپاڑے کی صورت میں نِکلتا ہے۔

"مکروہ بُت پرستی" : بُتوں کو پُوجنا اور اُس تمام بدکاری میں شامل ہونا جو اِس پرستش کا حِصہ ہیں۔

لوگ جس قسم کی پرستش کرتے ہیں ویسے ہی بن جاتے ہیں۔ جب وُہ سچے اور زِندہ

خُدا کو ترک کر دیتے ہیں تو اُن کا اخلاق خود بخود گِر جاتا ہے۔ یہ گرا ہُوا معیار اُنہیں ہر قسم کی گُناہ آلُودہ مسرتوں میں حِصّہ لینے کی اِجازت دیتا ہے جس کی اُن میں پہلے ہی بھُوک موجُود ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بُت پرستانہ مذاہب گُناہ اور رُسوائی کی پرورش کرتے ہیں۔

۴:۴ - یہ آیت اُن لوگوں کے عام تجربہ کو بیان کرتی ہے جن کی زِندگیاں بدل گئی ہوں۔ اُن کے سابقہ ساتھی خیال کرتے ہیں کہ وُہ پاگل ہو گئے ہیں اور اُن پر الزام لگاتے ہیں کہ مذہبی جنونی بن گئے ہیں۔ وُہ اِسے ایک قِسم کا پاگل پن سمجھتے ہیں کہ اب مسیحی ناچ رنگ، دنیاوی پارٹیوں اور عیش و طرب میں مزید حِصّہ نہیں لیتے۔ ایمان دار کی پاک و صاف اخلاقی زِندگی گنہگاروں کو مُلزِم ٹھہراتی ہے، اِسی لئے وُہ اِس تبدیلی سے نفرت کرتے ہیں۔

۴:۵ - اِس زِندگی میں دُنیادار لوگ ایمان داروں کی نِسبت کُفر کے کلمات کہتے ہیں لیکن اُنہیں بڑے سفید تخت کے سامنے ہر لفظ کا "حِساب دینا پڑے گا"۔ خُداوند "زِندوں اور مُردوں کا حِساب کرنے کو تیار ہے" سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں پطرس کے ذہن میں غیر ایمان دار لوگ ہیں۔ جو غیر ایمان دار لوگ ہزار سالہ حکومت کے شروع ہونے سے پیشتر زِندہ ہوں گے اُن کی اُسی وقت عدالت ہوگی اور مرحوم بدکاروں کی مسیح کی زمینی حکومت کے اِختتام پر۔

۴:۶ - "مُردوں کو بھی خوشخبری اِسی لئے ـــــ خُدا کے فرزندوں کو ظاہر کرنے کے لئے ـــــ سُنائی گئی تھی"۔ یہاں پھر ہمارا سامنا ایک مشکل حوالے سے ہوتا ہے۔ کیا اِس کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو خوشخبری اُس وقت سُنائی گئی جبکہ وُہ مر چکے تھے یا جب وُہ ہنوز زِندہ تھے؟ اور یہ لوگ کون تھے؟

ہم سمجھتے ہیں کہ اِس آیت کا اِشارہ اُن لوگوں کی طرف ہے جنہیں جب وُہ زِندہ تھے خُوشخبری سُنائی گئی اور وُہ خُداوند پر ایمان لائے تھے۔ اُن کو سچائی پر دلیرانہ قائم رہنے کی وجہ سے بدکاروں کے ہاتھوں دُکھ اُٹھانا پڑا اور بعض کو شہید بھی ہونا پڑا۔ اگرچہ اِن ایمان داروں کا "جسم کے لحاظ سے" "اِنصاف" ہُوا یا سزا دی گئی، تاہم "خُدا" نے اُن کی پُرزور تائید کی۔ اب وُہ اُسکے ساتھ ابدی زِندگی سے محظوظ ہو رہے ہیں۔

جب اُنہیں خوشخبری سُنائی گئی تو وُہ مُردہ نہیں تھے۔ لیکن اب وُہ جہاں تک اُن کے بدن کا تعلق ہے مُردہ ہیں۔ اگرچہ آدمیوں نے اُنہیں پاگل سمجھا لیکن "خُدا" نے اُنہیں عزّت دی اور اب اُن کی رُوحیں آسمان میں ہیں۔

اِنجیل کی منادی سے ایمان لانے والوں کے لئے دو نتائج نِکلتے ہیں —— لوگوں کا اُن پر الزام اور خُدا کی تائید و تصدیق ۔

۳۔ ایمان داروں کی خِدمت اور دُکھ (۴: ۷ — ۵: ۱۴)

ا۔ آخری دِنوں کے مُتعلق ضروری تاکید (۴: ۷ — ۱۱)

۴: ۷ ۔ اِس بیان سے کہ "سب چیزوں کا خاتمہ جلد ہونے والا ہے" اب بہت سی فہمائشوں کو مُتعارف کرایا گیا ہے ۔ اِس سے کئی طرح کے مطلب لئے گئے ہیں : (۱) یروشلیم کی تباہی، (۲) فضائی اِستقبال، (۳) مسیح کی حکُومت کرنے کے لئے آمد، (۴) ہزار سالہ حکومت کے اِختتام پر زمین اور آسمان کی تباہی ۔ ہمارے خیال میں اِس کا اشارہ آخری شق کی طرف ہے ۔

پہلی تاکید یہ ہے کہ "ہوشیار رہو اور دُعا کرنے کے لئے تیار" ۔ یہ خط ایذا رسانی کے زمانہ میں لکھا گیا اور اِس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان دار کی دُعائیہ زِندگی افراتفری اور جذباتیات کے باعث بے دھیانی سے جو دباؤ کا نتیجہ ہُوا کرتی ہے آزاد ہو ۔ اُس کی خُدا کے ساتھ رفاقت میں نامُوافق حالات کے باعث خلل نہیں پڑنا چاہئے ۔

۴: ۸ ۔ اُسے دُوسرے ایمان داروں کے ساتھ رفاقت کی طرف بھی دھیان دینا چاہئے (آیات ۸، ۹) اور خُدا کے گھرانے کے ہر ایک ممبر کے ساتھ "بڑی محبّت" رکھنی چاہئے ۔ اِس قِسم کی محبّت دُوسرے ایمان داروں کے نقائص اور خامیوں کا ڈھنڈورا نہیں پیٹتی بلکہ لوگوں کی نظروں سے بچاتی ہے ۔ کِسی کا قول ہے : "نفرت ہر چیز کو بگاڑ دیتی ہے ۔ محبت، نظروں سے دُور کر کے دفن کر دیتی ہے" ۔

اِس بیان کو کہ "محبّت بہُت سے گُناہوں پر پردہ ڈال دیتی ہے" (اَمثال ۱۰: ۱۲) اِس طرح نہیں لینا چاہئے گویا یہ تعلیمی تشریح ہے کہ گُناہ کیسے دُور کئے جاتے ہیں ۔ جُرم اور گُناہوں کی سزا صرف مسیح کے خُون سے دُور ہوتی ہے ۔ اور نہ اِس بیان کو گُناہ کو نظر انداز کرنے یا ایک جماعت کو کِسی خطاکار کو ڈِسپلن میں لانے کی ذمّہ داری سے بَری کرنے کے لئے اِستعمال کرنا چاہئے ۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ حقیقی محبّت دُوسرے ایمان داروں کی چھوٹی موٹی غلطیوں

اور ناکامیوں سے صَرفِ نظر کرتی ہے۔

۹:۴۔ بھائیوں کے ساتھ محبت کے اظہار کا ایک طریقہ یہ ہے کہ بِلا امتیاز میزبانی کی جائے۔ اِیذا رسانی کے دَوران اِس صلاح و مشورہ کی خاص ضرورت ہوتی ہے جب خوراک کی کمی ہوتی ہے اور وُہ جو مسیحیوں کو پناہ دیتے ہیں اُن کو اگر موت نہیں تو کم از کم گرفتاری اور قید کا خطرہ ضرور ہوتا ہے۔

میزبانی ایک بہت بڑا اِستحقاق ہے۔ بعض نے نہ جانتے ہوئے فرشتوں کی میزبانی کی (عبرانیوں ۱۳:۲)۔ خُدا کے فرزند کے ساتھ کسی بھی قسم کی مہربانی کو خود خُداوند کے لئے شمار کیا گیا ہے (متیؔ ۲۵:۴۰)۔ خواہ مہربانی کتنی ہی خفیف کیوں نہ ہو اِس کا اچھّا اجر دیا جائے گا، یہاں تک کہ اگر کوئی کسی کو خُداوند کے نام میں ٹھنڈے پانی کا ایک پیالہ پلائے گا تو اُسے بھی اجر مِلے گا (متیؔ ۱۰:۴۲)۔ وُہ لوگ جو نبی کو نبی جان کر قبول کرتے ہیں اُنہیں نبی کا اجر دیا جائے گا (متیؔ ۱۰:۴۱) جو یہودیوں کے نزدیک سب سے اعلیٰ اجر تھا۔ مُتعدد مسیحی گواہی دیتے ہیں کہ جب اُنہوں نے خُداوند کے خادموں کی خِدمت کی تو اُن کے گھر اور بچّوں کو بہت برکت مِلی۔

خُداوند یسوؔع نے ہمیں سِکھایا کہ ہم اُن کی میزبانی کریں جو ہمیں اِس کا بدلہ نہیں دے سکتے (لُوقا ۱۴:۱۲)۔ لیکن اِس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم اپنے رِشتے داروں، پڑوسیوں اور دوستوں کی خِدمت نہ کریں جو اِس کے بدلے میں ہمیں بھی بُلا سکتے ہیں۔ لیکن ہمارا مقصد یہ ہونا چاہیئے کہ ہم بدلے کے خیال کے بغیر خُداوند کے نام میں مہربانی کریں۔ یہ بات یقیناً قابلِ اعتراض ہے کہ ایمان دار اپنے عزیز و اقارب کی ہی ضیافتیں اور پارٹیاں کرتے رہیں جبکہ دُنیا کے ایک بڑے حِصّے کو اب تک خوشخبری نہیں سُنائی جا سکی ہے۔

۱۰:۴۔ ہر ایک ایمان دار کو خُداوند کی طرف سے "نعمت" مِلی ہے تاکہ وُہ مسیح کے بدن کے عُضو کے طور پر کوئی خاص کام کر سکے (۱۔ کرنتھیوں ۱۲:۴۔ ۱۱، ۲۹۔ ۳۱؛ رومیوں ۱۲:۶۔ ۸)۔ یہ نعمتیں خُدا کی عطا کردہ ہیں۔ ہمیں انہیں ذاتی فائدے کے لئے اِستعمال نہیں کرنا چاہیئے بلکہ دُوسروں کے فائدے اور خُدا کے جلال کے لئے۔ ہم خُدا کی نعمتوں کا آخری اسٹیشن نہیں ہیں۔ خُدا کا فضل ہم تک پہنچتا ہے لیکن اُسے ہم تک ہی محدُود نہیں رہنا چاہیئے۔ خُدا نے ہمیں ترسیل کا ذریعہ بنایا ہے جس کے ذریعہ سے دُوسروں تک برکات پہنچ سکتی ہیں۔

ہم "خُدا کی مختلف نعمتوں کے اچھے مختار" بنائے گئے ہیں۔ یہاں پر "خُدا کی نعمتوں" کو غیر مُستحق نوازش کے طور پر بیان کیا گیا ہے جو وُہ آدمیوں کو پیش کرتا ہے۔ "مُختلف" کا مطلب قسم قسم کی یا نوع بہ نوع ہے۔

۴:۱۱- اگر کسی کو وعظ کرنے یا تعلیم دینے کی نعمت مِلی ہے تو اُسے اِس بات کی تسلی ہونی چاہئے کہ جو کُچھ وُہ کہہ رہا ہے وُہ وُہی الفاظ ہیں جو "خُدا" اِس خاص موقع پر اُس سے کہلوانا چاہتا ہے۔ "خُدا کے کلام" کا یہی مطلب ہے۔ یہ کافی نہیں ہے کہ وُہ محض بائبل سے پیغام دے بلکہ اُسے یقین ہونا چاہئے کہ جو پیغام وُہ دے رہا ہے اِس وقت خُدا سامعین کو وُہی پیغام دینا چاہتا ہے۔

"اگر کوئی" کسی بھی قسم کی خِدمت کرے تو اُسے عِلم ہونا چاہئے کہ اُس خدمت کو انجام دینے کے لئے یہ "خُدا" ہے جو اُسے قوّت دیتا ہے۔ تب جلال "خُدا" کو مِلے گا جس کا وُہ حق دار ہے۔

ایک شخص کو مسیحی خِدمت میں خواہ کتنی ہی اعلیٰ نعمت کیوں نہ مِلی ہو اُسے فخر نہیں کرنا چاہئے۔ نعمت اُسے اپنی کوشش سے حاصل نہیں ہُوئی بلکہ اُوپر سے عطا ہُوئی ہے۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ اُس کے پاس کوئی چیز بھی ایسی نہیں جو اُسے خُدا کی طرف سے نہ مِلی ہو۔ تمام خِدمات ایسے انجام دینی چاہئیں کہ اُس کی نیک نامی "خُدا" کو مِلے۔

جس طرح پطرس نے بیان کیا یہ جلال باپ کو "یسوع مسیح کے وسیلہ سے" جو درمیانی ہے اور جو کُچھ خُدا نے اُس کے وسیلہ سے ہمارے لئے کیا ہے مِلا ہے۔ حمد و تعریف اور قدرت "ابدالآباد" اِسی مُبارک نجات دہندہ کی ہے۔ آمین۔

ب۔ دُکھوں کے بارے میں نصیحت اور تشریحات

(۴:۱۲-۱۹)

۴:۱۲- باب ۴ کے باقی حِصّے میں مسیح کے نام کی خاطر دُکھ اُٹھانے کے بارے میں نصیحتیں اور تشریحات دی گئی ہیں۔

ایک مسیحی کا ایذا رسانی کے متعلق فطری رویّہ یہ ہوتا ہے کہ وُہ اُسے "انوکھی بات" اور بے قاعدہ نظر آتے ہیں۔ جب ہمیں دُکھ اُٹھانا پڑتا ہے تو ہم حیران ہوتے ہیں۔ لیکن پطرس ہمیں

بتاتا ہے کہ ہم اِنہیں ایک عام مسیحی تجربہ سمجھیں۔ دُنیا نے ہمارے نجات دہندہ کے ساتھ جو سلوک کیا، ہم اُن سے اُس سے بہتر کی توقع نہیں رکھ سکتے۔ وُہ سب جو مسیح میں دینداری کی زِندگی گزارنا چاہتے ہیں دُکھ اُٹھائیں گے (۲-تیمتھیس ۳:۱۲)۔ یہ خاص طور پر اُن پر صادق آتا ہے جو براہِ راست مسیح کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اُن پر اِبلیس سخت حملے کرتا ہے۔ وُہ عام مسیحیوں پر اپنا گولہ بارُود ضائع نہیں کرتا۔ وُہ اپنی توپوں کا مُنہ اُن کی طرف کرتا ہے جو جہنم کے پھاٹکوں پر حملہ آور ہوتے ہیں۔

۴:۱۳- "مسیح کے دُکھوں" میں شریک ہونے کے شرف کے باعث ہمیں زیادہ سے زیادہ خُوشی کرنی چاہئے۔ بے شک ہم اُس کے کفارہ بخش دُکھوں میں تو شریک نہیں ہو سکتے کیونکہ وُہ اکیلا ہی گُناہ اُٹھانے والا ہے۔ لیکن اِنسان ہوتے ہوئے اُس نے جو دُکھ اور مُصیبتیں اُٹھائیں وُہ ہم اُٹھا سکتے ہیں۔ ہم اُن خراشوں اور زخموں کو اپنے اُوپر لے سکتے ہیں جو دُنیا کے لوگ اب بھی اُس پر لگانا چاہتے ہیں۔

اگر آج خُدا کا فرزند دُکھوں کے درمیان "خُوشی" منا سکتا ہے تو وُہ مسیح کے "جلال کے ظہور" کے وقت کتنی "خُوشی" منائے گا۔ جب نجات دِہندہ یہُوداہ کے قبیلہ کے شیرِ ببر کی صُورت میں زمین پر آئے گا تو خُدا کے قادرِ مُطلق بیٹے کے طور پر ظاہر کیا جائے گا۔ جو اب اُس کے ساتھ دُکھ اُٹھاتے ہیں اُنہیں اُس وقت عزت و جلال مِلے گا۔

۴:۱۴- اِبتدائی مسیحی اِس بات سے خُوش ہوتے تھے کہ اُنہیں "مسیح کے نام کے سبب سے" دُکھ اور بے عزتی اُٹھانے کے قابل تو سمجھا گیا ہے (اعمال ۵:۴۱) بعینہٖ اُن مسیحیوں کو بھی خُوش ہونا چاہئے جنہیں مسیح کی خاطر دُکھ اُٹھانا پڑتا ہے۔ اِس قسم کے دُکھ اِس بات کا نشان ہیں کہ خُدا کے "جلال کا رُوح" ہم پر "سایہ کرتا ہے"۔ یہ پاک رُوح ہے جو دُکھ اُٹھانے والے مسیحیوں پر "سایہ کرتا ہے"، جس طرح کہ عہدِ عتیق میں جلالی بادل خیمۂ اجتماع پر سایہ کئے رکھتا تھا جس سے خُدا کی موجُودگی ظاہر ہوتی تھی۔

ہم جانتے ہیں کہ "رُوح" خُدا کے تمام حقیقی فرزندوں میں سکونت کرتا ہے لیکن وُہ اُن پر جنہوں نے اپنے آپ کو مکمل طور پر مسیح کے لئے مخصُوص کر دیا ہے ایک خاص طریقے سے "سایہ" کئے رکھتا ہے۔ جس طرح وُہ خُدا کے رُوح کی موجُودگی اور قُدرت کو جانتے ہیں دُوسرے نہیں جانتے۔ وُہی خُداوند یسوع جس پر اُس کے ستانے والے "ملامت" کرتے تھے، دُکھ اُٹھانے

والے مقدسین کے ذریعہ "جلال" پاتا ہے ۔

۴:۱۵ - ایک مسیحی کو غلط کاریوں سے اپنے پر دُکھ نہیں لانے چاہئیں ۔ اُسے قتل ، چوری چکاری بدکاری یا "اوروں کے کام میں" دخل اندازی کا مُرتکب نہیں ہونا چاہئے ۔ اِس سے خُدا کو جلال نہیں مِلتا بلکہ یہ مسیح کی گواہی کے لئے شرم کی بات ہے ۔

۴:۱۶ - لیکن اگر "مسیحی ہونے کے باعث کوئی شخص دُکھ" پاتا ہے تو اس میں بے عزتی کی کوئی بات نہیں ۔ "مسیحی" کے لئے تمام قسم کی آزمائشوں میں "خُدا کی تمجید کرنا" ممکن ہے ۔ جی ۔ سی ۔ مورگن حسب ذِیل تنبیہ کرتا ہے :

> اگر ایک شخص مسیحی جانا پہچانا جاتا ہے لیکن وُہ اس کے مُطابق زِندگی بسر نہیں کرتا تو وُہ خُدا کی بے عزتی کرتا ہے ۔ نام سے کہلانے میں ذِمّہ داری اُٹھانا بھی شامل ہے ـــــ ایک عظیم اور جلالی ذمّہ داری ۔

۴:۱۷ - پطرس اِس زِندگی میں خُدا کے فرزندوں کے دُکھوں کا مقابلہ ابدیت میں بدکاروں کے دُکھوں سے کرتا ہے ۔ "وقت آ پہنچا ہے کہ خُدا کے گھر سے عدالت شروع ہو" ۔ وُہ وقت فضل کے زمانہ کی طرف اِشارہ ہے جو پنتکُست سے شروع ہُوا اور فضائی اِستقبال تک جاری رہے گا ۔ "خُدا کے گھرانے" کا اِشارہ کلیسیا کی طرف ہے ۔ اِس زمانہ میں ایمان نہ لانے والی دُنیا کلیسیا کی "عدالت" کر رہی ہے ۔ ایمان دار اُن کی طرف سے دِئے گئے دُکھوں کا اب تجربہ کر رہے ہیں جس طرح یسوعؔ کو جب وُہ زمین پر تھا ہُوا تھا ۔

اگر یہ درُست ہے تو اُن لوگوں کی قسمت کیا ہوگی "جو خُدا کی خوشخبری کو نہیں مانتے"؟ اگر مسیحی اِس وقت نیک کام کرنے کی وجہ سے ستائے جاتے ہیں تو ابدیت میں بدکاروں کو اپنے بُرے کاموں کے لئے کیسے دُکھ اُٹھانے پڑیں گے!

۴:۱۸ - اِس آیت میں بھی یہی بحث ہے جس کا اِقتباس امثال ۱۱ : ۳۱ سے کِیا گیا ہے : "جب راست باز ہی" مُشکل سے نجات پائے گا تو "بے دین اور گنہگار" کو تو بہت زیادہ نقصان اُٹھانا پڑے گا ۔

"راست باز" شخص بڑی مشکل سے بچے گا ۔ اِلٰہی نکتۂ نظر سے اُس کی نجات بڑی بھاری قیمت دے کر خریدی گئی تھی ۔ لیکن اِنسانی نکتۂ نظر سے ہمیں بتایا گیا ہے کہ "جانفشانی کرو کہ تنگ دروازہ سے داخل ہو" (لُوقا ۱۳ : ۲۴) ۔ ایمان داروں کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ

"ہم بہت مصیبتیں سہ کر خدا کی بادشاہی میں داخل ہوں" (اعمال ۱۴: ۲۲)۔ ایک ایمان دار کو خطرات اور آزمائشیں راستے سے بھٹکا دیتی ہیں۔ یہ خدا کے فضل کا معجزہ ہی ہے جو اُسے آسمانی بادشاہت کے لئے محفوظ رکھتا ہے۔

اگر یہ بات سچ ہے تو اُن لوگوں کی عاقبت کیا ہوگی جو اپنے گناہوں سے توبہ کئے اور نجات پائے بغیر مرتے ہیں! اِس سچائی کی ایک بڑی واضح مثال ایف۔ بی۔ میئر کی درجِ ذیل روایت میں ملتی ہے:

> ایک مُقدس کی بڑی سنجیدہ خواہش تھی کہ اُس کی مَوت اِتنی فتح مند ہو کہ اُس کے غیر نجات یافتہ بیٹے قائل ہو جائیں اور خوشخبری کی اِس بیّن قوّت سے اُن کی اِس قدر حوصلہ افزائی ہو کہ وُہ سیاہ وادی میں قائم رہ سکیں۔ اِس کے برعکس اُسے یہ دیکھ کر گہرا رنج ہوا کہ اُس کی رُوح پر بادل چھا گئے ہیں، اُسے خَوف اور شکوک نے آ دبایا ہے اور دُشمن کو اُسے اذیت دینے کی اجازت دے دی گئی۔ لیکن یہی وہ حقائق تھے جن سے اُس کے بچّے بے حد متاثر ہوئے۔ سب سے بڑے بیٹے نے کہا "ہم سب جانتے ہیں کہ ہمارا باپ نیک آدمی تھا لیکن اِس کے باوجود بھی اُس کے رُوحانی دُکھ کِتنے گہرے ہیں۔ تو پھر ہم جنہوں نے اپنی رُوحوں کے بارے میں کبھی نہیں سوچا کیا اُمید رکھ سکتے ہیں!"

۴: ۱۹- پطرس اِس بات پر زور دیتا ہے کہ ہمارے دُکھ، "خدا کی مرضی کے موافق" ہونے چاہئیں۔ یہ ممکن ہے کہ مذہبی غیرت مند خدا کی راہنمائی کے بغیر اپنی ترنگ میں مصیبتوں کو دعوت دیں۔ شہادت کے خیالوں میں اُلجھے ہوئے خدا کو ایسے آزمانے لگتے ہیں کہ اُس کی بے عزّتی کا باعث بن جاتے ہیں۔ لیکن دُکھوں کا صحیح راستہ مسیحیوں کو اَبدی خوشی کی طرف لے جاتا ہے۔ اِس بات کے پیشِ نظر اُنہیں درست کام کرتے رہنا چاہئے خواہ اِس کی اِنہیں کتنی ہی بھاری قیمت کیوں نہ ادا کرنی پڑے اور "اپنی جانوں کو وفادار خالق کے سپرد کر دیں"۔

یہ بڑا عجیب لگتا ہے کہ پطرس یہاں خداوند کو نجات دہندہ، سردار کاہن یا چرواہا کی بجائے بطور خالق متعارف کرا رہا ہے۔ مسیح، دو لحاظ سے ہمارا خالق ہے ——— ہم مخلوق ہوتے ہوئے، اور پھر نئے مخلوق ہونے کے باعث اُس کے ہیں (افسیوں ۴: ۲۴؛ کلسیوں ۳: ۱۰)۔ اِن دونوں حیثیتوں سے وُہ ہمیں پیار کرتا اور ہمارے لئے فکر مند رہتا ہے۔ پس مناسب یہی ہے کہ ہم اپنے آپ کو اُس کے سپرد کر دیں جس نے ہماری رُوحوں کو تخلیق کیا اور

بعد میں اُنہیں بچایا ہے۔

ج۔ نصیحتیں اور دُعا و سلام (۵:۱-۱۴)

۵:۱- ۱-پطرس کے اِس آخری باب میں ہمیں نصیحتیں اور دُعا و سلام مِلتا ہے۔ سب سے پہلے "بزرگوں" کے لئے حکم ہے۔ اِس قسم کا حُکم دینے کے اختیار کو ظاہر کرنے کے لئے پطرس اپنے آپ کو بطور "بزرگ" مُتعارف کراتا ہے "جو اُن کی طرح ... مسیح کے دُکھوں کا گواہ اور ظاہر ہونے والے جلال میں شریک" ہے ــــــ اِس سے اِس دعوے کی کہ پطرس کلیسیا کا "قسیسِ مُعظّم" یا "مسیح کا نائب" ہے نفی ہو جاتی ہے کیونکہ وُہ اپنے آپ کو بزرگوں کے برابر بتا رہا ہے۔ "گواہ": پطرس نے چرواہے کو بھیڑوں کے لئے مرتے دیکھا تھا اور اِس محبت کی یاد اُسے مجبور کر دیتی ہے کہ چھوٹا چرواہا بن کر اُن کی دیکھ بھال کرے۔ "شریک": جلد ہی جلال طلوع ہوگا، مسیح ظاہر ہوگا تو ہم بھی اُس کے ساتھ ظاہر ہوں گے (کلسیّوں ۳:۴)۔ اُس وقت تک نجات دہندہ کا یہ حُکم قائم ہے کہ "میرے برّے چرا ... تو میری بھیڑوں کی گلّہ بانی کر" (یُوحنّا ۲۱:۱۵-۱۷)۔

۵:۲- بزرگ بالغ مسیحی ہیں جنہیں پاک رُوح نے کلیسیا میں رُوحانی لیڈر بننے کے لئے مُستند قرار دیا ہے۔ نیا عہدنامہ پہلے ہی فرض کر لیتا ہے کہ کلیسیا میں مُتعدد بزرگ ہوں گے ــــ ایک کلیسیا یا کلیسیاؤں کے ایک گروپ پر ایک بزرگ نہیں ہوگا بلکہ ایک کلیسیا میں دو یا اِس سے زیادہ بزرگ ہوں گے (فلپیّوں ۱:۱)۔ بزرگوں کی اہلیّت کے لئے دیکھئے ۱-تیمتھیس ۳:۱-۷؛ ططس ۱:۶-۹۔ نئے عہدنامہ کے تحریر کئے جانے سے پیشتر ابتدائی کلیسیا میں رسُول یا اُن کے نمائندے بزرگ مُقرر کیا کرتے تھے لیکن اُس وقت جبکہ اُنہوں نے کِسی نئی کلیسیا میں کافی وقت گزارا ہوتا۔ اِس سے ظاہر ہو جاتا تھا کہ کون اِس لائق ہے ــــــ آج کل مسیحیوں کو اُن کو جو اہلیّت رکھتے اور بزرگوں کا کام کرتے ہیں قبول کرنا اور اُن کی فرمانبرداری کرنی چاہئے۔

"اُس گلّہ کی گلہ بانی کرو جو تم میں ہے"۔ "گلّہ"، "خُدا" کی مِلکیّت ہے لیکن بزرگوں کو چھوٹے چرواہوں کے طور پر اُس کی ذِمّہ داری سونپی گئی ہے۔ "لاچاری سے نگہبانی نہ کرو بلکہ ... خوشی سے"۔ گلّہ کی دیکھ بھال ایسا کام نہیں ہے جس کی لوگوں کو چُن کر یا مُقرر کر کے زبردستی ذِمّہ داری سونپی جاتی ہے۔ پاک رُوح لوگوں کے دِلوں میں بوجھ ڈالتا اور اُن میں قابلیّت پیدا کرتا ہے اور اُنہیں اُسے خوشی سے قبول کرنا چاہئے۔ پس ہم ۱-تیمتھیس ۳:۱ میں پڑھتے ہیں: "جو شخص

نگہبان کا عہدہ چاہتا ہے وُہ اَچھّے کام کی خواہش کرتا ہے"۔ خُدا کی طرف سے عطا کردہ قابلیت کے ساتھ اِنسانی رضامندی بھی ضرُوری ہے۔

"ناجائز نفع کے لئے نہیں بلکہ دِلی شَوق سے"۔ بزرگ بننے کا مقصد مالی فائدہ نہیں ہونا چاہئے۔ لیکن اِس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ مقامی کلیسیا اُس کی مالی مدد نہ کرے۔ ا-تیمتھیس ۱۷:۵ میں اِس قسم کے "کُل وقتی" بزرگوں کا ذِکر مِلتا ہے۔ تاہم اِس کا مطلب یہ ہے کہ جو مسیحی لالچ کرتا ہے وُہ خِدمت کرنے کے قابل نہیں ہے۔

۳:۵- پطرس کی نصیحت کا تیسرا مرحلہ یہ ہے: "جو لوگ تمُہارے سپُرد ہیں اُن پر حکومت نہ جتاؤ بلکہ گلّہ کے لئے نمونہ بنو"۔ بزرگوں کو نمُونہ بننا چاہئے نہ کہ ڈکٹیٹر۔ وُہ گلّہ کے آگے آگے چلیں نہ کہ اُسے پیچھے سے ہانکیں۔ اُنہیں گلّہ کے ساتھ اَیسا سلوک نہیں کرنا چاہئے گویا وُہ اُن کی ملکیت ہیں۔ یہ آیت آمریت پسندی کے دِل پر کاری ضرب لگاتی ہے۔

اگر آیات ۲ اور ۳ میں مرقوم تینوں ہدایات پر عمل کیا جائے تو مسیحی دُنیا میں پائی جانے والی بہت سی غلط باتیں ختم ہو جائیں گی۔ پہلی، ہر قِسم کی لاچاری کو ختم کرنا ہے، دُوسری ناجائز نفع کو اور تیسری کلیسیا میں حکومت جتانے کو۔

۴:۵- بزرگوں کے کام میں بہت زیادہ جسمانی اور جذباتی قوّت خرچ کرنا پڑتی ہے۔ ضرُوری ہے کہ وُہ ہمدردی کا اظہار کرے، مشورہ دے، سرزنش کرے، تعلیم دے، نظم وضبط قائم رکھے اور تنبیہ کرے۔ ممکن ہے بعض اوقات یہ ناشُکرا کام نظر آئے۔ لیکن جو بزرگ اِس کام کو وفاداری سے کرتے ہیں اُن کے لئے اجر کا وعدہ ہے۔ "جب سردار گلّہ بان ظاہر ہوگا تو تُم کو جلال کا ایسا سہرا مِلے گا جو مُرجھانے کا نہیں"۔ سچّی بات تو یہ ہے کہ ہم کلام میں وعدہ کِئے گئے تاجوں کے بارے میں بہت زیادہ نہیں جانتے ــــــ خُوشی اور فخر کا تاج (ا-تھسلنیکیوں ۱۹:۲)، راستبازی کا تاج (۲-تیمتھیس ۸:۴)، زندگی کا تاج (یعقوب ۱۲:۱؛ مکاشفہ ۱۰:۲) اور جلال کا تاج۔ ہم نہیں جانتے کہ آیا وُہ سچ مچ کے تاج ہوں گے جنہیں ہم نجات دہندہ کے قدموں میں ڈال سکیں گے، یا وُہ محض اُس ذِمّہ داری کو ظاہر کریں گے جو ہمیں مسیح کی بادشاہی میں دی جائے گی (لُوقا ۱۹: ۱۷-۱۹)، یا وُہ مسیحی کردار کے وُہ ابھار ہوں گے جو ہم تمام ابدیت میں لئے ہُوئے ہوں گے۔ تاہم، ہم اِتنا جانتے ہیں کہ وُہ اُن آنسوؤں، آزمائشوں اور دُکھوں کا مناسب مُعاوضہ ہوں گے جن کا تجربہ ہمیں اِس زمین پر ہُوا تھا۔

۵:۵ ۔ وہ جو جوان ہیں خواہ عمر میں یا ایمان میں اُنہیں "بزرگوں" کے تابع رہنا چاہیئے ۔ کیوں؟ اِس لئے کہ اُن نگہبانوں کے پاس وہ حکمت ہوتی ہے جو خدا کی باتوں میں سالہا سال کے تجربہ سے حاصل ہوتی ہے ۔ وہ خدا کے کلام کی سمجھ کا گہرا تجربہ رکھتے ہیں ۔ اور وہ، وہ لوگ ہیں جنہیں خدا نے اپنی بھیڑوں کی ذِمّہ داری سونپی ہے ۔

تمام ایمان داروں کو "فروتنی سے کمربستہ رہنا چاہیئے" ۔ ذرا اُس کلیسیا یا جماعت کا خیال کریں جس کا ہر ممبر اِس قسم کی حلیم رُوح رکھتا ہے، جہاں وہ دُوسرے کو اپنے سے بہتر سمجھتے ہیں اور جہاں وہ چھوٹے چھوٹے کام کرنے میں دُوسروں سے سبقت لے جاتے ہیں ۔ اِس قسم کی کلیسیا خیالی نہیں ہے بلکہ ہر کلیسیا ایسی ہو سکتی اور ہونی چاہیئے ۔

اگر فروتن بننے کی کوئی اور وجہ نہیں ہے تو یہ کافی ہوگی: "خدا مغروروں کا مقابلہ کرتا ہے مگر فروتنوں کو توفیق بخشتا ہے" ۔ ذرا اِس کے بارے میں سوچیئے ۔ قوی خدا ہمارے غرور کی مخالفت کرتا ہے اور اُسے توڑنے کا اِرادہ کئے ہوئے ہے جبکہ شکستہ اور خستہ دِل کے مقابلہ میں قوی خدا بے بس ہو جاتا ہے ۔

۵:۶ ۔ اِس فروتنی کا اِظہار نہ صِرف دُوسروں کے ساتھ کیا جائے بلکہ "خُدا" کے ساتھ بھی ۔ پطرس کے زمانہ میں مُقدّسین دُکھوں کی آگ میں سے گزر رہے تھے ۔ یہ آزمائشیں، اگرچہ خدا کی طرف سے نہیں تھیں تاہم اُس نے اِن کی اجازت دے رکھی تھی ۔ پطرس کہتا ہے بہترین پالیسی یہ ہے کہ اُنہیں خدا کے ہاتھ سے فروتنی سے برداشت کیا جائے ۔ وہ اپنے لوگوں کو سنبھالے گا اور اُنہیں "وقت پر سربلند کرے گا" ۔

۵:۷ ۔ ایمان داروں کو یہ اِستحقاق مِلا ہے کہ وہ اپنی "ساری" فکریں اِس پُختہ یقین کے ساتھ خُداوند پر ڈال دیں کہ وہ اُن کا "خیال" کرتا ہے ۔

فکرمندی غیر ضروری ہے ۔ جب خُداوند ہماری فکروں کا بوجھ اُٹھانے کے لئے رضامند اور قابل بھی ہے تو ہمیں اِن کو اُٹھانے کی ضرورت نہیں ۔ فکر و تردد فضول ہے ۔ اِس نے کبھی کسی مسئلے کو حل نہیں کیا ۔ فکر کرنا گُناہ ہے ۔ ایک مرتبہ ایک منّاد نے کہا "فکرمندی گناہ ہے کیونکہ یہ خُدا کی حکمت کا اِنکار کرتی ہے ۔ یہ کہتی ہے کہ اُسے علم نہیں کہ وہ کیا کر رہا ہے ۔ یہ خُدا کی محبّت کا اِنکار کرتی ہے ۔ یہ کہتی ہے کہ وہ فکر نہیں کرتا ۔ اور یہ خُدا کی قُدرت کا اِنکار کرتی ہے ۔ یہ کہتی ہے کہ جو چیز میری فکر کا باعث بن رہی ہے وہ اُس سے مجھے چھٹکارا

دِلانے کے قابل نہیں ہے"۔ اِس پر بھی غور کیجیے۔

۸:۵۔ اگرچہ ہمیں فکر نہیں کرنی چاہیے تو بھی ہم "بیدار" اور "ہوشیار" رہیں کیونکہ ہمارا ایک طاقت ور "مُخالف" یعنی "ابلیس" ہے۔ "بیدار" رہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم سنجیدہ ذہن ہوں، اور شیطان کے مکروفریب کے بارے میں ہوشمندی سے کام لیں۔

کِسی نے درُست کہا ہے:

> "ایک شخص جو دُنیا کی فطرت یا کردار کو نہیں پہچانتا، اور جو ہمارے مُخالف یعنی شیطان کے مقاصد اور حملوں کے بارے میں سمجھ نہیں رکھتا، وہ زندہ دِلی یا غیر سنجیدہ طریقے سے زندگی بسر کر سکتا ہے۔ لیکن وہ شخص جو زندگی کو مسیح کی آنکھوں سے دیکھتا ہے اُس کا رویّہ قطعی نیا ہونا چاہیے اور اُس کے نئے مقصد کو سنجیدگی سے ظاہر ہونا چاہیے"۔

اُس بدکار کے حملوں کا مُقابلہ کرنے کے لئے ہمیں متواتر چوکس اور تیار رہنا چاہیے۔ یہاں ہمارے مخالف کو "شیرِ ببر" بیان کیا گیا ہے جو "ڈھونڈتا پھرتا ہے" کہ کِس کو "پھاڑ کھائے"۔ ابلیس مُختلف رُوپ دھار لیتا ہے۔ بعض اوقات وہ سانپ کی طرح آتا ہے تاکہ لوگوں کو اخلاقی بدکاری کی طرف راغب کرے۔ بعض اوقات وہ نُورانی فرشتہ کی شکل میں آتا ہے اور لوگوں کو رُوحانی عالم میں دھوکا دینے کی کوشش کرتا ہے۔ یہاں وہ گرجتے ہوئے شیرِ ببر کی مانند ہے اور خدا کے لوگوں کو ایذا رسانی کے ذریعہ خوفزدہ کر رہا ہے۔

۹:۵۔ ہمیں اُس کے طیش و غضب کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالنے چاہئیں، بلکہ ہم دُعا اور خُدا کے کلام کے ذریعہ اُس کا "مُقابلہ" کریں۔ ہم میں اُس کی مُخالفت کرنے کی قوّت نہیں ہے لیکن اگر ہم اپنے "ایمان" میں مضبوط ہیں اور خُداوند پر انحصار کرتے ہیں تو ہم "اُس کا مقابلہ" کر سکتے ہیں۔

ہماری حوصلہ شکنی کرنے کے لئے ابلیس کا ایک حربہ یہ ہے کہ وہ ہمارے دِلوں میں یہ خیال پیدا کر دیتا ہے کہ ہمارے دُکھ لاثانی ہیں۔ جب ہم مُصیبتوں کی آگ میں سے گزر رہے ہوتے ہیں تو ہم اِس غلط خیال سے کمزور ہو سکتے ہیں کہ جِتنی مُصیبت ہم پر آئی ہے کِسی اور پر نہیں آئی۔ پطرس ہمیں یاد دلاتا ہے کہ "دُنیا میں" ہمارے مسیحی "بھائی" "ایسے ہی دُکھ اُٹھا رہے ہیں"۔

۵: ۱۰ - اپنے دُکھوں کے پسِ پُشت یہ دیکھنا ہی کہ خُدا اپنے شاندار مقاصد پُورے کر رہا ہے حقیقی فتح ہے۔ ہماری آزمائشیں خواہ کیسی ہی کیوں نہ ہوں ہمیں سب سے پہلے یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہمارا خُدا "فضل کا چشمہ ہے"۔ خُدا کا یہ پیارا لقب ہمیں یاد دِلاتا ہے کہ اُس کا ہمارے ساتھ سلوک وُہ نہیں ہے جس کے ہم حقدار ہیں بلکہ اِس خیال پر مبنی ہے کہ وُہ ہم سے محبّت رکھتا ہے۔ خواہ ہماری آزمائشیں کتنی ہی شدید کیوں نہ ہوں ہم ہمیشہ خُدا کا شُکر ادا کر سکتے ہیں کہ ہم دوزخ میں نہیں ہیں جہاں ہمیں ہونا چاہئے تھا۔

دُوسری بڑی تسلّی یہ ہے کہ اُس نے ہمیں "اپنے ابدی جلال کے لئے بُلایا" ہے۔ اِس سے ہم دُکھوں کی زِندگی سے آگے اُس وقت کو دیکھنے کے قابل بن جاتے ہیں جب ہم اپنے نجات دہندہ کے ساتھ ہوں گے اور ہمیشہ کے لئے اُس کی مانند بن جائیں گے۔ ذرا اِس بات پر غَور فرمائیں کہ اُس نے ہمیں کوڑے کے ڈھیر پر سے چُنا اور "اپنے ابدی جلال کے لئے بُلایا"!

تیسری تسلّی یہ ہے کہ یہ دُکھ "تھوڑی مُدت" کے لئے ہیں۔ جب ہم اِس کا مقابلہ "ابدی جلال" سے کرتے ہیں تو زِندگی بھر کے دُکھ وقتی بن جاتے ہیں۔

آخری تسلّی یہ ہے کہ خُدا دُکھوں کے ذریعہ ہماری تربیّت کرتا اور ہمارے مسیحی کردار کو تشکیل دیتا ہے۔ وُہ ہمیں حکومت کرنے کی تربیّت دے رہا ہے۔ ہم یہاں اِس تربیّت کے تین پہلوؤں کو بیان کرتے ہیں۔

"کامِل": آزمائشیں ایمان دار کو فِٹ رکھتی ہیں۔ وُہ اُسے رُوحانی طور پر بالغ بنانے کے لئے اُس کے کِردار میں ضرُوری عناصِر مُہیّا کرتی ہیں۔

"قائم": دُکھ ایک مسیحی کو زیادہ مضبُوط، اپنے اِقرار کو قائم رکھنے اور دباؤ کو برداشت کرنے کے قابل بناتے ہیں۔ یہ وُہی الفاظ ہیں جو خُداوند یسُوع نے پطرس کے لئے اِستعمال کئے: "... اپنے بھائیوں کو مضبُوط (قائم) کرنا" (لُوقا ۲۲: ۳۲)۔

"مضبُوط": ابلیس ہمیں کمزور اور پست ہمّت بنانے کے لئے دُکھوں کو استعمال کرتا ہے لیکن اِس کا اُلٹا اثر ہوتا ہے۔ یہ انہیں برداشت کرنے کے لئے ہمیں مضبُوط بناتے ہیں۔

لیسِسؔ کہتا ہے:

> مسیحی زِندگی کی بدیہی مُصیبتیں ایمان داروں کے کِردار میں ہمیشہ ہی ایک قِسم کا نتیجہ پیدا کرتی ہیں۔ وُہ ایمان کو خالِص بناتیں، کِردار کو دُرست کرتیں

اور خدا کے لوگوں کو کامل، قائم اور مضبوط کرتی ہیں ۔

۵:۱۱ - اُن عجیب طریقوں کے پیشِ نظر جن کے ذریعہ خدا ایذا رسانی اور دُکھوں کو اپنے جلال اور ہماری بھلائی کے لئے تبدیل کر دیتا ہے پطرس یہ حمد و تعریف کرنے لگتا ہے کہ "ابدالآباد اُسی کی سلطنت رہے ۔ آمین" ۔ جلال صرف اِسی قسم کے شخص کا ہی حق ہے ۔ صرف اسی قسم کے شخص کے ہاتھ میں "سلطنت" محفوظ ہے ۔

۵:۱۲ - "سِلوانس" (غالباً سیلاس اِس کا مخفف ہے) وہ "دیانت دار بھائی" تھا جس سے پطرس نے یہ خط لکھوایا تھا اور غالباً اُسی کے ہاتھ بھیجا بھی تھا ۔ پطرس کا اِس خط کو لکھنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ پراگندہ ایمان داروں کو یقین دلائے کہ مسیحی ایمان ہی جو وہ رکھتے ہیں سچا ایمان ہے یا اُس کے الفاظ میں "خدا کا سچا فضل" ۔ ایذا رسانی کی گرما گرمی میں یہ ممکن تھا کہ وہ یہ سوچنے لگیں کہ کیا اُن کے لئے مسیحیت کو قبول کرنا درست تھا؟ پطرس اعلان کرتا ہے کہ وہ درست تھے ۔ اُنہوں نے خدا کی سچائی کو قبول کر لیا ہے اور اب اُنہیں اُس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہے ۔

۵:۱۳ - "جو بابل میں تمہاری طرح برگزیدہ ہے وہ اور میرا بیٹا مرقس تمہیں سلام کہتے ہیں" ۔ یہاں یقین کے ساتھ یہ بتانا مشکل ہے کہ "جو بابل میں تمہاری طرح برگزیدہ ہے وہ" سے کون مراد ہے ۔ اِس کی چند ایک تشریحات یہ ہیں: (۱) "برادری" (۲:۱۷) ۔ یونانی میں یہ اسمائے ذات مؤنث ہے ۔ (۲) پطرس کی بیوی ۔ (۳) کوئی مقامی معزز خاتون ۔ پھر یہ بھی جاننا مشکل ہے کہ "بابل" کا کیا مطلب ہے: ممکن ہے اِس کا اشارہ (۱) دریائے فرات پر مشہور شہر کی طرف ہو جہاں کافی تعداد میں یہودی رہتے تھے ۔ (۲) دریائے نیل پر فوجی چھاؤنی ۔ اُس کا بھی یہی نام تھا (ناممکن) ۔ (۳) عام طور پر مکاشفہ میں بابل شہر سے روم سمجھا جاتا ہے (۱۷:۱-۹؛ ۱۸: ۱۰، ۲۱) ۔

تیسرا سوال مرقس کے بارے میں پیدا ہوتا ہے ۔ کیا یہ پطرس کا اپنا صلبی بیٹا تھا یا انجیل نویس یوحنا مرقس کی طرف اشارہ ہے؟ غالباً یہی ممکن ہے ۔ اگر یہ درست ہے تو پھر ہمیں فیصلہ کرنا ہوگا کہ آیا وہ پطرس کا اپنا بیٹا تھا کیونکہ وہی اُسے مسیح تک لایا تھا یا لفظ "بیٹا" محض اُس نزدیکی روحانی رشتہ کو بیان کرتا ہے جو ایک بزرگ اور نوجوان مسیحی میں پایا جاتا تھا ۔ پطرس "بیٹے"[1] کے لئے جو یونانی لفظ استعمال کرتا ہے وہ، وہ نہیں ہے جو پطرس

---

[1] بیٹے کے لئے عام یونانی لفظ huios ہے پطرس teknon استعمال کرتا ہے جس کا

تیمتھیس اور طِطُس کے ساتھ اپنے رُوحانی رِشتہ کو بیان کرنے کے لئے اِستعمال کرتا ہے ۔ نیز یہ اُس قدیم روایت کے مُطابق بھی ہے کہ مرقس کی انجیل چشم دید گواہ پطرس کے بیانات پر مشتمل ہے ۔

۵ : ۱۴ - پطرس اِس خط کو ایک حُکم اور کلماتِ برکت کے ساتھ ختم کرتا ہے ۔ حُکم یہ ہے : "محبت سے بوسہ لے لے کر آپس میں سلام کرو" ۔ یسوع اپنے مُصیبت زدہ اور خون خریدے گلّے کے کان میں جبکہ وہ اِس مُصیبت زدہ دُنیا میں اُس کی خاطر دُکھ اُٹھا رہا ہوتا ہے کہتا ہے "اِطمینان" ۔

لفظی مطلب بچہ ہے ۔

پطرس کا دُوسرا عام خط

تعارُف

یہ خط آہستہ آہستہ پھیلنے والی برگشتگی کے درمیان ہمارے خُداوند کی آمدِ ثانی کا مُنتظر ہے۔ یہ پطرس کی زِندگی اور اُس کی شخصیت کی یاد دِلاتا ہے۔

ا۔ مُصنِّف

آزاد خیال مُفسّرین اکثر اِس بات کو کہ اِس کا مُصنِّف پطرس ہے غلط ثابت کرنے کی کوشش تک نہیں کرتے بلکہ اِسے ثابت شُدہ اَمر سمجھتے ہیں کہ یہ خط پطرس نے نہیں لِکھا۔ بے شک اِسے قبُول کرنے میں ہمیں نئے عہدنامہ کی کتابوں کی نسبت زیادہ سنگین مُشکِلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن وُہ اِتنی سخت نہیں ہیں جِتنا کہ اِنہیں بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے۔

خارجی شہادت

پالِیکارپ، اِغناطِیسیوس اور ایرینیئس اِس خط کا حوالہ نہیں دیتے۔ لیکن اگر جیسا کہ ابتدائی کلیسیا نے سِکھایا کہ یہُوداہ کا خط ۲-پطرس سے بعد میں ہے تو پھر ہمارے پاس یہُوداہ کے خط میں ۲-پطرس کے بارے میں پہلی صدی کی تصدیق ہے (یہُوداہ کے خط کا تعارف دیکھئے)۔

ایک جرمن عالم کا خیال ہے کہ ہمیں کِسی دُوسری شہادت کی ضرُورت نہیں۔ یہُوداہ کے خط کے بعد، اورِیگن پہلا شخص ہے جو ۲-پطرس کا حوالہ دیتا ہے اور اُس کے بعد اولمپس کے میتھوڈِی اَس (قیصر دیوقلیطیان کے دَور کا شہید) اور قیصریہ کے فرمیلیَن نے دیا۔ یوسیبیئس اِقرار کرتا ہے کہ مسیحیوں کی اکثریت ۲-پطرس کو قبول کرتی ہے حالانکہ اُسے خُود شک تھا۔

مرتوروی فہرستِ مسلمہ میں ۲-پطرس شامِل نہیں ہے، لیکن اِس میں ا-پطرس بھی تو شامِل نہیں۔ مزید برآں، یہ ایک نامکمل فہرست ہے۔ اگرچہ جیرومؔ کو اِس کے مُستند ہونے پر شک تھا، تاہم وہ کلیسیا کے دِیگر بزرگوں اِتھناسیُس اور اوگسطین کے ہمراہ اِسے مُستند قبول کرتا ہے۔

اور اصلاحِ دین تک تمام کلیسیا بھی اُن کی پیروی کرتی رہی۔

دُوسری کتابوں کی نسبت ۲-پطرس کی تصدیق اِتنی کمزور کیوں ہے؟ پہلی بات یہ ہے کہ یہ مختصر خط ہے اور اِس کی اِتنی وسیع پیمانے پر نقل نہیں کی گئی اور نہ اِس میں زیادہ غیر معمولی مواد ملتا ہے۔ یہ آخری بات اِس کے حق میں جاتی ہے کیونکہ بدعتی ہمیشہ ہی اپنی کتابوں میں مخالفانہ تعلیم کا اِضافہ کرتے یا کم از کم رسُولی تعلیم میں عجیب تکملے یا "تتمے" لگاتے تھے۔ غالباً ابتدائی صدیوں میں ۲-پطرس کے بارے میں محتاط رویّہ کی یہی ایک بُنیادی وجہ تھی۔ اُس وقت غناسطی بدعت کو ترقی دینے کے لئے پطرس کے نام میں متعدد جھوٹی تحریریں وجُود میں آچکی تھیں مثلاً "پطرس کا مکاشفہ"۔

آخر میں یہ بات جاننا ضروری ہے کہ اگرچہ ۲-پطرس پر بھی لوگ شک کیا کرتے تھے، تاہم کسی کلیسیا نے اِسے جعلی کہہ کر ردّ نہیں کیا۔

اندرُونی شہادت

وُہ لوگ جو پطرس کے مصنّف ہونے کا اِنکار کرتے ہیں وُہ ۱-پطرس اور ۲-پطرس کے طرز میں پائے جانے والے فرق پر زور دیتے ہیں۔ جیروم اِس کی یہ وجہ بتاتا ہے کہ پطرس نے خط لکھنے کے لئے مختلف منشیوں کو اِستعمال کیا۔ لیکن فرق حقیقتاً اتنا بڑا نہیں ہے جتنا کہ ۱-پطرس اور ۲-پطرس کو مِلا کر باقی نئے عہدنامہ کے درمیان ہے۔ دونوں خطوط میں بڑا وسیع اور دِلکش و زوردار ذخیرۂ الفاظ استعمال کیا گیا ہے جو بہُت سے مقامات پر پطرس کے اعمال کی کتاب میں اُس کے وعظ اور اُس کی زندگی کے واقعات سے مطابقت رکھتا ہے۔

اِس خط میں پطرس کے ماضی کے واقعات کے جو حوالے دِئے گئے ہیں اُن کو روایتی مصنّفی کے حق اور مخالفت میں اِستعمال کیا گیا ہے۔ وُہ جو پطرس کے مصنّف ہونے کا اِنکار کرتے ہیں کہتے ہیں کہ اِس میں اَور زیادہ اِشارے کنائے ہونے چاہئیں۔ دِیگر یہ کہ اِس میں بہُت زیادہ ہیں جو ایک جعل ساز کا کام نہیں ہو سکتا۔ لیکن اِس قسم کی کتاب میں جعل سازی کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟ اگرچہ اُنہوں نے جو پطرس کے مصنّف ہونے کو ردّ کرتے ہیں کئی ایک نظریات کو جنم دیا ہے لیکن اب تک ایک بھی تسلی بخش پیش نہیں کیا۔

لیکن جب ہم خط کو پڑھتے ہیں تو ہمیں بہُت سی اندرُونی شہادتیں مِلتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اِس کا مصنّف پطرس ہی تھا۔

۱:۳ میں مُصنّف ایمان داروں کے بارے میں کہتا ہے کہ خُداوند نے اُنہیں اپنے جلال اور نیکی کے ذریعہ بُلایا ہے۔ یہ ہمیں لُوقا ۵:۸ کی طرف لے جاتا ہے جہاں پطرس پر خُداوند کا جلال اِس قدر چھایا ہُوا تھا کہ وُہ چلاّ اُٹھا: "اے خُداوند! میرے پاس سے چلا جا کیونکہ میں گنہگار آدمی ہُوں"۔ جب مُصنّف ایسا نُسخہ تجویز کرتا ہے جس پر عمل کرنے سے اُس کے قارئین گریں گے نہیں (۱:۵-۱۰) تو ہم فوراً ہی پطرس کے گِرنے اور اس کی وجہ سے اُسے جو رنج وافسوس ہُوا اُس کے بارے میں سوچنے لگتے ہیں۔

باب ۱ اور آیت ۱۴ خاص طور پر اہمیّت رکھتی ہے۔ خُداوند یسوع نے مُصنّف کو اُس کی مَوت کے بارے میں بتا دیا تھا۔ یہ یُوحنّا ۲۱:۱۸، ۱۹ سے مکمّل مطابقت رکھتا ہے جہاں یسوع پطرس کو بتاتا ہے کہ وُہ اپنے بڑھاپے میں قتل کیا جائے گا۔

پہلے باب کی آیات ۱۳-۱۵ میں "خیمہ" اور "اِنتقال" ایسے اَلفاظ ہیں جو لُوقا مسیح کی صُورت تبدیل ہونے کے بیان میں اِستعمال کرتا ہے (لُوقا ۹:۳۱-۳۳)۔

ایک اَور سب سے زیادہ ٹھوس ثبُوت کہ اِس خط کو پطرس ہی نے لِکھا ہے ہمیں صُورت تبدیل ہونے کے بارے میں ۱:۱۶-۱۸ میں مِلتا ہے۔ مُصنّف خُود اُس مقدّس پہاڑ پر موجُود تھا۔ اِس کا مطلب یہ ہُوا کہ اِس خط کا مُصنّف پطرس، یعقوب یا یُوحنّا (متّی ۱۷:۱) میں سے کوئی ایک ہوگا۔ یہ دُوسرا خط دعویٰ کرتا ہے کہ اُس کا مُصنّف پطرس ہے (۱:۱) نہ کہ یعقوب یا یُوحنّا۔

ہمیں ۲:۱۴، ۱۸ میں لفظ "پھنساتے" مِلتا ہے۔ یہ لفظ "ڈیلیگو" deleago سے نِکلا ہے۔ اِسے ماہی گیر اِستعمال کرتے ہیں اور یہ پطرس کے سِلسلے میں خاص طور پر مُناسب ہے۔

۳:۱ میں پطرس اپنے ایک اَور خط کا حوالہ دیتا ہے جو غالباً ۱-پطرس ہے۔ پھر وُہ ۳:۱۵ میں پَولُس کا شخصی انداز میں ذِکر کرتا ہے جو یقیناً ایک رسُول ہی کر سکتا ہے۔

پھر ۳:۱۷ میں پطرس کے تجربہ کا ذِکر ہے۔ لفظ "قائم رہو" کا مصدر وُہی لفظ ہے جو "مضبُوط کرنا" کا ہے جِسے یسوع نے لُوقا ۲۲:۳۲ میں اِستعمال کِیا ہے: "جب تُو رجُوع کرے تو اپنے بھائیوں کو مضبُوط کرنا"۔ یہ بطور "قائم" ۱-پطرس ۵:۱۰ اور ۱-پطرس ۱:۱۲ میں بھی مِلتا ہے۔

ہمارا خیال ہے کہ جِس طرح چوپانی خطُوط میں ہے، پطرس نے مُرتدوں کی پُرجوش مذمّت کرکے ۲-پطرس کے بارے میں ماڈرن مخالفت کو ختم کر دِیا ہے اور ثابت کر دیا ہے کہ ۲-پطرس حقیقتاً اُس کی زِندگی اور قلم ہی کا نتیجہ ہے۔

جب ہم اِس خط کا مُطالعہ کرتے ہیں تو اَور بھی اندرُونی شہادتیں مِلتی ہیں جو اُسے پطرس سے مُنسلک کرتی ہیں۔ لیکن اہم بات خط سے رجُوع کرنا اور یہ دیکھنا ہے کہ اِس کی وساطت سے خداوند ہمیں کیا کہہ رہا ہے۔

۲۔ تاریخِ تصنیف

۲۔ پطرس کی تاریخِ تصنیف کا اِنحصار اُس کے مُستند ہونے پر ہے۔ وُہ لوگ جو اِسے جعلی قرار دیتے ہیں اِسے دُوسری صدی عیسوی کا بتاتے ہیں۔ چونکہ ہم اِس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ کلیسیا اِسے تاریخی پہلُو اور رُوحانی پہلُو دونوں کے پیشِ نظر فہرستِ مُسلّمہ میں شامِل سمجھنے میں دُرست تھی اِس لئے ہمارا خیال ہے کہ یہ پطرس کی موت سے تھوڑا عرصہ پہلے لِکھا گیا تھا یعنی ۶۶–۶۷ء میں۔

۳۔ پس منظر اور مضامین

اِس رسُولی خط کے تانے بانے میں جو دو بڑے رِیشے ہمیں ایک دُوسرے کے مخالف نظر آتے ہیں وُہ نبیوں کا کلام (۱: ۱۹ -- ۲۰) اور آزاد خیالی (باب ۲) ہیں۔ پطرس رسُول اُفق پر پہلے ہی جھوٹے نبیوں کو اُبھرتے دیکھ رہا ہے جو "ہلاک کرنے والی بدعتیں" نکالیں گے جو ڈھیلی ڈھالی اور شہوانی زندگی بسر کرنے کا سبب بنیں گی۔ کُچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو آنے والی عدالت کے خیال کا تمسخر اُڑاتے ہیں (۳: ۱–۷)۔ پطرس کے زمانہ میں جِن باتوں کو مُستقبل میں دیکھا گیا وُہ یہوداہ کے خط کے وقت میں نظر آنے لگیں (آیت ۴)۔ جب مسیحی حکومتوں کی مسیح کی آمد سے محبّت ختم ہوگئی اور وُہ دُنیا میں گُم ہوگئیں (شہنشاہ قسطنطین کے تحت) تو کلیسیا کا اخلاق رُو بزوال ہونے لگا۔ یہ آج بھی ایسا ہی ہے۔ نبیوں کے کلام میں اُنیسویں صدی کی دِلچسپی لینے کی بیداری بہُت سے حلقوں میں سرد پڑتی جارہی ہے۔ اور بعض کلیسیاؤں میں ڈھیلی ڈھالی زندگی ظاہر کرتی ہے کہ جِس سچائی کی ہر زمانہ میں سخت ضرورت ہے اُسے پطرس نے الہام سے لِکھا تھا۔

خاکہ

۱- سلام و دُعا (۱:۱-۲)

۲- مضبُوط مسیحی کردار پیدا کرنے کا مُطالبہ (۱:۳-۲۱)

۳- جھُوٹے اُستادوں کے اُٹھنے کے بارے میں پیشین گوئی
(باب ۲)

۴- ٹھٹھّا کرنے والوں کے ظاہر ہونے کے مُتعلق پیشینگوئی
(باب ۳)

تفسیر

۱- سلام و دُعا (۱:۱، ۲)

۱:۱- شمعون پطرس اپنے آپ کو "مسیح کا بندہ اور رسُول" کے طور پر متعارف کراتا ہے۔ اِس سے ہم پر فوراً ہی اُس کی سادگی اور حلیمی ظاہر ہونے لگتی ہے۔ وُہ اِلٰہی تقرر کے مُطابق تو "رسُول" تھا جبکہ "بندہ" وہ اپنی مرضی سے بنا تھا۔ وُہ اپنے لئے شاندار القاب اِستعمال نہیں کرتا۔ وُہ صِرف اپنے جی اُٹھے نجات دہندہ کی خِدمت کی ذِمّہ داری کے لئے شُکر گزار تھا۔

ہمیں اُن لوگوں کے مُتعلق جنہیں یہ خط لِکھا گیا صِرف اِتنا بتایا گیا ہے کہ اُنھوں نے بھی وُہی "قیمتی ایمان پایا" جو پطرس اور اُس کے ساتھیوں کا تھا۔ اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وُہ غیر قوم ایمان داروں کو لِکھ رہا ہے جس کا بُنیادی نکتہ یہ ہے کہ اُنہیں بھی وُہی "ایمان" مِلا جو ایمان دار یہُودیوں کو مِلا تھا جس میں کِسی طرح کی کمی نہیں تھی۔ وُہ تمام لوگ جو خُدا کے فضل سے بچ جاتے ہیں وُہ اُن سب کو مُساوی طور پر قبول کرتا ہے خواہ وُہ یہُودی ہوں یا غیر قوم، مرد ہوں یا مستورات، غُلام ہوں یا آزاد۔

"ایمان" سے مُراد وُہ سب ہے جو اُنھوں نے مسیحی ایمان کو قبول کرتے وقت حاصل کیا تھا۔ وُہ اِس کی مزید تشریح کرتا ہے کہ یہ "ایمان" "ہمارے خُدا اور مُنجی یسوع مسیح کی راست بازی" سے ہے۔ اُس کا مطلب یہ ہے کہ "خُدا" نے مُناسب سمجھا کہ وُہ اُن لوگوں کو جو خُداوند "یسوع" پر ایمان لاتے ہیں یہ "ایمان" مُساوی بُنیاد پر دے۔ مسیح کی موت، تدفین اور جی اُٹھنے نے ایک راست بنیاد مُہیّا کر دی ہے جس کی بِنا پر "خُدا" گنہگاروں پر اپنا فضل کر سکتا ہے بشرطیکہ وُہ "ایمان" لائیں۔ گُناہ کا قرض پُوری طرح ادا کیا جا چُکا ہے، اِس لئے اب خُدا اُن گُنہگاروں کو جو اُس کے بیٹے پر ایمان لاتے ہیں راست باز ٹھہرا سکتا ہے۔ نئے عہد نامہ میں خُداوند کے بہُت سے القابات ہیں۔ اُن میں سے ایک "خُدا اور مُنجی" ہے جو خُداوند یسوع کی کامل الوہیت کو ظاہر کرتا ہے۔ اگر وُہ اِلٰہی ذات نہیں تو اِن الفاظ کا کوئی

مطلب نہیں۔

۱:۲- رسول کی اپنے قارئین کے لئے عظیم دُعا یہ ہے کہ "خداوند یسوع کی پہچان" کے وسیلہ سے اُن پر "فضل اور اطمینان ... زیادہ ہوتا رہے"۔ وہ چاہتا ہے کہ اپنی روزمرہ کی زندگی میں وہ قائم رکھنے اور قوت دینے والے خدا کے "فضل" کی اِس "پہچان" کو حاصل کریں۔ وہ چاہتا ہے کہ خدا کا "اطمینان" جو انسانی سمجھ سے باہر ہے اُن کے دلوں کی حفاظت کرتا رہے۔ لیکن یہ تھوڑی مقدار کی صورت میں نہ دیا جائے۔ وہ چاہتا ہے کہ یہ برکات مقدار میں "زیادہ" ہوتی رہیں نہ کہ چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں دی جائیں۔

لیکن یہ برکات کیسے "زیادہ" ہو سکتی ہیں؟ "خدا اور ہمارے خداوند یسوع کی پہچان" کے وسیلہ سے۔ ہم جتنا زیادہ "خدا" کو جانیں گے ہمیں اتنا ہی زیادہ "فضل اور اطمینان" کا تجربہ ہوگا۔ اچھا ہوگا کہ اگر ہم خدا تعالیٰ کی حضوری میں سکونت کریں بجائے اِس کے کہ ہم وہاں کبھی کبھار ہی جائیں۔ وہ لوگ جو گرد و نواح میں رہنے کی بجائے مقدس میں رہتے ہیں خدا کے "فضل اور اطمینان" کے بھید کو جان جاتے ہیں۔

۲- مضبوط مسیحی کردار پیدا کرنے کا مطالبہ (۱: ۳-۲۱)

۱:۳- یہ حوالہ ہر ایک مسیحی کے لئے بہت اہمیت کا حامل ہونا چاہئے، کیونکہ یہ بتاتا ہے کہ ہم اِس زندگی میں گرنے سے کیسے بچ سکتے ہیں اور اگلی زندگی میں کیسے فتح مند داخلے کا یقین ہو سکتا ہے۔

سب سے پہلے ہمیں یہ یقین دلایا گیا ہے کہ خدا نے ہمارے لئے پاک زندگی بسر کرنے کے لئے تمام وسائل مہیا کر رکھے ہیں، اور یہ اُس کی "قدرت" کے باعث ہوا۔

"اُس کی الٰہی قدرت نے وہ سب چیزیں جو زندگی اور دینداری سے متعلق ہیں ہمیں ... عنایت کیں"۔ جس طرح پہلے پہل اُس کی قدرت ہمیں بچاتی ہے، اُسی طرح اُس کے بعد اُس کی قدرت ہمیں پاک زندگی بسر کرنے کے لئے قوت دیتی ہے۔ ترتیب یوں ہے: پہلے "زندگی" اور پھر "دینداری"۔ خوشخبری خدا کی وہ قوت ہے جو ہمیں گناہ کی سزا سے، اُس کے تسلط سے، لعنت سے اور آلودگی سے بچاتی ہے۔

"وہ سب چیزیں جو زندگی اور دینداری سے متعلق ہیں"۔ اس میں مسیح کی سردار کاہن کی

خدمت، پاک رُوح کی خدمت، ہمارے لئے فرشتوں کی سرگرمیاں، تبدیلی کے وقت ہمیں جو نئی زندگی مِلتی ہے اور خُدا کے کلام کی ہدایات شامل ہیں ۔

ہمیں پاک زندگی بسر کرنے کی "قدرت" اُس کی "پہچان" کے وسیلہ سے مِلتی ہے جس نے ہمیں "بُلایا" ہے ۔ جس طرح اُس کی "اِلٰہی قدرت" پاکیزگی کا منبع ہے اُسی طرح اُسکی "پہچان" اُسے حاصل کرنے کا راستہ ہے ۔ اُسے جاننا ابدی زندگی ہے (یُوحنّا ۱۷ : ۳) اور اُس کی پہچان میں ترقی، پاکیزگی میں ترقی ہے ۔ جتنا زیادہ ہم اُسے پہچانتے ہیں اُتنا ہی زیادہ اُس کی مانند بنتے جاتے ہیں ۔

پطرس کا مرغوب ترین مضمون ہماری بلاہٹ ہے ۔ وُہ ہمیں یاد دِلاتا ہے: (۱) خُدا نے ہمیں تاریکی سے اپنی عجیب روشنی میں بُلایا ہے (۱-پطرس ۲: ۹)، (۲) ہمیں مسیح کی پیروی کرتے ہُوئے دُکھوں کی راہ پر چلنے کے لئے بُلایا گیا ہے (۱-پطرس ۲: ۲۱)، (۳) ہمیں گالی کے بدلے برکت دینے کے لئے بُلایا گیا ہے (۱-پطرس ۳: ۹)، ہمیں اُس کے ابدی جلال کے لئے بُلایا گیا ہے (۱-پطرس ۵: ۱۰)، اور (۵) ہمیں "جلال اور نیکی" کے ذریعہ بُلایا گیا ہے (۲-پطرس ۱: ۳) ۔ اِس آخری حوالہ کا مطلب ہے کہ اُس نے ہم پر اپنی شخصیت کے عجائب کا انکشاف کرنے کے ذریعہ "بُلایا" ہے ۔ ترسیس کے ساؤل کو جب وُہ دمشق کی راہ پر جا رہا تھا اور اُس نے خُدا کے جلال کو دیکھا تو اُسے بُلایا گیا ۔ اُسے اُس کے "جلال" اور فضیلت کے ذریعہ بُلایا گیا ۔

۱: ۴ ۔ "سب چیزیں" جو خُدا کی قدرت نے ہمیں پاکیزہ زندگی میں ترقی کرنے کے لئے دی ہیں اُن میں "قیمتی اور نہایت بڑے بڑے وعدے" بھی شامل ہیں ۔ کہتے ہیں کہ بائبل میں کم از کم تیس ۳۰ ہزار وعدے ہیں ۔ ایک مرتبہ جان بنین نے کہا "زندگی کی راہ پر خُدا کے اِتنے زیادہ وعدے بکھرے ہُوئے ہیں کہ اُس پر کسی ایک وعدہ کو چُھوئے بغیر ایک قدم بھی چلنا مُشکل ہے ۔"

پطرس نے اپنے خطوط میں جن سات "قیمتی" چیزوں کا ذکر کیا ہے، خُدا کے "وعدے" اُن میں سب سے آخر میں ہیں ۔ ہمارا ایمان سونے سے بھی بہت بیش قیمت ہے (۱-پطرس ۱: ۷) ۔ مسیح کا خون بیش قیمت ہے (۱-پطرس ۱: ۱۹) ۔ خُدا کی نظر میں مسیح جو کہ زندہ پتھر ہے قیمتی ہے (۱-پطرس ۲: ۴) ۔ وُہ کونے کے سرے کے پتھر کے طور پر بھی قیمتی ہے (۱-پطرس ۲: ۶) ۔ جو اُس پر ایمان لاتے ہیں وُہ اُن سب کے لئے قیمتی ہے (۱-پطرس ۲: ۷) ۔ خُدا کی نظر میں حلم اور مزاج کی غربت کی رُوح بہت قیمتی ہے (۱-پطرس ۳: ۴) ۔ اور آخر میں خُدا کے "وعدے" بہت "قیمتی" ہیں (۲-پطرس ۱: ۴) ۔

اَب اُن وعدوں کے بارے میں سوچئے، جن کا تعلق پاکیزہ زِندگی سے ہے۔ (۱) گُناہ کے اِختیار سے رہائی (رومیوں ۶: ۱۴)۔ (۲) میرا فضل تیرے لئے کافی ہے (۲-کرنتھیوں ۱۲: ۹)۔ (۳) اُس کے حُکموں کو ماننے کے لئے طاقت (فلپیوں ۴: ۱۳)۔ (۴) ابلیس پر فتح (یعقوب ۴: ۷)۔ (۵) جب آزمائش آئے تو اُس سے نکلنے کی راہ (۱-کرنتھیوں ۱۰: ۱۳)۔ (۶) جب ہم اپنے گناہوں کا اقرار کریں تو مُعافی (۱-یُوحنّا ۱: ۹) — اور یاد نہ کرنا بھی (یرمیاہ ۳۱: ۳۴)۔ (۷) فریاد کا جواب ملے گا (زبور ۵۰: ۱۵)۔

پس اِس میں حیرانی کی کوئی بات نہیں کہ پطرس خُدا کے "وعدوں" کو "قیمتی" اور "بڑے" کہتا ہے۔ یہ وعدے ایک ایمان دار کو اِس قابل بنا دیتے ہیں کہ وُہ اِس "دُنیا" میں جو "خرابی" ہے اُس سے "چھُوٹ" جائے۔ آزمائش کا مُقابلہ کرنے کے لئے جن چیزوں کی ہمیں ضرُورت ہے خُدا نے اُن کا وعدہ کیا ہے۔ جب ہمارے دِل میں کوئی شدید خواہش پیدا ہو تو ہم ان وعدوں کو یاد کر سکتے ہیں۔ وُہ ہمیں اِس دُنیا کی خرابی سے —— اِس کے جِنسی گُناہ، اِس کی گندگی، اِس کی بدحالی، اِس کی دغابازی اور اِس کے جھگڑوں سے بچنے کے قابل بنا دیتے ہیں۔

اِس کا مثبت پہلو یہ ہے کہ ہم اِن وعدوں کے ذریعہ سے "ذاتِ الٰہی میں شریک" ہو جاتے ہیں۔ بنیادی طور پر تو ہم اِس میں تبدیلی کے وقت شامل ہوتے ہیں، لیکن جب ہم عملی طور پر خُدا کے وعدوں سے محظوظ ہوتے ہُوئے زِندگی بسر کرتے ہیں تو ہم زیادہ سے زیادہ اِس کے ہمشکل بنتے جاتے ہیں۔ مثلاً اُس نے وعدہ کیا ہے کہ جتنا زیادہ ہم اُس کے بارے میں سوچ بچار کریں گے، اُتنا ہی زیادہ ہم اُس کی مانند بنتے جائیں گے (۲-کرنتھیوں ۳: ۱۸)۔ یہ وعدہ کلام کے پڑھنے، اور جیسا کہ وُہ اُس میں ظاہر کیا گیا ہے اُس پر سوچ بچار کرنے اور اُس کی پیروی کرنے سے پُورا ہوتا ہے۔ جب ہم یہ کرتے ہیں تو پاک رُوح ہمیں اُس کا ہمشکل بنانے کے لئے درجہ بدرجہ بدلتا جاتا ہے۔

۱: ۵- آیات ۳ اور ۴ ہمیں دِکھاتی ہیں کہ جو کُچھ ہماری رُوحانی زِندگی کے لئے ضرُوری ہے وُہ خُدا نے ہمیں دیا ہے۔ چونکہ اُس نے مہیا کیا ہے اِس لئے ہمیں جانفشانی سے اِن وسائل کو کام میں لاتے ہُوئے ترقی کرنی چاہیئے۔ خُدا ہمیں ہماری مرضی کے خلاف پاک نہیں بناتا۔ ضرُوری ہے کہ ہم میں خواہش اور ارادہ موجُود ہو۔

مسیحی کردار کی تعمیر میں پطرس "ایمان" کو بُنیاد قرار دیتا ہے۔ آخر وُہ مسیحیوں کو لکھ

رہا ہے، یعنی اُن کو جن میں خُداوند یسوؔع میں بچانے والا "ایمان" پہلے سے موجُود ہے۔

ضرُوری بات یہ ہے کہ "ایمان" میں پاکیزگی کے سات عناصِر کا اِضافہ کیا جائے، ایک کے بعد ایک نہیں بلکہ تمام عناصِر کا ہر وقت مظاہرہ کریں۔

ٹوم اولسن کا باپ اُس کے سامنے یہ بیان پڑھا کرتا تھا:

> اپنے ایمان کے ساتھ داؤد کی نیکی یا حوصلے کا اضافہ کرو، اور داؤد کے حوصلے کے ساتھ سلیمان کے عِلم و معرفت کا، سلیمان کے عِلم و معرفت کے ساتھ ایوب کے صبر کا، ایوب کے صبر کے ساتھ دانی ایل کی دینداری کا، دانی ایل کی دینداری کے ساتھ یُونتن کی برادرانہ اُلفت کا اور یُونتن کی برادرانہ اُلفت کے ساتھ یُوحنا کی محبّت کا۔

پہلی خصُوصیت "نیکی" ہے۔ اِس کا مطلب زُہد و تقویٰ یا اخلاقی فضیلت ہو سکتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں نیکی کا مطلب مُخالف دُنیا کے مُقابلے میں رُوحانی حوصلہ —— جو درُست ہے کے لئے ڈٹ جانے کے لئے قوّت ہو۔

ہم شہیدوں کی ہمّت اور دلیری کو یاد کرتے ہیں۔ آرچ بشپ کرینمر کو حُکم دیا گیا کہ وُہ اپنے اِیمان سے دستبرداری کا اِعلان کرے، ورنہ بَلّی سے باندھ کر آگ سے جلا دیا جائے گا۔ پہلے تو اُس نے اِنکار کیا لیکن پھر شدید دباؤ میں آکر توبہ نامہ پر دستخط کر دِئے۔ لیکن پھر اُسے اپنی غلطی کا احساس ہؤا اور اُس نے اپنے جلّادوں سے کہا کہ وُہ آگ جلا دیں۔ اُس کی درخواست پر اُس کے ہاتھوں سے رسّی کھول دی گئ۔ پھر اُس نے اپنے دہنے ہاتھ کو آگ میں ڈال دیا اور کہا "اِس ہاتھ نے توبہ نامہ لِکھا تھا اِس لئے اِسے پہلے سزا اُٹھانی چاہئے۔ اِس ہاتھ نے جُرم کیا ہے۔ اِس نالائق ہاتھ کو بھَسم ہونے دو"۔

اِس کے بعد علم و "معرفت" کا اضافہ کرنا چاہئے، خاص طور پر رُوحانی سچّائیوں کے بارے میں عِلم کا۔ اِس کا مطلب خُدا کے کلام کو پڑھنے کی اہمیّت اور اُس کی پاک ہدایات پر عمل کرنے پر زور دینا ہے۔

۱:۶۔ خُدا ہر ایک مسیحی کو پرہیزگاری کی زِندگی بسر کرنے کو کہتا ہے۔ کِسی نے اِسے یُوں بیان کِیا ہے کہ یہ اپنی قوّتِ ارادی کو خُدا کی رُوح کے ماتحت کرنا ہے۔ ہماری دُعا میں، بائبل کے مُطالعہ میں، وقت کو صرف کرنے میں، جِسمانی خواہشوں کو مٹانے میں اور ذبیحی زِندگی بسر کرنے

میں ضرور ہی نظم و ضبط ہونا چاہیئے۔

پولُس رسُول اِس قسم کی "پرہیزگاری" کیا کرتا تھا: "پس مَیں بھی اِسی طرح دوڑتا ہُوں یعنی بے ٹھکانا نہیں۔ مَیں اِسی طرح مُکّوں سے لڑتا ہُوں یعنی اُس کی مانند نہیں جو ہَوا کو مارتا ہے۔ بلکہ مَیں اپنے بدن کو مارتا کُوٹتا اور اُسے قابُو میں رکھتا ہُوں ایسا نہ ہو کہ اَوروں میں منادی کر کے آپ نامقبول ٹھہروں" (۱-کرنتھیوں ۹: ۲۶-۲۷)۔

ماہرِ فطرت اَوڈُوبون پرندوں کی دُنیا کے بارے میں زیادہ سے زیادہ سیکھنے کے لئے ایک طویل مُدت تک بے آرامی برداشت کرنے کو تیار تھا۔ رابرٹ جی۔ لی اُس کے بارے میں بتاتا ہے:

> وُہ اپنے کام میں کامیابی کے مُقابلے میں اپنی جسمانی بے آرامی کو کوئی اہمیّت نہیں دیتا تھا۔ وُہ اندھیرے اور دُھند میں گھنٹوں بے حِس و حرکت پیٹ کے بَل لیٹا رہتا اور اگر اُسے کسی ایک پرندے کے متعلق ایک بھی اضافی حقیقت معلُوم ہو جاتی تو سمجھتا کہ اُسے اُس کا اَجر مِل گیا ہے۔ وُہ تقریباً اپنی گردن تک غیر مُتحرک پانی میں بمشکل سانس لیتا ہُوا کھڑا رہتا جبکہ پانی کے بےشمار زہریلے سانپ اُس کے مُنہ کے سامنے سے تیرتے ہُوئے گزرتے اور بڑے بڑے مگرمچھ کبھی آتے اور کبھی جاتے۔
>
> "یہ خوشگوار تو نہیں ہے" یہ کہتے ہُوئے اُس کا چہرہ جوش سے چمکنے لگتا "لیکن اِس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ میرے پاس پرندے کی تصویر ہے"۔ وہ یہ سب کُچھ پرندے کی تصویر اُتارنے کے لئے کرتا۔

دُوسروں کی مثالوں، برباد ہوتی ہُوئی دُنیا کی فوری ضروریات اور ذاتی گواہی کو تباہ ہوتے دیکھتے ہُوئے ہمیں اپنے آپ کو نظم و ضبط میں لانا چاہیے تاکہ مسیح کو ہماری زندگیوں کا بہترین حصّہ ملے۔

"پرہیزگاری" پر "صبر" کا اضافہ کیا جائے یعنی ایذارسانی اور دُکھ مُصیبت کو صبر سے برداشت کیا جائے۔ ہمیں متواتر یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ مسیحی زندگی صبر کرنے کا چیلنج پیش کرتی ہے۔ یہ کافی نہیں ہے کہ ہم عُروج کی آب و تاب میں شُروع کریں۔ ہمیں مُشکلات کے باوجُود قائم رہنا ہے۔ یہ خیال کہ مسیحیت نہ ختم ہونے والے خوشگوار تجربات کا

سلسلہ ہے درست نہیں۔ اس میں روزمرہ کے معمولات، گھٹیا کام، مایوس کن حالات، تلخ رنج و غم اور منصوبوں کی تباہی کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ "صبر ایک ایسی خوبی ہے جس کی مدد سے ہم ہر وہ بات جو بظاہر ہمارے خلاف ہے برداشت کر لیتے ہیں۔

اگلی خوبی "دینداری" ہے۔ جہاں تک عملی پاکیزگی کا تعلق ہے ہماری زندگی خدا کی مانند ہونی چاہیئے۔ ہمارے کردار میں ایسی فوق الفطرت خوبی نظر آنی چاہیئے جسے دیکھ کر لوگ کہیں کہ ہم واقعی آسمانی باپ کے فرزند ہیں۔ پولس ہمیں یاد دلاتا ہے: "دینداری سب باتوں کے لئے فائدہ مند ہے، اس لئے کہ اب کی اور آئندہ کی زندگی کا وعدہ بھی اسی کے لئے ہے" (۱۔تیمتھیس ۴: ۸)۔

۱: ۷۔ "برادرانہ الفت" رکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہم مسیح کے شاگرد ہیں: "اگر آپس میں محبت رکھو گے تو اس سے سب جانیں گے کہ تم میرے شاگرد ہو" (یوحنا ۱۳: ۳۵)۔

برادرانہ الفت رکھنے سے ہمارے دل میں تمام بنی نوع انسان کے لئے "محبت" پیدا ہوتی ہے۔ بنیادی طور پر اس کا تعلق جذبات سے نہیں بلکہ ارادہ سے ہے۔ یہ کوئی فرحت انگیز جذبات کا تجربہ نہیں ہے بلکہ حکم ہے جس کی ہمیں فرمانبرداری کرنی ہے۔ نئے عہدنامہ کے لحاظ سے محبت فوق الفطرت ہے۔ ایک غیر ایمان دار اس طرح محبت نہیں رکھ سکتا جس طرح کہ بائبل حکم دیتی ہے کیونکہ اس میں الٰہی زندگی نہیں ہوتی۔ یہ الٰہی زندگی ہی ہے جو ہمیں اپنے دشمنوں سے محبت رکھنے اور اپنے ستانے والوں کے لئے دعا کرنے کو کہتی ہے۔ محبت اپنے آپ کو دینے میں ظاہر کرتی ہے۔ مثلاً "خدا نے دنیا سے ایسی محبت رکھی کہ اس نے اپنا اکلوتا بیٹا بخش دیا" (یوحنا ۳: ۱۶)۔ "مسیح نے بھی کلیسیا سے محبت کر کے اپنے آپ کو اس کے واسطے موت کے حوالہ کر دیا" (افسیوں ۵: ۲۵)۔ ہم دوسروں کے لئے اپنی محبت کو اپنا وقت، اپنا روپیہ پیسہ، اپنی قابلیت، اور اپنی زندگی دینے سے ظاہر کر سکتے ہیں۔

ٹی۔ ای۔ مکالے ایڈ مکالے کا باپ تھا۔ اوکا انڈین نے اکویڈر میں جن پانچ[۵] نوجوان مشنریوں کو قتل کر دیا ان میں سے ایک ایڈ مکالے تھا۔ ایک رات جبکہ میں اور اس کا باپ مل کر دعا کر رہے تھے تو اس نے یوں دعا کی: "اے خداوند! مجھے اتنی لمبی زندگی دے کہ میں ان لوگوں کو جنہوں نے ہمارے لڑکوں کو قتل کر دیا ہے نجات یافتہ دیکھ سکوں تاکہ میں انہیں گلے لگا کر کہہ سکوں کہ میں انہیں پیار کرتا ہوں کیونکہ وہ میرے مسیح کو پیار کرتے ہیں"۔ جب آپ اپنے بیٹے کے قاتلوں کے لئے اس قسم کی دعا کرتے ہیں تو مسیحی محبت کو ظاہر کرتے ہیں۔

یہ سات عناصر ملکر پورے مسیحی کردار کو تشکیل دیتے ہیں۔

۸:۱- شاگردی کی راہ میں ترقی ہوتی ہے یا پھر تنزلی - یہاں ساکت حالت نہیں ہوتی - آگے بڑھنے میں قوت اور تحفظ ہے اور پسپائی میں ناکامی - مسیحی کردار کی نشو ونما کو قائم رکھنے سے قاصر رہنے کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ایسا مسیحی بیکار ، بے پھل ، اندھا ، کوتاہ نظر رہتا اور اپنے گناہوں کے دھوئے جانے کو بھول جاتا ہے -

”بیکار“- صرف وہی زندگی جو خدا کی رفاقت میں بسر کی جاتی ہے موثر ہوتی ہے - پاک رُوح کی راہنمائی ”بیکار“ سرگرمیوں کو ختم کر دیتی ہے اور زیادہ سے زیادہ موثر ہونے کا یقین دلاتی ہے - بصورتِ دیگر ہم ہوا کو مُکّے مارنے والے ہیں یا ایسی مشین جو دھاگے کے بغیر سلائی کرتی ہو -

”بے پھل“- یہ ممکن ہے کہ ایک شخص ”خداوند یسوع مسیح“ کا کافی علم رکھتا ہو لیکن اس کے باوجود بھی اُس علم میں ”بے پھل“ ہو - اپنے علم پر عمل نہ کرنے سے ہم بنجر اور بیکار ہو جاتے ہیں - بحیرۂ مُردار اس لئے مُردہ ہے کیونکہ پانی اندر تو آتا ہے مگر باہر نہیں نکلتا اور یہ رُوحانی عالم میں بھی پیداوار کو مُردہ بنا دیتا ہے -

۹:۱ ”کوتاہ نظر“- خراب نظر کے کئی ایک درجے ہیں جنہیں اندھا پن کہا جاتا ہے - یہاں کوتاہ نظری ایسے اندھے پن کو بیان کرتی ہے جس میں انسان مستقبل کی بجائے زمانۂ حال میں زندگی بسر کرتا ہے - وہ مادی اشیا میں اس قدر مصروف رہتا ہے کہ رُوحانی چیزوں کو نظر انداز کر دیتا ہے -

”اندھا“- وہ جس میں آیات ۵-۷ میں دی گئی سات خوبیوں کی کمی ہے اندھا ہے - وہ نہیں جانتا کہ زندگی میں اہمیت کس بات کو حاصل ہے - وہ حقیقی رُوحانی قدروں کو نہیں سمجھتا - وہ سایوں کی تاریک دُنیا میں رہتا ہے -

بھول جانے والا- وہ آدمی جو سات خوبیوں سے خالی ہے ”اپنے پہلے گناہوں کے دھوئے جانے کو بھولے بیٹھا ہے“- اُس کی مخلصی کی گرفت اُس پر کمزور پڑ گئی ہے - وہ اُسی سمت کی طرف دوڑ رہا ہے جس سے اُسے پہلے بچایا گیا تھا - وہ اُنہی گناہوں سے کھیل رہا ہے جو خدا کے بیٹے کی موت کا سبب بنے تھے -

۱۰:۱- پس پطرس اپنے قارئین کو نصیحت کرتا ہے کہ وہ اپنے ”بلاوے اور برگزیدگی“ کی تصدیق کریں - یہ خدا کی نجات کے انتظام کے دو رُخ ہیں - ”برگزیدگی“ اُس کا وہ ازلی انتخاب ہے جس کے ذریعہ وہ کسی کو اپنا بنا لیتا ہے - بُلاوا خدا کا زمانے میں وہ فعل ہے جس کے

ذریعہ اُس کے اِنتخاب کو ظاہر کیا جاتا ہے ۔ ہماری "برگزیدگی" دُنیا کی پیدائش سے پہلے ہُوئی اور ہمارا "بلاوا" اُس وقت وقُوع میں آتا ہے جب ہم مسیح کو قبول کرتے ہیں ۔ تارِیخی طور پر "برگزیدگی" پہلے ہے اور پھر "بلاوا" ۔ لیکن انسانی تجربہ میں ہم پہلے اُس کے بُلاوے سے آشنا ہوتے ہیں اور پھر ہمیں احساس ہوتا ہے کہ ہم ازل سے ہی چُن لئے گئے ہیں ۔ ہم خُدا کے بُلاوے اور برگزیدگی کو اور زیادہ یقینی نہیں بنا سکتے جتنے کہ وُہ پہلے ہی ہیں ۔ خُدا کے اَزلی مقاصد کو کبھی بھی پُورا ہونے سے روکا نہیں جا سکتا ۔ لیکن ہم اِن کی تصدیق مسیح کے ہم شکل بننے سے کر سکتے ہیں ۔ ہم رُوح کا پھل لانے سے یہ یقینی گواہی دے سکتے ہیں کہ ہم حقیقتاً اُس کے ہیں ۔ ایک پاک زِندگی ہماری نجات کی اصلیّت کو ظاہر کرتی ہے ۔

پاک زِندگی بسر کرنے سے ہم ٹھوکر کھانے سے بچے رہیں گے ۔ یہاں سُوال ابدی ہلاکت میں گرنے کا نہیں ہے ۔ مسیح کے کام نے ہمیں اِس سے رہائی دِلا دی ہے ۔ اِس کے برعکس اِس کا اِشارہ گُناہ اور بے عزّتی میں گرنے اور بے کار ہو جانے کی طرف ہے ۔ اگر ہم خُدا کی باتوں میں ترقی کرنے سے قاصر رہتے ہیں تو خطرہ ہے کہ ہم اپنی زِندگی کو تباہ کر لیں ۔ لیکن اگر ہم رُوح میں چلیں تو ہم اُس کی خدمت کے لئے نااہل قرار دِئے جانے سے بچے رہیں گے ۔ خُدا اُن مسیحیوں کی حفاظت کرتا ہے جو اُس میں آگے بڑھتے ہیں ۔ تباہی رُوحانی سُستی اور اندھے پن کا نتیجہ ہوتی ہے ۔

۱: ۱۱ ۔ مُسلسل رُوحانی ترقی میں نہ صرف حفاظت ہے بلکہ وعدہ بھی ہے کہ "تم ہمارے خُداوند اور منجی یسوع مسیح کی ابدی بادشاہی میں بڑی عزّت کے ساتھ داخل کِئے جاؤ گے" ۔ پطرس یہاں ہمارے داخل ہونے کی حقیقت کو بیان نہیں کر رہا ہے بلکہ داخل ہونے کے طریقہ کو ۔ آسمان کی "بادشاہی" میں داخل ہونے کی صرف ایک ہی بنیاد ہے اور وُہ ہے خُداوند یسوع مسیح پر ایمان ۔ لیکن بعض لوگوں کا داخلہ دُوسروں کی نسبت زیادہ بابرکت ہو گا کیونکہ اَجر کے درجات ہیں ۔ اور یہاں اجروں کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ اِن کا اِنحصار ہمارے مسیح کے ہم شکل بننے پر ہے ۔

۱: ۱۲ ۔ جب پطرس اِس مضمون کے موجُودہ اور ابدی نتائج پر غور کرتا ہے تو وُہ ایمان داروں کو مسیحی کردار کی نشوونما کی اہمیّت یاد دلاتا ہے ۔ اگر وُہ اِس بات کو پہلے ہی جانتے ہیں تو بھی اُنہیں متواتر یاد دِلانے کی ضرُورت ہے ، اور اِسی طرح ہمیں بھی ۔ اگرچہ ہم

"حق کی بات پر قائم" ہیں تو بھی خطرہ ہے کہ کہیں اَور مصرُوف نہ ہو جائیں یا بھُول ہی جائیں۔ پس حق کو ہر وقت دُہراتے رہنا ضرُوری ہے۔

۱۳:۱۔ پطرس کا نہ صرف یہ ارادہ ہی تھا بلکہ فرض بھی تھا کہ "جب تک" وہ زندہ ہے ایمان داروں کو یاد دِلا دِلا کر "اُبھارتا رہے"۔ اب جبکہ وُہ عُمر کے آخری حِصّے میں تھا وُہ محسُوس کرتا ہے کہ اُنہیں رُوحانی غنُودگی سے جگائے رکھے۔

۱۴:۱۔ "خداوند" نے پطرس کو پہلے ہی سے آگاہ کر دیا تھا کہ وُہ کس قسم کی موت مَرے گا (یُوحنا ۲۱: ۱۸-۱۹)۔ اُس وقت سے لے کر اب تک بہُت سے سال گزر چُکے ہیں۔ رسُول جانتا تھا کہ عام سلسلۂ واقعات کے مُطابق اُس کی مَوت نزدیک ہے۔ اِس سے اُس کے ارادہ کو اَور بھی مہمیز لگی کہ جتنا وقت باقی رہ گیا ہے اُس عرصے میں خُدا کے لوگوں کی دیکھ بھال کرتا رہے۔

وُہ اپنی مَوت کو اپنے زمینی گھر کو ایک طرف رکھنے یا اپنے بدن کے یا "خیمہ" کے گرائے جانے کے طور پر بیان کرتا ہے۔ جس طرح خیمہ مُسافروں کے لئے عارضی سکونت گاہ ہوتا ہے، اُسی طرح بدن بھی ایک ایسا ڈھانچا ہے جس میں ہم اپنی زمینی مُسافرت کے زمانہ میں رہتے ہیں۔ موت کے وقت یہ خیمہ گرا دیا جاتا ہے۔ فضائی اِستقبال کے وقت بدن جی اُٹھے گا اور تبدیل ہو جائے گا۔ اپنی ابدی اور جلالی شکل میں بدن کو عمارت اور گھر کہا گیا ہے (۲-کرنتھیوں ۵: ۱)۔

یہ حقیقت کہ پطرس کو اپنی مَوت کے بارے میں علم تھا مسیح کے اپنے مُقدّسوں کو لینے کے لئے آنے کی نفی نہیں کرتی۔ سچّی کلیسیا یہ اُمید ہمیشہ ہی رکھتی ہے کہ مسیح کسی لمحہ بھی آ جائے گا۔ پطرس کو یہ علم کہ وُہ مسیح کے دوبارہ آنے تک زندہ نہیں رہے گا کسی خاص مکاشفہ کے ذریعہ ہُوا تھا۔

۱۵:۱۔ رسُول مُقدّسوں کو رُوحانی ترقی کی اہمیّت یاد دلانے کے لئے نہ صرف ذاتی طور پر کوشاں ہے بلکہ ایسا اِنتظام بھی کر رہا ہے کہ اپنی مَوت کے بعد تحریری صُورت میں ایک مستقل یادداشت بھی چھوڑ جائے تاکہ وُہ ہمیشہ "یاد" رکھ سکیں۔ نتیجۃً پطرس کے خطوط اُنیس سو ۱۹۰۰ سال سے مرد و خواتین کی راہ کو مُنوّر کر رہے ہیں اور ہمارے نجات دہندہ کی دوبارہ آمد تک کرتے رہیں گے۔

یہاں تحریری خدمت کی اہمیّت صاف ظاہر ہے۔ صِرف تحریری کلام ہی پائیدار ہوتا ہے۔ ایک شخص کی خِدمت تحریری الفاظ کے ذریعہ مَوت کے بعد بھی جاری رہتی ہے۔

یہاں پطرس وفات کے لئے لفظ "انتقال" اِستعمال کرتا ہے۔ یہ وُہی لفظ ہے جو لُوقا ۹: ۳۱ میں مسیح کی موت کے لئے برتا گیا ہے۔ موت اِنسان کی ہستی کو ختم نہیں کرتی بلکہ یہ ایک مقام سے دُوسرے مقام کی طرف "منتقِل ہونا" ہے۔

یہ آیات ہمارے لئے خاص قدر وقیمت کی حامل ہیں کیونکہ یہ ایک راست باز شخص کو جو موت کے سایہ میں رہتا ہے یہ دکھاتی ہیں کہ اُس کے لئے کیا اہم ہے۔ "اِن باتوں کو" کا ذِکر چار ۴ مرتبہ یعنی آیات ۸، ۹، ۱۲ اور ۱۵ میں آیا ہے۔ جب ہم ابدی دُنیا کی روشنی میں دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ مسیحی ایمان کی عظیم بنیادی سچّائیوں کی بے حد قدر وقیمت ہے۔

۱۶:۱- باب ا کی اِختتامی آیات مسیح کے جلال میں یقینی طور پر آنے کے بارے میں بیان کرتی ہیں۔ پطرس پہلے رسُولوں کی گواہی کے یقینی ہونے کے متعلق بیان کرتا ہے اور پھر نبُوتی کلام کے یقینی ہونے کو۔ یہ ایسا ہی ہے گویا کہ وُہ نئے عہد نامہ اور پُرانے عہد نامہ کو ملاتا ہے اور اپنے قارئین سے کہتا ہے کہ اِس مُتحدہ گواہی کو پکڑے رہو۔

وُہ اِس بات پر زور دیتا ہے کہ رسُولوں کی گواہی حقائق پر مبنی ہے نہ کہ قِصّے کہانیوں پر۔ اُنہوں نے جب "تمہیں اپنے خُداوند یسُوع مسیح کی قُدرت اور آمد سے واقف کیا تھا تو دغا بازی کی گھڑی ہُوئی کہانیوں کی پیروی نہیں کی تھی"۔

پطرس جس خاص واقعہ کا حوالہ دیتا ہے وُہ پہاڑ پر مسیح کا صُورت بدلنا تھا۔

اِسے تین رسُولوں پطرس، یعقوب اور یُوحنّا نے دیکھا تھا۔ "قُدرت اور آمد" یہ کہنے کا ایک ادبی طریقہ ہے جس کا مطلب "زور سے آنا" یا "زوردار آمد" ہے۔ مسیح کا صُورت بدلنا اُس کا تمام دُنیا پر حکُومت کرنے کے لئے "قُدرت" میں آمد" کا پیشگی نظارہ تھا۔ اِس واقعہ کے بارے میں متّی کی انجیل میں صاف صاف بیان کیا گیا ہے۔ متّی ۱۶: ۲۸ میں یسُوع نے کہا "مَیں تم سے سچ کہتا ہُوں کہ جو یہاں کھڑے ہیں اُن میں سے بعض ایسے ہیں کہ جب تک ابنِ آدم کو اُس کی بادشاہی میں آتے ہُوئے نہ دیکھ لیں گے موت کا مزہ ہرگز نہ چکھیں گے"۔ پھر اس سے اگلی ہی آیت میں مسیح کی تبدیلیٔ صُورت کو بیان کیا گیا ہے۔ پہاڑ پر پطرس، یعقوب اور یُوحنّا نے یسُوع کو اسی جلال میں دیکھا جس میں وُہ ایک ہزار سال تک حکُومت کرنے کے لئے آئے گا۔ اپنی وفات سے پیشتر اِن تینوں رسُولوں نے ابنِ آدم کو اُس کی آنے والی حکُومت کے جلال میں دیکھا۔ یوں مسیح کے متّی ۱۶: ۲۸ میں الفاظ ۱۷: ۱ میں پُورے ہو گئے۔

اب پطرس بڑا زور دے کر کہتا ہے کہ تبدیلیٔ صُورت کے بارے میں رسُولوں کا بیان "دغا بازی کی گھڑی ہُوئی کہانیوں" (یُونانی میں دیوتاؤں کے خیالی قِصّے) پر مبنی نہیں جیسا کہ بعض لوگ الزام لگاتے ہیں۔

قِصّے کہانیوں کے اِلزام کو ردّ کرنے کے لئے پطرس مسیح کی صُورت بدلنے کے تین ۳ ثبُوت مُہیّا کرتا ہے: دیکھنے کی شہادت، سُننے کی شہادت اور جسمانی طور پر موجُود ہونے کی شہادت۔

دیکھنے کی شہادت۔ رسُولوں نے "خُود اُس کی عظمت کو دیکھا تھا"۔ یُوحنّا گواہی دیتا ہے "ہم نے اُس کا ایسا جلال دیکھا جیسا باپ کے اکلوتے کا جلال" (یُوحنّا ۱:۱۴)۔

۱:۱۷- پھر سُننے کی شہادت ہے۔ رسُولوں نے "خدا" کی "آواز" کو یہ کہتے سُنا: "یہ میرا پیارا بیٹا ہے جس سے مَیں خوش ہُوں"۔ خُداوند کو عزّت و جلال دینے کی یہ آواز "اُس افضل جلال میں سے" آئی یعنی اُس چمکتے دمکتے جلالی بادل میں سے آئی جسے شکینہ کہا جاتا تھا اور جو خدا کی حضوری کا نشان تھا۔

۱:۱۸- پطرس اِس بات پر زور دیتا ہے کہ جب وُہ "مُقدّس پہاڑ پر" خُداوند کے ساتھ تھے تو اُنہوں نے صاف طور پر خُدا کی "آواز" کو "سُنا" تھا۔ یہاں پر تین آدمیوں کی گواہی ہے جو متی ۱۸ : ۱۶ کے مُطابق کسی بات کی تصدیق کے لئے کافی ہے۔

آخر میں پطرس جسمانی طور پر موجُود ہونے کی گواہی پیش کرتا ہے: "ہم اُس کے ساتھ مُقدّس پہاڑ پر تھے"۔ یہ اُن کی زندگی میں حقیقتاً واقع ہُوا، اِس لئے اِس پر شک نہیں کیا جا سکتا۔

ہم اُس پہاڑ کے بارے میں کُچھ نہیں جانتے جس پر مسیح کی صُورت تبدیل ہُوئی تھی۔ اگر اُس کی شناخت ہو جاتی تو عین ممکن تھا کہ اب تک وہاں کئی ایک زیارت گاہیں قائم ہو جاتیں[1]

اُس پہاڑ کو "مُقدّس پہاڑ" اِس لئے نہیں کہا گیا ہے کہ وُہ بذاتِ خُود مُقدّس تھا بلکہ اِس لئے کہ اُسے ایک مُقدّس واقعہ کے لئے چُن لیا گیا تھا۔

۱:۱۹- "اور ہمارے پاس نبیوں کا وُہ کلام ہے جو زیادہ مُعتبر ٹھہرا"۔ عہدِ عتیق کے

---

[1] ایک روایت کے مُطابق جس پہاڑ پر مسیح کی صُورت تبدیل ہُوئی وُہ کوہِ تبور تھا اور یہاں حقیقتاً ایک زیارت گاہ بھی ہے۔ تارِیخی طور پر یہ روایت درُست نہیں ہے کیونکہ کوہِ تبور اُونچا پہاڑ نہیں ہے جیسا کہ بائبل میں بتایا گیا کہ وہ بہت اُونچا پہاڑ تھا۔ پھر ہمارے خُداوند کے زمانہ میں وہاں غالباً

انبیا نے پیشین گوئی کی تھی کہ مسیح قدرت اور بڑے جلال میں آئے گا۔ تبدیلیِ[۲] صورت کے پہاڑ پر جو واقعات رونما ہوئے انہوں نے اِن پیشینگوئیوں کی تصدیق کر دی۔ اُس وقت رسولوں نے جو کچھ دیکھا اُس نے نہ تو پیشین گوئیوں کو ایک طرف ہٹایا اور نہ انہیں اَور زیادہ یقینی بتایا، بلکہ اُن کی محض تصدیق کی۔ رسولوں کو مسیح کی آنے والی بادشاہی کے جلال کی پیشگی جھلک دِکھائی گئی۔

آیت ۱۹ کے باقی حِصّے کے لئے ایف۔ ڈبلیو۔ گرانٹ کا انگریزی ترجمہ مفید ثابت ہو گا جس کا اُردو ترجمہ یُوں ہے: "اچھّا کرتے ہو جو اپنے دِلوں میں غور کرتے ہو (کہ وُہ ایک چراغ ہے جو اندھیری جگہ میں روشنی بخشتا ہے جب تک پَو نہ پھٹے اور صُبح کا سِتارہ نہ چمکے)"۔ اِس پر غور کریں کہ گرانٹ یہاں قوسین اِستعمال کرتا ہے۔ اُس کے ترجمہ کے مطابق ہمیں "غور" کا تعلق "تمہارے دِلوں" سے پیدا کرنا چاہئے۔ دُوسرے لفظوں میں ہمیں اپنے دِلوں میں توجّہ دینی چاہئے۔ اُردو بائبل میں یُوں ہے: "جب تک پَو نہ پھٹے اور صُبح کا سِتارہ تمہارے دِلوں میں نہ چمکے" اور یہ اِس کی تشریح میں مشکل پیدا کرتا ہے۔

نبیوں کا کلام چمکتی ہوئی "روشنی" ہے اور "اندھیری جگہ" یہ دُنیا ہے۔ پَو پھٹنا موجُودہ کلیسیائی زمانہ کے اِختتام کی طرف اشارہ ہے (رومیوں ۱۳: ۱۲)۔ "صُبح کا سِتارہ" مسیح کا اپنے مُقدّسوں کو لینے آنے کی منظر کشی کرتا ہے۔ یُوں اِس حوالے کا مطلب یہ ہے کہ ہم "نبیوں کے کلام" کو ہمیشہ اپنے پیشِ نظر رکھیں، اُسے اپنے "دِلوں" میں بسنے دیں کیونکہ وُہ اِس اندھیری دُنیا میں "روشنی" کا کام دے گا جب تک کہ یہ زمانہ ختم نہ ہو جائے اور مسیح اپنے مُنتظر مقدّسین کو لینے کے لئے بادلوں پر ظاہر نہ ہو جائے۔

۱: ۲۰۔ آخری دوؔ آیات میں پطرس اِس بات پر زور دیتا ہے کہ نبیوں کے کلام کا منبع خُدا ہے اِنسان نہیں۔ خُدا نے اُنہیں اِلٰہی تحریک بخشی تھی۔

"نبوّت کی بات کی تاویل کِسی کے ذاتی اِختیار پر موقوف نہیں"۔

رومن فوج کی چھاؤنی بھی تھی اور اُس کی موجُودگی میں اِس قِسم کا ذاتی اظہار نہیں ہو سکتا تھا۔ گلیل کے شِمالی کوہستانی سِلسلے میں کوہِ حرمون ہے جس کی بُلند چوٹی برف سے ڈھکی رہتی ہے۔ غالباً یہی سب سے موزُوں جگہ ہے۔

پطرس یہاں نبیوں کے کلام کے ماخذ کے بارے میں بات کر رہا ہے نہ کہ دِیے جانے کے بعد اُس کی تشریح کے بارے میں ۔ نکتہ یہ ہے کہ جب انبیا لِکھنے بیٹھے تو اُنہوں نے واقعات کی "تاویل" اپنے "ذاتی اختیار" سے نہیں کی اور نہ اُس نتیجہ کو لِکھا جِس پر وُہ پہنچے ۔ بالفاظِ دیگر یہاں لفظ "تاویل"[1] کا اِشارہ تشریح کرنے کی طرف نہیں، بلکہ اُس طریقہ کی طرف جِس میں پہلے پہل کلام مِلا تھا ۔

ڈی ۔ ٹی ۔ ینگ لِکھتے ہیں :

> پَس متن یہ ظاہر کرتا ہے کہ کلام کا ماخذ اِنسانی نہیں ہے ۔ یہ اِنسان کی نہیں خُدا کی تاوِیل ہے ۔ ہم کلام کے بعض بیانات کے بارے میں سُنتے ہیں کہ یہ گویا داؤد کا، یا پَولُس کا یا پطرس کا خیال ہے ۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ پاک کلام میں اِنسان کا خیال قطعی نہیں پایا جاتا ۔ اِس میں جو کُچھ ہے وُہ سب خُدا کی تاوِیل ہے ۔ کوئی بھی پیشین گوئی کِسی بھی شخص کی تاویل نہیں ہے ۔ آدمی رُوحُ القدُس کی تحریک سے بولتے تھے ۔

نیو کنگ جیمز ورژن کے انگریزی ترجمہ کے حاشیہ میں تاویل کی جگہ ماخذ تجویز کیا گیا ہے جو بالکُل درست ہے ۔

۱:۲۱ ۔ آیت ۲۰ میں جو بیان کیا گیا ہے یہ آیت اُس کی تصدیق کرتی ہے ۔ "نبوّت کی کوئی بات آدمی کی خواہش سے کبھی نہیں ہُوئی" ۔ کِسی نہ کِسی طریقے سے جِسے ہم سمجھ نہیں سکتے، خُدا نے اُن لوگوں کو اپنا کلام تحریر کرنے کو دیا لیکن ساتھ ہی اُس نے اُن کی انفرادیت یا طرز کو ختم نہیں کیا ۔ بائبل میں الہامِ ربانی پر یہ ایک کلیدی آیت ہے ۔ اِن دِنوں میں جبکہ کئی لوگ کلام کے اِختیار کا اِنکار کرتے ہیں ہمیں لاخطا کلام کے لفظی اور تمام وکمال الہام پر مضبُوطی سے قائم رہنا چاہیئے ۔

لفظی الہام سے ہمارا مطلب یہ ہے کہ جب پہلے پہل چالیس یا اِس سے بھی زیادہ آدمیوں نے الفاظ کو قلم بند کیا تو اُن مُصنّفین میں خُدا نے اپنا رُوح پھُونکا تھا (دیکھئے ۱ ۔ کرنتھیوں ۲: ۱۳) ۔ خُدا نے نہ تو کوئی عام خاکہ یا کوئی بنیادی خیال دیا اور نہ مُصنّفین کو اپنی مرضی کے مُطابق اِس کی تشریح ہی کرنے دِی ۔ اُنہوں نے جو الفاظ لِکھے وُہ اُنہیں "رُوحُ القدُس"

---

[1] یُونانی لفظ کا ترجمہ "ماخذ" اور "تاویل" دونوں کیا جا سکتا ہے ۔

نے دیئے۔

تمام وکمال الہام سے ہمارا مطلب یہ ہے کہ پیدائش سے لے کر مکاشفہ تک تمام بائبل یکساں خُدا کی طرف سے دی گئی ہے۔ یہ کُل خُدا کا کلام ہے (دیکھئے ۲-تیمتھیس ۳: ۱۶)۔ لاخطا سے ہمارا مطلب یہ ہے کہ خُدا کا حاصِل شُدہ کلام اپنی اصلی زبان میں غلطیوں سے قطعی پاک ہے، اور نہ صِرف تعلیم میں بلکہ تاریخ، سائنس، واقعہ نِگاری اور دِیگر باتوں میں بھی۔

۳- جھُوٹے اُستادوں کے اُٹھنے کے بارے میں پیشگوئی

(باب ۲)

۲: ۱- پہلے باب کے اختتام پر پطرس عہدِ عتیق کے اُن انبیا کا حوالہ دیتا ہے جو اپنی خواہش کے مُطابق نہیں بلکہ رُوح القدس کی تحریک سے بولتے تھے۔ اور اب وُہ یہ بتاتا ہے کہ عہدِ عتیق کے زمانہ میں سچّے انبیا کے علاوہ "جھُوٹے نبی بھی تھے"۔ اور جس طرح اِس فضل کے زمانہ میں مُستند اُستاد ہیں، اُسی طرح "جھوٹے اُستاد" بھی ہوں گے۔

"یہ جھُوٹے اُستاد" کلیسیا میں عُہدہ حاصل کر لیتے ہیں۔ وُہ ظاہر کرتے ہیں کہ خُوشخبری کے خادم ہیں۔ اِسی وجہ سے خطرہ بڑا بن جاتا ہے۔ اگر وُہ صاف صاف بتا دیں کہ وُہ مُلحد اور مادہ پرست ہیں تو لوگ اُن سے ہوشیار رہیں گے۔ لیکن وُہ دھوکا دینے میں ماہر ہیں۔ وُہ اپنے ساتھ بائبل لئے پھرتے اور راسخ اِصطلاحات اِستعمال کرتے ہیں اگرچہ اُن کا مطلب اُن سے قطعی مُختلف ہوتا ہے۔

اگرچہ وُہ اپنے آپ کو راست بازی کا خادم ظاہر کرتے ہیں، تاہم وُہ بائبل کی دُرست تعلیم کے ساتھ "پوشیدہ طور پر" رُوح کو ہلاک کرنے والی "بدعتیں" بھی مُتعارف کراتے ہیں۔ یہ دیدہ دانستہ سچ اور جھُوٹ کو ملانا ہے۔ بنیادی طور پر وُہ ایک ایسے سِسٹم کو چلاتے ہیں جو اِنکار کے مُترادِف ہے۔

جھُوٹے اُستادوں کا حتمی گُناہ یہ ہے کہ وُہ اُس مالک کا اِنکار کرتے ہیں "جس نے اُنہیں مول لیا تھا"۔ اگرچہ وُہ یسوع کے بارے میں اچھی باتیں کہتے، اُس کی الوہیت کی طرف اِشارہ کرتے، اُس کے اعلیٰ اخلاق اور اعلیٰ نمونے کا ذکر کرتے ہیں لیکن وُہ اُس کے خُدا اور لاثانی نجات دہندہ ہونے کا اِقرار نہیں کرتے۔

ہم یہاں تھوڑا توقف کریں اور اپنے آپ کو یاد دِلائیں کہ جن کا پطرس حوالہ دیتا ہے اُنہیں خُداوند نے خرِیدا تو تھا لیکن وُہ کبھی مخلصی یافتہ نہیں تھے۔ نیا عہد نامہ خریدنے اور مخلصی دِلانے میں فرق ظاہر کرتا ہے۔ خُداوند نے سب کو خریدا ہے لیکن سب نجات یافتہ نہیں ہیں۔ مخلصی اُن کو ملتی ہے جو یسوع مسیح کو بطور نجات دہندہ اور خداوند قبول کرتے ہیں اور اُس کے بہائے گئے خُون سے مُستفیض ہوتے ہیں (۱-پطرس ۱: ۱۸، ۱۹)۔

متی ۱۳: ۴۴ میں خُداوند یسوع کی ایک آدمی کے طور پر منظر کشی کی گئی ہے جو اپنا سب کُچھ بیچ کر کھیت خرید لیتا ہے۔ اِسی باب کی ۳۸ آیت میں کھیت کو صاف طور پر دُنیا بتایا گیا ہے۔ پس خُداوند نے صلیب پر اپنی مَوت کے وسیلہ سے دُنیا کو اور جو اُس میں ہیں خرید لیا ہے۔ لیکن اُس نے تمام دُنیا کو نجات نہیں دی ہے۔ جبکہ اُس کا کام تمام بنی نوع اِنسان کو خریدنے کے لئے کافی تھا، یہ صرف اُن کے لئے مؤثر ہے جو توبہ کرتے، اُس پر ایمان لاتے اور اُسے قبول کرتے ہیں۔

یہ حقیقت کہ یہ جھُوٹے اُستاد کبھی بھی نئے سِرے سے پَیدا نہیں ہُوئے تھے، اُن کے انجام سے ظاہر ہے۔ وُہ "اپنے آپ کو جلد ہلاکت میں ڈالیں گے"۔ اُن کا انجام ہمیشہ کے لئے آگ کی جھیل میں ڈالا جانا ہوگا۔

۲:۲ - پطرس پیش گوئی کرتا ہے کہ وُہ بہت سے لوگوں کو اپنی طرف راغب کرلیں گے۔ یہ وُہ بائبل کے اخلاقی معیار کو کم کرنے اور جسم کے کام کرنے کی اجازت دینے سے کریں گے۔

جھُوٹے اُستادوں کے اِس قسم کے رویّے کی تعلیم دینے اور عمل کرنے کا نتیجہ یہ نِکلا کہ "راہِ حق" کی بدنامی ہُوئی اور بے ایمانوں کے دِلوں میں مسیحیت کے بارے میں گہری حقارت پَیدا ہُوئی۔

۳:۲ - یہ جھُوٹے اُستاد جنسی اور مالی مُعاملات میں بڑے لالچی ہوتے ہیں۔ اُنہوں نے خِدمت کو ایک نفع بخش پیشے کے طور پر چُنا ہے۔ اُن کا مقصد زیادہ سے زیادہ پیروکار بنانا ہے تاکہ اُن کی آمدنی میں اِضافہ ہو۔

وُہ جھُوٹی "باتیں بنا کر" لوگوں کو اُبھارتے ہیں۔ ڈاربی کہتا ہے: "شیطان اُس وقت سب سے زیادہ شیطان ہوتا ہے جب اُس کے ہاتھ میں بائبل ہوتی ہے"۔ پس یہ آدمی جن کے ہاتھوں میں بائبل تھی اپنے آپ کو راست بازی کا خادم ظاہر کرتے، مشہور بشارتی گیت گاتے اور

بائبل کی اصطلاحات اِستعمال کرتے تھے۔ لیکن یہ سب اپنے کافرانہ اور بگڑے ہوئے اخلاق پر پردہ ڈالنے کے لئے تھا۔

اِن مذہبی تخریب کاروں کا ایک ہولناک سزا انتظار کر رہی ہے۔ "اُن کی سزا کا حکم ہو چکا ہے"۔ وُہ اُن کو ذبح کرنے کے لئے اپنی چھُری تیز کر رہی ہے۔ "اُن کی ہلاکت" "سوتی نہیں"۔ وُہ جاگ رہی ہے اور چیتے کی طرح جھپٹنے کے لئے تیار ہے۔

۲:۴- آیات ۴-۱۰ میں عہدِ عتیق سے اِرتداد پر خُدا کی عدالت کی تین مثالیں ملتی ہیں ——— فرشتے، طوفانِ نوح سے پہلے کی دُنیا اور سدوم اور عمورہ کے شہر۔

ہمارا خیال ہے کہ "گُناہ کرنے والے فرشتے" وہ تھے جن کا یہوداہ آیت ٦ میں بھی ذِکر ہے۔ وہاں سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ (۱) اُنہوں نے اپنی حکومت کو قائم نہ رکھا (۲) اُنہوں نے اپنے خاص مقام کو چھوڑ دیا۔ اگرچہ ہم وثوق سے تو نہیں کہہ سکتے لیکن یہ یقین کرنے کی کافی مضبوط وجوہات ملتی ہیں کہ یہ وُہی "خُدا کے بیٹے" ہیں جن کا ذِکر پیدائش ٦: ۲ میں ملتا ہے: "خُدا کے بیٹوں نے آدمیوں کی بیٹیوں کو دیکھا کہ وُہ خوبصورت ہیں اور جن کو اُنہوں نے چُنا اُن سے بیاہ کر لیا"۔ ایوب ۱: ٦ اور ۲: ۱ میں فرشتوں کو خُدا کے بیٹے کہا گیا ہے۔ لگتا ہے کہ پیدائش باب ٦ کا مفہوم یہ ہے کہ خُدا کے اِن بیٹوں نے فرشتوں کی حکومت جو اُنہیں دی گئی تھی اُسے چھوڑ دِیا، اپنی آسمانی سکونت گاہ کو زمینی سے بدل لیا اور اِنسانی عورتوں سے شادی کر لی۔ جو بچے اُن سے پیدا ہوئے وُہ نیفیلیم nephilim کہلاتے تھے جس کا مطلب "گرے ہوئے" ہے (پیدائش ٦: ۴)۔ یہ پیدائش ٦: ۳ سے صاف ظاہر ہے کہ خُدا اِس خلافِ معمول جنسی اِتحاد سے سخت ناخوش تھا۔

اِس نظریہ کے خلاف اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ فرشتوں کی جنس نہیں ہوتی اِس لئے وُہ شادی نہیں کر سکتے۔ لیکن بائبل ایسا نہیں کہتی۔ وُہ صِرف یہ کہتی ہے کہ آسمان میں بیاہ شادی نہیں ہوتی (مرقس ۱۲: ۲۵)۔ عہدِ عتیق میں فِرشتے اکثر اِنسانی جِسم میں ظاہر ہوتے تھے۔ مثلاً وُہ دو فِرشتے جن کی لُوط نے سدوم میں خاطر مدارت کی (پیدائش ۱۹: ۱) اُنہیں ۵، ۱۰، ۱۲ آیات میں مرد کہا گیا ہے۔ سدوم کے لوگوں کی غیر فطری خواہشات سے ظاہر ہے کہ اُن فِرشتوں کے جِسم تھے جن پر جنسی تشدد کیا جا سکتا تھا (آیت ۵)۔

۲:۵- دُوسری مثال جس میں خُدا نے سزا دینے کے لئے براہِ راست مداخلت کی

اُن لوگوں کی ہے جو پانی کے "طوفان" میں ہلاک ہوئے۔ اُن کی بدی بہت بڑھ گئی تھی۔ اُن کے دِل کے تصور اور خیال سدا بُرے ہی رہتے تھے (پیدائش ۶: ۵)۔ خُدا کی نظر میں زمین ناراست اور ظُلم سے بھری ہوئی تھی (پیدائش ۶: ۱۱-۱۳)۔ خداوند کو زمین پر آدمیوں کو پیدا کرنے کا افسوس ہوُا (پیدائش ۶: ۶)۔ وُہ اِتنا ملول ہوُا کہ اُس نے اُنہیں رُوئے زمین سے مٹا ڈالنے کا فیصلہ کر لیا (پیدائش ۶: ۷)۔ خُدا نے "قدیم زمانہ" کو نہ چھوڑا اور اُس کے بے دِین لوگوں کو ہلاک کرنے کے لئے اُس پر پانی کا طوفان لایا۔

صِرف نوحؔ اور اُس کا خاندان ہی خُداوند کی نظر میں مقبول ٹھہرا۔ اُنہوں نے کشتی میں پناہ لی اور حفاظت سے خُدا کے غیض و غضب کے طوفان پر تیرتے رہے۔

"نوحؔ" کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وُہ "مردِ راست باز" تھا۔ بلاشبہ جب وُہ کشتی بنا رہا ہوگا تو وُہ ہتھوڑے کی ضربوں کے درمیان میں تمسخر اُڑانے والے تماش بینوں کو تنبیہ بھی کرتا جاتا ہوگا کہ وُہ گُناہ سے مُنہ پھیریں یا پھر اپنی بدی کے لئے خُدا کی راست عدالت کا سامنا کرنے کے لئے تیار رہیں۔

۲: ۶- تیسری مثال جس کا تعلق خُدا کی عدالت سے ہے وُہ "سدوم اور عمورہ" کی تباہی ہے۔ یہ دو شہر بحیرۂ مُردار کے جنُوبی علاقے میں کہیں واقع تھے اور یہ دونوں جنسی کجروی کے گڑھ تھے۔ لوگ ہم جنس پرستی کو عام طرزِ زندگی کے طور پر قبول کرتے تھے۔ اِس گُناہ کا ذکر رومیوں ۱: ۲۶، ۲۷ میں کیا گیا ہے:

> "یہاں تک کہ اُن کی عورتوں نے اپنے طبعی کام کو خلافِ طبع کام سے بدل ڈالا۔ اِسی طرح مرد بھی عورتوں سے طبعی کام چھوڑ کر آپس کی شہوت سے مست ہو گئے یعنی مردوں نے مردوں کے ساتھ رُوسیاہی کے کام کر کے اپنے آپ میں اپنی گمراہی کے لائق بدلہ پایا۔"

خُدا اِس بے لگام پستی کو بیماری نہیں سمجھتا بلکہ گُناہ کہتا ہے۔ آنے والی نسلوں کو یہ دکھانے کے لئے کہ وُہ ہمجنس پرستی سے سخت نفرت کرتا ہے اُس نے سدوم اور عمورہ پر آگ اور گندھک برسا کر اُنہیں پیوندِ خاک کر دیا (پیدائش ۱۹: ۲۴)۔ یہ تباہی اِس قدر مکمّل تھی کہ آج بھی ہمیں پُورے طور پر علم نہیں کہ وُہ کہاں واقِع تھے۔ اِسے اُن کے لئے جو اِس گُناہ کو قانونی درجہ دینے پر تُلے ہوئے ہیں یا جو اِسے محض بیماری قرار دیتے ہیں عبرت ہونا چاہئے۔

۲:۷- وُہی خُدا جو بے دینوں پر اپنا غضب نازِل کرتا ہے، "راست باز" کو بچاتا ہے۔ پطرس اِس کا اِظہار "لُوط" کی مثال سے کرتا ہے۔ اگر ہمارے پاس لُوط کے بارے میں صرف عہدِ عتیق کا بیان ہوتا تو ہم کبھی بھی اُس کو ایمان دار نہ سمجھتے۔ پَیدائش کے بیان سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ وُہ ایک ایسا اِبنُ الوقت تھا جو دُنیا میں اپنا نام پَیدا کرنے اور مقام بنانے کے لئے گُناہ اور بدی سے سمجھوتا کر لیتا ہے۔ لیکن پطرس اِلہام سے لِکھتے ہُوئے ہمیں بتاتا ہے کہ وُہ "راستباز آدمی تھا جو "بے دِینوں کے ناپاک چال چلن سے دِق تھا"۔ خُدا نے دیکھا کہ لُوط حقیقی ایمان رکھتا ہے اور وُہ راست بازی سے پیار کرتا اور گُناہ سے نفرت کرتا ہے۔

۲:۸- اِس بات پر زور دینے کے لئے کہ اگرچہ بظاہر اُلٹ نظر آتا ہے لُوط راست باز تھا، پطرس کہتا ہے کہ سدوم کے کاموں کو دیکھ دیکھ کر اور سُن سُن کر وُہ ہر روز اپنے دِل کو "شکنجے میں کھینچتا" تھا۔ لوگوں کی سخت ناگوار بداخلاقی سے اُسے گہرا دُکھ ہوتا تھا۔

۲:۹- نتیجہ یہ ہے کہ "خُداوند دینداروں کو آزمائش سے نِکال لینا" اور بدکاروں کو سزا دینا جانتا ہے۔ وُہ اپنے لوگوں کو آزمائش سے بچا سکتا ہے اور ساتھ ہی "بدکاروں کو عدالت کے دِن تک سزا میں رکھنا جانتا ہے"۔

بدکار جہنّم کے لئے مخصُوص ہیں اور جہنّم بدکاروں کے لئے (آیات ۹، ۱۷)۔ اِسی طرح ایمان دار میراث کے لئے مخصُوص ہیں اور میراث ایمان داروں کے لئے (۱-پطرس ۱:۴، ۵)۔

۲:۱۰- اِس باب میں جس قِسم کے لوگوں کا بیان کیا گیا ہے خُدا اُن کو عدالت کے دِن تک سزا میں رکھے گا یعنی جھُوٹے اُستادوں کو جو "ناپاک" خواہشوں سے جسم کی پیروی کرتے، "حکُومت" کے خِلاف بغاوت کی حمایت کرتے اور بڑی دیدہ دلیری سے اعلیٰ حاکموں کی بے عزّتی کرتے ہیں۔

یہ کوئی ڈھکی چھُپی بات نہیں ہے کہ جھُوٹے مذہبی اُستاد جو مسیح کے خادِم ہونے کا رُوپ دھارے ہُوئے ہیں اُن کا اخلاقی معیار اکثر پست ہوتا ہے۔ وُہ نہ صِرف خُود ناجائز جنسی تعلقات رکھتے ہیں بلکہ وُہ علانیہ عیاشی و آوارگی کی حمایت کرتے ہیں۔ پھر یہ بات بھی ظاہر ہے کہ آزادی پسند مذہبی راہنما اکثر اُن تحریکوں کے ہَراول دستے میں ہوتے ہیں جو حکومت کو تشدد کے ذریعہ ہٹانے کی حمایت کرتی ہیں۔ ماڈرن خیالات کے خادم اکثر تخریبی سیاست کا ساتھ دیتے ہیں۔

یہ لوگ دلیر اور سرکش ہیں ۔ اپنے حاکموں کو بُرا بھلا کہنے کے لئے وُہ بُہت سخت زبان استعمال کرتے ہیں ۔ یہ حقیقت کہ اِنسانی حکومتیں خُدا کی طرف سے مُقرر ہیں اور اُن کو بُرا کہنے سے منع کیا گیا ہے (رومیوں ۱۳: ۱، اعمال ۲۳: ۵) اِس قِسم کے لوگوں کو قطعی متاثر نہیں کرتی ۔ ایسا لگتا ہے کہ وُہ "عزّت داروں" (یُونانی = بُزرگ یا جلیل القدر) کی مخاصمانہ مذمّت کر کے خوشی محسُوس کرتے ہیں ۔ یہ ایک عام اِصطلاح ہے اور اِس میں وُہ سب شامل ہیں جنہیں خُدا نے حکومتی اِختیار دیا ہے خواہ فرشتے ہیں یا اِنسان ۔ یہاں غالباً اِنسانی حاکم مُراد ہیں ۔

۲: ۱۱ ۔ اِن نام نہاد مذہبی خادموں کی گُستاخی کی مثال فرشتوں کے حلقے میں بھی نہیں ملتی ۔ اگرچہ "فرشتے ... طاقت اور قدرت میں" آدمیوں سے "بڑے ہیں" لیکن وُہ "خُداوند کے سامنے" عزّت داروں پر "لعن طعن" نہیں کرتے ۔ غالباً یہاں عزّت داروں سے مُراد فرشتے ہیں جن کے پاس اختیار ہے ۔

عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ فرشتوں کی طرف یہ مُبہم اشارہ وُہی ہے جو یہُوداہ آیت ۹ میں ہے: "لیکن مُقرّب فرشتہ میکائیل نے مُوسیٰ کی لاش کی بابت اِبلیس سے بحث و تکرار کرتے وقت لعن طعن کے ساتھ اُس پر نالش کرنے کی جُرأت نہ کی بلکہ یہ کہا کہ خُداوند تجھے ملامت کرے" ۔ ہم یقین سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ اُن میں مُوسیٰ کی لاش پر بحث و تکرار کیوں ہُوئی ۔ ہمارے لئے اہم نکتہ یہ ہے کہ میکائیل جانتا تھا کہ ابلیس کو بدرُوحوں کی دُنیا میں اِختیار حاصل ہے اور اگرچہ ابلیس میکائیل پر کوئی اِختیار نہیں رکھتا تھا توبھی اُس نے اُسے بُرا بھلا نہ کہا ۔ پس اُن لوگوں کی دلیری کے بارے میں سوچئے جو وُہ کُچھ کرنے کی ہمّت کرتے ہیں جو پاک فرشتے کرنے سے کتراتے ہیں ۔ نیز اُس سزا پر بھی سوچئے جو اُن کو ملی اِن نافرمانوں کو بھی ملے گی ۔

۲: ۱۲ ۔ "یہ" نافرمان مذہبی لیڈر بے عقل جانوروں کی مانند ہیں ۔ اپنی اِستدلالی قوّت اِستعمال کرنے کی بجائے جو اُنہیں جانوروں سے ممتاز بناتی ہے، وُہ ایسی زِندگی بسر کرتے ہیں جس میں وُہ اپنی جسمانی اِشتہاؤں کی تسکین کو ہی زِندگی کا مقصد سمجھتے ہیں ۔ جس طرح اکثر جانوروں کے لئے ماسوا ذبح کئے جانے کے اَور کوئی زیادہ بُلند انجام نہیں ہوتا، اُسی طرح جھوٹے اُستادوں کا مُقدر ہلاکت ہے ۔ وُہ اپنی حقیقی بُلاہٹ یعنی خُدا کو جلال دینے اور اُس سے ہمیشہ تک لُطف اندوز ہوتے رہنے کی طرف متوجہ نہیں ہوتے ۔

"وُہ جن باتوں سے ناواقف ہیں اُن کے بارے میں اَوروں پر لعن طعن کرتے ہیں" ۔ ایسے

لوگ جب بائبل پر نکتہ چینی کرتے ہیں تو اُن کی لاعلمی اَور بھی زیادہ نُمایاں ہو جاتی ہے ۔ چُونکہ وُہ الٰہی زِندگی سے محرُوم ہوتے ہیں اِس لئے وُہ خُدا کے کلام، طریقوں اور کام کو سمجھنے کے ناقابل ہوتے ہیں (۱ - کرنتھیوں ۲ : ۱۴) ۔ اِس کے باوجُود بھی وُہ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ وُہ رُوحانی مُعاملات کے ماہر ہیں ۔ ایک حلیم ایمان دار اپنے گھُٹنوں پر اُس سے کہیں زیادہ جان سکتا ہے جتنا کہ وُہ اپنے پنجوں پر کھڑے ہو کر دیکھ سکتے ہیں ۔

وہ اُسی تباہی سے دوچار ہوں گے جس سے جانور ہوتے ہیں ۔ چونکہ اُنھوں نے جانوروں کی مانند زِندگی بسر کرنا چُنا ہے اِس لئے وُہ جانوروں کی طرح ہی مریں گے ۔ اگرچہ اُن کی مَوت کا مطلب قطعی طور پر مِٹ جانا نہیں ہے لیکن وُہ ذِلت کی مَوت اور بغیر اُمّید کے مَریں گے ۔

۲ : ۱۳ ۔ دُوسروں کے ”بُرا کرنے“ کے بدلے میں وُہ اپنی مَوت میں دُکھ اُٹھائیں گے ۔

یہ لوگ اِتنے بے شرم اور بے حیا ہیں کہ اپنی گُناہ آلُود سرگرمیوں کو دِن دہاڑے جاری رکھتے ہیں ۔ اکثر لوگ ”عیاشی“ کے لئے تاریکی پھیلنے کا انتظار کرتے ہیں (یُوحنّا ۳ : ۱۹)، چنانچہ قحبہ خانوں اور شراب گھروں میں مدھم روشنی ہوتی ہے (۱ - تھسلنیکیوں ۵ : ۷) ۔ لیکن جھوٹے اُستادوں نے اُس بندش کو بھی پسِ پُشت ڈال دیا ہے جو گُناہ کو عام طور پر سایہ میں چھُپا دیتی ہے ۔

جب وُہ ایمان داروں کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں تو وُہ ”داغ اور عیب“ ہوتے ہیں یعنی بدنُما اور ناپاک گھُس بیٹھئے جو زیادہ کھانے اور پینے سے عیاشی کرتے ہیں ۔ یہُوداہ اِنہی لوگوں کے بارے میں اپنے بیان میں کہتا ہے : ”یہ تمُہاری محبّت کی ضیافتوں میں تمہارے ساتھ کھاتے پیتے وقت گویا دریا کی پوشیدہ چٹانیں ہیں ۔ یہ بے دھڑک اپنا پیٹ بھرنے والے چرواہے ہیں“ (یہُوداہ آیت ۱۲) ۔ جب کلیسیا کے ابتدائی زمانہ میں عشائے ربّانی کے سِلسلے میں محبّت کی ضیافتیں کی جاتی تھیں تو یہ لوگ قطعی بے اِعتدال ہو جاتے اور ضیافت کی رُوحانی اہمیّت کو بھُلا بیٹھتے تھے ۔ دُوسروں کے بارے میں سوچنے کی بجائے جو محبّت کا تقاضا ہے، وُہ خُود غرضی سے صِرف اپنے بارے ہی میں سوچتے تھے ۔

۲ : ۱۴ ۔ ایک اَور بیہُودہ بات یہ تھی کہ اُن کی آنکھوں میں ”جو گُناہ سے رُک نہیں سکتیں“ ”زِناکار عورتیں“ بسی رہتی تھیں ۔ یہ اُن لوگوں کی حالت تھی جو فرض کے طور پر پیغام دیتے، رسُومات کی بجا آوری میں راہنمائی کرتے اور اپنی جماعت کی صلاح کاری کرتے تھے ۔ تاہم وُہ

متواتر ایسی عورتوں کی تلاش میں رہتے جن سے وُہ جنسی تعلقات قائم کر سکتے۔ اُن کی زناکاری کی ہوس بے اِنتہا تھی جسے وُہ خِدمت کے پردے میں چھپائے رکھتے تھے۔

وُہ "بے قیام دِلوں کو" پھانستے ہیں۔ غالباً وُہ کلام کا غلط اِستعمال کرتے ہُوئے گُناہ سے درگزر کرتے تھے۔ یا وُہ یہ کہتے کہ غلط اور صحیح کا فیصلہ زیادہ تر ہماری تہذیب و تمدن کرتے ہیں۔ یا وُہ بڑی خُوش اخلاقی سے سادہ لوحوں کو یقین دِلاتے کہ اگر محبت میں کُچھ کیا جائے تو وُہ غلط نہیں ہے۔ ایک بے قیام دِل کے لئے یہ دلیل پیش کرنا بڑا آسان بن جاتا کہ اگر مذہبی راہنما کے لئے یہ بات جائز ہے تو ایک عام ممبر کے لئے یقیناً جائز ہوگی۔

اُن کے دِل "لالچ کے مشّاق" رہتے ہیں۔ وُہ پیشہ ور تو نہیں ہیں لیکن اُن کی تربیت بے راہ رَوی میں ہُوئی ہے۔ اگرچہ "لالچ" کا مطلب ہر قسم کی حد سے زیادہ چاہت ہو سکتا ہے لیکن ایسا لگتا ہے کہ یہاں متن کا اِشارہ جنسی چاہت کی طرف ہے۔

جب پطرس یاد کراتا ہے کہ یہ لوگ مسیحیت اور مسیح کو کتنا بدنام کرتے ہیں تو وُہ پُکار اُٹھتا ہے کہ یہ "لعنت کی اَولاد ہیں"۔ وُہ اُن پر لعنت نہیں بھیج رہا بلکہ دیکھ رہا ہے کہ وُہ خُدا کے پُورے غضب میں لعنت کا تجربہ کریں گے۔

۲:۱۵۔ کئی لحاظ سے وُہ "بعُور کے بیٹے بلعام" سے مشابہت رکھتے ہیں۔ وُہ جھُوٹ مُوٹ ظاہر کرتے ہیں کہ وُہ خُدا کے نمائندے ہیں (گنتی ۲۲:۳۸)۔ وُہ دُوسروں کو گُناہ کی طرف راغب کرتے ہیں (مکاشفہ ۲:۱۴)۔ لیکن سب سے بڑی مشابہت یہ ہے کہ وُہ خِدمت کو مالی فائدے کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔ بلعام مِدیانی نبی تھا جسے موآب کے بادشاہ نے اِسرائیل پر لعنت کرنے کے لئے اُجرت پر بُلوایا تھا۔ اِس کام کو کرنے سے اُس کا مقصد پیسہ حاصِل کرنا تھا۔

۲:۱۶۔ ایک موقع پر جب بلعام اِسرائیل پر لعنت کرنا چاہتا تھا تو اُس کا اور اُس کی گدھی کا سامنا خُداوند کے فرشتہ سے ہُوا (یہ خُداوند یسُوع تھا جو اپنے تجسّم سے پہلے ظاہر ہُوا تھا)۔ گدھی نے آگے بڑھنے سے بار بار اِنکار کیا۔ اور جب بلعام نے اُسے مارا تو گدھی نے اِنسانی زبان میں احتجاج کیا (گنتی ۲۲:۱۵-۳۴)۔ یہ ایک حیران کُن اور عجیب صُورت تھی ـــــ "ایک بے زبان گدھی" نے آدمی کی آواز میں بات کی (اور اپنے مالک سے زیادہ سمجھ کا مظاہرہ کیا)۔ لیکن اِس معجزہ نے بھی بلعام کو اُس کی "دیوانگی" سے باز نہ رکھا۔

خُدا آج کل جھُوٹے اُستادوں کو بے زُبان جانوروں کے ذریعہ تنبیہ نہیں کرتا۔ لیکن ہمیں یقین ہے کہ وُہ دُوسرے طریقوں سے اُن کی دیوانگی اور بے وقوفی پر اُنہیں تنبیہ کرتا اور اُن کی صراطِ مُستقیم (المسیح) پر چلنے کے لئے حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ خُدا اُن لوگوں کو شرمندہ کرنے کے لئے جو اپنی اعلیٰ تعلیم اور اپنے اعلیٰ مذہبی مرتبہ پر فخر کرتے ہیں اکثر کسی حلیم ایمان دار کی گواہی کو اِستعمال کرتا ہے۔ ممکن ہے کہ وُہ کسی رُوح سے معمُور عام مسیحی کے ذریعہ کوئی آیت پیش کرے یا کوئی چُبھتا ہُوا سُوال پُوچھے اور موجودہ دَور کے اِن بلعاموں کو اُن کی ذِلّت اور غُصّے میں کھولتا ہُوا چھوڑ دے۔

۲:۱۷- پطرس اُنہیں خُشک چشموں سے تشبیہ دیتا ہے۔ ضرُورت مند لوگ اُن کے پاس تازگی اور رُوحانی پیاس بُجھانے کے لئے جاتے ہیں لیکن اُنہیں مایُوسی ہوتی ہے۔ وُہ "اندھے کُوئیں ہیں"۔ وُہ ایسی "کُہر ہیں" "جِسے آندھی اُڑاتی ہے"۔ "کُہر" ایک طویل عرصہ سے خُشک سالی کا شکار زمین کے لئے بارِش کا پیغام لاتی ہے۔ لیکن آندھی آتی ہے اور کُہر کو اُڑا لے جاتی ہے۔ اُمیدیں خاک میں مِل جاتی ہیں اور پھٹی ہُوئی خُشک زمین آسُودہ نہیں ہوتی۔

اِن مذہبی نیم حکیموں کے لئے "بے حد تارِیکی دھری ہے"۔ اگرچہ وُہ اپنے آپ کو خُوشخبری کا خادم کہتے ہیں لیکن درحقیقت اُن کے پاس دینے کے لئے کوئی خُوشخبری نہیں ہوتی۔ لوگ اُن کے پاس روٹی کے لئے جاتے ہیں لیکن پتھر ملتا ہے۔ اِس قِسم کی دھوکا بازی کی سزا ابد تک "بے حد تاریکی" میں رکھے جانا ہے۔

۲:۱۸- "وُہ گھمنڈ کی بیہُودہ باتیں بک بک کر"- یہ آزادی پسند مُنادوں اور بِدعتیوں کے الفاظ کی درُست تشریح ہے۔ وُہ مانے ہُوئے مُقرّر ہیں جو اپنی عُمدہ اور پُرشکوہ تقریروں سے حاضِرین کو مسحُور کر لیتے ہیں۔ وُہ اپنے فاضِلانہ ذخیرۂ الفاظ سے ناسمجھوں کو کھینچ لیتے ہیں۔ اُن کے پیغاموں میں جِس بات کی کمی ہوتی ہے وُہ اُسے اپنے وعظ کو زور دار طریقے سے پیش کرنے کے ذریعہ پُوری کر لیتے ہیں۔ لیکن جب وُہ اپنا وعظ ختم کرتے ہیں تو حقیقت میں اُنہوں نے کُچھ بھی نہیں کہا ہوتا۔

اِن جھُوٹے اُستادوں کا لوگوں کو "پھنسانے" کا طریقہ یہ ہے کہ وُہ اُن کے ساتھ وعدہ کرتے ہیں کہ وُہ ہر قسم کی جسمانی خواہشوں اور شہوت پرستی میں لامحدُود طور پر شریک ہو سکتے ہیں۔ وُہ یہ سِکھاتے ہیں کہ چُونکہ جسمانی اِشتہائیں خُدا کی عطا کردہ ہیں اِس لئے اُن پر قید نہیں لگانی چاہئے۔ اگر ایسا کیا جائے تو وُہ شخصیت میں شدید بگاڑ کا باعث بنیں گی۔

اُن کا شکار وُہ لوگ ہوتے ہیں "جو گمراہوں میں سے نِکل ہی رہے ہیں"۔ یہ غیر نجات یافتہ لوگ پہلے کبھی گُناہ آلوُد خوُشیوں میں آزادی سے شریک ہوتے تھے لیکن اب اُن کا دل تبدیل ہوگیا ہے۔ اَب اُنہوں نے اپنی اِصلاح کرنے، نیا وَرق پلٹنے اور چرچ جانا شُروع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

۲:۱۹- گمراہ خادم آزادی کے بارے میں بہت باتیں کرتے ہیں لیکن اُن کا مطلب الٰہی اختیار اور گناہ کرنے میں آزادی سے ہوتا ہے۔ درحقیقت "یہ آزادی" نہیں ہے بلکہ بدترین قسم کی "غُلامی" ہے۔ "وُہ آپ خرابی کے غلام بنے ہوئے ہیں"۔ وُہ شہوت پرستی اور بُری عادات کی زنجیروں سے بندھے ہونے کے باعث آزادی حاصل کرنے میں بے بس ہیں۔

۲:۲۰- آیات ۲۰-۲۲ خود جھوٹے اُستادوں کے بارے میں نہیں ہیں بلکہ اُن کے شکاروں کے مُتعلق۔ اِن لوگوں کی اصلاح تو ہوئی لیکن وُہ نئے سرے سے پیدا نہیں ہوئے تھے۔ اُنہوں نے "یسوع مسیح" کی جُزوی "پہچان" اور مسیحی اصولوں کے وسیلہ سے گُناہ کی زندگی سے مُنہ موڑ لیا اور اپنی اخلاقی تطہیر شروع کر دی۔

پھر وُہ جھوٹے اُستادوں کے زیرِ اثر آگئے جو راسخ العقیدہ صفات کا تمسخر اُڑاتے اور اخلاقی ممانعت سے آزادی حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔ وُہ پھر اُنہی گناہوں میں پڑ گئے جن سے اُنہوں نے عارضی طور پر رہائی حاصل کی تھی۔ لیکن اب وُہ پہلے سے بھی زیادہ ڈوب گئے کیونکہ اب مذہبی پابندی جو اُنہیں روکتی تھی ختم ہوگئی۔ لٰہذا یہ درُست ہے کہ اُن کا "پچھلا حال" پہلے سے "بدتر ہوا"۔

۲:۲۱- ایک شخص کا جتنا بڑا اِستحقاق ہے اُتنی ہی بڑی ذمّہ داری بھی ہوتی ہے۔ ایک شخص جتنا زیادہ مسیح کے معیار کے بارے میں جانتا ہے، اُتنا ہی زیادہ اُس کے مُطابق زندگی بسر کرنا اُس کا فرض ہے۔ "اِس سے بہتر ہوتا" کہ وُہ خُدا کے پاک تقاضوں کو "نہ جانتا"۔

۲:۲۲- اُن لوگوں پر "کُتے" کی "یہ سچی مَثل صادِق آتی ہے" کہ کُتا اپنی نفرت انگیز "قے" کی طرف رجوع کرتا ہے" (دیکھئے اَمثال ۲۶:۱۱)، اور نہلائی ہوئی "سُوأرنی دَلدل میں لوٹنے کی طرف"۔

یہ بڑی اہم بات ہے کہ پطرس یہاں "کُتے" اور "سُوأرنی" کی مَثال پیش کر رہا ہے۔ موسوی شریعت کے مُطابق یہ دونوں ناپاک جانور تھے۔ اِن کہاوتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُن کی فطرتوں میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ وُہ "قے" اور دَلدل سے رجوع کرنے سے پیشتر بھی ناپاک تھے

اور جب وُہ اُن کی طرف لَوٹتے ہیں تو بھی ناپاک ہوتے ہیں۔

پس یہی حال اُن لوگوں کا تھا جن کے متعلق پطرس نے لکھا۔ اُن کی اخلاقی اِصلاح تو ہُوئی لیکن اُنہیں نئی فِطرت نہیں مِلی تھی۔ متّی ۱۲: ۴۳ - ۴۵ کی زبان میں اُن کا گھر خالی، جھڑا ہُوا اور آراستہ تو تھا لیکن اُنہوں نے نجات دہندہ کو اُس میں رہنے کی دعوت کبھی نہیں دی۔ چنانچہ ناپاک رُوح جِسے نِکال دِیا گیا تھا اپنے ساتھ کئی اَور ناپاک رُوحوں کو اُس خالی گھر میں رہنے کے لئے لیکر آ گئی۔ اِس کا یہ نتیجہ نِکلا کہ اُس کا حال پہلے سے بھی بَدتر ہو گیا۔

اِس حوالہ کو یہ سِکھانے کے لئے کبھی بھی اِستعمال نہیں کرنا چاہیئے کہ حقیقی ایمان دار فضل کو گنوا سکتے ہیں۔ ایسے لوگ حقیقی ایمان دار نہیں ہوتے اور نہ اُنہیں نئی فِطرت مِلی ہوتی ہے۔ اُنہوں نے اپنی آخری حالت سے ظاہر کیا کہ اُن کی فِطرت ابھی تک ناپاک اور بُری ہے۔ سبق یہ ہے کہ اِصلاح نہ صِرف ناکافی ہے بلکہ خطرناک بھی ہے کیونکہ یہ جھوٹے تحفّظ کا احساس دِلا سکتی ہے۔ ہمیں نئی فطرت صِرف نئی پیدائش سے مِلتی ہے۔ ہم خُدا کے حضُور توبہ کرنے اور خُداوند یسوؔع مسیح پر ایمان لانے سے نئے سِرے سے پَیدا ہوتے ہیں۔

۴- ٹھٹّھا کرنے والوں کے ظاہر ہونے کے مُتعلق پیش گوئی

(باب ۳)

۳:۱- باب ۲ میں جھُوٹے اُستادوں کے موضُوع پر روشنی ڈالنے کے بعد، پطرؔس آخری دِنوں میں ٹھٹّھا کرنے والوں کے اُٹھنے کے بارے میں بیان کرتا ہے۔ جِس طرح پہلے خط میں اُسی طرح اِس میں بھی پطرؔس اپنے قارئین کی بائبل سے چِمٹے رہنے کی حَوصلہ اَفزائی کرتا ہے۔

۳:۲- اُنہیں "پاک نبیوں" کی پیشینگوئیوں کو یاد رکھنا چاہیئے (یہ عہدِ عتیق میں مِلتی ہیں) اور اُنہیں "خُداوند" کی تعلیم کو بھی یاد رکھنا چاہیئے جو رسُولوں کی معرفت دی گئی (یہ نئے عہد نامہ میں محفُوظ ہے)۔ رُوحانی زوال کے زمانہ میں صِرف بائبل ہی ہماری سچّی ڈھال ہے۔

۳:۳- نبیوں اور رسُولوں کی مُتّحِدہ گواہی یہ تھی کہ "اخیر دِنوں میں" "ٹھٹّھا کرنے والے آئیں گے جو اپنی خواہشوں کے مُوافق" چلیں گے۔ مسیحیوں کو یہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے۔ اُنہیں، اِن آدمیوں کے گُستاخانہ اور کُفرانہ اِنکار سے حیران نہیں ہونا چاہیئے بلکہ اِن میں یہ یقینی اِشارہ دیکھنا چاہیئے کہ دُنیا کا خاتمہ قریب آ پہنچا ہے۔

یہ ٹھٹھا کرنے والے "اپنی" خواہشوں کے مُوافق چلتے ہیں۔ خُدا کے علم کو رَدّ کرتے ہُوئے وُہ بڑی بے خوفی سے اپنی اِشتہاؤں کو مٹانے میں مصرُوف ہو جاتے ہیں۔ وُہ آنے والی عدالت کو نظرانداز کرتے ہُوئے اِجازت کی وکالت کرتے ہیں۔

۳:۴۔ وُہ بُنیادی طور پر تو مسیح کی آمد کا ٹھٹھا اُڑاتے ہیں۔ اُن کی دلیل یہ ہے کہ "اُس کے آنے کا وعدہ کہاں گیا؟" مطلب یہ ہے کہ "وعدہ کہاں پُورا ہُوا؟" لیکن اُن کی "اُس کے آنے" سے مُراد کیا ہے؟

کیا اُن کا مطلب یہ ہے کہ مسیح اپنے ایمان داروں کو لینے آئے گا جسے ہم فضائی اِستقبال کہتے ہیں (۱-تھسلنیکیوں ۴:۱۳-۱۸)؟ اِس میں شک ہے کہ یہ ٹھٹھا کرنے والے خُداوند کی آمد کے پہلے حِصّے کے بارے میں کُچھ جانتے ہوں گے۔

کیا اُن کا مطلب یہ ہے کہ مسیح اپنے مُقدّسوں کے ساتھ اپنی عالمگیر بادشاہت قائم کرنے کے لئے آئے گا (۱-تھسلنیکیوں ۳:۱۳)؟ یہ ممکن ہے کہ یہ اُن کی سوچ میں شامِل ہو۔

لیکن باقی بیان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وُہ زمین پر خُدا کی آخری عدالت یا جِسے عام طور پر دُنیا کا خاتمہ کہا جاتا ہے کے بارے میں سوچ رہے تھے۔ وُہ یہ سوچ رہے تھے کہ ہزار سالہ حکُومت کے اِختتام پر آسمان اور زمین ہولناک تباہی سے دوچار ہوں گے۔

دَرحقیقت وُہ یہ کہتے ہیں: "تُم مسیحی ہمیں دھمکا رہے تھے کہ دُنیا کی ایک خوفناک عدالت ہونے والی ہے۔ تُم ہمیں بتاتے تھے کہ خُدا تاریخ میں مداخلت کرے گا، بَدوں کو سزا دے گا اور زمین کو تباہ کر دے گا۔ یہ سب بیہُودہ باتیں ہیں۔ ہمیں کِسی بات سے خوفزدہ ہونے کی ضرُورت نہیں۔ ہم اپنی مرضی کے مُطابِق زِندگی بَسر کر سکتے ہیں۔ ہمیں ایسی کوئی شہادت نہیں مِلتی کہ کبھی خُدا نے تارِیخ میں مداخلت کی ہو۔ پس ہم کیوں یہ یقین کریں کہ وُہ آئندہ کبھی کرے گا؟"

اُن کے اِس نتیجہ پر پُہنچنے کی بنیاد یہ مفرُوضہ ہے کہ "جب سے باپ دادا سوئے ہیں اُس وقت سے اب تک سب کُچھ ویسا ہی ہے جَیسا خِلقت کے شرُوع سے تھا"۔ وُہ کہتے ہیں کہ فِطرت ہمیشہ یکساں اُصُولوں پر چلتی ہے، کہ کوئی فوق الفِطرت مداخلتیں نہیں ہوتیں اور کہ ہر ایک بات کی فِطری تشریح کی جا سکتی ہے۔

۳:۵۔ ٹھٹھا کرنے والے جان بُوجھ کر اِس حقیقت یعنی پانی کے طُوفان کو نظرانداز کر

دیتے ہیں۔ خُدا نے ایک مرتبہ انسانی مُعاملات میں مداخلت کی تھی اور اِس مُداخلت کا خاص مقصد بدکاروں کو سزا دینا تھا۔ اگر ایک مرتبہ ایسا ہُوا تو آئندہ بھی ایسا ہو سکتا ہے۔

یہ اِن آدمیوں پر ایک نہایت سخت اِلزام ہے کہ وُہ "جان بُوجھ کر" بھُول گئے ہیں۔ وُہ تو اپنے آپ کو فخر یہ صاحبِ علم کہتے ہیں۔ وُہ فخر سے کہتے ہیں کہ وہ سائنسی تحقیق و تفتیش کے اصُولوں کے مُطابق کام کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ وُہ جان بُوجھ کر تاریخ کی ایک تصدیق شُدہ حقیقت کی طرف سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ اُنہیں ارضیات کا مُطالعہ کرنا چاہئے۔

'وہ تو جان بُوجھ کر یہ بھُول گئے کہ خُدا کے کلام کے ذریعہ سے آسمان قدیم سے موجُود ہیں اور زمین پانی میں سے بنی اور پانی میں قائم ہے"۔۔۔ لیکن وُہ ہلاک ہُوئی۔ "آسمان" اور "زمین" "خُدا کے کلام کے ذریعہ" بنے۔ خُدا نے فرمایا اور وُہ وجُود میں آ گئے (عبرانیوں ۱۱: ۳)۔ پطرس کہتا ہے کہ "زمین پانی میں سے بنی"۔ ہم اقرار کرتے ہیں کہ اِس بیان میں گہرائیاں ہیں جنہیں ہم پُوری طرح نہیں سمجھ سکتے۔ ہم پیدائش ۱: ۲ کے ذریعہ جانتے ہیں کہ سطحِ زمین کبھی پانی سے ڈھکی ہُوئی تھی۔ پھر ہم آیت ۶ میں پڑھتے ہیں کہ خُدا نے فضا کو بنایا تاکہ بادلوں یا دھُند کو اِس زمین پر پانی سے جُدا کرے۔ ہم اِس سے اندازہ لگاتے ہیں کہ زمین پانی کی دھُند سے ڈھکی ہُوئی تھی جس میں زِندگی قائم نہیں رہ سکتی تھی۔ فضا نے صاف ماحول پیدا کر دیا جس میں ہم سانس لے سکتے ہیں۔ پیدائش ۱: ۹ کے مُطابق زمین کو پانی سے الگ کیا گیا۔ ممکن ہے اِس بیان کا کہ "زمین پانی میں سے بنی" یہی مطلب ہو (مزید دیکھئے زبُور ۲۴: ۲)۔

۳: ۶۔ نکتہ چین تاریخ کی نوحؔ کے طُوفان کی حقیقت کو جان بُوجھ کر نظر انداز کر دیتے ہیں۔ یہ بڑی دِلچسپی کی بات ہے کہ اِن سالوں میں "پانی کے طُوفان" (طوفانِ نوحؔ) پر بڑے سخت حملے کئے گئے ہیں۔ لیکن اِس کا ریکارڈ پتھر پر، قدیم اور جدید لوگوں کی روایات میں، اور سب سے بڑھ کر خُدا کے پاک کلام میں لکھا ہُوا ہے۔

۳: ۷۔ جب خُدا نے زمین کو پیدا کیا تو اُس نے اُسے تباہ کرنے کے لئے اُس میں کافی پانی رکھا۔ اِسی طرح اُس نے "آسمان اور زمین" میں اُنہیں جلانے کے لئے کافی آگ رکھی۔

اِس ایٹمی دَور میں ہم جانتے ہیں کہ مادّہ میں بہُت زیادہ قوّت جمع ہے۔ ایک ایٹم یا ذرّہ کو پھاڑنے سے بے حد آتشی قوّت خارج ہوتی ہے۔ پس اِس دُنیا میں جتنے بھی مادّے ہیں وُہ بے اندازہ اِمکانی آتشی دھماکوں کے حامِل ہیں۔ موجُودہ زمانہ میں خُداوند نے اُنہیں

قائم رکھا ہؤا ہے (کلسیوں ۱: ۱۷ "اُسی میں سب چیزیں قائم رہتی ہیں")۔ اگر اُس کا روکنے والا ہاتھ ہٹ جائے تو یہ عناصر پگھل جائیں گے۔ دریں اثنا "آسمان اور زمین ... عدالت اور بے دینوں کی ہلاکت کے دن تک آگ[1] سے محفوظ رکھے جا رہے ہیں۔"

۳: ۸ - تو پھر خُدا کی عدالت میں دیر کیوں ہے؟ سب سے پہلے ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ خُدا وقت کا پابند نہیں ہے۔ وُہ ہماری طرح وقت اور زمانوں میں نہیں رہتا۔ وقت کا اندازہ سُورج کے زمین کے ساتھ تعلق سے لگایا جاتا ہے اور خُدا اِس تعلق کا پابند نہیں ہے۔ "خُداوند کے نزدیک ایک دِن ہزار برس کے برابر ہے اور ہزار برس ایک دِن کے برابر"۔ وُہ ایک دِن کو ہزار برس کے برابر بڑھا سکتا اور ہزار برس کو ایک دِن تک محدود کر سکتا ہے۔ وُہ اپنی سرگرمیوں کو پھیلا سکتا اور مُجتمع کر سکتا ہے۔

۳: ۹ - خُدا نے وعدہ کیا ہے کہ وُہ بدکاروں کی تاریخ عدالت کے ساتھ ختم کر دے گا۔ اگرچہ دیر نظر آتی ہے تو بھی اِس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خُدا اپنے "وعدوں" کے ساتھ وفادار "نہیں" ہے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تحمّل کرتا ہے۔ "وُہ کِسی" کی "ہلاکت" نہیں چاہتا۔ وُہ چاہتا ہے کہ "سب کی توبہ تک نوبت پہنچے"۔ اُس نے جان بُوجھ کر فضل کے زمانہ کو دراز کیا ہؤا ہے تاکہ لوگوں کو نجات پانے کا پُورا پُورا موقع مِل جائے۔

یسعیاہ ۶۱: ۲ میں ہم خُدا کے سالِ مقبول اور اُس کے اِنتقام کے روز کے بارے میں پڑھتے ہیں۔ اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خُدا رحم کرنے سے خوش ہوتا ہے اور کہ عدالت اُس کا عجیب کام ہے (یسعیاہ ۲۸: ۲۱)۔ اِس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وُہ اپنے تحمّل کو ہزار برس تک پھیلا سکتا اور اپنی عدالت کو ایک دِن میں مُجتمع کر سکتا ہے۔

اُس نے طُوفان بھیجنے سے پیشتر ۱۲۰ برس تک اِنتظار کیا۔ اور اب وُہ دُنیا کو آگ سے بھسم کرنے سے پیشتر ایک ہزار سال تک اِنتظار کر رہا ہے۔

۳: ۱۰ - "لیکن خُداوند کا دِن چور کی طرح آئے گا"۔ "خداوند کا دِن" کِسی بھی وقت کی طرف اِشارہ کرتا ہے جبکہ خُدا عدالت کرتا ہے۔ عہدِ عتیق میں اِسے اُس وقت کو بیان کرنے کے لئے استعمال کیا گیا ہے جبکہ خُدا نے بدکاروں کو سزا دی اور اپنے دُشمنوں پر فتح حاصل کی (یسعیاہ

---

[1] رومن کیتھولک ترجمہ۔

۲:۱۲؛ ۱۳:۶، ۹؛ حزقی ایل ۱۳:۵؛ ۳۰:۳؛ یوایل ۱:۱۵؛ ۲:۱، ۱۱، ۳۱؛ ۳:۱۴؛ عاموس ۵:۱۸، ۲۰؛ عبدیاہ آیت ۱۵؛ صفنیاہ ۱:۷، ۱۴؛ زِکریاہ ۱۴:۱؛ ملاکی ۴:۵)۔ نئے عہدنامہ میں اِس کا اِشارہ وقت کے مُختلِف مرحلوں سے ہے :

۱۔ یہ مُصیبت کے اُن سات سالوں کی طرف اِشارہ کرتا ہے جبکہ خُدا ایمان نہ لانے والے اِسرائیل کی عدالت کریگا (۱۔تھسلنیکیوں ۵:۲؛ ۲۔تھسلنیکیوں ۲:۲)۔

۲۔ اِس میں اُس کی زمین پر واپسی بھی شامِل ہے جب وُہ اُن سے جو ہمارے خُداوند یسوعؔ کی خوشخبری کو نہیں مانتے بدلہ لے گا (۲۔تھِسلنیکیوں ۱:۷۔۔۱۰)۔

۳۔ اِسے ہزار سالہ حکُومت کے لئے بھی اِستعمال کیا جاتا ہے جب مسیح زمین پر لوہے کے عصا سے حکُومت کرے گا (اعمال ۲:۲۰)۔

۴۔ یہ آسمان اور زمین کی آگ کے ذریعہ آخری تباہی کی طرف بھی اِشارہ کرتا ہے۔ یہاں باب ۳ میں اِس کا یہی مطلب ہے۔

وُہ "چور کی طرح آجائے گا" یعنی غیر متوقع اور تباہ کُن طور پر۔ "آسمان بڑے شور وغُل کے ساتھ برباد ہو جائیں گے"۔ اِس کا مطلب یقیناً فضائی آسمان ہے اور مُمکن ہے سِتاروں بھرا آسمان بھی ہو لیکن تیسرا آسمان نہیں ہو سکتا کیونکہ وُہ خُدا کی جائے سکُونت ہے۔ جب وُہ کان پھاڑنے والے دھماکوں سے برباد ہو رہے ہوں گے تو "اجرامِ فلک حرارت کی شِدت سے" پگھل جائیں گے۔ یہاں جن اجرامِ فلک کی طرف اِشارہ ہے وُہ مادّے سے بنے ہوئے ہیں۔ تمام مادّہ تباہ ہو جائے گا اور یہ عالمگیر جوہری تباہی سے مشابہ ہو گا۔

"اور زمین اور اُس پر کے کام جل جائیں گے"۔ نہ صِرف فِطری تخلیق کے کام بلکہ تمام تہذیب تمدّن کے کام بھی جل جائیں گے۔ عظیم دارالحکومت، بڑی سے بڑی عمارتیں اور سائنسی اِیجادات، یہ سب مکمّل طور پر تباہ ہو جائیں گی۔

۳:۱۱۔ اب پطرس ٹھٹھا کرنے والوں کی طرف سے مُنہ موڑ کر ایمان داروں کو اُن کے فرائض یاد دِلاتا ہے۔ "جب یہ سب چیزیں اِس طرح پگھلنے والی ہیں تو تمہیں پاک چال چلن اور دینداری میں کیسا کچھ ہونا چاہیئے"۔ ہر مادّی شے پر تباہی کی مُہر لگی ہُوئی ہے۔ وُہ چیزیں جن پر اِنسان فخر کرتا ہے اور جن کے لئے وُہ زِندہ رہتا ہے وُہ سب جاتی رہیں گی۔ مادّی اشیاء کے لئے زِندگی بسر کرنے کا مطلب عارضی چیزوں کے لئے زِندہ رہنا ہے۔ عقلِ سلیم

ہمیں بتاتی ہے کہ ہم دُنیا کی چمکدار چیزوں اور کھیل کھلونوں سے مُنہ موڑ کر پاکیزگی اور "دِینداری" میں زِندگی بسر کریں۔ یہ ایک سادہ سی بات ہے کہ ہم وقتی چیزوں کی بجائے ابدیت کے لئے زِندگی بسر کریں، مادّی چیزوں کی بجائے رُوحانی چیزوں پر زور دیں اور تباہ ہونے والی چیزوں کی بجائے قائم رہنے والی چیزوں کو چُنیں۔

۳:۱۲ - ایمان داروں کو پُراُمید بھی ہونا چاہئے۔ اُنہیں "خُداوند کے اُس دِن کا" مُنتظِر اور سنجیدگی سے آرزُومند رہنا چاہئے۔ بعض لوگ اِن الفاظ کو کہ "اُس دِن کے آنے کا کیسا کُچھ منتظِر اور مُشتاق رہنا چاہئے" یہ سِکھانے کے لئے اِستعمال کرتے ہیں کہ اگر ہم اپنی زِندگیاں خُداوند کے لئے مخصُوص کر دیں اور بے غرض خِدمت کریں تو خُداوند کی آمد کو جلد لا سکتے ہیں۔ لیکن اِس تعلیم میں دو مُشکِلات ہیں۔ پہلی، خُداوند کی آمد، خُداوند کا دِن نہیں ہے۔ دُوسری، اگر ہوتا بھی تو سُوال پَیدا ہوتا ہے کہ کیا وُہ اپنے جوش اور جذبہ سے مسیح کی آمد کے وقت کو تبدیل کر سکتے ہیں؟

"خُدا کا دِن" ابدی حالت کی طرف اِشارہ کرتا ہے۔ یہ خُداوند کے دِن کے آخری حِصّے کے بعد آئے گا جب آسمان اور زمین تباہ کر دیئے جائیں گے۔ "خُدا کا دِن" وُہ ہے جب وُہ آخری اور مکمّل فتح حاصِل کرے گا۔ اِس وجہ سے ہمیں اِس "دِن" کے مُنتظر اور مُشتاق رہنا چاہئے۔

"خُدا کے دِن" کے بارے میں بیان کرتے ہُوئے پطرؔس یہ نہیں کہتا کہ "جس میں" بلکہ "جِس کے باعِث آسمان آگ سے پگھل جائیں گے اور اَجرامِ فلک حرارت کی شِدت سے گل جائیں گے"۔ "خُدا کا دِن" وُہ وقت نہیں ہے جِس میں آخری تباہی وقُوع پذیر ہوگی۔ اِس کے برعکس ضرُوری ہے کہ آخری عدالت خُدا کے دِن سے پہلے وقُوع میں آ چُکی ہو۔

۳:۱۳ - آیت ۱۲ میں ایمان داروں کو خُدا کے دِن کا اِنتظار کرنے کو کہا گیا ہے۔ یہاں یہ بیان کیا گیا ہے کہ وُہ "نئے آسمان اور نئی زمین کا اِنتظار کرتے ہیں جن میں راست بازی بسی رہے گی"۔ یہ اِس نظریہ کی تائید کرتی ہے کہ خُدا کا دِن ابدی حالت کی طرف اِشارہ کرتا ہے جب "نیا آسمان اور نئی زمین" ہوگی۔

یسعیاہ ۶۵:۱۷؛ ۶۶:۲۲ میں "نئے آسمان اور نئی زمین" سے مُراد ہزار سالہ حکُومت اور ابدی حالت دونوں ہی ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ اِن حوالوں میں ہزار سالہ حکومت شامِل ہے کیونکہ وہاں گُناہ موجُود ہوگا (۶۵:۲۰) اور بچّے پَیدا ہوں گے (۶۵:۲۳)۔ لیکن پطرؔس اِس کا

اِطلاق صِرف اَبدی حالت پر کرتا ہے کیونکہ موجُودہ آسمان اور زمین پہلے ہی ختم ہو چُکیں گے۔

پطرس کہتا ہے کہ "نئے آسمان" اور "نئی زمین" میں "راست بازی" سکُونت کرے گی۔ اِس وقت راست بازی کے ذریعہ فضل بادشاہی کر رہا ہے (رومیوں ۵ : ۲۱)۔ ہزار سالہ حکومت میں راستبازی بادشاہی کرے گی (یسعیاہ ۳۲ : ۱) اور ابدیت میں راست بازی سکُونت کرے گی۔ زمینی بادشاہی میں مسیح لوہے کے عصا سے حکُومت کرے گا اور وُہ راست بازی کو قُوّت کے ذریعہ نافِذ کرے گا لیکن ابدیت میں لوہے اور عصا کی ضرُورت نہیں ہو گی۔ "راست بازی" وہاں موجُود ہو گی۔ کوئی بھی گناہ وہاں امن وسلامتی یا اُس منظر کی خوبصورتی کو دھُندلا نہیں سکے گا۔

۳ : ۱۴۔ نئے آسمان اور نئی زمین کی حقیقت سے خُداوند کے سامنے پاکیزہ زِندگی بسر کرنے کی خواہش اور بھی گہری ہو جانی چاہیئے۔ یہ ایک ایسی حقیقت نہیں ہے جِسے ہم پکڑیں بلکہ اُسے ہم پر چھا جانا چاہیئے۔ اِس علم سے کہ ہم جلد ہی خُداوند کے سامنے کھڑے ہوں گے ہمارے دِلوں میں "بیداغ اور بے عَیب" نکلنے کی خواہش پیدا ہونی چاہیئے یعنی ہم اخلاقی لحاظ سے پاک ہوں۔ یہ ہم میں "اِطمینان" کی حالت میں پائے جانے کا شوق پیدا کرے۔

۳ : ۱۵۔ "اور ہمارے خُداوند کے تحمّل کو نجات سمجھو"۔ اُس کی عدالت کرنے میں دیری، آدمیوں کو نجات پانے کا پُورا پُورا موقع دیتی ہے۔ جب ہم آدمیوں کی بڑھتی ہُوئی بدکاری کے بارے میں پڑھتے ہیں تو ہم اکثر حیران ہوتے ہیں کہ خُداوند اِسے مزید کیسے برداشت کرے گا۔ اُس کا تحمّل بڑا حیران کُن ہے۔ لیکن اِس کی ایک وجہ ہے۔ وُہ بدکاروں کی مَوت نہیں چاہتا۔ وُہ چاہتا ہے کہ لوگ اپنی بدکاری کو ترک کر دیں اور نجات پائیں۔

"چنانچہ ہمارے پیارے بھائی پَولُس نے بھی اُس حِکمت کے موافق جو اُسے عنایت ہُوئی تُمہیں یہی لِکھا ہے"۔ پَولُس کے اِس جُملے میں متعدد نِکات اُبھرتے ہیں:

۱۔ پطرس، "پَولس" کو "پیارا بھائی" کہتا ہے، اور یہ اِس حقیقت کے باوجُود ہے کہ اُس نے انطاکیہ میں اُس کو غلط رویّے پر کھُلے عام تنبیہ کی تھی (گلتیوں ۲ : ۱۱-۲۱)۔ ظاہر ہے کہ پطرس نے اُس تنبیہ کو بڑی حلیمی سے قبول کیا تھا۔ ہمیں بھی اپنے دِلوں میں اپنی اصلاح کو قبول کرنے کے قابل ہونا چاہیئے۔

۲۔ پطرس اِقرار کرتا ہے کہ پَولُس کو اپنے خطُوط لِکھنے کے لئے الٰہی حِکمت "عنایت" ہُوئی تھی۔ یہ یقیناً اِس بات کا اِقرار ہے کہ پَولُس کو لِکھنے کے لئے الٰہی تحریک مِلی تھی۔

۳-ظاہر ہے کہ پطرس کے قارئین نے پولُس کے ایک یا زیادہ خطوط کو پڑھا تھا - اِس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ خطُوط براہِ راست اُن کو لِکھے گئے تھے یا اُس عِلاقے میں گشت کرائے گئے تھے - پولُس کا وُہ کونسا خط ہے جِس میں کہا گیا ہے کہ "ہمارے خُداوند کے تحمّل کو نجات سمجھو"؟ ہم رومیوں ۲:۴ میں پڑھتے ہیں : "تُو اُس کی مہربانی اور تحمّل اور صبر کی دَولت کو ناچیز جانتا ہے اور نہیں سمجھتا کہ خُدا کی مہربانی تجھ کو توبہ کی طرف مائل کرتی ہے"؟

۱۶:۳-پطرس، جن عظیم سچائیوں کو اپنے دونوں خطوط میں بیان کرتا ہے اُن کا پولُس نے "اپنے سب خطوں میں" ذِکر کیا ہے ، مثلاً نئی پیدائش، مسیح کی الوہیّت، اُس کی بے گناہ زِندگی کا دُکھ اُٹھانا، اُس کی عوضی مَوت ، اُس کی قیامت ، اُس کا صعُودِ آسمانی ، اُس کی دوبارہ آمد ، خُداوند کا دِن اور اَبدی حالت -

بائبل کی "بعض" سچائیوں کو "سمجھنا مُشکل ہے" ، مثلاً تثلیث فی التوحید، خُدا کا چُناؤ اور اِنسان کی آزاد مرضی اور دُکھ اُٹھانے کا بھید وغیرہ - اگر بائبل میں ہمیں کوئی ایسی بات مِلتی ہے جو ہماری سمجھ سے بالا ہے تو ہمیں پریشان نہیں ہونا چاہئے - خُدا کا کلام لامحدود اور لازوال ہے - اِس کا مطالعہ کرتے وقت ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ وُہ ایسی باتیں جانتا ہے جن کی گہرائی کو ہم کبھی بھی پُورے طور پر نہیں جان سکتے -

پطرس جب یہ لِکھتا ہے کہ "بعض باتیں ایسی ہیں جن کا سمجھنا مُشکل ہے" تو وُہ پولُس پر نکتہ چینی نہیں کر رہا ہے - پولُس کے طرزِ تحریر کو سمجھنا تو مشکل نہیں ہے بلکہ موضوع کو جِسے وُہ بیان کرتا ہے -

بعض "جاہل اور بے قیام لوگ" اُن مشکل سچائیوں کو ایمان سے قبول کرنے کی بجائے اُن کو کھینچ تان کر "اپنے لئے ہلاکت پیدا کرتے ہیں" - مثلاً بعض بِدعتی یہ کہنے کی بجائے کہ شریعت گُناہ کو ظاہر کرتی ہے اُسے توڑ مروڑ کر یہ کہتے ہیں کہ وُہ راہِ نجات مہیّا کرتی ہے - دِیگر بپتسمہ کو آسمان میں داخل ہونے کا دروازہ کہتے ہیں - وُہ یہ سلوک نہ صِرف پولُس کی تحریروں سے کرتے ہیں بلکہ باقی تمام کلام سے بھی -

غور کیجئے کہ یہاں پطرس پولُس کی تحریروں کو "اور صحیفوں کی طرح" یعنی عہدِ عتیق اور اُس وقت نئے عہد نامہ کے جو حِصّے دستیاب تھے خُدا کا کلام بتاتا ہے - وُہ اِقرار کرتا ہے کہ پولُس کے خطُوط بھی خُدا کے کلام کا حِصّہ ہیں -

۳: ۱۷- ایمان داروں کو "گمراہی" کی طرف سے متواتر خبردار رہنا چاہئے۔ اگر ہم جھوٹے اُستادوں کے بارے میں جانتے ہیں جو سچائی کو بگاڑتے اور اُن کی نقل کرتے ہیں تو اُن کی طرف سے ہمیشہ ہوشیار رہیں گے۔ اُن لوگوں کے لئے جو لاعلم ہیں "بے دِینوں کی گمراہی" کے سبب سے اپنے پاؤں سے اُکھڑ جانا اور اپنا روحانی توازن کھو بیٹھنا بڑا آسان ہے۔

۳: ۱۸- ایک مرتبہ پھر پطرس یہ سکھاتا ہے کہ الٰہی باتوں میں متواتر ترقی کرتے رہنا ہمیں جھوٹے اُستادوں کی گمراہی سے بچاتا ہے۔ لیکن اِس ترقی کے دو۲ رُخ ہیں ——— "فضل میں" اور "عرفان میں" ترقی۔ "فضل" رُوح کے پھل کا عملی اِظہار ہے۔ "فضل" میں ترقی کا مطلب عقلی ترقی یا بے تکان سرگرمیاں نہیں ہے۔ یہ خُداوند یسوع کے ہمشکل بننے میں ترقی کرنا ہے۔ "عرفان" کا مطلب کلام کے ذریعہ خُداوند کو جاننا ہے۔ "عرفان" میں ترقی کا مطلب کلام کا زیادہ سے زیادہ مطالعہ کرنا اور اُس کے الفاظ، کاموں اور راہوں کو اپنانا ہے۔

لیکن پطرس اپنے خط کو مُقدّسوں کو نصیحت کئے بغیر ختم نہیں کر سکتا۔ ضروری ہے کہ عرُوج نجات دہندہ کو جلال دینے کی صُورت میں ظاہر ہو۔ پس ہمیں یہاں خُوبصورت کلماتِ حمد ملتے ہیں: "اُسی کی تمجید اب بھی ہو اور ابد تک ہوتی رہے۔ آمین"۔ بالآخر ہماری زندگی کا یہی مقصد ہے کہ اُسے جلال دیں۔ لہٰذا اِس خط کے اِختتامی الفاظ اِس سے زیادہ بہتر اور مُناسب نہیں ہو سکتے۔

یُوحنّا کا پہلا خط

تعارُف

"مسیح کے جھیل پر چلنے کی نہیں بلکہ ہمیں مسیح کے عام چلنے کی تقلید کرنے کو کہا گیا ہے"

مارٹن لُوتھر۔

ا۔مُستند کتابوں میں مقام

یُوحنّا کا پہلا خط خاندانی تصویروں کے البم کی مانند ہے۔ یہ اُن کا بیان کرتا ہے جو خُدا کے گھرانے کے اراکین ہیں۔ جِس طرح بچّے والدین کے مُشابہ ہوتے ہیں، اُسی طرح خُدا کے فرزند خُدا کے مُشابہ ہوتے ہیں۔ یہ خط مُشابہات کا بیان کرتا ہے۔ جب کوئی شخص خُدا کا فرزند بن جاتا ہے تو اُسے خُدا کی زِندگی حاصِل ہو جاتی ہے —— اور یہ اَبدی زِندگی ہے۔ جِن کے پاس یہ زِندگی ہے وُہ سب اِس کو معیّن اور غیر مُبہم طریقوں سے ظاہر کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر۔ وُہ خُداوند یسُوع کو اپنا خُداوند اور نجات دہندہ مانتے ہیں، وُہ خُدا سے محبّت رکھتے ہیں، وُہ خُدا کے فرزندوں سے محبّت رکھتے ہیں، وُہ اُس کے حُکموں کی پابندی کرتے ہیں، اور وُہ گُناہ نہیں کرتے رہتے۔ چنانچہ یہ ابدی زِندگی کی نمایاں علامتیں ہیں۔ یُوحنّا نے یہ خط اِس لئے لِکھا کہ جِن میں یہ خاندانی اَوصاف پائے جاتے ہیں وُہ سب جان لیں "کہ ہمارے پاس اَبدی زندگی ہے (ا۔یُوحنّا ۵: ۱۳)۔

ا۔یُوحنّا کئی لحاظ سے ایک غیر معمُولی خط ہے۔ اگرچہ یہ ایک حقیقی خط ہے جو واقعی بھیجا گیا تھا مگر اِس میں نہ تو مُصنِّف کے نام کا اور نہ مکتوب الیہان کے ناموں کا ذِکر ہے۔ یقیناً وُہ ایک دُوسرے کو بہت اچّھی طرح سے جانتے تھے۔ اِس خوبصُورت کتاب کے بارے میں ایک اور قابلِ ذِکر بات یہ ہے کہ اِنتہائی گہری رُوحانی سچائیاں بالکل چھوٹے چھوٹے اور سادہ فقروں میں بیان کی گئی ہیں۔ الفاظ ایسے اِستعمال کئے گئے ہیں جو بے مثال ہیں۔ کون کہتا ہے کہ سچّائی کو لازماً مُرکّب اور پیچیدہ فقروں میں بیان کرنا چاہئے۔ ہمیں خدشہ ہے کہ جِس چیز کو لوگ "گہری" بشارت کہہ کر تعریف کرتے ہیں وُہ محض دھندلی اور مُبہم باتیں ہوتی ہیں۔

ا۔یُوحنّا ایسی کتاب ہے جِس کا گہرا اور مُخلصانہ مُطالعہ کرنا چاہئے۔ بظاہر اِس کا اُسلوب تکراری ہے، لیکن تکرار میں تھوڑا تھوڑا فرق ہے۔ اور اِسی میں مفاہیم کی رنگا رنگی ہے جِس پر خاص توجہ دینی چاہئے۔

۲۔ مُصنّف

۱۔ یُوحنّا کے مُصنّف کے بارے میں خارجی شہادت، بہت قدیم اور مضبُوط ہے ۔ جن افراد نے یُوحنّا کے پہلے خط سے اِقتباس کیا اور اِسے چوتھی اِنجیل کے مُصنّف یُوحنّا کی تصنیف قرار دیا اُن میں یہ ہستیاں شامل ہیں: اِیرینیئس، سکندریہ کا کلیمینس، طرطلیان، اورِگین اور اُس کا شاگرد ڈایونیسیئس ۔

عِبرانیوں کے خط کی طرح ۱۔ یوحنّا کا مُصنّف بھی اپنے نام کا ذِکر نہیں کرتا ۔ لیکن عِبرانیوں کے برعکس ۱۔ یُوحنّا میں قائل کر دینے والی داخلی شہادتیں موجُود ہیں کہ اِس کا مُصنِّف یُوحنّا ہے ۔

پہلی چار[۴] آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ مُصنِّف مسیح کو اچھی طرح جانتا تھا اور اُس نے مسیح کے ساتھ وقت گزارا تھا ۔ اِس طرح اِمکانات کا دائرہ بہُت کم ہو جاتا ہے اور اِس رِوایت سے مُوافقت پیدا ہو جاتی ہے کہ اِس کا مُصنّف یُوحنّا رسُول ہے ۔

رسُولی لہجہ بھی اِس دلیل کو مضبُوط کرتا ہے ۔ مُصنّف بڑے اِختیار کے ساتھ لکھتا ہے ۔ اُس کے ہاں ایک عُمر رسیدہ رُوحانی راہنما کی نرمی اور ملائمت (اَے بچّو!) پائی جاتی ہے، بلکہ لگتا ہے کہ وُہ اپنی رائے کو لاکلام سمجھتا ہے ۔

خیال، ذخیرۂ الفاظ (مثلاً نُور، نیا، حُکم، کلام وغیرہ) اور تراکیب (ہمیشہ کی زندگی، اپنی جان دینا، موت سے نکل کر زِندگی میں داخِل ہونا، دُنیا کا منجّی وغیرہ) چوتھی اِنجیل اور یُوحنّا کے دیگر دو[۲] خطوط کے ساتھ مُوافقت رکھتی ہیں ۔

اِسی طرح مماثلات کا اور سادہ جُملوں کا عبرانی انداز انجیل اور اِس خط کی خصُوصیات ہیں ۔ مختصر یہ کہ اگر ہم چوتھی انجیل کو یُوحنّا رسُول کی تصنیف مانتے ہیں تو اِس خط کو بھی اُسی کی تصنیف ماننے میں کوئی دِقّت نہیں ہونی چاہئے ۔

۳۔ سنِ تصنیف

بعض عُلما کو یقین ہے کہ یُوحنّا نے اپنے تین خطُوط رومیوں کے ہاتھوں یروشلیم کی بربادی سے پہلے سنہ ۶۰ء اور سنہ ۷۰ء کے درمیان لِکھے تھے ۔ لیکن زیادہ مُفسّروں کی طرف سے بعد کی تارِیخ (سنہ ۸۰ء ۔ سنہ ۹۵ء) قابلِ قبول مانی جاتی تھی ۔ اِن خطُوط کا پدرانہ لہجہ اِس قدیم روایت سے بہُت مُطابقت رکھتا ہے کہ یُوحنّا رسُول اِتنا عُمر رسیدہ ہو چُکا تھا کہ اُسے اُٹھا کر جماعت میں لاتے تھے ۔ اور وُہ کہتا تھا کہ "عزیز بچو!

ایک دُوسرے سے محبّت رکھو۔"

۴- پس منظر اور مَوضُوع

جس زمانہ میں یُوحنّا رسُول نے یہ خُطوط لِکھے ایک جھوٹا فرقہ برپا ہو گیا تھا جو "غناسطیت" (یُونانی gnosis عِلم یا عرفان) یا "عِرفانیت" کے نام سے مشہور ہُوا۔ غناسطی دعویٰ کرتے تھے کہ ہم مسیحی ہیں مگر ایک "اِضافی عِرفان" رکھتے ہیں جو رسُولوں کی تعلیم سے اَعلیٰ و اَرفع ہے۔ وُہ یہ دعویٰ بھی کرتے تھے کہ کوئی اِنسان اُس وقت تک پُورے طور پر "تکمیل" نہیں پا سکتا جب تک وُہ ہماری گہری "صداقتوں" کی (ہماری جماعت میں شامِل ہو کر) تعلیم نہ پالے۔ بعض یہ تعلیم دیتے تھے کہ مادّہ بُری چیز ہے، اِس لئے مسیح بشر خُدا نہیں ہو سکتا۔ وُہ یسُوع اور المسیح میں بھی فرق کرتے تھے کہ "المسیح" خُدا کا ایک ظہُور یا تجلّی ہے جو یسُوع پر اُس کے بپتسمہ کے وقت 'اُترا' اور اُس کی موت سے پہلے غالباً گتسمنی باغ میں اُس سے جُدا ہو گیا۔ اُن کی تعلیم کے مُطابق یسُوع بے شک مَر گیا، لیکن مسیح 'نہیں' مَرا، جیسا کہ مائیکل گرین کہتا ہے کہ "وُہ اِصرار کرتے تھے کہ آسمانی مسیح اِتنا پاک اور اِتنا رُوحانی ہے کہ اِنسانی جِسم کے ساتھ مستقِل ربط سے داغدار نہیں ہو سکتا۔" مُختصر یہ کہ وُہ تجسّمِ مسیح کا اِنکار کرتے تھے، یعنی نہیں مانتے تھے کہ یسُوع 'مسیح' ہے۔ اور کہ یسُوع مسیح خُدا بھی ہے اور بشر بھی۔ یُوحنّا نے دیکھا کہ یہ لوگ حقیقی مسیحی نہیں ہیں۔ اِس لئے وُہ اپنے قارِئین کو اُن سے خبردار کرتا ہے اور ثابت کرتا ہے کہ غناسطیوں پر خُدا کے حقیقی فرزند ہونے کی کوئی چھاپ نہیں ہے۔

یُوحنّا کے مُطابق کوئی اِنسان یا تو خُدا کا فرزند ہے، یا نہیں ہے۔ درمیانی جگہ کوئی نہیں۔ اِسی لئے اِس خط میں بے شُمار متضادات پائے جاتے ہیں۔ مثلاً نُور اور تاریکی، محبّت اور دشمنی، سچ اور جُھوٹ، موت اور زِندگی، خُدا اور ابلیس۔ اِس کے ساتھ ہی یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ یُوحنّا رسُول لوگوں کا بیان اُن کے خصلتی چلن یا کردار کے مُطابق کرنا پسند کرتا ہے۔ مثلاً مسیحیوں اور غیر مسیحیوں کے درمیان اِمتیاز کرتے ہُوئے وُہ اپنے فیصلہ کی بُنیاد گُناہ کے صِرف ایک عمل پر نہیں رکھتا، بلکہ اُس بات پر جِس سے کِسی شخص کی خصُوصیّت متعین ہوتی ہے۔ ایک رُکی ہُوئی گھڑی بھی چوبیس ۲۴ گھنٹوں کے دَوران دو ۲ دفعہ صحیح وقت بتاتی ہے، جبکہ ایک ٹھیک گھڑی مُسلسل اور باقاعدہ صحیح وقت بتاتی ہے۔ چنانچہ ایک مسیحی کا عام اور روزمرّہ کا چلن پاک اور راست ہوتا ہے اور اِسی سے جانا اور پہچانا جاتا ہے کہ وُہ خُدا کا فرزند ہے۔ یُوحنّا لفظ "جاننا" کا اِستعمال بہُت دفعہ کرتا ہے۔

غناسطی دعویٰ کرتے تھے کہ ہم سچّائی کو "جانتے" ہیں، لیکن یہاں یُوحنّا مسیحی ایمان کی ٹھوس سچائیوں کا بیان کرتا ہے جن کو یقینی طور پر 'جان' سکتے ہیں۔ وُہ خُدا کا بیان کرتا ہے کہ وُہ "نُور ہے" (۱:۵) وُہ "مُحبّت ہے" (۴:۸، ۱۶) وُہ سچّائی ہے (۵:۷) اور وُہ زِندگی ہے (۵:۲۰)۔ اِس کا یہ مطلب نہیں کہ خُدا ایک شخص نہیں ہے بلکہ یہ کہ خُدا اِن چاروں برکتوں کا سرچشمہ ہے۔ یُوحنّا خُدا کے بارے میں یہ بھی بیان کرتا ہے کہ وُہ "راست باز ہے" (۲:۲۹؛ ۳:۷)، وُہ "پاک ہے" (۳:۳) اور وُہ گناہ سے مُبرّا ہے (۳:۵)۔

یُوحنّا لفظ تو 'سادہ' اِستعمال کرتا ہے مگر اُس کا خیال بہُت 'گہرا' ہوتا ہے، بلکہ بعض اوقات تو سمجھنا بھی مُشکل ہوتا ہے۔ اِس لئے اِس کتاب کا مُطالعہ کرتے ہُوئے ہم دُعا مانگیں کہ خُداوند اِس کو سمجھنے میں مَدد کرے اور ہم اُس کے کلام کی تعمیل کر سکیں۔

خاکہ

۱۔ آغازِ مقالہ ــــــ مسیحی رفاقت ۱:۱-۴

۲۔ رفاقت کو برقرار رکھنے کے وسائل ۱:۵ - ۲:۲

۳۔ مسیحی رفاقت میں شامل لوگوں کی علامات ــــــ فرمانبرداری اور محبّت ۲:۳ - ۱۱

۴۔ رفاقت میں ترقی کرنے کے مراحل ۲:۱۲-۱۴

۵۔ رفاقت کے دو۲ خطرے ــــــ دُنیا اور جھوٹے اُستاد ۲:۱۵-۲۸

۶۔ مسیحی رفاقت میں شامِل افراد کی علامات (جاری ہے) ــــــ راستبازی، محبّت اور اِس سے پیدا ہونے والا اِعتماد ۲:۲۹ - ۳:۲۴

۷۔ سچائی اور جھوٹ میں اِمتیاز کرنے کی ضرورت ۴:۱-۶

۸۔ مسیحی رفاقت میں شامل افراد کی علامات (جاری ہے) ۴:۷ - ۵:۲۰

- ا۔ محبّت ۴:۷-۲۱
- ب۔ صحیح تعلیم ۵:۱ا
- ج۔ محبّت اور اِس سے پیدا ہونے والی فرمانبرداری ۵:۱ب - ۳
- د۔ ایمان جو دُنیا پر غالب آتا ہے ۵:۴، ۵
- ہ۔ صحیح تعلیم ۵:۶ - ۱۲

و۔ کلام کے وسیلہ سے یقین ۵: ۱۳
ز۔ دُعا پر اِعتماد ۵: ۱۴-۱۷
ح۔ رُوحانی حقائق کا عِلم ۵: ۱۸-۲۰

۹۔ اِختتامی اِلتماس ۵: ۲۱

تفسیر

۱۔ آغازِ مقالہ ـــــ مسیحی رفاقت (۱:۱-۴)

۱:۱۔ اُصولِ دِین کے مطابق تمام حقیقی رفاقت کی بنیاد خُداوند یسوع مسیح کی ذات ہے۔ جو لوگ اُس کے بارے میں غلط یا جھوٹے نظریات رکھتے ہیں اُن کے ساتھ حقیقی رفاقت نہیں ہو سکتی۔ پہلی دو (۲) آیات مسیح کی ازلیت اور اُس کے تجسُّم کے بارے میں سِکھاتی ہیں۔ وُہ جو ازل سے خُدا باپ کے ساتھ موجُود تھا وُہی ایک حقیقی اِنسان بن کر اِس دُنیا میں آیا۔ اُس کے تجسُّم کی حقیقت اِس بات سے ظاہر ہوتی ہے کہ رسُولوں نے اُس کو "سُنا" اور "اپنی آنکھوں سے دیکھا" بلکہ بڑے "غور سے دیکھا" اور واقعی اُس کو "اپنے ہاتھوں سے چھُوا"۔ "زِندگی کا کلام" کوئی واہمہ یا فریبِ نظر نہ تھا جو جلدی سے گزر گیا بلکہ گوشت پوست کے بدن میں ایک حقیقی شخص تھا۔

۱:۲۔ آیت ۲ تصدیق کرتی ہے کہ وُہی جو "باپ کے ساتھ" تھا اور جِس کو یُوحنّاؔ "ہمیشہ کی زِندگی" کا نام دیتا ہے، وُہ مجسّم ہوُا۔ وُہ اِنسان بنا۔ وُہ ہمارے درمیان رہا۔ اور رسُولوں نے اُس کو "دیکھا"۔ کِسی گمنام مُصنّف کے قلم سے نِکلی ہوُئی مُندرجۂ ذیل سُطُور ثابت کرتی ہیں کہ اِن دو (۲) آیات کا ہماری زِندگیوں پر عملی اِطلاق کیسے ہوتا ہے:

> مَیں خوش ہُوں کہ اَبدی زِندگی کے بارے میں میرے عِلم کی تعمیر فلسفیوں کے نظری افکار یا علمِ دین کے ماہرِین کے خیالات پر نہیں ہُوئی، بلکہ اُن افراد کی بے خطا شہادت پر ہُوئی ہے جنھوں نے اُس ہستی کو سُنا، دیکھا، بلکہ غور سے دیکھا اور اپنے ہاتھوں سے چھُوا جس میں یہ شہادت مجسّم ہُوئی تھی۔ یہ محض خوبصُورت خواب نہیں، بلکہ ٹھوس حقیقت ہے جِس کا بڑی اِحتیاط سے مُشاہدہ کِیا گیا اور جِسے پُوری صِحّت سے قلم بند کیا گیا۔

۱:۳۔ رسُولوں نے اِس عجیب خبر کو ایک راز کی طرح چھپائے نہیں رکھا، اور نہ ہم کو چھپائے رکھنا چاہیئے۔ اُنھوں نے جان لیا تھا کہ پوری رفاقت کی بُنیاد اِسی میں ہے۔ اِس لئے اُنھی نے اِس کا آزادانہ اور پورے طور پر اِعلان کیا اور اِشتہار دیا۔ جتنے لوگ بھی رسُولوں کی گواہی کو قبول کرتے ہیں اُن

کی "شراکت باپ کے ساتھ اور اُس کے بیٹے یسوع مسیح کے ساتھ ہے" اور رسولوں اور دوسرے ایمانداروں کے ساتھ بھی ہے۔ کیسی عجیب بات ہے کہ قصور وار گنہگاروں کی "شراکت باپ کے ساتھ اور اُس کے بیٹے یسوع مسیح کے ساتھ" قائم ہو گئی ہے۔ مگر یہ حقیقت ہے جو یہاں ہمارے سامنے ہے۔

"اُس کا بیٹا یسوع مسیح"۔ یسوع اور مسیح ایک ہی شخص اور ذات ہے۔ اور یہ شخص خدا کا "بیٹا" ہے۔ "یسوع" وہ نام ہے جو پیدائش کے موقع پر اُسے دیا گیا اور اُس کی کامل بشریت کو ظاہر کرتا ہے۔ "مسیح" وہ نام ہے جو ظاہر کرتا ہے کہ وہ خدا کا ممسوح یعنی مسیحِ موعود ہے۔ چنانچہ اُس کے نام "یسوع مسیح" میں اُس کی بشریت اور اُس کی الوہیت کی شہادت پائی جاتی ہے۔ یسوع مسیح حقیقی خدا سے حقیقی خدا اور حقیقی بشر سے حقیقی بشر ہے۔

۱:۴۔ لیکن کیا وجہ ہے کہ یوحنا "رفاقت" (شراکت) کے موضوع پر اس طرح لکھتا ہے؟ وجہ یہ ہے کہ "ہماری خوشی پوری ہو جائے"۔ یوحنا جانتا ہے کہ دنیا انسان کے دل کو حقیقی اور دائمی "خوشی" مہیا نہیں کر سکتی۔ یہ "خوشی" صرف خداوند کے ساتھ صحیح تعلق ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ جب کسی شخص کی خدا اور خداوند یسوع کے ساتھ رفاقت ہوتی ہے تو اُس کے باطن میں وہ "خوشی" ہوتی ہے جس کو زمین یا دنیا کے کوئی بھی حالات ہلا نہیں سکتے۔

۲۔ رفاقت کو برقرار رکھنے کے وسائل (۱:۵—۲:۲)

۱:۵۔ رفاقت یا شراکت ایک ایسی صورتِ حال ہوتی ہے جس میں دو یا زیادہ اشخاص مشترکہ چیزوں میں حصہ دار ہوتے ہیں۔ اِس کو اِشتراک یا حصہ داری بھی کہہ سکتے ہیں۔ اب یوحنا اپنے قارئین کو سمجھاتا ہے کہ خدا کے ساتھ شراکت کی شرائط کیا ہیں۔ ایسا کرتے ہوئے وہ خداوند یسوع مسیح کی اُس تعلیم کی طرف متوجہ کرتا ہے جو اُس نے اپنی زمینی زندگی کے دوران دی تھی۔ اگرچہ یہ نہیں کہا گیا کہ خداوند نے بعینہٖ یہی الفاظ استعمال کئے تھے، لیکن اُس کی تعلیمات کا لُبِ لباب یہ ہے کہ "خدا نور ہے اور اُس میں ذرا بھی تاریکی نہیں"۔ اِس سے یوحنا کی مراد یہ ہے کہ خدا مطلقاً پاک، مطلقاً راست باز اور مطلقاً معصوم ہے۔ خدا کسی گناہ کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھ سکتا۔ کوئی بات یا چیز اُس سے چھپی نہیں "جس سے ہم کو کام ہے اُس کی نظروں میں سب چیزیں کھلی اور بے پردہ ہیں" (عبرانیوں ۴:۱۳)۔

۱:۶۔ اب اِس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ خدا "کے ساتھ شراکت" رکھنے میں گناہ کو چھپایا نہیں جا سکتا۔

کسی اِنسان کی زِندگی میں نُور اور تاریکی اِکٹھے نہیں رہ سکتے، جیسے کہ گھر کے کسی کمرہ میں روشنی اور اندھیرا ایک ساتھ نہیں رہ سکتے۔ اگر کوئی شخص "تاریکی میں" چلتا ہے تو اُس کی خُدا کے ساتھ شراکت (رفاقت) نہیں ہے۔ جو شخص کہتا ہے کہ میری "اُس کی ساتھ شراکت ہے" مگر "تاریکی میں" چلتا ہے تو اُس کو نجات کا کبھی تجربہ نہیں ہُوا۔

۱:۷۔ اِس کے برعکس "اگر" کوئی شخص "نُور میں" چلتا ہے تو اُس کی خُداوند یسوع اور دُوسرے مسیحیوں کے ساتھ "شراکت ہے"۔ کلام کے اِس حِصّہ میں جہاں تک یُوحنّا کا تعلق ہے ایک شخص نُور میں ہوگا یا تاریکی میں۔ اگر وُہ نُور میں ہے تو خُدا کے خاندان کا رُکن ہے۔ اگر تاریکی میں ہے تو اُس کی خُدا کے ساتھ کوئی شراکت یا حِصّہ داری نہیں کیونکہ خُدا میں ذرا بھی تاریکی نہیں۔ جو لوگ نُور میں چلتے ہیں یعنی ایمان دار ہیں اُن کی "آپس میں شراکت ہے اور اُس کے بیٹے یسوع کا خُون" اُن کو مُسلسل "تمام گُناہ سے پاک کرتا" رہتا ہے۔ خُدا کی ساری مُعافی کی بُنیاد اُس کے بیٹے کا وُہ خُون ہے جو کلوری پر بہایا گیا۔ اِس "خُون" نے خُدا کو وُہ راست بُنیاد مُہیّا کی جس پر وُہ گُناہوں کو مُعاف کر سکتا ہے اور خُون کی قدرت کبھی ختم نہیں ہوتی۔ ہمیں پاک صاف کرنے کو اُس کی تاثیر دائمی ہے۔ بے شک مُعافی حاصل کرنے کے لئے ضرُوری ہے کہ ایمان لانے والے اپنے گُناہ کا اِقرار کریں۔ اِس پر یُوحنّا آیت ۹ میں بات کرتا ہے۔

۱:۸۔ خُدا کے ساتھ رفاقت کی یہ شرط بھی ہے کہ ہم خُود اپنے بارے میں "سچّائی" کو تسلیم کریں۔ مثال کے طور پر اگر ہم نہیں مانتے کہ ہماری فِطرت و سیرت گُناہ آلُودہ ہے تو یہ خُود فریبی اور جھوٹ ہے۔ غَور کریں کہ یُوحنّا "گُناہ" (آیت ۸) اور "گُناہوں" (آیت ۹) میں اِمتیاز کرتا ہے۔ "گُناہ" ہماری بگڑی ہُوئی اور بُری فطرت اور سیرت کا بیان کرتا ہے، جبکہ "گُناہوں" سے مُراد وُہ بُرائیاں ہیں جو ہم نے کی ہیں۔ در اصل جو کُچھ ہم ہیں (ہماری فطرت) اُن کاموں سے بدرجہا بدتر ہے جو ہم کرتے ہیں یا کر چُکے ہیں۔ لیکن خُداوند کی تعریف ہو کہ مسیح ہمارے "گُناہ" اور ہمارے "گُناہوں" کے لئے مُوا۔

نجات کا مَطلب "گُناہ کی فِطرت" کا قلع قمع یا اُسے جڑ سے نکال پھینکنا نہیں، بلکہ مطلب ہے نئی اور الٰہی فِطرت کا پودا لگانا اور ہمیں اپنے اندر بسنے والے گُناہ پر فتح مند زِندگی گُزارنے کی طاقت فراہم کرنا۔

۱:۹۔ خُدا کے ساتھ اور دُوسرے ایمان داروں کے ساتھ روز بروز رفاقت میں چلنے کے لئے ضرُوری ہے کہ ہم "اپنے گُناہوں کا اِقرار کریں"۔ ان میں ارتکابی (فعلی) گُناہ، غافِلانہ گُناہ، خیال، قول اور فعل کے گُناہ، پوشیدہ اور ظاہری گُناہ سب شامل ہیں۔ ضرُور ہے کہ ہم اِن کو کھینچ کر باہر

لائیں اور خُدا کے سامنے رکھیں، اِن کو اِن کے صحیح نام سے بیان کریں، اِن کے خلاف خُدا کا ساتھ دیں اور اِن کو ترک کریں۔ جی ہاں، اصلی اور حقیقی اِقرار یہی ہے کہ اِن کو ترک کریں۔ "جو اپنے گُناہوں کو چھپاتا ہے وُہ کامیاب نہ ہوگا۔ لیکن جو اُن کا اِقرار کر کے اُن کو ترک کرتا ہے اُس پر رحمت ہوگی" (امثال ۲۸ : ۱۳)۔

جب ہم ایسا کریں گے تو پھر خُدا کے وعدہ پر حق جتا سکیں گے کہ خُدا "مُعاف کرنے میں ... سچّا اور عادل ہے"۔ وہ "سچّا" اِن معنوں میں ہے کہ اُس نے مُعاف کرنے کا وعدہ کیا ہے اور وُہ اپنے وعدہ پر قائم رہے گا۔ اور وُہ "مُعاف کرتے میں ... عادل" ہے کیونکہ اُس نے مُعاف کرنے کے لئے ایک راست بُنیاد تلاش کر لی ہے۔ یہ بُنیاد خُداوند یسُوع کا عوضی ہونے کا کام ہے جو اُس نے صلیب پر پُورا کیا۔ اور خُدا نہ صِرف مُعافی کی ضمانت دیتا ہے بلکہ "ہمیں ساری ناراستی سے پاک" بھی کرتا ہے۔

یہاں جس مُعافی کا ذِکر یُوحنّا کر رہا ہے وُہ پدرانہ مُعافی ہے، عدالتی مُعافی نہیں۔ عدالتی مُعافی کا مطلب ہے گُناہ کی سزا کی مُعافی جو گُنہگار کو اُس وقت حاصِل ہو جاتی ہے جب وُہ خُداوند یسُوع مسیح پر ایمان لاتا ہے۔ اِس کو عدالتی مُعافی اِس لئے کہتے ہیں کہ خُدا بحیثیت مُنصف یہ مُعافی دیتا ہے۔ لیکن اُن گُناہوں کا کیا ہوتا ہے جو اِنسان ایمان لانے کے بعد کرتا ہے؟ جہاں تک اُن کی سزا کا تعلق ہے وُہ تو خُداوند یسُوع نے کلوری کی صلیب پر پہلے ہی برداشت کر لی ہے۔ لیکن جہاں تک خُدا کے خاندان میں رفاقت کا تعلق ہے گُناہ کرنے والے مُقدّس شخص کو پدرانہ مُعافی کی ضرورت ہوتی ہے، یعنی خُدا بحیثیت باپ مُعاف کرتا ہے۔ اور ایمان دار گُناہوں کا اِقرار کر کے اِسے حاصِل کرتا ہے۔ ہم کو عدالتی مُعافی کی ضرورت صِرف ایک دفعہ ہوتی ہے۔ اِس طرح ہمارے ماضی، حال اور مُستقبل کے گُناہوں کا حساب بیباک ہو جاتا ہے۔ لیکن پدرانہ مُعافی کی ضرورت پُوری زندگی میں ہوتی ہے۔

جب ہم "اپنے گُناہوں کا اِقرار کریں" تو خُدا کے کلام کے اِختیار پر ایمان رکھنا ضروری ہے کہ خُدا ہمیں مُعاف کرتا ہے۔ اور اگر وُہ ہمیں مُعاف کرتا ہے تو ہمیں بھی اپنے آپ کو مُعاف کرنے پر راضی ہونا چاہئے۔

۱ : ۱۰۔ خُدا کے ساتھ رفاقت رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اِس حقیقت سے اِنکار نہ کریں کہ ہم نے گُناہ کئے ہیں۔ خُدا اپنے پاک کلام میں بار بار بیان کرتا ہے کہ ہم نے گُناہ کیا ہے۔ اِس حقیقت سے اِنکار کرنا خُدا کو "جھُوٹا" ٹھہرانا ہے۔ یہ اُس کے کلام کی صحیح تردید ہے۔ اور اِس حقیقت کا کھُلا اِنکار ہے کہ خُداوند یسُوع دُکھ اُٹھانے، خُون بہانے اور مرنے کے لئے

آیا تھا۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ خُدا کے ساتھ رفاقت کی یہ شرط نہیں کہ زندگیاں بے گُناہ ہوں، بلکہ یہ کہ ہمارے سارے گُناہ اُس کی حضُوری میں لائے جائیں، اُن کا اِقرار کیا جائے اور اُن کو ترک کیا جائے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم اپنی حالت کے بارے میں پُورے طور پر دیانت دار ہوں اور کوئی ریاکاری یا پردہ داری نہ ہو۔

۲:۱- یُوحنّا ہمارے سامنے خُدا کا وُہ کامل معیار پیش کرتا ہے جو خُدا اپنے لوگوں کے لئے چاہتا ہے اور ساتھ ہی ناکامی کی صُورت میں اُس کا پُرفضل بندوبست بھی پیش کرتا ہے۔ "اے میرے بچّو!" اِن الفاظ میں خُدا کے گھرانے کے سارے افراد شامل ہیں۔ خُدا کا کامل معیار اِن الفاظ میں پیش کیا گیا ہے کہ "یہ باتیں مَیں تمہیں اِس لئے لکھتا ہُوں کہ تم گُناہ نہ کرو"۔ چُونکہ خُدا کامل ہے اِس لئے اپنے لوگوں کے لئے اُس کا معیار بھی مطلق کاملیت ہے۔ اگر وُہ یہ کہتا کہ "یہ باتیں مَیں تمہیں اِس لئے لکھتا ہُوں کہ تم حتی المقدور کم سے کم گُناہ کرو" تو وُہ خُدا نہ ہوتا۔ خُدا گُناہ سے ذرّہ بھر چشم پوشی بھی نہیں کرسکتا۔ چنانچہ وُہ ہمارے سامنے کاملیت کا نشانہ رکھتا ہے۔ جو عورت زِنا میں پکڑی گئی تھی خُداوند یسوع نے اُس کے سامنے بھی یہی معیار رکھا تھا "مَیں بھی تُجھ پر حُکم نہیں لگاتا۔ جا۔ پھر گُناہ نہ کرنا" (یُوحنّا ۸:۱۱)۔

ساتھ ہی خُداوند ہمارے ڈیل ڈول سے بھی واقف ہے۔ وُہ جانتا ہے کہ ہم خاک ہیں۔ اِس لئے اُس نے ناکامی کی صُورت میں ہمارے لئے بڑی مہربانی سے بندوبست بھی کیا ہے کہ "اگر کوئی گُناہ کرے تو باپ کے پاس ہمارا ایک مددگار موجود ہے یعنی یسوع مسیح راستباز"۔ "مددگار" وُہ ہوتا ہے جو کسی دُوسرے شخص کی ضرُورت کے وقت اُس کا ساتھ دیتا ہے۔ جب ہم گُناہ کرتے ہیں تو خُداوند یسوع ہمارے لئے بالکل یہی کچھ کرتا ہے۔ وُہ فوراً ہمارے پاس آتا ہے تاکہ اپنے ساتھ ہماری رفاقت کو بحال کرے۔ غور کریں کہ یہ نہیں کہا گیا کہ "اگر کوئی اپنے گُناہ کا اِقرار کرے ...." ہمارا مددگار ہوتے ہُوئے خُداوند ہمیں ضرُور اُس مقام پر لانے کی کوشش کرتا ہے جہاں ہم اپنے گُناہ کا اقرار کریں اور اُسے ترک کریں۔

اِس آیت میں ایک اَور بہت خوبصورت بات ہے جس کو ہمیں ہرگز نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔ کہا گیا ہے کہ "اگر کوئی گُناہ کرے تو باپ کے پاس ہمارا ایک مددگار موجود ہے"۔ یہ نہیں کہا گیا کہ "خُدا کے پاس" بلکہ یہ کہ "باپ کے پاس"۔ ہم اگر گُناہ کرتے بھی ہیں تو بھی وہ ہمارا "باپ" ہے۔ یہ

حقیقت ہمیں یہ مُبارک بات یاد دِلاتی ہے کہ اگرچہ ایمان دار کی زِندگی میں گُناہ اُس رفاقت کو توڑ دیتا ہے لیکن تعلق کو نہیں توڑتا۔ جب کوئی شخص نئے سِرے سے پَیدا ہوتا ہے تو وُہ خُدا کا فرزند بن جاتا ہے اور اُس وقت سے لے کر خُدا اُس کا "باپ" ہوتا ہے اور کوئی بات اِس رِشتہ پر اثر انداز نہیں ہوسکتی۔ پَیدائش یا جنم ایک ایسی چیز ہے جس کو ختم نہیں کیا جا سکتا، جِس کی نفی نہیں ہوسکتی۔ ایک بیٹا اپنے باپ کا نام بدنام تو کرسکتا ہے، لیکن پیدائش کی حقیقت کے باعث وُہ پھر بھی بیٹا ہی رہتا ہے۔

غور کریں کہ ہمارا "مددگار" "یسوع مسیح راست باز" ہے۔ بڑی اچھی بات ہوتی ہے کہ دِفاع کرنے والا "راست باز" ہو۔ جب شیطان کسی ایمان دار کے خِلاف کوئی اِلزام لے کر آتا ہے تو خُداوند یسوع کلوری پر پُورے کئے ہُوئے اپنے کام کی طرف اِشارہ کرکے کہتا ہے۔ "اِسے میرے حساب میں لکھ دو۔"

۲:۲۔ اور خُداوند یسوع صِرف ایک مددگار (وکیل) ہی نہیں بلکہ وُہ "ہمارے گُناہوں کا کفّارہ" بھی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہماری خاطر مَر کر اُس نے ہمیں ہمارے گُناہوں کے قصُور سے رہائی دِلائی اور خُدا کے سارے تقاضوں کو پُورا کرکے اور رفاقت کی راہ میں حائل ہر بات کو دُور کرکے خُدا کے ساتھ ہمارا میل ملاپ کرا دیا۔ خُدا ہم پر رحمت اِس لئے کرسکتا ہے کہ مسیح نے عدل کا ہر تقاضا پُورا کر دیا ہے۔ اکثر ایسا نہیں ہوتا کہ ایڈووکیٹ (یا وکیل) اپنے مؤکل کے گُناہوں کی سزا خُود برداشت کرے۔ لیکن ہمارے خُداوند نے یہی کیا ہے۔ اور سب سے زیادہ قابلِ ذِکر بات یہ ہے کہ اُس نے یہ ادائیگی اپنی قُربانی دے کر کی ہے۔

یُوحنا مزید کہتا ہے کہ مسیح "صِرف ہمارے ہی گُناہوں" کے لئے نہیں "بلکہ تمام دُنیا کے گُناہوں" کے لئے بھی وُہ کافی اور وافی قُربانی ہے۔ اِس کا مطلب یہ نہیں کہ ساری دُنیا نے نجات پا لی ہے بلکہ یہ کہ خُداوند یسوع کا کام اپنی قیمت کے لحاظ سے "تمام دُنیا" کی نجات کے لئے کافی ہے۔ لیکن یہ نجات دینے کے لئے "مُؤثر" اُسی صُورت میں ہوتا ہے کہ لوگ اِس پر بھروسا رکھیں، اِس پر ایمان لائیں۔ چُونکہ اُس کا کام تمام اِنسانوں کے لئے کافی ہے اِس لئے اِنجیل کی خوشخبری ساری دُنیا کو پیش کی جاسکتی ہے۔ لیکن اگر سارے اِنسان خُود بخُود نجات پا جاتے تو اُن کے سامنے اِنجیل کی منادی کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔

یہ بہت دلچسپ بات ہے کہ صلیب کے اُوپر جو کتبہ لگایا گیا وُہ عبرانی، یُونانی اور لاطینی زبانوں میں تھا۔ عبرانی خُدا کے برگزیدہ لوگوں کی زبان تھی اور لاطینی اور یُونانی اُس وقت کی

معلُومہ دُنیا کی مشہُور زبانیں تھیں۔ اِس طرح ساری دُنیا میں اِعلان ہو گیا کہ یسوع مسیح ہر جگہ کے لوگوں کے لئے نجات دِہندہ ہے۔

۳- مسیحی رفاقت میں شامل لوگوں کی علامات — فرمانبرداری اور محبّت

(۲: ۳-۱۱)

۲:۳- یُوحنّا اُن لوگوں کی حقیقی علامات بتانے کو ہے جو مسیحی رفاقت میں ہوتے ہیں۔ پہلی علامت فرمانبرداری ہے۔ ہمیں خُدا کے ساتھ تعلق کا یقین اِس صُورت میں ہو سکتا ہے کہ ہماری زِندگی میں اُس کی مرضی پُوری کرنے کی محبّت بھری آرزو ہو۔ بلاشُبہ اِن آیات کا نشانہ غناسطی لوگ ہیں جو دعویٰ کرتے تھے کہ ہم خُدا کا اعلیٰ اور برتر عرفان رکھتے ہیں لیکن وُہ خُدا کے "حُکموں" کو ماننے اور اُن پر عمل کرنے میں کوئی دِلچسپی نہیں رکھتے تھے۔ یُوحنّا ثابت کرتا ہے کہ ایسا علم یا عرفان کھوکھلا اور ناکارہ ہے۔

یُوحنّا ایمان دار کی فرمانبرداری کو تین۳ پہلوؤں سے بیان کرتا ہے — اُس کے "حُکموں" پر عمل کرنا (آیت ۳)، اُس کے "کلام" پر عمل کرنا (آیت ۵) اور "اُس طرح چلنا" جس طرح وُہ "چلتا تھا" (آیت ۶)۔ یہاں خیال میں خاص ترقی نظر آتی ہے۔ "اُس کے حُکموں پر عمل" کرنا سے مُراد نئے عہدنامہ میں موجُود خُداوند یسوع کی تعلیمات پر عمل کرنا ہے۔ "اُس کے کلام" پر عمل کا مطلب ہے کہ صِرف لکھی ہُوئی باتوں کی ہی فرمانبرداری نہ ہو، بلکہ وُہ سب کچھ کرنے کی آرزُو ہو جِس کو کرنے سے ہم سمجھتے ہیں کہ خُدا خُوش ہوگا۔ اور جِس طرح وُہ "چلتا تھا" "اُس طرح "چلنا" اپنے لوگوں کے لئے خُدا کے معیار کا پُورا اظہار ہے۔ اِس کا مطلب ہے اُس طرح زِندگی بسر کرنا جیسے یسوع کرتا تھا۔

۲:۴- یُوحنّا کے نکتہ میں یہ بات مُضمر نہیں کہ مسیحی زِندگی خُدا کی مرضی کی بےخطا فرمانبرداری پر مشتمل ہے، بلکہ یہ کہ ایک ایمان دار کو یہ خواہش کرنے کی عادت ہوتی ہے کہ مَیں "اُس کے حُکموں پر عمل" کروں اور وُہ کام کروں جو اُس کی نظر میں پسندیدہ ہیں۔ یُوحنّا کی نظر ایک شخص کی زِندگی کی پُوری رَوِش پر ہے۔ اگر کوئی کہتا ہے کہ مَیں خُدا کو "جان گیا ہُوں" مگر "اُس کے حُکموں پر عمل نہیں کرتا" تو صاف ظاہر ہے کہ وُہ "سچ" نہیں بول رہا۔

۲:۵- دُوسری طرف جب ہم "اُس کے کلام پر عمل" کرتے ہیں تو "خُدا کی محبّت" ہم میں "کامِل" ہو جاتی ہے۔ یہاں "خُدا کی محبّت" سے مُراد وُہ محبّت نہیں جو ہم خُدا کے ساتھ رکھتے ہیں، بلکہ وُہ محبّت جو خُدا ہمارے ساتھ رکھتا ہے۔ یہاں نکتہ یہ ہے کہ جب ہم "اُس کے کلام" پر عمل کرتے ہیں تو "خُدا کی

محبّت" کا مقصد پُورا ہو جاتا ہے۔ وُہ اپنا مقصد پُورا کر لیتی ہے اور اپنے انجام کو پُہنچ جاتی ہے جو کہ ہمارے اندر فرمانبرداری پیدا کرتا ہے۔

۶:۲۔ اِس لئے جو کوئی کہتا ہے کہ "مَیں اُس میں قائم ہُوں تو چاہئے کہ یہ بھی اُسی طرح چلے جس طرح وُہ (خداوند یسوع) چلتا تھا" اُس کی زِندگی کا بیان اناجیل میں درج ہے، اور اُس کی یہی زِندگی ہمارے لئے نمونہ اور ہدایت ہے۔ یہ کوئی ایسی زِندگی نہیں جو ہم اپنی قوّت یا طاقت سے بسر کر سکتے ہیں۔ یہ صِرف رُوح القُدس کی قدرت سے مُمکن ہوتی ہے۔ ہماری ذِمّہ داری یہ ہے کہ اپنی زِندگی کامل طور پر اُس کے سپُرد کر دیں تاکہ وُہ ہمارے وسیلہ سے اور ہمارے اندر اپنی زندگی بسر کر سکے۔

۷:۲۔ سچّے اِیمان داروں کی دُوسری علامت بھائیوں کے لئے محبّت ہے۔ یُوحنّا کہتا ہے کہ "یہ کوئی نیا حکم نہیں" جو وُہ لکھ رہا ہے بلکہ "یہ پُرانا حُکم وُہی کلام ہے" جو اُنہوں نے "شروع سے... سُنا تھا، یعنی خُداوند یسوع نے اپنی زمینی خِدمت کے "شروع" میں اپنے شاگردوں کو سِکھایا تھا کہ ایک دُوسرے سے محبّت رکھو۔

غناسطی ہر وقت یہ ظاہر کرتے تھے کہ ہماری تعلیم نئی ہے، مگر رسُول اپنے قارئین کو اُبھارتا ہے کہ ہر بات کو آزماؤ اور اُس کا مُقابلہ خُداوند یسوع کی اُس تعلیم سے کرو جو وُہ اپنی زمینی زِندگی کے دَوران دیتا رہا۔ یہ خدشہ ہمیشہ رہتا ہے کہ ہم رفتہ رفتہ اُن باتوں سے دُور چلے جائیں جو "شرُوع" میں تھیں۔ یُوحنّا کہتا ہے "شرُوع کی باتوں کی طرف رجُوع کرو تو جان لوگے کہ سچائی اور حقیقت کیا ہے"۔

۸:۲۔ تو بھی یہ حُکم نہ صِرف ایک پُرانا حکم ہے بلکہ ایک مفہوم میں "نیا" بھی ہے۔ جب خُداوند یسوع اِس دُنیا میں تھا اُس نے اپنے شاگردوں کو نہ صِرف آپس میں محبّت رکھنے کا دَرس دیا بلکہ خُود ایک زِندہ نمونہ بھی پیش کیا۔ اُس کی زِندگی کی خصُوصیت ہی دُوسروں سے محبّت رکھنا تھی۔ اِس طرح جب وُہ اِس دُنیا میں تھا تو یہ حُکم اُس پر "صادِق" آتا تھا۔ مگر اب ایک مفہوم میں یہ پُرانا حُکم نیا ہے۔ اِس نظام میں یہ نہ صِرف خُداوند یسوع پر "صادِق" آتا ہے، بلکہ ایمان داروں پر بھی صادِق آتا ہے۔ یہ مسیحی پہلے بُت پرست تھے، اور ایک دُوسرے سے دُشمنی اور بہیمیت میں زِندگی گزارتے تھے۔ اب اُن کی زِندگیاں محبّت کے اِس اصُول کا نمونہ پیش کرتی ہیں۔

اِس طرح جب بھی اِنسان انجیل کی روشنی کو قبول کرتے ہیں "تاریکی مٹتی جاتی ہے"۔ تاریکی پُورے طور پر نہیں مٹی کیونکہ بہت سے لوگ ابھی تک مسیح کے پاس نہیں آئے۔ لیکن مسیح جو "حقیقی نُور" ہے وُہ پہلے ہی چمک رہا ہے، اور جب بھی گنہگار اُس کی طرف رجُوع کرتے ہیں نجات پاتے ہیں اور اپنے ہم ایمانوں

سے محبت رکھنے لگتے ہیں۔

۲: ۹-۱۱- اِن آیات میں سچّی محبت اور جھوٹی محبت کا تقابل پیش کیا گیا ہے۔ اگر کوئی شخص مسیحی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے لیکن سچّے مسیحیوں سے "عداوت رکھتا ہے" تو یہ یقینی نشان ہے کہ "وُہ ابھی تک تاریکی ہی میں ہے"۔ اِن الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں بات برگشتہ ہو جانے یا پیچھے ہٹ جانے کی نہیں۔ یعنی وُہ اِنسان رہتا وُہی ہے جو شروع سے تھا یعنی غیر نجات یافتہ —— دُوسری طرف "جو کوئی اپنے بھائی سے محبت رکھتا ہے وُہ نور میں رہتا ہے"۔ اِس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وُہ شخص خود تو ٹھوکر کھانے کے خطرہ میں نہیں، یا وُہ دُوسروں کے لئے ٹھوکر کا باعث نہیں بنے گا۔ ہر دو تاویلیں درست ہیں۔ اگر کوئی مسیحی واقعی مسیح کے ساتھ ساتھ زِندگی بسر کرتا ہے تو نور خود اُس کا راستہ بھی منوّر کرتا ہے اور کِسی دُوسرے کو بھی ٹھوکر نہیں لگتی کیونکہ اُس کے دعوے اور عمل میں کوئی تضاد نہیں ہوتا۔ غناسطی اُن لوگوں سے گہری عداوت رکھتے تھے جو دِل سے خُدا کے کلام پر قائم تھے۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ وُہ "تاریکی میں" تھے اور "تاریکی ہی میں چلتے" تھے اور "نہیں جانتے" تھے کہ "کہاں جا رہے ہیں۔ کیونکہ تارِیکی نے اُن کی آنکھیں اندھی کر دی تھیں"۔

۴- رفاقت میں ترقی کرنے کے مراحل (۲: ۱۲-۱۴)

۲: ۱۲- "اے بچو" اِن الفاظ سے رسول پورے خاندان کو اپنے حلقے میں لے لیتا ہے۔ اِس طرزِ تخاطب میں عمر یا رُوحانی ترقی یا پختگی کا کوئی خیال نہیں۔ یوحنّا اُن سب سے مخاطب ہے جو خُداوند کے ہیں۔ بقیہ آیت اِس بات کو ثابت کرتی ہے جس میں کہا گیا ہے "کہ اُس کے نام سے تمہارے گناہ مُعاف ہوئے"۔ یہ بات تمام مسیحیوں پر صادِق آتی ہے۔ یہ جان لینا کتنی مُبارک بات ہے کہ ہمارے گناہوں کی پوری مُعافی ہو چکی ہے، اور ہم ابھی اِس مُعافی یافتہ حالت کے مالک ہیں۔ اِس بات پر بھی غور کریں کہ ہمارے گناہ "اُس کے نام سے" مُعاف ہوئے ہیں، یعنی خُدا مسیح کی خاطر ہمارے گناہ مُعاف کرتا ہے۔

۲: ۱۳- "بزرگو" — یہاں "بزرگ" سے مُراد وُہ لوگ ہیں جو اُس ہستی کو "جان گئے" ہیں "جو ابتدا سے ہے"۔ یہ پختہ اور بالغ نظر ایمان دار ہیں جو خُدا کے بیٹے کی پُرلُطف رفاقت سے اچھی طرح واقف ہیں اور اُس (مسیح) سے مطمئن ہیں۔ رُوحانی خاندان میں "جوانوں" کی خصوصیت یہ ہے کہ وُہ طاقت اور جنگ آزمائی یا کشمکش کی تصویر ہوتے ہیں۔ یہی زمانہ دشمن کے ساتھ کشتی لڑنے اور مُقابلہ

کرنے کا ہوتا ہے - "اے جوانو! ... تم اُس شریر پر غالب آ گئے ہو" کیونکہ انہوں نے فتح یابی کا راز سیکھ لیا ہے کہ "مَیں نہیں، بلکہ مجھ میں مسیح جیتا ہے" - "اَے لڑکو" سے مُراد وہ افراد ہیں جو ایمان میں بچے ہیں - وہ ابھی بہُت کچھ نہیں جانتے، مگر وہ "باپ" کو ضرور "جان گئے" ہیں -

۲: ۱۴ - جب یُوحنّا رسول "بزرگوں" کو دوبارہ مخاطب کرتا ہے تو یہ وہی افراد ہیں جن کو پہلے مخاطِب کیا تھا - اِس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے رُوحانی تجربہ میں پختگی حاصل کر لی ہے - اِسی طرح وہ "جوانوں" کو دوبارہ مخاطب کرتا ہے، مگر اَب اِس لحاظ سے کہ وہ خُداوند میں یعنی اُس کی قُدرت کے زور میں "مضبوط" ہیں - وہ "اُس شریر پر غالب آ گئے" ہیں کیونکہ "خُدا کا کلام" "اُن میں" "قائم رہتا ہے" - خُداوند یسوع نے پاک نوشتوں کے اِقتباس استعمال کر کے شیطان کو شکست دی - اِس سے واضح ہوتا ہے کہ بائبل مُقدّس کی خوراک سے باقاعدہ اور مسلسل قُوّت پاتے رہنا کتنا ضروری ہے - شیطان کو شکست دینے کے لئے اِس ہتھیار کو ہمہ وقت تیار رکھنا بے حد اہم ہے -

۵ - رفاقت کے دو۲ خطرے ـــــ دُنیا اور جھُوٹے اُستاد

۲ : ۱۵ - ۲۸

آیات ۱۵ - ۱۷ میں ہمیں دُنیا اور اُس کے سارے جھُوٹے طریقوں کے سِلسلے میں زبردست خبردار کیا گیا ہے - بنیادی طور پر یہ بات غالباً نوجوانوں سے کہی گئی ہے کیونکہ اُن کے لئے دُنیا میں خاص کشش اور جاذبیت ہوتی ہے - مگر اِس اِنتباہ کا اطلاق خُداوند کے تمام لوگوں پر ہوتا ہے - یہاں "دُنیا" سے مُراد یہ کرۂ ارض نہیں جس پر ہم رہتے بستے ہیں، اور نہ مُراد ہمارے آس پاس کی فطرتی چیزوں سے ہے، بلکہ اِس سے مُراد وہ نظام ہے جو انسانوں نے اِس لئے قائم کر رکھا ہے کہ کسی طرح مسیح کے بغیر خُوش رہ سکیں - اِس میں ثقافتی دُنیا، فنون اور تعلیم وغیرہ شامل ہے - مختصراً ہر وہ شعبہ جس میں خُداوند کو نہ تو خوش آمدید کہا جاتا ہے نہ اُس سے محبّت رکھی جاتی ہے - کسی نے اِس کا بیان یُوں کیا ہے: "اِنسانی مُعاشرہ جہاں تک کہ اِسے غلط خطوط پر اُستوار کیا گیا ہے، گھٹیا اور پست خواہشات، جھُوٹی اقدار اور انانیت اِس کا طُرّۂ امتیاز ہیں -"

۲: ۱۵، ۱۶ - ہمیں صاف طور پر اِنتباہ کیا گیا ہے کہ "نہ دُنیا سے محبّت رکھو، نہ اُن چیزوں سے جو دُنیا میں ہیں" - اِس کی سیدھی سی وجہ یہ ہے کہ اگر ہم اُن سے محبّت رکھیں تو ہمارے اندر "باپ کی محبّت" نہیں ہو گی - جو کچھ دُنیا ہمیں پیش کر سکتی ہے وہ ہے کیا؟ وہ ہے "جسم کی خواہش،

اور آنکھوں کی خواہش اور زِندگی کی شیخی"۔ "جسم کی خواہش" سے مُراد وُہ جسمانی اور شہوانی خواہشات ہیں جو ہماری بُری سرِشت میں سے پیدا ہوتی ہیں۔ "آنکھوں کی خواہش" کا اِطلاق اُن بُری خواہشات پر ہوتا ہے جو ہمارے دیکھنے کی حِس سے پیدا ہوتی ہیں۔ "زِندگی کی شیخی" اپنے آپ کو دِکھانے اور اپنی عزّت بڑھانے کی ناپاک خواہش ہے۔ نفسانیت کے اِن تینوں عناصر کی تصویر ہمیں حوّا کے گناہ میں مِلتی ہے۔ وُہ درخت کھانے کے لئے اچھّا تھا۔ یہ "جسم کی خواہش" تھی۔ وُہ درخت دیکھنے میں خُوشنما تھا۔ یہ "آنکھوں کی خواہش" تھی۔ وُہ درخت عقل بخشنے کو خُوب تھا۔ یہ "زِندگی کی شیخی" تھی۔

جس طرح ابلیس مسیح کا مخالف ہے اور "جسم" "رُوح" کے خِلاف ہے، اُسی طرح "دُنیا" باپ سے دُشمنی رکھتی ہے۔ یہ خواہشیں، حرص اور ہوس "باپ کی طرف سے نہیں بلکہ دُنیا کی طرف سے ہے"۔ مُراد یہ ہے کہ یہ باتیں "باپ" سے صادِر نہیں ہوتیں۔ اِن کا سرچشمہ "دُنیا" ہے۔ "دُنیا" دراصل عارضی اور فنا ہونے والی چیزوں سے محبّت کا نام ہے۔ اِنسانی دِل کو اِن چیزوں یا باتوں سے کبھی راحت اور تسکین نہیں ہوتی۔

۲ : ۱۷۔ "دُنیا اور اُس کی خواہش دونوں مِٹتی جاتی ہیں"۔ جب کوئی بینک ٹُوٹ رہا ہو تو ہوشیار لوگ اُس میں پیسہ جمع نہیں کراتے۔ جب بُنیاد ہِل رہی ہو تو سمجھدار معمار کام روک دیتے ہیں۔ اِس دُنیا پر توجُّہ مرکوز کرنا ایسا ہی ہے جیسے ٹائی ٹینک (ایک بہت بڑا بحری جہاز جو اپنے پہلے ہی سفر میں سمندر میں غرق ہو گیا تھا) پر کُرسیوں کو نئی ترتیب سے رکھنے کی کوشش۔ اِس لئے عقل مند لوگ ایسی "دُنیا" کے لئے زِندگی بسر نہیں کرتے جو "مِٹتی جاتی ہے"۔ "لیکن جو خُدا کی مرضی پر چلتا ہے وُہ ابد تک قائم رہے گا"۔ یہ "خُدا کی مرضی" ہے جو ہم کو "مِٹتی جاتی" یعنی عارضی چیزوں کی آزمائش سے چھُٹکارا دِلاتی ہے۔ اِتفاق سے یہی آیت ہے جس کو ڈی۔ ایل۔ مُوڈی نے اپنی زِندگی کے لئے اپنایا تھا۔ وُہ بہت مشہور مُبشّر تھا اور اُس کی قبر کے کتبہ پر یہی آیت کندہ ہے کہ "جو کوئی خُدا کی مرضی پر چلتا ہے وُہ ابد تک قائم رہے گا"۔

۲ : ۱۸۔ جو لوگ مسیحی رفاقت میں شامِل ہیں اُن کے لئے ایک اور اِمتحان اُن کی تعلیم یا عقیدہ کا اِمتحان ہے۔ اِس موضُوع کا آغاز ایک اِنتباہ سے کیا گیا۔ یہ اِنتباہ اُن لوگوں کے لئے ہے جو مسیح میں ابھی بچّے ہیں۔ اور اِس میں جھُوٹے اُستادوں سے خبردار کیا گیا ہے۔ جو ایمان میں ابھی نوعُمر یا بچّے ہیں اُن کو "مخالفِ مسیح" کے جھُوٹوں کا شِکار ہونے کا زیادہ خطرہ ہے۔ یُوحنّا کے قارئین کو سِکھایا گیا تھا کہ مسیح کی دُوسری آمد سے پہلے ایک "مخالفِ مسیح" برپا ہو گا۔ وُہ مسیح ہونے کا جھُوٹا دعویٰ کرے گا۔ ہونہار بِروا کے چکنے چکنے پات کے مِصداق اُس خاص "مخالفِ مسیح" کے نمودار ہونے سے پہلے "بہت سے مخالفِ مسیح پیدا ہو گئے ہیں"۔ یہ وُہ جھُوٹے اُستاد ہیں جو کسی جھُوٹے مسیح اور جھُوٹی انجیل کو پیش کرتے ہیں۔ یہ

بات خاص قابلِ ذکر اور قابلِ توجہ ہے کہ جس زمانہ میں ہم ہیں اِس کی خصُوصیّت یہ ہے کہ بہُت سے ایسے فِرقے اور مسلک پَیدا ہو گئے ہیں جو مسیح کا اِنکار کرتے ہیں۔ اِن سب کا وجُود اِس حقیقت کی گواہی دیتا ہے کہ منجّی کی دُوسری آمد نزدیک ہے۔

۲:۱۹- یہ جھُوٹے اُستاد جو مسیحی ہونے کا دعویٰ کرتے تھے ایک وقت تھا کہ اُن کا رسُولوں کے ساتھ میل جول تھا۔ لیکن دِل میں وہ سچّے ایمان داروں کے ساتھ ایک نہیں تھے۔ ثبوت یہ ہے کہ وہ رفاقت میں سے "نِکل . . . گئے"۔ "اگر (وہ) ہم میں سے ہوتے تو ہمارے ساتھ رہتے"۔ یہاں ہم سیکھتے ہیں کہ سچّا ایمان "مستقِل" یا دائمی ہونے کی صِفت رکھتا ہے۔ اگر کوئی شخص واقعی نئے سِرے سے پیدا ہُوا ہے تو وہ خُداوند کے ساتھ چلتا رہے گا۔ اِس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم آخر تک برداشت کرنے سے نجات پاتے ہیں، بلکہ یہ کہ جو آخر تک برداشت کرتے ہیں وہ حقیقت میں نجات یافتہ ہیں۔ جھُوٹے اُستاد "نِکل اِس لئے گئے کہ یہ ظاہر ہو کہ وہ سب ہم میں سے نہیں ہیں"۔

۲:۲۰- مگر اِس سے ایک سوال پَیدا ہوتا ہے کہ کوئی نَو عُمر ایمان دار (مراد نَو مُرید بھی ہو سکتی ہے) کِس طرح جان سکتا ہے کہ سچ کیا ہے اور جھُوٹ کیا ہے؟ جواب یہ ہے کہ "ہم کو تو اُس قدُوس کی طرف سے مَسح کیا گیا ہے" اور ہم "سب کچھ جانتے" ہیں۔ یہ "مَسح" رُوح القدُس کا حوالہ دیتا ہے اور "اُس قدُوس" یعنی خُداوند یسُوع مسیح کی طرف سے ہے۔ جب کوئی شخص نجات پاتا ہے تو اُس کو اندر سکونت کرنے والا رُوح القدُس مِلتا ہے جو کہ ایمان دار کو سچ اور جھُوٹ میں اِمتیاز کرنے کی صلاحیت دیتا ہے۔ جب یُوحنّا اپنے نوعُمر قارئین کو بتاتا ہے کہ "تم سب کچھ جانتے ہو" تو مطلب یہ نہیں ہے کہ اُن کا عِلم کامل ہے، بلکہ یہ کہ اُن کو سچ اور جھُوٹ میں اِمتیاز کرنے کی صلاحیت حاصِل ہے۔ اِس طرح سب سے کم عُمر اور سادہ لَوح ایمان دار کو خُدا کی وہ باتیں جان لینے اور پہچان لینے کی صلاحیت حاصِل ہے جِن کو غیر نجات یافتہ فلسفی جان نہیں سکتا۔ ایک مسیحی اپنے گھٹنوں کے بَل ہو کر بہُت کچھ دیکھ سکتا ہے جبکہ دُنیاوی شخص پنجوں کے بل کھڑا ہو کر بھی کچھ نہیں دیکھ سکتا۔ اِس طبعی دُنیا میں جب بچّہ پَیدا ہوتا ہے تو اُس کو انسانی نسل کی ساری صلاحیتیں مِل جاتی ہیں۔ اُس کی آنکھیں، ہاتھ، کان اور دِماغ وغیرہ سب کچھ ہوتا ہے۔ اُسے یہ چیزیں بعد میں نہیں مِلتیں۔ اگرچہ یہ بڑھتی اور ترقی کرتی رہتی ہیں، لیکن آغاز ہی میں پُورا شخص یا پُوری شخصیت موجُود ہوتی ہے۔ یہی حال اُس وقت ہوتا ہے جب کوئی نئے سِرے سے پَیدا ہوتا ہے۔ اُس کو وہ تمام صلاحیتیں اور قویٰ حاصِل ہوتے ہیں جو رُوحانی زِندگی کا خاصہ ہیں۔ البتہ اُن کے بڑھنے اور ترقی کرنے کے لاانتہا اِمکانات

ضرور ہوتے ہیں۔

۲۱:۲۔ یُوحنّا نے یہ باتیں اِس لئے "نہیں" لکھی تھیں کہ اُس کے قارئین "سچائی کو نہیں جانتے تھے، بلکہ اِس لئے کہ جس سچائی کو وُہ جانتے تھے اُس میں مضبُوط ہو جائیں، اور یہ یاد دلانے کے لئے "کہ کوئی جھوٹ سچّائی کی طرف سے نہیں"۔ غناسطی ایسے عقیدوں کی تعلیم دیتے تھے جو خُدا کے کلام کے خِلاف تھے، چنانچہ جھُوٹ تھے۔ اُن کا سب سے بڑا جھُوٹ جو اُن کی ساری تعلیم کی بُنیاد تھا اُن کا یسوع کے مسیح ہونے کا اِنکار تھا۔ جیسا کہ ہم نے تعارُف میں بھی بیان کیا اُن کی تعلیم یہ تھی کہ یسوع محض ایک بشر تھا اور مسیح اُس پر بپتسمہ کے وقت نازِل ہُوا۔ آج بھی بہت سے فرقے اِسی عظیم جھُوٹ کا پرچار کرتے ہیں۔ بائبل مُقدّس ہر جگہ زور دے کر اور تاکید کے ساتھ کہتی ہے کہ نئے عہد نامہ کا یسوع پُرانے عہد نامہ کا خُداوند (یہوواہ) ہے۔ یہ کہنا ہرگز درُست نہیں کہ مسیح، یسوع پر نازِل ہُوا بلکہ درُست یہ ہے کہ یسوع ہی مسیح ہے۔

۲۲:۲۔ یُوحنّا بڑی اِحتیاط سے توجہ دِلاتا ہے کہ خُداوند "یسوع" کی اُلوہیّت کا اِنکار "باپ" کا بھی اِنکار ہے۔ بعض لوگ اپنے خیال میں تو خُدا کی پرستش کرتے ہیں، مگر وُہ خُداوند یسوع مسیح کے ساتھ کچُھ واسطہ نہیں رکھنا چاہتے۔ رسُول کہتا ہے کہ "مخالفِ مسیح وُہی ہے جو باپ اور بیٹے کا اِنکار کرتا ہے"۔

۲۳:۲۔ یُوحنّا کی انجیل ۱۹:۸ اور ۴۲ میں یسوع کہتا ہے کہ جو لوگ میری اُلوہیّت کو پہچاننے اور میرے ساتھ محبّت رکھنے سے قاصر رہتے ہیں وہ نہ تو باپ کو جانتے ہیں اور نہ خدا کبھی اُن کا باپ تھا۔ اِسی طرح یُوحنّا بھی کہتا ہے کہ "جو کوئی بیٹے کا اِنکار کرتا ہے اُس کے پاس باپ بھی نہیں۔ جو بیٹے کا اِقرار کرتا ہے اُس کے پاس باپ بھی ہے"۔ یہ "باپ" اور "بیٹے" کے ایک ہونے کی عجیب حقیقت اور سچائی ہے۔ یہ پیغام ہے جو ہر فرقے اور مسلک کو سُننا اور ماننا چاہئے۔

۲۴:۲۔ جھُوٹے اُستادوں سے نوعُمر ایمان داروں کی حفاظت اِس میں ہے کہ "جو تُم نے شروع سے سُنا ہے وُہی تُم میں قائم رہے"۔ اِس سے مُراد وُہ تعلیم ہے جو خُداوند یسوع نے اور اُس کے سارے رسُولوں نے دی۔ ہمارا تحفظ اِسی میں ہے کہ خُدا کے کلام کے بالکُل قریب رہیں۔ ہم کو ہر بات اور ہر تعلیم کا اِمتحان اِس کسوٹی سے کرنا چاہئے کہ "نوشتے کیا کہتے ہیں؟" اگر کوئی تعلیم بائبل مقدس کے ساتھ موافقت نہیں رکھتی تو ہم اُسے ردّ کر دیں۔ ڈاکٹر آئرن سائڈ کہا کرتے تھے کہ "اگر تعلیم نئی ہے تو سچّی نہیں، اگر سچّی ہے تو نئی نہیں ہو سکتی"۔

۲:۲۵۔ جب ہم مسیحی تعلیم پر قائم رہتے ہیں تو اپنے ایمان کی سچائی اور حقیقت کا ثبوت دیتے ہیں۔ اور اِس ایمان کا "وعدہ" "ہمیشہ کی زِندگی" ہے۔ جب ہم خُداوند یسوعؔ کو قبول کرتے ہیں تو ہم اُس کی اپنی زِندگی یعنی "ہمیشہ کی زِندگی" حاصِل کرتے ہیں۔ اور یہ زِندگی ہم کو توفیق دیتی ہے کہ ہر نئی اور مشکوک تعلیم کو پرکھ سکیں۔

۲:۲۶، ۲۷۔ یُوحنّا نے جھوٹی تعلیم کے خِلاف یہ باتیں نوعمر ایمان داروں کو خبردار کرنے کے لئے لِکھیں۔ اُس کو آخری نتیجہ کے بارے میں کوئی شک یا ڈر نہیں تھا، کیونکہ وہ یاد کرتا ہے کہ میرے قارئین کا "مسح" خُداوند یسوعؔ کی طرف سے" ہے۔ جیسے پہلے بیان ہُوا یہ "مسح" رُوح القدس ہے، اور یہاں ہم سیکھتے ہیں کہ رُوح القدس "تم میں قائم رہتا ہے"۔ یہ ایک مثبت بیان ہے کہ جب ایک دفعہ رُوح القدس مِل جاتا ہے تو کبھی واپس نہیں لیا جاتا۔ چُونکہ ہم کو رُوح القدس مِل چکا ہے اِس لئے ہم "اِس کے محتاج نہیں کہ کوئی ہمیں سِکھائے"۔ اِس کا یہ مطلب نہیں کہ ہمیں کلیسیا میں مسیحی اُستادوں کی ضرورت نہیں۔ خُدا نے اِفسیوں ۴:۱۱ میں ایسے اُستادوں کا خاص بندوبست کیا ہے۔ اِس کا مطلب ہے کہ ہر مسیحی کو اُس تعلیم کے علاوہ جو خُدا کے کلام میں موجود ہے کسی اور تعلیم کی ضرورت نہیں۔ یعنی سچائی وہی ہے جو خُدا کے کلام میں پائی جاتی ہے۔ غناسطی یہ دعویٰ کرتے تھے کہ ہمارے پاس اِضافی سچائی ہے۔ مگر یہاں یُوحنّا کہہ رہا ہے کہ اِضافی سچائی کی قطعاً ضرورت نہیں۔ جب خُدا کا کلام ہمارے ہاتھوں میں اور خُدا کا رُوح ہمارے دِلوں میں ہے تو خُدا کی سچائی کی تعلیم پانے کے لئے جو کچھ درکار ہے وہ ہمارے پاس ہے۔

۲:۲۸۔ یُوحنّا خُدا کے گھرانے کے سارے "بچوں" کو مخاطب کرتے ہُوئے اُن کو نصیحت کرتا ہے کہ "اُس میں قائم رہو تاکہ جب وہ ظاہر ہو تو ہمیں دلیری ہو اور ہم اُس کے آنے پر اُس کے سامنے شرمندہ نہ ہوں"۔ یہاں "ہم" کا اِشارہ رسُولوں کی طرف ہے، اور نکتہ یہ ہے کہ اگر وہ مسیحی جن کو یُوحنّا نے لِکھا ہے وفاداری سے خُداوند کے ساتھ چلتے نہیں رہتے تو جو رسُول اُن کو مسیح کے پاس لائے تھے مسیح کے "آنے پر شرمندہ" ہوں گے۔ یہ آیت زور دیتی ہے کہ بشارت کے کام میں بعد میں پیروی کرنا بے حد ضروری اور اہم ہوتا ہے۔ نیز مسیح کی آمد پر شرمندگی کے امکان کا ذِکر بھی کرتی ہے۔

۶۔ مسیحی رفاقت میں شامل افراد کی علامات (جاری ہے) — راست بازی محبّت اور اِس سے پیدا ہونے والا اعتماد (۲:۲۹-۳:۲۴)

۲:۲۹۔ چوتھی خاندانی خاصیت "راست بازی" ہے۔ طبعی دُنیا میں ہر چیز اپنی جیسی چیز پیدا

کرتی ہے۔ یہی بات رُوحانی دُنیا پر بھی صادِق آتی ہے۔ "جو کوئی راست بازی کے کام کرتا ہے وُہ اُس (خُدا) سے پَیدا ہُوا ہے"۔ چُونکہ خُدا "راست باز" ہے اِس لئے لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وُہ جو کُچھ بھی کرتا ہے وُہ سب "راست" ہوتا ہے اور "جو کوئی ... اُس سے پَیدا ہُوا ہے" وُہ "راست باز" ہے۔ یہ یُوحنّا کی ناقابِلِ تردید منطق ہے۔

۳: ۱۔ خُدا سے پیدا ہونے کا خیال یُوحنّا کو حیرت میں مُبتلا کر دیتا ہے۔ وُہ اپنے قارئین سے کہتا ہے کہ اُس عجیب "محبّت" پر غور کریں جو ہم کو "خُدا" کے گھرانے میں لے آئی ہے۔ محبّت ہم کو "خُدا کے فرزند" بنائے بغیر بھی نجات دے سکتی تھی۔ لیکن خُدا کی "محبّت" کا انداز یہ ہے کہ وُہ ہمیں "فرزند" کی حیثیت سے خُدا کے خاندان میں لے آئی۔ "دیکھو باپ نے ہم سے کیسی محبّت کی ہے کہ ہم خُدا کے فرزند کہلائے"۔

اب جب کہ ہم روز بروز چلتے پھرتے ہیں تو "دُنیا ہمیں ... نہیں جانتی" یعنی دُنیا ہم کو خُدا کے فرزندوں کی حیثیت سے نہیں پہچانتی یا تسلیم نہیں کرتی۔ دُنیا کے لوگ نہ ہمیں نہ ہمارے طور اطوار کو سمجھ سکتے ہیں۔ دراصل جب خُداوند یسُوع اِس دُنیا میں تھا تو دُنیا اُس کو بھی نہیں سمجھی تھی۔ "وُہ دُنیا میں تھا اور دُنیا اُس کے وسیلہ سے پَیدا ہُوئی اور دُنیا نے اُسے نہ پہچانا۔ وُہ اپنے گھر آیا اور اُس کے اپنوں نے اُسے قبُول نہ کیا"۔ چونکہ ہم میں بھی خُداوند یسُوع جیسی خصُوصیات ہیں اِس لئے ہم توقع نہیں کر سکتے کہ دُنیا ہمیں سمجھے گی۔

۳: ۲۔ تاہم دُنیا ہم کو سمجھے یا نہ سمجھے مگر "ہم اِس وقت خُدا کے فرزند ہیں" اور یہ ہمارے مُستقبل کے جلال کی ضمانت ہے۔ "ابھی تک یہ ظاہر نہیں ہُوا کہ ہم کیا کُچھ ہوں گے۔ اِتنا جانتے ہیں کہ جب وُہ (مسیح) ظاہر ہوگا تو ہم بھی اُس کی مانند ہوں گے کیونکہ اُس کو ویسا ہی دیکھیں گے جیسا وُہ ہے"۔ اِس کا یہ مطلب نہیں کہ آسمان میں ہم جسمانی طور پر یسُوع کی مانند ہوں گے۔ خُداوند یسُوع کی ایک خاص شکل و شباہت ہوگی اور پُوری ابدیت میں وُہ کلوری کے داغ لئے ہوگا۔ ہمیں یقین ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کے اپنے اپنے اِمتیازی خدوخال ہوں گے اور ہم اِسی طرح پہچانے جائیں گے۔ بائبل یہ نہیں سکھاتی کہ آسمان میں سب کی شکل وصُورت ایک جیسی ہوگی، البتہ ہم اخلاقی لحاظ سے خُداوند یسُوع مسیح کی مانند ہوں گے۔ ہم (گُناہ سے) آلُودہ ہونے کے اِمکان سے، گُناہ، بیماری، غم اور موت سے آزاد ہوں گے۔

یہ حیرت ناک تبدیلی کِس طرح پایۂ تکمیل کو پُہنچے گی؟ جواب یہ ہے کہ مسیح پر ایک نظر سے یہ وقُوع پذیر ہو جائے گی۔ "کیونکہ ہم اُس کو ویسا ہی دیکھیں گے جیسا وُہ ہے"۔ یہاں اِس زِندگی میں

مسیح کی مانند بننے کا عمل جاری ہے کیونکہ یہاں ہم اِیمان سے اُس کو خُدا کے کلام میں دیکھتے ہیں ۔ لیکن یہ عمل اُس وقت پُورے طور پر مکمّل ہو جائے گا جب ہم "اُس کو ویسا ہی دیکھیں گے جیسا وُہ ہے" ۔ کیونکہ "اُس کو دیکھنا" "اُس کی مانند ہونا" ہے ۔

۳ : ۳ ۔ "اور جو کوئی اُس سے یہ اُمّید رکھتا ہے" یعنی مسیح کو دیکھنے اور اُس کی مانند بننے کی اُمید رکھتا ہے وُہ "اپنے آپ کو ویسا ہی پاک کرتا ہے جیسا وہ پاک ہے" ۔ مسیحی لوگ مُدّتِ مدید سے تسلیم کرتے آ رہے ہیں کہ مسیح کے بہُت جلد دوبارہ آنے کی اُمید ایمان دار کو پاک کرنے کی تاثیر رکھتی ہے ۔ وُہ نہیں چاہتا کہ مَیں کوئی ایسا کام کروں کہ جب مسیح آئے تو چاہوں کہ نہ کر رہا ہُوں ۔ غور کریں کہ کہا گیا ہے کہ وُہ "اپنے آپ کو ویسا ہی پاک کرتا ہے جیسا وُہ (مسیح) پاک ہے" ۔ یہ نہیں کہ "جیسے وُہ (مسیح) اپنے آپ کو پاک کرتا ہے" ۔ خُداوند یسوع کو اپنے آپ کو پاک کرنے کی کبھی ضرُورت نہ تھی ۔ وُہ تو پاک ہے ہی ۔ ہمارے لئے پاک ہونا ایک تدریجی عمل ہے ۔ اُس کے لئے پاک ہونا ایک حقیقت ہے ۔

۳ : ۴ ۔ اِس آیت میں اپنے آپ کو پاک کرنے کے اُلٹ عمل کا بیان کِیا گیا ہے ۔ "جو کوئی گُناہ کرتا ہے وُہ شرع کی مخالفت کرتا ہے اور گُناہ شرع کی مخالفت ہی ہے" ۔ "کرتا ہے" ۔ یُونانی زُبان کے لفظ کا مطلب ہے مُسلسل روِش جِس کا اظہار فعل حال جاری (استمراری) سے ہوتا ہے ۔ شریعت (شرع) کے بغیر بھی گُناہ کا ہونا ممکن ہے ۔ آدمؔ اور موسیٰؔ کے درمیانی زمانہ میں بھی گُناہ دُنیا میں موجُود تھا، اور یہ زمانہ خُدا کی شریعت دِئے جانے سے پہلے کا ہے ۔ "گُناہ بے شریعتی" ہے ۔ یہ خُدا کی نافرمانی یا خُدا سے گردن کشی ہے ۔ اپنی رَوِش پر چلنے یا اپنی مرضی پر چلنے کی ضِد اور خُداوند کو جائز یا حق دار شہنشاہِ مُطلق ماننے سے اِنکار ہے ۔ مختصر یہ کہ اپنی مرضی کو خُدا کی مرضی پر مُسلّط کرنے کا نام گُناہ ہے ۔ یہ اُس زِندہ شخصیت کی مخالفت ہے جِس کا حق ہے کہ اِنسان اُس کی فرمانبرداری کرے ۔

۳ : ۵ ۔ کِسی سچّے مسیحی کے لئے مُمکن نہیں کہ وُہ گُناہ کرتا رہے، کیونکہ اِس طرح اُس مقصد کا قطعی اِنکار ہوتا ہے جِس کے لئے خُداوند یسوعؔ اِس دُنیا میں آیا تھا ۔ "وُہ اِس لئے ظاہر ہُوا تھا کہ گُناہوں کو اُٹھا لے جائے" ۔ چنانچہ گُناہ میں زِندگی بسر کئے جانا اُس وجہ سے قطعی بے پروائی برتنے کے مترادِف ہے جِس کے لئے اُس کا تجسّم ہُوا ۔

پھر کِسی سچّے مسیحی کے لئے گُناہ کرتے رہنا اِس لئے بھی مُمکن نہیں کیونکہ اِس طرح اُس ہستی کا اِنکار ہوتا ہے جِس کا نام اُس پر ہوتا ہے ۔ "اُس کی ذات میں گُناہ نہیں" ۔ یہ نئے عہدنامہ کے اُن[۳] تین کلیدی حوالوں میں سے ایک ہے جو خُداوند یسوعؔ مسیح کی بے گُناہ بشریت کا بیان کرتے ہیں ۔ پطرسؔ بیان کرتا

ہے کہ "نہ اُس نے گُناہ کیا . . ." (۱-پطرس ۲۲:۲) اور پولُس کہتا ہے کہ "وُہ گُناہ سے واقِف نہ تھا" (۲-کرنتھیوں ۲۱:۵) - اور اب یُوحنّا جو خداوند کو خاص قریب سے جانتا تھا اپنی گواہی دیتا ہے کہ "اُس کی ذات میں گُناہ نہیں"۔

۶:۳ - "جو کوئی اُس میں قائم رہتا ہے وُہ گُناہ نہیں کرتا - جو کوئی گُناہ کرتا ہے نہ اُس نے اُسے دیکھا ہے اور نہ جانا ہے"۔ یہ آیت ایک سچّے ایمان دار کا مُقابلہ ایک ایسے شخص کے ساتھ کرتی ہے جو کبھی نئے سِرے سے پَیدا نہیں ہُوا - سچّے ایمان دار کے بارے میں یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ وُہ گُناہ کرتا نہیں رہتا - یہاں یُوحنّا اِکادُکا گُناہ کی بات نہیں کر رہا، بلکہ مُسلسل ایسا چلن یا ایسی رَوِش جو عادتاً گُناہ کرنے پر مائِل رہتی ہے اُس کی بات کر رہا ہے - اِس آیت کا مطلب یہ نہیں کہ جب کوئی مسیحی کوئی گُناہ کرتا ہے تو نجات سے محرُوم ہو جاتا ہے، بلکہ یہ کہ جب کوئی شخص گُناہ کرنے کو عادت بنا لیتا ہے تو حتمی بات ہے کہ اُس کو نئی پیدائش کا ہرگز تجربہ نہیں ہُوا -

یہاں فِطری طور پر یہ سُوال پَیدا ہوتا ہے کہ گُناہ عادت کب بن جاتا ہے؟ کِتنی دفعہ ایک شخص ایک گُناہ کرے تو اُس کو خاص رَوِش قرار دِیا جا سکتا ہے؟ یُوحنّا اِس سُوال کا جواب نہیں دیتا بلکہ وُہ ہر ایمان دار کو چوکنّا کر رہا ہے -

۷:۳ - غناسطی اپنے عِلم کے بارے میں بڑی ڈینگیں مارا کرتے تھے، مگر اپنی شخصی زِندگیوں کی پَروا نہیں کرتے تھے - اِس لئے یُوحنّا یہ بھی کہتا ہے کہ "اے بچّو! کِسی کے فریب میں نہ آنا - جو راستبازی کے کام کرتا ہے وُہی اُس کی طرح راست باز ہے"۔ اِس نکتے پر کِسی کو کوئی اُلجھن نہیں ہونی چاہیے - یہ ممکن نہیں کہ کِسی شخص کی زِندگی رُوحانی ہو اور وُہ گُناہ بھی کرتا رہے - بلکہ راست بازی کے کام وُہی شخص کر سکتا ہے جِس کو راست باز سرشت حاصل ہو - اور یہ سرشت اُسی سے مِلتی ہے جو خُود "راست باز ہے"۔

۸:۳ - بعض بچّے اپنے والدین کے اِتنے مشابہ ہوتے ہیں کہ بڑی سے بڑی بِھیڑ میں بھی بآسانی پہچانے جاتے ہیں - یہ بات خُدا کے فرزندوں اور ابلیس کے فرزندوں پر بھی صادق آتی ہے - "جو شخص گُناہ کرتا ہے وُہ ابلیس سے ہے کیونکہ ابلیس شرُوع ہی سے گُناہ کرتا رہا ہے"۔ یہاں بھی خیال یہ ہے کہ "جو شخص گناہ پر عمل پیرا رہتا ہے وُہ ابلیس سے ہے"۔ یہاں ایک چلن، ایک رَوِش کے تسلسل کا ذِکر ہے جو شُروع سے یعنی جب پہلی دفعہ گُناہ کیا تھا اُس وقت سے لے کر مُسلسل وُہی رَوِش چلی آ رہی ہے اور اُس کے سارے فرزند اُس کُھلی اور کُشادہ راہ میں اُس کی پَیروی کرتے ہیں - یہاں یہ بات بیان کرنا ضرُوری ہے کہ اِنسان نئی پیدائش کے وسیلہ سے خُدا کے فرزند بنتے ہیں - لیکن اِبلیس کے فرزند بننے کے سِلسلہ میں

کسی پیدائش کا کوئی تعلق نہیں۔ اِنسان صرف اُس کے چلن یا کردار کی تقلید کرنے سے اُس کا فرزند بن جاتا ہے، مگر کوئی بھی اُس کے فرزند کے طور پر پیدا نہیں ہوتا۔

اِس کے بالمقابل خداوند یسوع اِس لئے آیا "کہ ابلیس کے کاموں کو مٹائے" یا منسوخ کر دے۔ خداوند ابلیس کو ایک لفظ سے ہلاک کر سکتا تھا۔ لیکن اُس نے ایسا نہیں کیا بلکہ خود اِس دُنیا میں آیا تاکہ دُکھ اُٹھائے، خون بہائے اور اِس طرح "ابلیس کے کاموں کو مٹائے"۔ اگر گناہ کو دُور کرنے کے لئے منجی کو یہ قیمت ادا کرنی پڑی تو جو اُس منجی پر ایمان لاتے ہیں اُن کا رویّہ کیا ہونا چاہئے!

۳: ۹۔ یہ آیت اِس بات کو دُہراتی ہے کہ "جو کوئی خُدا سے پیدا ہوا ہے"۔ اُس کے لئے ممکن نہیں کہ گناہ کرتا رہے۔ بائبل مُقدّس کے بعض علما کا خیال ہے کہ یہ آیت ایمان دار کی نئی فطرت کے بارے میں ہے کہ پُرانی فطرت تو گناہ کر سکتی اور کرتی بھی ہے، نئی فطرت گناہ کر ہی نہیں سکتی۔ لیکن ہمیں یقین ہے کہ یہاں یوحنا رسول نئی پیدائش رکھنے والے اور نئی پیدائش نہ رکھنے والے اشخاص کا تقابل پیش کر رہا ہے، اور عادی اور مستقل کردار یا رویّہ کا بیان کر رہا ہے۔ ایمان دار میں گناہ کی عادت نہیں ہوتی۔ وہ جان بُوجھ کر اور سرکشی کے ساتھ گناہ نہیں کرتا۔

اِس کی وجہ یہ ہے کہ "اُس کا تخم اُس میں بنا رہتا ہے"۔ اِس جملے کی تفسیر کے سلسلے میں علما میں بہت اِختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ "تخم" کا مطلب نئی فطرت ہے۔ جبکہ بعض کہتے ہیں کہ اِس کا مطلب رُوح القدس ہے اور بعض اِس کا مطلب "خُدا کا کلام" قرار دیتے ہیں۔ یہ ساری باتیں امکانی تشریح ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ "تخم" کا اِشارہ نئی زندگی کی طرف ہے جو ایمان دار کو ایمان لاتے وقت ملتی ہے۔ چنانچہ یہاں بیان یہ ہے کہ اِلٰہی زندگی ایمان دار میں بنی رہتی ہے یعنی قائم رہتی ہے۔ وہ ہمیشہ کے لئے محفوظ ہے۔ یہ بات کسی مسیحی کے لئے گناہ کرنے کا بہانہ نہیں بن جانی چاہئے۔ اُس کا ابدی تحفظ اِس بات کی ضمانت ہے کہ وہ کرتا نہیں رہے گا۔ "وہ عادتاً گناہ کر ہی نہیں سکتا، کیونکہ خدا سے پیدا ہوا ہے"۔ یہ اِلٰہی تعلق اِس اِمکان کو ختم کر دیتا ہے کہ گناہ کرنا اُس کی زندگی کی رَوِش بن جائے اور وہ اُس کو جاری رکھے۔

۳: ۱۰ الف۔ یہاں "خُدا کے فرزند" اور "ابلیس کے فرزند" میں چوتھا فرق بیان کیا گیا ہے۔ "جو کوئی راست بازی کے کام نہیں کرتا وہ خُدا سے نہیں"۔ درمیانی عِلاقہ کوئی نہیں۔ یہ مُمکن ہی نہیں کہ کوئی شخص آدھا خُدا کا اور آدھا ابلیس کا (فرزند) ہو۔ خُدا کے فرزند اپنی راست بازی کی زندگیوں سے پہچانے جاتے ہیں۔

۳ : ۱۰ ب ، ۱۱ - کلام کے اِس حِصّہ میں اُن لوگوں کے اِمتحان کا دُوسرا حِصّہ جاری ہے جو خُدا کے خاندان کے ہیں - یہ اِمتحان یا کسوٹی "محبّت" ہے - اِس بیان کا پیچھے تعلق ۲ : ۷ - ۱۱ کے ساتھ ہے - مسیحی نظام کے آغاز ہی سے یہ تعلیم دی جا رہی ہے کہ اپنے بھائی سے "محبّت" رکھنا اِلٰہی یا رُوحانی فرض ہے - یہاں "محبّت" کا لفظ دوست داری یا اِنسانی چاہت کے معنوں میں استعمال نہیں ہُوا ، بلکہ یہ اِلٰہی "محبّت" ہے یعنی دُوسروں سے وَیسی محبّت رکھنا جیسی مسیح ہمارے ساتھ رکھتا ہے - دراصل اِنسان اپنی ذاتی طاقت سے اَیسا کر نہیں سکتا ، بلکہ رُوح القُدس کی توفیق اور طاقت سے ایسا کر سکتا ہے -

۳ : ۱۲ - یُوحنّا تاریخ کے اُس پہلے واقعہ کی طرف رجُوع کرتا ہے جب ایک اِنسان نے اپنے بھائی سے محبّت نہیں رکھی تھی - "قائن" نے "اپنے بھائی (ہابل) کو قتل" کر کے ثابت کر دیا کہ میں "اُس شریر سے" یعنی ابلیس سے ہُوں - اِس کی بُنیادی وجہ اِن الفاظ میں بیان ہُوئی ہے کہ "اِس واسطے کہ اُس کے کام بُرے تھے اور اُس کے بھائی کے کام راستی کے تھے" -

۳ : ۱۳ - اِنسانی زِندگی میں بُنیادی اصُول یہ ہے کہ بدی راست بازی سے نفرت اور عداوت رکھتی ہے ، اور اِسی سے وضاحت ہوتی ہے کہ "دُنیا" ایمان دار سے کیوں "عداوت رکھتی ہے" - مسیحی کی راستی کی زِندگی بے ایمان کی ناراستی یا بدی کو بالکل واضح اور اُجاگر کر دیتی ہے - بے ایمان (ناراست) شخص اپنے یُوں ننگا ہونے کو سخت ناپسند کرتا ہے اور اپنی بُری رَوِش اور ناپسندیدہ چلن کو بدلنے کی بجائے اُس چیز یا شخص کو تباہ یا ہلاک کرنے پر تُل جاتا ہے جس نے اُس کی حقیقت کو ظاہر کیا - یہ ایسی ہی نامعقول بات ہے جیسے کوئی اُس مِسطر (رُولر) کو توڑ ڈالے جو ظاہر کرتا ہے کہ اُس کی کھینچی ہُوئی لکیر ٹیڑھی ہے -

۳ : ۱۴ - "ہم جانتے ہیں کہ مَوت سے نکل کر زِندگی میں داخل ہو گئے کیونکہ ہم بھائیوں سے محبّت رکھتے ہیں" - یہ بات نہایت قابلِ توجہ ہے کہ جب کوئی شخص نجات پاتا ہے تو ہم ایمانوں کے ساتھ اُس کا رویّہ یکسر بدل جاتا ہے - یہ بھی ایک طریقہ ہے جس سے اُسے نجات کا یقین حاصل ہوتا ہے - اگر کوئی شخص خُدا کے حقیقی فرزند سے محبّت نہیں رکھتا تو وُہ بے شک مسیحی ہونے کا دعویٰ کرتا رہے مگر خُدا کا کلام کہتا ہے کہ وُہ "مَوت کی حالت میں رہتا ہے" - وُہ رُوحانی طور پر مُردہ تھا اور ابھی تک مُردہ ہے -

۳ : ۱۵ - دُنیا کی نِگاہ میں نفرت ، کوئی بڑی بُرائی نہیں ، لیکن خُدا اِس کو 'قتل' کہتا ہے - اگر لمحہ بھر غور کریں تو معلوم ہو جائے گا کہ نفرت یا عداوت قتل یا خُون کرنے کی جڑ ہے - نیت موجُود ہوتی ہے - عمل کا ارتکاب اگرچہ نہیں ہوتا - چنانچہ "جو کوئی اپنے بھائی سے عداوت رکھتا ہے وُہ خُونی ہے" - جب

یوحنّا کہتا ہے کہ "کسی خونی میں ہمیشہ کی زِندگی موجود نہیں رہتی" تو اِس کا یہ مطلب نہیں کہ خونی یا قاتل نجات نہیں پا سکتا۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے دوسروں سے عداوت رکھنا اپنی خاصیّت بنالی ہے وہ اِمکانی طور پر قاتل ہے اور نجات یافتہ نہیں۔

۱۶:۳ - ہمارے خداوند یسوع نے "محبّت" کا اعلیٰ ترین نمونہ دیا۔ "اُس نے ہمارے واسطے اپنی جان دے دی"۔ یہاں مسیح کا مقابلہ قائنؔ کے ساتھ کیا گیا ہے۔ مسیح ہمیں اعلیٰ ترین محبّت دیتا ہے۔ محبّت کا اِس سے اعلیٰ اور برتر اظہار ہو نہیں سکتا۔ ایک مفہوم میں محبّت نادیدنی ہوتی ہے، لیکن ہم محبّت کا اظہار تو دیکھ سکتے ہیں۔ کلوریؔ کی صلیب میں ہمیں وہ محبّت نظر آتی ہے جو واقعی محبّت ہے۔ یوحنّا اِس سے ایک سبق اخذ کرتا ہے کہ "ہم پر بھی بھائیوں کے واسطے جان دینا فرض ہے"۔ اِس کا مطلب ہے کہ ہماری زِندگیاں ہم ایمانوں کی خاطر ایثار اور دے دینے کا ایک مسلسل نمونہ ہوں اور اگر ضرورت پڑے تو ہم اُن کی خاطر اپنی جان بھی دے دینے کو تیار ہوں۔ ہم میں سے اکثر و بیشتر کو دوسروں کی خاطر مرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ لیکن ہم میں سے ہر ایک برادرانہ محبّت دِکھا سکتا ہے کہ وہ اپنی مادّی چیزوں میں ہر اُس شخص کو شریک کرے جس کو ضرورت ہو۔ آیت ۱۷ میں اِسی بات پر زور دیا گیا ہے۔

۱۷:۳ - آیت ۱۶ میں وہ بات بیان ہوئی ہے جو ہم 'زیادہ سے زیادہ' یا انتہائی صورت میں اپنے بھائیوں کے لئے کر سکتے ہیں، جبکہ آیت ۱۷ میں "کم سے کم" کر سکنے والی بات کا ذِکر ہے۔ یوحنّا بڑی صفائی سے کہتا ہے کہ وہ شخص مسیحی نہیں ہے جو "اپنے بھائی کو محتاج" دیکھتا ہے اور اُسے وہ چیز دینے سے دریغ کرتا ہے جس کی اُسے ضرورت ہے۔ اِس سے ہر کسی کو بلاامتیاز دیتے چلے جانا درست ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ ایسا بھی ممکن ہے کہ ہم کسی شخص کو وہ چیز خریدنے کے لئے پیسہ دے دیں جو اُس کے لئے نقصان کا باعث ہو اور یوں ہم اُس کے نقصان کے ذمّہ دار ٹھہریں۔ کچھ بھی ہو، یہ آیت مسیحیوں کے لئے دولت جمع کرنے کے بارے میں بڑے سنجیدہ نِکات اُٹھاتی ہے۔

۱۸:۳ - ہمارے لئے ضروری ہے کہ "ہم کلام اور زبان ہی سے نہیں بلکہ کام اور سچّائی کے ذریعہ سے بھی محبّت کریں"۔ دوسرے لفظوں میں ہم صرف پیار بھری باتیں ہی نہ کریں اور نہ جھوٹا اظہارِ ہمدردی کریں، بلکہ محبّت اور ہمدردی کا سچّا اِظہار ہو اور مہربانی اور ہمدردی کے کام بھی کریں۔ یہ کام سچّے دِل سے ہوں۔ دوست وہ جو ضرورت میں کام آئے۔

۲۰،۱۹:۳ - اپنے بھائیوں کے لئے اِس سچّی اور فعّال "محبّت" کو بروئے کار لا کر "ہم جانیں گے کہ حق کے ہیں"۔ اور جب ہم دُعا میں اُس کے "حضور" آئیں گے تو اِسی سے ہماری "دِلجمعی" ہو گی۔

اگر "ہمارا دِل ہمیں اِلزام دے گا" (آیت ۱۹) تو ہمیں معلوم ہو گا کہ "خُدا ہمارے دِل سے بڑا ہے اور سب کُچھ جانتا ہے"۔ یہاں موضُوع وُہ رویّہ ہے جس کے ساتھ ہم دُعا میں خُدا کے حضُور میں آتے ہیں۔ اِس آیت کو سمجھنے کے دُو پہلُو ہیں۔

اوّل۔ "اگر ہمارا دِل ہمیں اِلزام دے گا ـــــ خُدا ہمارے دل سے بڑا ہے"۔ مطلب یہ ہے کہ وُہ تَرس کھانے میں ہمارے دِل سے بڑا ہے۔ ہمیں تو نِکمّا ہونے کا شدید احساس ہو گا، مگر خُدا جانتا ہے کہ بُنیادی طور پر ہم اُس سے محبّت رکھتے اور اُس کے لوگوں سے محبّت رکھتے ہیں۔ وُہ جانتا ہے کہ اپنی ساری کمزوریوں، گُناہوں اور ناکامیوں کے باوجُود ہم اُسی (خُدا) کے ہیں۔

دوم۔ "اگر ہمارا دِل ہمیں اِلزام دے گا ـــــ خُدا ہمارے دِل سے بڑا ہے"۔ یعنی وُہ پرکھنے اور جائزہ لینے میں ہمارے دِل سے بڑا ہے۔ ہم تو اپنے گُناہوں کو بُہت محدُود طور سے جانتے ہیں، مگر وُہ ہمارے اندر کی ساری قابِلِ اِلزام باتوں یا حالت کو جانتا ہے جبکہ ہم صرف جُزوی طور پر جانتے ہیں۔ ہم اِس دُوسرے نقطۂ نظر کی حمایت کرتے ہیں، اگرچہ باتیں دونوں ہی مُمکن ہیں۔

۳:۲۱۔ یہاں اُس شخص کے رویّہ کا بیان ہُوا ہے جس کا دِل (ضمیر) خُدا کے حضُور صاف ہوتا ہے۔ مُراد یہ نہیں کہ اُس شخص کی زِندگی بے گُناہی سے بَسر ہُوئی، بلکہ یہ کہ اُس نے بہُت جَلد اپنے گُناہوں کا اِقرار کیا اور اُن کو ترک کر دیا۔ اِس وجہ سے اُس کو "خُدا کے سامنے دلیری" اور دُعا میں اِعتماد حاصِل ہوتا ہے۔ چنانچہ یُوحنّا کہتا ہے کہ "جب ہمارا دِل ہمیں اِلزام نہیں دیتا تو ہمیں خُدا کے سامنے دلیری ہو جاتی ہے"۔

۳:۲۲۔ "اور جو کُچھ ہم مانگتے ہیں وُہ ہمیں اُس کی طرف سے مِلتا ہے کیونکہ ہم اُس کے حُکموں پر عمل کرتے ہیں اور جو کُچھ وُہ پسند کرتا ہے اُسے بجا لاتے ہیں"۔ "اُس کے حُکموں پر عمل" کرنا اُس میں قائم رہنا ہے۔ یہی اپنے مُنجی کے بالکل قریب اور اُس کے ساتھ گہری رفاقت میں زِندگی بَسر کرنا ہے۔ جب ہم اِس طرح اُس کی رفاقت میں ہوتے ہیں تو اُس کی مرضی کو اپنی مرضی بنا لیتے ہیں۔ رُوح القدس کے وسیلے سے وُہ ہمیں اپنی مرضی کے عرفان سے بھر دیتا ہے۔ اِس صُورت میں ہم خُدا کی مرضی کے خِلاف کُچھ نہیں مانگتے۔ اور جب ہم اُس کی مرضی کے مُطابق مانگتے ہیں تو "وُہ ہمیں اُس کی طرف سے مِلتا ہے"۔

۳:۲۳۔ خُدا کا "حُکم یہ ہے کہ ہم اُس کے بیٹے یسُوع مسیح کے نام پر ایمان لائیں اور جیسا اُس نے ہمیں حُکم دیا اُس کے مُوافق آپس میں محبّت رکھیں"۔ اِس میں نئے عہد نامہ کے سارے حُکموں کا

خلاصہ سمو دیا گیا ہے۔ اِس میں خدا کے لئے اور اپنے ساتھی مسیحیوں کے لئے ہمارے فرض کو بیان کیا گیا ہے۔ ہمارا پہلا فرض یہ ہے کہ خُداوند یسوع مسیح پر ایمان لائیں اور پھر چونکہ درست ایمان کا اظہار صحیح کردار سے ہوتا ہے اِس لئے ہمارا فرض ہے کہ "آپس میں محبت رکھیں"۔ یہ نجات بخش ایمان کا ثبوت ہے۔

غور کریں کہ اِن آیات میں یُوحنّا خُدا باپ اور خُداوند یسوع مسیح دونوں کے لئے شخصی اسمِ ضمیر "اُس" اِستعمال کرتا ہے اور وضاحت نہیں کرتا کہ مُراد خُدا ہے یا یسوع۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ بیٹا حقیقت میں ویسا ہی خُدا ہے جیسا کہ باپ۔ لہٰذا دونوں کے لئے ایک ہی لفظ اِستعمال کرنے میں کوئی حرج یا گستاخی نہیں۔

۳: ۲۴ ا۔ ہم نے اُوپر بیان کیا ہے کہ 'محبت' خُدا کے فرزندوں کی پہچان کی ایک کسوٹی ہے۔ اِس آیت کے پہلے جزو کے ساتھ کسوٹی کے بیان کا موضوع ختم ہو جاتا ہے کہ "جو اُس کے حکموں پر عمل کرتا ہے وہ اُس میں اور یہ اُس میں قائم رہتا ہے"۔ اُس کے حکموں پر عمل کرنا اُس میں قائم رہنا ہے۔ اور جتنے اُس میں قائم رہتے ہیں اُن کو اُس کی دائمی حضوری کا یقین بھی دِلایا جاتا ہے۔

۳: ۲۴ ب۔ "اور اِسی سے یعنی اُس رُوح سے جو اُس نے ہمیں دیا ہے ہم جانتے ہیں کہ وہ ہم میں قائم رہتا ہے"۔ یہاں دِلجمعی یا یقین کے موضوع کو شروع کیا گیا ہے اور آغاز میں بتایا گیا ہے کہ خُدا کے ہم میں قائم رہنے کا یقین "رُوح القدس" سے ہوتا ہے۔ سارے ایمان داروں کے پاس رُوح القدس ہے۔ وہی ہے جو تمام سچائی میں اُن کی راہنمائی کرتا اور غلطی یا قصور کے اِمتیاز کی توفیق دیتا ہے۔

۷۔ سچّائی اور جھُوٹ میں اِمتیاز کرنے کی ضرورت (۴: ۱-۶)

۴: ۱۔ رُوح القدس کا ذِکر کرتے ہی یُوحنّا کو یاد آتا ہے کہ اَور بھی بہت سی "رُوحیں" ہیں جو آج کی دُنیا میں جگہ جگہ موجود ہیں، اور لازم ہے کہ خُدا کے فرزندوں کو اُن سے خبردار کیا جائے۔ چنانچہ وہ ایمان داروں کو ہوشیار کرتا ہے کہ "ہر ایک رُوح کا یقین نہ کرو"۔ یہاں بنیادی طور پر لفظ "رُوح" کا اشارہ اُستادوں کی طرف ہے، مگر مُراد صرف اُستاد نہیں۔ کوئی شخص صرف اِس لئے خُدا کا فرزند نہیں کہ وہ بائبل مُقدّس، خُدا اور یسوع کی باتیں کرتا ہے۔ ہمیں ہدایت کی گئی ہے کہ "رُوحوں کو آزماؤ کہ وہ خُدا کی طرف سے ہیں یا نہیں کیونکہ بہت سے جھُوٹے نبی دُنیا میں نِکل کھڑے ہوئے ہیں"۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم نے مسیحیت کو قبول کیا ہے اور تعلیم کسی اَور ہی خوشخبری کی دیتے ہیں۔

۴:۲ - یُوحنّا وُہ اِمتحان بتاتا ہے جِس سے اُن لوگوں کو آزمانا چاہئے۔ کِسی اُستاد کا سب سے بڑا اِمتحان یہ ہے کہ "مسیح کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟" یا "آپ مسیح کو کیا سمجھتے ہیں؟" "جو کوئی رُوح اِقرار کرے کہ یسُوع مسیح مُجسّم ہو کر آیا ہے وُہ خُدا کی طرف سے ہے"۔ یہ ایک تاریخی واقعہ کا اِقرار ہی نہیں بلکہ یہ ایک زِندہ شخص کا اقرار ہے کہ "یسُوع مسیح مجسّم ہو کر آیا ہے"۔ یہ اِقرار ہے جو تسلیم کرتا ہے کہ "یسُوع مُجسّم "مسیح" ہے۔ اور اُس کا اِقرار کرنے کا مطلب ہے اُسے اپنی زِندگی کا خُداوند مان کر اُس کے سامنے جُھکنا۔ چنانچہ جب کبھی آپ کِسی آدمی کو سُنتے ہیں کہ وُہ خُداوند یسُوع کو خُدا کے حقیقی مسیح کے طور پر پیش کر رہا ہے تو آپ جان لیں گے کہ وُہ خُدا کے رُوح سے بول رہا ہے۔ خُدا کا رُوح اِنسانوں کو بُلاتا ہے کہ یسُوع مسیح کو اپنا خُداوند مانیں اور اپنی زِندگیاں اُس کے سپُرد کر دیں۔ رُوح القُدس ہمیشہ مسیح کو جلال دیتا ہے۔

۴:۳ - "اور جو کوئی رُوح یسُوع کا اقرار نہ کرے وُہ خُدا کی طرف سے نہیں"۔ مُراد یہ ہے کہ جو کوئی مسیح کے تجسّم کو نہیں مانتا وہ خُدا کی طرف سے نہیں۔ اِس طرح آپ جھُوٹے اُستادوں کو پہچان سکتے ہیں۔ وُہ اُس "یسُوع" کا "اقرار نہیں" کرتے جِس کا بیان گزشتہ آیت میں ہُوا ہے۔ "یہی مُخالفِ مسیح کی رُوح ہے"۔ اِسی کے بارے میں نبوّت کی گئی تھی۔ پہلے سے بتا دیا گیا تھا کہ "وُہ آنے والی ہے بلکہ اب بھی دُنیا میں موجود ہے"۔ آج بھی بہُت سے افراد موجُود ہیں جو یسُوع کے بارے میں ایسی باتیں کہنے کو تیار ہیں جو قابلِ قبول ہو سکتی ہیں مگر وُہ کسی طرح بھی اُس کو "خدائے مجسّم" ماننے کو تیار نہیں ہوتے۔ وہ کہہ دیں گے کہ مسیح خُدا کی طرف سے ہے، مگر یہ کبھی نہیں کہیں گے کہ وُہ 'خدا' ہے۔

۴:۴ - حلیم ایمان دار اُن جھوٹے اُستادوں پر "غالب" آنے کے لائق ہوتے ہیں، کیونکہ رُوح القُدس اُن کے اندر ہوتا ہے اور اِسی سے وُہ جھُوٹے کو پہچاننے کے قابل ہوتے ہیں۔

۴:۵ - یہ جھُوٹے اُستاد "دُنیا سے ہیں" اِس لئے وُہ جو کُچھ "کہتے ہیں" اُس کا سرچشمہ "دُنیا" ہی ہے۔ "دُنیا" ہی اُن ساری باتوں کا منبع ہے جن کی وُہ تعلیم دیتے ہیں اور اِسی لئے "دُنیا اُن کی سُنتی ہے"۔ اِس سے ہمیں یاد آتا ہے کہ دُنیا کی منظوری کسی تعلیم کے صحیح ہونے کی کسوٹی نہیں۔ اگر کوئی شخص مشہور اور ہر دِل عزیز ہونا چاہتا ہے تو اُس کو صِرف یہ کرنا ہوگا کہ جیسی باتیں دُنیا کرتی ہے ویسی ہی باتیں وُہ بھی کرے۔ لیکن اگر اُس کو خُدا کا وفادار رہنا ہے تو اُس کو دُنیا کی طرف سے نامنظُور ہونے کا سامنا کرنا ہوگا۔

۴:۶ - اِس آیت میں یُوحنّا رسُولوں کے نمائندہ کی حیثیت سے بول رہا ہے۔ وُہ کہتا ہے کہ "ہم

خُدا سے ہیں۔ جو خُدا کو جانتا ہے وُہ ہماری سُنتا ہے"۔ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ واقعی خُدا سے پیدا ہوئے ہیں وُہ رسُولوں کی تعلیم کو قبول کرتے ہیں جو نئے عہدنامہ میں موجُود ہے۔ اِس کے برعکس جو خُدا سے نہیں وُہ نئے عہدنامہ کی گواہی کو قبول نہیں کرتے۔ وُہ اُس میں اِضافے کرتے اور اُس میں آمیزش کرتے ہیں۔

۸- مسیحی رفاقت میں شامل افراد کی علامات (جاری ہے) (۴: ۷- ۵: ۲۰)

ا- محبّت

۴: ۷، ۸- یہاں یُوحنّا اپنے بھائی کے لئے محبّت کے موضُوع کو دوبارہ شرُوع کرتا ہے۔ وُہ زور دیتا ہے کہ "محبّت" رکھنا ایک فرض ہے۔ یہ "خُدا" کے کردار سے مُوافقت رکھتا ہے۔ جیسے پہلے بیان ہُوا یوحنّا اُس محبّت کا ذِکر نہیں کرتا جو سب اِنسانوں میں مشترکہ پائی جاتی ہے بلکہ یہ خُدا کے فرزندوں کے ساتھ وُہ محبّت ہے جو نئے سرے سے پیدا ہونے والوں میں ڈالی گئی ہے۔ "محبّت خُدا کی طرف سے ہے"۔ یعنی اِس کا سرچشمہ اور ماخذ خُدا ہے۔ "جو کوئی محبّت رکھتا ہے وُہ خُدا سے پیدا ہُوا ہے ... جو محبّت نہیں رکھتا وُہ خُدا کو نہیں جانتا کیونکہ خُدا محبّت ہے"۔ آیت یہ نہیں کہتی کہ خُدا محبّت رکھتا ہے، اگرچہ یہ مقُولہ بھی درُست ہے، مگر یُوحنّا زور دیتا ہے کہ "خُدا محبّت ہے"۔ محبّت اُس کی سیرت، اُس کی ذات ہے۔ صحیح مفہُوم میں محبّت صِرف وُہی ہے جِس کا سرچشمہ و منبع خُدا ہے۔

۴: ۹، ۱۰- اِن آیات میں خُدا کی محبّت کے ظہُور کا بیان تین ۳ زمانوں میں کیا گیا ہے۔ ماضی یعنی گزشتہ زمانوں میں ہم گنہگاروں پر اِس کا ظہُور "اُس کے اِکلوتے بیٹے" (۴: ۹- ۱۱) میں ہُوا۔ یہ اُس کی بخشِش ہے۔ زمانۂ حال میں اِس کا ظہُور ہم مقدّسوں میں اُس کے سکُونت کرنے سے ہوتا ہے (۴: ۱۲- ۱۶)۔ اور مُستقبل یعنی آنے والے زمانوں میں اِس کا ظہُور ہمیں عدالت کے دِن دلیری دِئے جانے سے ہوگا۔

سب سے پہلے ہم گنہگاروں کو خُدا کی محبّت نصیب ہُوئی۔ "خُدا نے اپنے اکلوتے بیٹے کو دُنیا میں بھیجا ہے تاکہ ہم اُس کے سبب سے زِندہ رہیں"۔ اور وُہ "ہمارے گناہوں کا کفّارہ[1]" ہو۔ ہم مُردہ تھے۔ ہمیں زِندگی کی ضرُورت تھی۔ ہم قصور وار تھے اور ہمیں "کفّارہ" کی ضرُورت تھی۔ "اپنے اکلوتے بیٹے"

---

[1] کفّارہ کا مطلب ہے قُربانی کے وسیلہ سے گناہ کی سزا کا حساب بے باق کرنا۔ اَصل زبان میں اِس لفظ کا تعلّق "کفّارہ گاہ یا رحم گاہ" کے لئے یُونانی لفظ سے ہے۔ یہ لفظ علمِ الٰہیات کی ایک عظیم حقیقت کو بیان کرتا ہے۔ "کفّارہ" کا بُنیادی مطلب 'ڈھانکنا' ہے۔ دیکھئے زبُور ۳۲: ۱ "مُبارک ہے وُہ جِس کی خطا بخشی گئی اور جِس کا گناہ ڈھانکا گیا"۔

یہ ترکیب ایک ایسے بے مثال اور یکتا رِشتے کا بیان کرتی ہے جس میں کوئی دُوسرا بیٹا شریک نہیں ہو سکتا۔ اِس سے خُدا کی محبّت اَور بھی زیادہ نمُایاں اور قابلِ ذِکر بن جاتی ہے کہ اُس نے "اپنے" "بے مثال بیٹے" کو دُنیا میں بھیجا تاکہ اُس کے وسیلے سے ہم زِندہ رہیں۔

ہم کو خُدا کی محبّت اِس لئے "نہیں" دِکھائی گئی کہ پہلے "ہم نے خُدا سے محبّت کی"۔ ہم نے خُدا سے محبّت نہیں کی، بلکہ فی الحقیقت ہم اُس کے دُشمن تھے اور اُس سے عداوت رکھتے تھے۔ دُوسرے لفظوں میں اُس نے ہم سے اِس لئے محبّت نہیں کی کہ پہلے ہم نے اُس سے محبّت کی تھی، بلکہ اُس نے ہماری سخت دُشمنی کے باوجُود ہمارے ساتھ محبّت رکھی۔ اُس نے یہ محبّت کیسے ظاہر کی؟ اپنے "بیٹے" کو بھیجنے سے کہ "ہمارے گناہوں کا کفارہ" ہو۔ "کفّارہ" سے ہمارے گُناہ کا مسئلہ حل ہو گیا۔

بعض آزاد خیال عُلما خُدا کی محبّت کو مسیح کے کفّارہ کے کام سے الگ مانتے ہیں۔ یُوحنّا یہاں اِن دونوں کو باہم اکٹھا رکھتا ہے کہ دونوں میں کوئی تضاد نہیں۔ ڈینی اِس نکتے پر یُوں تبصرہ کرتا ہے:

> اِس آیت میں زبردست متناقض[1] بات نظر آتی ہے کہ خُدا بیک وقت محبّت کرنے والا اور قہر کرنے والا ہے۔ اُس کی محبّت وُہ کفّارہ مہیّا کرتی ہے جس نے اُس کے قہر و غضب کو ہم پر سے ٹال دیا۔ رسُول کو محبّت اور کفّارہ میں کوئی تضاد نظر نہیں آتا، بلکہ اُسے یہ دِکھائی دیتا ہے کہ کفّارہ کا بیان کئے بغیر کِسی کو محبّت کا تصوّر سمجھایا نہیں جا سکتا۔

۴: ۱۱۔ اَب یُوحنّا ایسی محبّت کے سبق کا اطلاق ہم پر کرتا ہے کہ "جب خُدا نے ہم سے ایسی محبّت کی تو ہم پر بھی ایک دُوسرے سے محبّت رکھنا فرض ہے"۔ یہاں کِسی قِسم کے شُبہ کی گنجائش نہیں کہ خُدا نے اُن لوگوں سے محبّت کی جو اَب اُس کے لوگ ہیں۔ اِس لئے "ہم پر بھی ۔۔۔ فرض ہے" کہ اُن لوگوں کے ساتھ "محبّت" رکھیں جو خُدا کے مُبارک خاندان کے رُکن ہیں۔

۴: ۱۲، ۱۳۔ موجُودہ زمانہ میں خُدا کی محبّت اِس طرح ظاہر ہوتی ہے کہ وُہ ہمارے اندر سکونت کرتی ہے۔ رسُول کہتا ہے کہ "خُدا کو کبھی کسی نے نہیں دیکھا۔ اگر ہم ایک دُوسرے سے محبّت رکھتے ہیں تو خُدا ہم میں رہتا ہے اور اُس کی محبّت ہمارے دِل میں کامِل ہو گئی ہے"۔ یُوحنّا کی انجیل ۱: ۱۸ میں لکھا ہے کہ "خُدا کو کِسی نے کبھی نہیں دیکھا۔ اکلوتا بیٹا جو باپ کی گود میں ہے اُسی نے ظاہر کیا"۔ یُوحنّا کی انجیل میں ہم

---

[1] بظاہر غلط لیکن حقیقت میں دُرست۔

دیکھتے ہیں کہ نادیدنی خدا کو خداوند یسوع مسیح کے وسیلہ سے دُنیا پر ظاہر کیا گیا۔ اور یہاں یہ الفاظ ہیں کہ "خدا کو کبھی کسی نے نہیں دیکھا"۔ یہ یوحنا کی انجیل کی بازگشت ہیں۔ لیکن یہاں خدا دُنیا پر مسیح کے وسیلہ سے ظاہر نہیں ہوتا کیونکہ وہ آسمان پر واپس چلا گیا ہے اور اب خدا کے دہنے ہاتھ ہے۔ اِس کی بجائے خدا دُنیا پر ایمان داروں کے وسیلہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ اِنسان کو ضرورت ہے کہ خدا کو دیکھے۔ کیسی عظیم اور نادر بات ہے کہ اب 'ہم' اِنسان کی اِس ضرورت کا جواب ہیں! اور جب ہم ایک دُوسرے سے محبت رکھتے ہیں تو "خدا کی محبت ہمارے دِل میں کامل" ہو جاتی ہے۔ مطلب ہے کہ خدا کی محبت ہم میں اپنا مقصد پُورا کر لیتی ہے۔ خدا کا ارادہ کبھی نہیں ہوتا کہ ہم اُس کی برکتوں کا آخری اسٹیشن بن جائیں، بلکہ یہ کہ اِن برکتوں کو آگے پہنچانے کا وسیلہ بنیں۔ خدا کی محبت ہمیں اِس لئے نہیں دی گئی کہ اِس کا ذخیرہ کر کے بیٹھ جائیں بلکہ اِس لئے کہ یہ ہمارے وسیلہ سے دُوسروں پر اُنڈیلی جائے۔ جب ہم اِس طریقہ سے ایک دُوسرے سے محبت کرتے ہیں تو ثابت ہو جاتا ہے کہ "ہم اُس میں قائم رہتے ہیں اور وہ ہم میں" اور کہ ہم "اُس کے رُوح" کے حِصّہ دار ہیں۔ ہمیں اِس بات پر حیرت کے ساتھ غور کرنا چاہئے کہ وہ ہم میں سکونت کرتا ہے اور ہم اُس میں۔

۴:۱۴۔ اب یوحنا رسولوں کی گواہی بھی شامل کرتا ہے کہ "ہم نے دیکھ لیا ہے اور گواہی دیتے ہیں کہ باپ نے اپنے بیٹے کو دُنیا کا مُنجی کر کے بھیجا"۔ یہ خدا کی سرگرم عمل محبت کا عظیم بیان ہے ۔ "باپ نے اپنے بیٹے ... بھیجا"۔ اِن الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح کے کام کی وسعت بے انتہا ہے۔ ڈبلیو۔ ای۔ وائن نے لکھا ہے کہ "اُس (مسیح) کے مشن کی وُسعت ایسی ہی بے حد و حساب ہے جیسی کہ نسلِ انسانی۔ صِرف اِنسان کا توبہ نہ کرنا اور ایمان نہ لانا ہی اُس کے اثرِ واقعی کو محدود کر سکتے ہیں"۔

۴:۱۵۔ خود "خدا" کا ہمارے اندر سکونت کرنا ایک عظیم برکت ہے۔ یہ سعادت اُن سب کا اِستحقاق اور اعزاز ہے جو اقرار کرتے ہیں کہ "یسوع خدا کا بیٹا ہے"۔ یہاں بھی یہ اِقرار محض عقلی یا ذہنی منظوری یا قبولیت نہیں بلکہ اِس میں اِنسان کا اپنی پُوری ذات اور شخصیت کو خداوند یسوع مسیح کے لئے وقف کر دینا شامل ہے۔ اِس سے زیادہ گہرا اور قریبی رِشتہ ہو نہیں سکتا کہ ایک شخص "خدا میں" اور "خدا" اُس شخص "میں" سکونت کرتا ہو۔ ہمارے لئے ایسے رِشتے یا تعلق کا تصور کرنا بھی مُشکل ہے۔ لیکن ہم طبعی دُنیا میں اِس کو آگ پر رکھی ہوئی ایک سیخ سے، پانی میں رکھے ہوئے اسفنج یا ہوا میں لہراتے ہوئے غبارے سے تشبیہ دے سکتے ہیں۔ ہر صورت میں وہ چیز ایک

عُنصر میں اور وُہ عُنصر اُس چیز میں ہوتا ہے۔

۴:۱۶ ۔ "جو محبّت خُدا کو ہم سے ہے اُس کو ہم جان گئے اور ہمیں اُس کا یقین ہے۔ خُدا محبّت ہے اور جو محبّت میں قائم رہتا ہے وُہ خدا میں قائم رہتا ہے اور خُدا اُس میں قائم رہتا ہے"۔ "خدا محبّت ہے" اور محبّت کو ایک مفعول چاہیئے (جس سے محبّت کی جائے)۔ خدا کی محبّت کا خاص مفعول اُن لوگوں کی جماعت ہے جو اُس کے خاندان میں پیدا ہوئے ہیں۔ اگر میری خُدا سے رفاقت ہے تو لازم ہے کہ مَیں اُن سے محبّت رکھوں جن سے اُسے محبّت ہے۔

۴:۱۷ ۔ "اِسی سبب سے محبّت ہم میں کامِل ہو گئی ہے"۔ ہماری محبّت کامِل نہیں ہوئی بلکہ ہمارے ساتھ خُدا کی محبّت کامِل ہو گئی ہے۔ اب یُوحنّا ہمیں آنے والے اُس وقت میں لے جاتا ہے جب ہم خُداوند کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ کیا ہم "دلیری" اور اعتماد کے ساتھ کھڑے ہوں گے یا ڈرتے ہُوئے؟ جواب یہ ہے کہ ہم "دلیری" یا اِعتماد کے ساتھ کھڑے ہوں گے، کیونکہ کامل محبّت نے گُناہ کا مسئلہ ایک ہی دفعہ ہمیشہ کے لئے حل کر دیا ہے۔ اُس آنے والے دِن میں ہمارے اعتماد کی وجہ ان الفاظ میں بیان ہُوئی ہے: "کیونکہ جیسا وُہ ہے وَیسے ہی دُنیا میں ہم بھی ہیں"۔ خُداوند یسوعؔ اب آسمان پر ہے۔ وُہ اِس دُنیا میں آیا اور ایک ہی دفعہ گُناہوں کی سَزا برداشت کی۔ اِس سَزا کے حق دار ہم تھے۔ لیکن اُس نے مخلصی کے کام کو مکمل کر دیا۔ اب گُناہ کے مسئلے کو دوبارہ نہیں چھیڑنا پڑے گا۔ "جیسا وُہ ہے وَیسے ہی دُنیا میں ہم بھی ہیں"۔ یعنی کلوری کی صلیب پر ہمارے گُناہوں کی عدالت ہو گئی۔ اور چونکہ عدالت مسیح پر گُزر گئی اِس لئے ہم ہلاکت کی پُہنچ سے باہر ہو گئے۔

۴:۱۸ ۔ چونکہ ہم خُدا کی "محبّت" کو جان گئے ہیں اِس لئے ہمیں ہلاک ہونے کا "خوف" نہیں رہا۔ "محبّت میں خَوف نہیں ہوتا بلکہ کامِل محبّت خَوف کو دُور کر دیتی ہے"۔ یہ خُدا کی "کامِل محبّت" ہے جو "خَوف کو دُور کر دیتی ہے"۔ مجھے سب سے پہلے خُداوند کی محبّت کا یقین دِلایا گیا ہے کیونکہ خُدا نے اپنے بیٹے کو بھیجا تاکہ وُہ میری خاطر جان دے۔ دُوسرے مَیں جانتا ہُوں کہ وُہ مجھ سے محبّت رکھتا ہے کیونکہ وُہ اِس وقت میرے اندر سکونت کرتا ہے۔ تیسرے، مَیں پُورے اِعتماد کے ساتھ اور بغیر کِسی خَوف و خطر کے مُستقبل کا اِنتظار کر سکتا ہُوں۔ یہ بات بالکُل صحیح ہے کہ "خَوف سے عذاب ہوتا ہے" اور "کوئی خَوف کرنے والا محبّت میں کامل نہیں ہُوا"۔ جو لوگ خُدا سے خَوف کھاتے ہیں خدا کی محبّت اُن کی زِندگیوں میں کام نہیں کرتی۔ وُہ کبھی توبہ کر کے نہ اُس کے پاس آئے اور نہ گُناہوں کی مُعافی حاصِل کی۔

۴: ۱۹- "ہم اس لئے محبّت رکھتے ہیں کہ پہلے اُس نے ہم سے محبت رکھی"۔ ہمارے "محبت" رکھنے کی واحد وجہ یہ ہے کہ "پہلے اُس (خُدا) نے ہم سے محبت رکھی"۔ دسؔ احکام کا تقاضا تھا کہ انسان اپنے خُدا اور اپنے پڑوسی سے محبّت رکھے۔ لیکن شریعت یہ محبّت پیدا نہیں کر سکتی تھی۔ تو پھر خُدا وہ محبّت کیسے حاصِل کر سکتا تھا جو اُس کی راست بازی مانگتی ہے؟ اُس نے یہ مسئلہ یوُں حل کیا کہ اپنے بیٹے کو بھیجا تاکہ ہماری خاطر جان دے۔ ایسی عجیب محبّت جواب میں ہمارے دِلوں کو اُس کی طرف کھینچتی ہے۔ ہم کہتے ہیں "تُو نے میری خاطر خوُن بہایا اور موت گوارا کی۔ اَب سے مَیں تیری خاطر جیئوُں گا"۔

۴: ۲۰- یوُحنّاؔ زور دیتا ہے کہ یہ بات بالکل ناممکن ہے کہ اِنسان دعویٰ تو کرے کہ "مَیں خُدا سے محبّت رکھتا ہوُں" مگر "اپنے بھائی سے عداوت" رکھتا ہو۔ پہیے کی تاریں جَیسے مرکز کے قریب آتی ہیں تو ایک دُوسری کے بھی قریب ہو جاتی ہیں۔ اِسی طرح جب ہم خُداوند کے قریب آتے ہیں تو اپنے ہم ایمانوں کے ساتھ زیادہ محبّت کرنے لگتے ہیں۔ دراصل ہم خُداوند سے اُتنی ہی محبّت کرتے ہیں جِتنی اُس کے چھوٹے سے چھوٹے پَیرو کار سے کرتے ہیں۔ یوُحنّاؔ کہتا ہے کہ جِن بھائیوں کو ہم نے "دیکھا ہے" اگر ہم اُن سے محبّت نہیں رکھتے تو خُدا سے جِسے ہم نے "نہیں دیکھا" محبّت رکھنا مُمکن نہیں۔

۴: ۲۱- یوُحنّاؔ اِس حِصّہ کو بند کرتے ہُوئے اُسی "حکم" کو دُہراتا ہے کہ "جو کوئی خُدا سے محبّت رکھتا ہے وُہ اپنے بھائی سے بھی محبت رکھے"۔ یہ حُکم "ہم کو اُس (خُداوند) کی طرف سے مِلا ہے"۔

ب۔ صحیح تعلیم (۵: ۱ل)

اب یوُحنّاؔ زندگی کے اِمتحانوں کی بات ختم کرتا اور تعلیم کے اِمتحان کی بات دوبارہ شروع کرتا ہے۔ ہم اِس کو ایمان کا اِمتحان بھی کہہ سکتے ہیں۔ پہلی تین آیات میں ایمان کے نتائج بیان ہُوئے ہیں جو یہ ہیں: اوّل رُوحانی پیدائش، دوم خُدا سے محبّت، سوم ہم ایمانوں سے محبّت اور چہارم خُدا کے حکموں کی تعمیل۔ سب سے پہلے رُوحانی پَیدائش کی بات ہوتی ہے "جِس کا یہ ایمان ہے کہ یسوعؔ ہی مسیح ہے وُہ خُدا سے پَیدا ہُوا ہے"۔ یہاں ایمان کا مطلب صِرف ذہنی یا عقلی طور پر کسی حقیقت کو مان لینا نہیں، بلکہ یسوعؔ کو مسیح مان کر اپنی زِندگی اُس کے حوالے کرنا ہے۔

ج۔ محبّت اور اِس سے پَیدا ہونے والی فرمانبرداری (۵: ۱ب-۳)

۵: ۱ب- اگر ہم واقعی "خُدا سے پَیدا" ہُوئے ہیں تو ہم "اُس سے" محبت رکھیں گے۔ صِرف یہی

نہیں بلکہ ہم "اُس کی اولاد" سے بھی محبّت رکھیں گے۔ یہاں یہ بات جان لینا مفید ہے کہ ہمیں سارے ایمان داروں سے محبّت رکھنا ہے نہ کہ فقط اُسی جماعت سے جس سے ہم رفاقت رکھتے ہیں۔

۵: ۲، ۳ - ایمان کا چوتھا نتیجہ خُدا کے "حُکموں پر عمل" کرنا ہے۔ "جب ہم خُدا سے محبّت رکھتے اور اُس کے حُکموں پر عمل کرتے ہیں تو اِس سے معلُوم ہو جاتا ہے کہ ہم خُدا کے فرزندوں سے بھی محبّت رکھتے ہیں"۔ جو حقیقت میں نجات یافتہ ہیں اُن کی خواہش ہوتی ہے کہ ہم خُدا کی مرضی بجا لائیں۔ "خُدا" کے لئے ہماری "محبّت" کا اِظہار اس بات سے ہوتا ہے کہ ہم اُس کے حُکموں کی تعمیل کرنے پر آمادہ ہوں۔ خُداوند یسوع نے کہا کہ "اگر تم مجھ سے محبّت رکھتے ہو تو میرے حُکموں پر عمل کرو گے" (یوحنا ۱۴: ۱۵)۔

"اُس کے حُکم سخت نہیں"۔ یوحنا کا یہ مطلب نہیں کہ خُدا کے حُکم مشکل نہیں، بلکہ یہ وہی باتیں (کام) ہیں جو نئے سرے سے پَیدا ہوئے لوگ کرنا دِل سے پسند کرتے ہیں۔ جب آپ کسی ماں سے کہتے ہیں کہ اپنے بچّے کا خُوب خیال رکھو تو آپ اُسے وُہی کچھ کہتے ہیں جو وُہ دِل سے کرنا چاہتی ہے۔ خُداوند کے "حُکم" ہمارے نزدیک بہت اچھّے ہیں اور ہماری نئی فطرت اِن سے اِنتہائی خُوش ہوتی ہے۔

د- ایمان جو دُنیا پر غالب آتا ہے (۵: ۴-۵)

۵: ۴ - اِس کے بعد ہم "دُنیا" پر فتحیابی کا راز سیکھتے ہیں۔ دُنیا کا نظام آزمائشوں کا بہت ہی بڑا منصُوبہ ہے۔ دُنیا ہر وقت کوشش کرتی رہتی ہے کہ ہمیں خُدا سے دُور گھسیٹ لے جائے۔ ابدی چیزوں سے بیگانہ کر دے اور ہمیں عارضی، فانی اور شہوانی باتوں کے دھیان میں لگائے رکھے۔ اِس دُنیا کے لوگ عارضی اور فانی چیزوں کا شِکار ہو کر رہ گئے ہیں۔

صِرف وہی شخص "دُنیا پر غالب آتا ہے" جو حقیقت میں "خُدا سے پَیدا ہُوا ہے"۔ اِس لئے کہ ایمان کے وسیلہ سے اِس دُنیا کی چیزوں سے بُلند ہو جاتا ہے اور اُن کو اُن کے اصلی اور ابدی تناظر میں دیکھ سکتا ہے۔ چنانچہ جو شخص "دُنیا پر" واقعی "غالب آتا ہے" وُہ کوئی سائنسدان یا فلاسفر یا ماہرِ نفسیات نہیں ہوتا، بلکہ وُہ سیدھا سادہ ایمان دار ہوتا ہے جس کو شعُور ہوتا ہے کہ یہ چیزیں جو نظر آ رہی ہیں فانی ہیں اور جو چیزیں نظر نہیں آتیں وُہ ابدی ہیں۔ مسیح کے چہرے سے خُدا کا جو جلال نظر آتا ہے اُس کی ایک جھلک دُنیا کے جلال اور شان و شوکت کو ماند کر دیتی ہے۔

۵: ۵ - جیسا کہ ہم نے دیکھا اِس حِصّے کا موضُوع "ایمان بطور ابدی زندگی کی کسوٹی" ہے۔ یوحنا نے ابھی ابھی بیان کیا ہے کہ "دُنیا کو مغلُوب کرنے والا" صِرف وہی شخص ہے "جس کا یہ ایمان ہے کہ

یسوع خدا کا بیٹا ہے"۔ اب یوحنا خداوند یسوع مسیح کے کام کے بارے میں سچائی کی وضاحت کرتا ہے۔

۵۔ صحیح تعلیم (۵: ۶-۱۲)

۵: ۶، ۷۔ وہ کہتا ہے کہ "یہی ہے وہ جو پانی اور خون کے وسیلہ سے آیا تھا"۔ اِن الفاظ کے مفہوم پر بہت بحث ہوتی رہی ہے۔ بعض عُلما کا خیال ہے کہ یہ وہ "پانی اور خون" ہے جو نجات دہندہ کے پہلو سے بہا تھا (یوحنا ۱۹: ۳۴)۔ دوسرے عُلما کہتے ہیں کہ "پانی" خدا کے رُوح کی طرف اشارہ ہے اور "خون" وہ خون ہے جو کلوری پر بہایا گیا تھا۔ کئی دوسرے عُلما کا خیال ہے کہ اِس سے مراد طبعی پیدائش ہے جس میں "پانی اور خون" موجود ہوتے ہیں۔ ہم ایک چوتھی تاویل پیش کرنا چاہتے ہیں جس میں غناسطیت کی بدعت پر خاص توجہ دی گئی ہے۔ اور اِس خط میں رسول اِسی بدعت کے خلاف بات بھی کر رہا ہے۔

جیسا ہم نے پہلے بیان کیا غناسطی کہتے تھے کہ یسوع کے بپتسمہ کے وقت مسیح اُس پر "آیا" یا نازل ہوا اور گتسمنی باغ میں دُکھ اُٹھانے سے پہلے اُس سے جُدا ہو گیا۔ دُوسرے لفظوں میں وہ کہتے تھے کہ "مسیح صلیب پر نہیں مُوا، بلکہ یسوع جو بشر ہے وہ مَرا تھا"۔ بے شک یہ بات دُوسروں کے گناہوں کے لئے اُس کے کام کو بے اثر اور اُس کی اہمیت کو ختم کر دیتی ہے۔ ہم یہ خیال پیش کرتے ہیں کہ یوحنا "پانی" کو یسوع کے بپتسمہ کی علامت کے طور پر اِستعمال کرتا ہے اور "خون" اُس کے فدیہ کی موت کی علامت ہے۔ یہ خُداوند کی علانیہ خدمت کی ابتدا اور اِنتہا ہیں۔ یوحنا کہہ رہا ہے کہ اپنی موت کے وقت بھی یسوع اُتنا ہی مسیح تھا جتنا دریائے یردن پر بپتسمہ لیتے وقت تھا۔ "یہی ہے وہ جو پانی اور خون کے وسیلہ سے آیا تھا ——— وہ نہ فقط پانی کے وسیلہ سے، (غناسطی اِس بات کو تو مانتے تھے) بلکہ پانی اور خون دونوں کے وسیلہ سے آیا تھا"۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ اِنسانی دِل ہر وقت اِسی کوشش میں رہتا ہے کہ فدیہ کے عقیدے سے جان چھڑائے۔ اِنسان یہ ماننا تو پسند کرتے ہیں کہ خُداوند یسوع کامل اِنسان ہے۔ اعلیٰ ترین مثالی نمونہ ہے۔ اور اُس نے ہمیں عمدہ ترین ضابطۂ اخلاق دیا ہے۔ لیکن یہاں یوحنا زور دے رہا ہے کہ خداوند یسوع صرف کامل اِنسان ہی نہیں بلکہ کامل خُدا بھی ہے۔ اور جس ہستی نے دریائے یردن میں بپتسمہ لیا اُسی نے گنہگاروں کے لئے اپنی جان قربان کی۔ اِنسان مسیح سے کہتا ہے "صلیب پر سے اُتر آ تو ہم تجھ پر ایمان لے آئیں گے"۔ اگر اِنسان اپنی سوچ میں سے صلیب کو نکال باہر کر سکے تو راضی اور خوش ہوگا۔ لیکن یوحنا کہتا ہے

"نہیں - آپ کو خداوند یسوع مسیح ملے گا تو کلوری پر اپنے فدیہ کے کامل کام کے ساتھ ملے گا - اِس کے بغیر نہیں"۔

"اور جو گواہی دیتا ہے وہ رُوح ہے کیونکہ رُوح سچائی ہے" - اِس کا مطلب ہے کہ خدا کا پاک رُوح" خداوند یسوع کے بارے میں گواہی کی تصدیق کرتا ہے اور یوحنا اِس گواہی کی وضاحت کر رہا ہے - وہ گواہی دیتا ہے کہ مسیح صرف پانی کے وسیلہ سے نہیں آیا بلکہ "پانی کے وسیلہ" سے اور "خون" کے وسیلہ سے -

۵:۸ - گزشتہ آیات میں یوحنا نے مسیح کی ذات اور کام کا بیان کیا ہے - اب وہ بیان کرتا ہے کہ اُس پر ہمارا ایمان قابلِ بھروسا ہے - وہ کہتا ہے کہ "گواہی دینے والے تین[۳] ہیں - رُوح اور پانی اور خون اور یہ تینوں ایک ہی بات پر متفق ہیں" - (لغوی ترجمہ - یہ تینوں ایسے متفق ہیں جیسے ایک) - اگرچہ ایمان کی بُنیاد کے لئے خدا کا کلام کافی ہونا چاہئے، مگر وہ بندہ نوازی کرتے ہوئے اِس سچائی کی تہری گواہی دیتا ہے - اوّل، خدا کا "رُوح" اِس سچائی کی گواہی دیتا ہے کہ یسوع مسیح خدا ہے، وہ دُنیا کا واحد منجی ہے - رُوح کی گواہی خدا کے تحریری کلام میں ملتی ہے -

دوم - "پانی" بھی گواہی دیتا ہے - ہمارا یقین ہے کہ یہاں اِشارہ اُس واقعہ کی طرف ہے جو خداوند یسوع کے بپتسمہ کے وقت رُونما ہوا تھا - اُس موقع پر خدا نے آسمان کھول دیا اور اعلان کیا "یہ میرا پیارا بیٹا ہے جس سے مَیں خوش ہوں" - اِس طرح مسیح کی ذات کے بارے میں خدا رُوح کی گواہی کے ساتھ خدا باپ نے اپنی گواہی کو بھی مِلایا -

سوم - "خون" بھی گواہی دیتا ہے - صلیب پر خداوند یسوع نے اپنے بارے میں گواہی دی کہ مَیں خدا کا بیٹا ہوں - کسی نے اُس سے اُس کی جان نہیں لی، اُس نے خود ہی دی - اگر وہ صرف بشر ہوتا تو ہرگز ایسا نہ کرسکتا - خداوند یسوع مسیح کا "خون" گواہی دیتا ہے کہ گناہ کا مسئلہ ایک ہی دفعہ ہمیشہ کے لئے حل ہو گیا ہے اور خدا کے سارے تقاضوں کی تسکین ہو گئی ہے - اور یہ "تینوں" گواہ "ایک ہی بات پر (ایک ہی شخص کی طرح) متفق ہیں" - یعنی وہ مسیح کی ذات اور اُس کے کام کی کاملیت کے بارے میں گواہی پر اتفاق کرتے ہیں -

۵:۹ - اب یوحنا بہت ہی مؤثر دلیل پیش کرتا ہے کہ "جب ہم آدمیوں کی گواہی قبول کر لیتے ہیں تو خدا کی گواہی تو اُس سے بڑھ کر ہے" - روزمرّہ زندگی میں ہم ہر وقت اپنے ساتھی اِنسانوں کی گواہی قبول کر لیتے ہیں - اگر نہ کریں تو کاروبارِ زندگی رُک جائے گا اور سماجی زندگی ناممکن ہو کر رہ جائیگی -

ہم اُن آدمیوں کی گواہی بھی مان لیتے ہیں جو ہو سکتا ہے غلطی پر ہوں، یا ہو سکتا ہے دھوکے باز ہوں۔ اگر ہم روزمرّہ زِندگی میں ایسا کرتے ہیں تو کِس قدر زیادہ چاہئے کہ خُدا کی بات کا یقین کریں جو نہ تو غلطی کھا سکتا ہے نہ جھُوٹ بول سکتا ہے۔ خُدا کا یقین نہ کرنا نہایت ہی غیر معقول بات ہے۔ اُس کی گواہی قطعی طور پر قابلِ یقین ہے۔

۵: ۱۰- جب کوئی اِنسان خُدا کے ”بیٹے“ کے بارے میں خُدا کی گواہی قبول کر لیتا ہے تو خُدا اِس گواہی پر مُہرِ تصدیق لگا دیتا ہے کہ اُس (انسان) کے دِل میں رُوح کی ”گواہی“ آجاتی ہے۔ اِسی کو یُوحنّا کہتا ہے کہ ”وُہ اپنے آپ میں گواہی رکھتا ہے“۔ اِس کے برعکس اگر کوئی شخص خُدا کا یقین نہیں کرتا تو ”اُس نے اُسے (خُدا کو) جھُوٹا ٹھہرایا۔ کیونکہ وُہ اُس گواہی پر جو خُدا نے اپنے بیٹے کے حق میں دی ہے ایمان نہیں لایا“۔ لوگ سوچتے ہیں کہ ہم بیٹے کے بارے میں خُدا کی گواہی کو قبول کر سکتے ہیں یا ردّ کر سکتے ہیں۔ لیکن یُوحنّا اُن پر واضح کرنا چاہتا ہے کہ اِس گواہی کو ردّ کرنا خُدا پر بددیانتی کا اِلزام لگانا ہے۔

۵: ۱۱- اب یُوحنّا مسیحی پیغام کا لبِ لباب پیش کرتا ہے کہ ”اور وُہ گواہی یہ ہے کہ خُدا نے ہمیں ہمیشہ کی زِندگی بخشی اور یہ زِندگی اُس کے بیٹے میں ہے“۔ یہ کیسی زبردست سچائیاں اور حقائق ہیں، یعنی خُدا نے اِنسانوں کو ”ہمیشہ کی زندگی“ بخشی ہے اور کہ اِس زِندگی کا سرچشمہ ”اُس کے بیٹے میں“ ہے۔

۵: ۱۲- اِس بات سے لازماً یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ ”جس کے پاس بیٹا ہے اُس کے پاس زِندگی ہے اور جس کے پاس خُدا کا بیٹا نہیں اُس کے پاس زِندگی بھی نہیں“۔ اِس تعلیم کو غلط سمجھا ہی نہیں جا سکتا۔ ہمیشہ کی زندگی نہ تعلیم میں ہے نہ فلسفہ میں، نہ سائنس میں ہے نہ نیک اعمال میں، نہ مذہب میں ہے نہ کلیسیا میں۔ ”زِندگی“ پانے کے لئے ہر شخص کے پاس ”خُدا کا بیٹا“ ہونا لازمی ہے۔ اِس کے برعکس ”جس کے پاس خُدا کا بیٹا نہیں، اُس کے پاس زِندگی بھی نہیں“۔ یہاں زِندگی سے مُراد ہے: حقیقی زندگی“۔ ابدی ”زِندگی“ اور یسوع مسیح لازم ملزُوم ہیں۔ اِن کو الگ الگ نہیں کیا جا سکتا۔

و- کلام کے وسیلہ سے یقین (۵: ۱۳)

۵: ۱۳- اب ہم اِس خط کے اِختتامی حِصّے تک پہنچ گئے ہیں۔ سب سے پہلے تو یُوحنّا بڑے صاف اور واضح لفظوں میں بیان کرتا ہے کہ مَیں نے گُزشتہ حِصّے کیوں لکھے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ ”جو خُدا کے بیٹے کے نام پر ایمان لائے“ ہیں اُن کو ”معلوم ہو“ جائے کہ ہم ”ہمیشہ کی زِندگی رکھتے“ ہیں۔ اگر آپ بیں

خُدا کے فرزندوں جیسی علامتیں ہیں تو پھر آپ کو "معلُوم" ہونا چاہیے کہ آپ خُدا کے گھرانے میں پیدا ہو چُکے ہیں۔ یہ آیت ایک اور انمول سچائی کی بھی تعلیم دیتی ہے کہ نجات کی تسلی خُدا کے کلام سے حاصل ہوتی ہے۔ یُوحنّا نے یہ باتیں اِس لئے لِکھیں کہ لوگوں کو "معلوم ہو" جائے کہ وُہ "ہمیشہ کی زِندگی" رکھتے ہیں۔ دُوسرے لفظوں میں یہ پاک صحائف اِس لئے لِکھے گئے تاکہ جو خُداوند یسوع پر ایمان رکھتے ہیں اُن کو "یقین" ہو جائے کہ ہم نجات یافتہ ہیں۔ اب اُمّید کرنے، اندازے لگانے، محسُوس کرنے یا اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اب اگر کوئی کہتا ہے کہ مَیں نجات پا گیا ہُوں تو یہ بات کوئی گمان یا قیاسی بات نہیں ہوگی۔ یُوحنّا نہایت واضح الفاظ میں کہتا ہے کہ "جو" خُداوند یسوع پر سچّا "ایمان لائے" ہیں اُن کو "معلُوم ہو کہ ہمیشہ کی زِندگی رکھتے" ہیں۔

ز۔ دُعا پر اِعتماد (۵: ۱۴-۱۷)

۵: ۱۴، ۱۵- جب ہم جان لیتے ہیں کہ ہمارے پاس ہمیشہ کی زِندگی ہے تو یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ ہم "دلیری" یعنی اِعتماد کے ساتھ خُداوند کے پاس جا سکتے ہیں۔ یُوحنّا اِس "دلیری" یا اِعتماد کا بیان آیات ۱۴ اور ۱۵ میں کرتا ہے۔ "ہم جانتے ہیں کہ اگر اُس (خُدا) کی مرضی کے مُوافق کُچھ مانگتے ہیں تو وُہ (خُدا) ہماری سُنتا ہے" یعنی وُہ ہماری دُعاؤں کو سُنتا اور اُن کا جواب دیتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ہمیں اُس بات کے لئے دُعا مانگنے سے ڈرنا چاہیے جو اُس کی مرضی کے مُوافق "نہ" ہو۔ شاید کوئی پُوچھے کہ "مَیں خُدا کی مرضی کیسے معلُوم کر سکتا ہُوں؟" عمُومی لحاظ سے جواب یہ ہے کہ خُدا کی مرضی پاک نوشتوں میں ظاہر کر دی گئی ہے۔ اِس لئے ہمیں چاہیئے کہ کلام کا مُطالعہ کریں تاکہ بہتر طور پر جان سکیں کہ خُدا کی مرضی کیا ہے اور ہم کِس طرح زیادہ سمجھ کے ساتھ دُعا مانگ سکتے ہیں۔

۵: ۱۶- یُوحنّا ایک مثال دیتا ہے جِس میں ایمان دار دُعا پر اِعتماد رکھ سکتا ہے، مگر ساتھ ہی ایک مثال دیتا ہے جب اِعتماد رکھنا ممکن نہیں ہوتا۔ "اگر کوئی اپنے بھائی کو ایسا گُناہ کرتے دیکھے جِس کا نتیجہ مَوت نہ ہو تو دُعا کرے۔ خُدا اُس کے وسیلہ سے زِندگی بخشے گا۔ اُن ہی کو جنہوں نے ایسا گُناہ نہیں کیا جِس کا نتیجہ موت ہو۔" صاف معلُوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی ایسا مُعاملہ ہے جِس میں کوئی مسیحی اپنے ہم ایمان کو کِسی گُناہ آلُودہ کام میں مشغول دیکھتا ہے۔ یہ ایسا گُناہ نہیں جِس سے گُناہ کرنے والے شخص پر مَوت وارد ہو۔ اِس صُورت میں وُہ ایمان دار اُس غلطی کرنے والے شخص کی بحالی کی دُعا مانگ سکتا ہے۔ اور خُدا اِس اِلتجا کے جواب میں اُن کو "زِندگی" بخشے گا جو ایسا گُناہ نہیں

کرتے جس کا نتیجہ موت ہو۔

اِس کے برعکس "گناہ ایسا بھی ہے جس کا نتیجہ موت ہے"۔ اور رسُول اِس سلسلے میں کہتا ہے کہ "اُس کی بابت دُعا کرنے کو مَیں نہیں کہتا"۔

وُہ گناہ جس کا نتیجہ موت ہے

حتمی طور سے کہنا ممکن نہیں کہ کونسا "گناہ" ہے "جس کا نتیجہ موت" ہے۔ چنانچہ بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اِس تعلق سے پیش کی جانے والی مختلف تشریحات کو پیش کیا جائے اور آخر میں بتایا جائے کہ ہم کس تشریح کو زیادہ صحیح سمجھتے ہیں۔

۱- بعض عُلما کا خیال ہے "وُہ گناہ ... جس کا نتیجہ موت ہے" ایسا گُناہ ہوتا ہے جو کسی ایمان دار کی زندگی میں قائم رہتا ہے اور وُہ اِس کا اقرار نہیں کرتا۔ ۱-کرنتھیوں ۱۱: ۳۰ میں ہم پڑھتے ہیں کہ بعض اِس لئے مر گئے کہ وُہ اپنا جائزہ لئے بغیر خُداوند کی عشا کھاتے تھے۔

۲- کچھ عُلما کہتے ہیں کہ یہاں مُراد قتل کا گُناہ ہے۔ اگر کوئی مسیحی کسی وقت غُصّہ سے مغلوب ہو کر کسی دُوسرے شخص کو قتل کر دے تو پھر ہم کو یہ آزادی محسُوس نہیں کرنی چاہئے کہ موت کی سزا سے چھٹکارے کے لئے دُعا مانگیں کیونکہ خُدا نے بتا دیا ہے کہ اُس کی مرضی ہے کہ "جو آدمی کا خُون کرے اُس کا خُون آدمی سے ہوگا" (پیدائش ۹: ۶)۔

۳- اکثر عُلما کے خیال کے مُطابق جس گُناہ کی طرف یہاں اِشارہ کیا گیا ہے وُہ رُوح القُدس کے خلاف کُفر بکنے کا گناہ ہے۔ خُداوند یسوع نے کہا ہے کہ مَیں رُوح القُدس کی قُدرت سے مُعجزے کرتا ہُوں۔ مگر جو لوگ اِن مُعجزوں کو بدرُوحوں کے سردار بعل زبول (بعل زبوب) سے منسُوب کرتے ہیں وُہ ناقابلِ مُعافی گناہ کے مُرتکب ہوتے ہیں۔ اِس کی مُعافی نہ اِس دُنیا میں ہے نہ آنے والی دُنیا میں۔

۴- دُوسرے عُلما کہتے ہیں کہ یہ کوئی خاص قسم کا گُناہ ہے جیسا مُوسیٰ یا ہارون، حننیاہ اور سفیرہ سے ہُوا تھا، جس کی سزا خُدا فوری قہر و غضب سے دیتا ہے۔

۵- ایک آخری تشریح یہ ہے کہ یہاں برگشتگی کا گُناہ پیشِ نظر ہے۔ اور ہمارا یقین ہے کہ یہی تشریح سیاق و سباق کے ساتھ گہری مُطابقت رکھتی ہے۔ برگشتہ شخص وُہ ہوتا ہے جس نے مسیحی ایمان کی عظیم سچائیوں کو سُنا، ذہنی طور پر قائل ہُوا کہ یسوع ہی مسیح ہے، مسیحی ہونے کا دعویٰ

بھی کیا، مگر حقیقت میں اُسے نجات کا تجربہ کبھی نہیں ہؤا۔ مسیحیت کی اچھی باتوں کا مزہ چکھ لینے کے بعد وُہ اُن سے بالکل مُنحرف ہو گیا اور خداوند یسوع مسیح کو بالکل رد کر دیا۔ عبرانیوں کے نام خط کے چھٹے باب میں بیان ہؤا ہے کہ یہ گُناہ ہے جس کا نتیجہ مَوت ہے۔ جو افراد اِس گُناہ کے مرتکب ہوتے ہیں اُن کے پاس بچنے کا کوئی راستہ نہیں رہتا۔ اِس لئے کہ "وُہ خدا کے بیٹے کو اپنی طرف سے دوبارہ مصلُوب کر کے علانیہ ذلیل کرتے ہیں" (عبرانیوں ۶:۶)۔ اِس پُورے خط میں یُوحنّا غناسطیوں کو پیشِ نظر رکھ کر بات کرتا آیا ہے۔ ایک وقت تھا کہ یہ جھُوٹے اُستاد مسیحی رفاقت میں شامل تھے۔ وہ ایمان دار ہونے کا دعویٰ کرتے تھے۔ وُہ ایمان کے حقائق سے واقف تھے۔ لیکن پھر اُنہوں نے خداوند یسوع سے مُنہ موڑ لیا اور وُہ تعلیم اپنا لی جو اُس کی اُلوہیت اور اُس کے فِدیہ کے کام کا قطعی اِنکار کرتی ہے۔ کسی مسیحی کو ایسے لوگوں کے لئے دُعا کرنے کی آزادی نہیں ہو سکتی کیونکہ خُدا نے اپنے کلام میں پہلے ہی بتا دیا ہے کہ وُہ ایسے گناہ کے مُرتکب ہیں جس کا نتیجہ مَوت ہے۔

۵:۱۷- "ہے تو ہر طرح کی ناراستی گُناہ، مگر ایسا گُناہ بھی ہے جس کا نتیجہ مَوت نہیں"۔ "گُناہ" کے درجات میں واضح اِمتیازات ہیں۔ بعض ایسے گناہ بھی ہیں جو ایسی نوعیت کے "نہیں" جن کا نتیجہ "مَوت" ہو۔

ح- رُوحانی حقائق کا عِلم (۵:۱۸-۲۰)

۵:۱۸- اِس آیت سے شرُوع کر کے یُوحنّا رسُول مسیحی ایمان کی سچائیوں یا حقائق کے بیان کا اِعادہ کرتا اور خط کو نہایت شاندار انداز میں اختتام تک پُہنچاتا ہے۔ "ہم جانتے ہیں کہ جو کوئی خُدا سے پَیدا ہؤا ہے وُہ گُناہ نہیں کرتا۔" ہمیں اِس بات کا یقین ہے کہ جس کو الٰہی یا رُوحانی فِطرت حاصِل ہو جاتی ہے وُہ گُناہ کرتا نہیں رہتا۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ "اُس کی حفاظت وُہ کرتا ہے جو خُدا سے پَیدا ہؤا اور وُہ شریر اُسے چھُونے نہیں پاتا۔" ۳:۹ کی طرح یہاں بھی بات سچّے ایمان دار کی ہو رہی ہے، جو ثابت قدم رہتا یا اپنی رُوحانی فِطرت کو قائم رکھتا ہے۔ ریفرنس بائبل کے حاشیہ میں اِس بات کی وضاحت یوں درج ہے کہ "بلکہ جو خُدا سے پَیدا ہؤا وُہ اپنی حفاظت کرتا ہے"، یعنی صِرف ایسا شخص ہی اُس "شریر" یعنی ابلیس کے ضرر سے محفُوظ رہتا ہے۔

۵:۱۹- بہُت سے لوگ اعلیٰ و برتر عِلم یا عرفان رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں (یعنی غناسطی)۔ مسیحی نقطۂ نظر سے اُن کے لئے جواب یہ ہے کہ "ہم جانتے ہیں کہ ہم خُدا سے ہیں اور ساری دُنیا اُس شریر

کے قبضہ میں پڑی ہوئی ہے"۔ یوحنا گھما پھرا کر بات نہیں کرتا۔ اُس کو صرف دو طبقات نظر آتے ہیں۔ ایک جو مسیح کے اختیار میں ہے۔ اور دُوسرا جو "اُس شریر کے قبضہ میں . . . ہے"۔ سارے بنی نوع اِنسان کو دیکھیں تو یا تو وہ نجات یافتہ ہیں یا کھوئے ہوئے ہیں۔ اُن کی حیثیت کا اِنحصار خُداوند یسوع کے ساتھ اُن کے تعلق پر ہے۔ اے غناسطیو! کان کھول کر سُن لو۔

۵: ۲۰۔ تیسری بڑی حقیقت "تجسّمِ المسیح" ہے۔ اور ہم "یہ بھی جانتے ہیں کہ خُدا کا بیٹا آ گیا ہے"۔ یوحنا نے اپنے خط کا آغاز اِسی مضمون سے کیا تھا اور اِسی پر ختم کرنے کو ہے۔ خُداوند یسوع کی آمد نے ہم پر "اُس کو جو حقیقی ہے" ظاہر کر دیا۔ یعنی "حقیقی خُدا" کو۔ خُدا باپ کو صرف خُداوند یسوع مسیح کے وسیلہ سے جانا جا سکتا ہے "خُدا کو کسی نے کبھی نہیں دیکھا۔ اکلوتا بیٹا جو باپ کی گود میں ہے اُسی نے ظاہر کیا" (یوحنا ۱: ۱۸)۔ اِس کے ساتھ ہی یوحنا مزید کہتا ہے کہ "ہم اُس میں جو حقیقی ہے یعنی اُس کے بیٹے یسوع مسیح میں ہیں"۔ یہاں پھر زور اِسی بات پر ہے کہ جو کچھ ہم مسیح میں ہیں وُہی ہم خُدا میں ہیں۔ "کوئی میرے وسیلہ کے بغیر باپ کے پاس نہیں آتا"۔ "حقیقی خُدا اور ہمیشہ کی زندگی یہی ہے"۔ دوسرے لفظوں میں یوحنا اُس بات کی تعلیم دے رہا ہے غناسطی جس کا اِنکار کرتے تھے۔ یعنی یسوع مسیح خُدا ہے اور ہمیشہ کی زندگی صرف اُس میں ہے۔

۹۔ اِختتامی اِلتماس (۵: ۲۱)

آخر میں یوحنا اپنی آخری نصیحت کرتا ہے "اے بچّو! اپنے آپ کو بُتوں سے بچائے رکھو"۔ دراصل رسُول کہہ رہا ہے کہ "ہر اُس تعلیم سے خبردار رہو جو اِن حقائق کے خِلاف ہے"۔ وُہ چاہتا ہے کہ ایمان دار ہر ایسے تصوّر اور خیال سے اپنی حفاظت کریں جس میں خُدا کا اِنکار پایا جاتا ہے۔ اور صِرف اُسی تعلیم پر قائم رہیں جو ہم کو رسُولوں سے پہنچی ہے۔ اُس کے عِلاوہ ہر خیال، ہر نظریہ بُت پرستی ہے۔ یہاں یوحنا بُنیادی طور پر اُن بُتوں کی بات نہیں کر رہا جو لکڑی وغیرہ سے کھود کر بنائے گئے ہیں۔ جو چیز یا بات بھی حق اور سچّائی کی جگہ لے لیتی ہے، اُس کا متبادل بن جاتی ہے وُہ بُت اور جھوٹا معبود ہوتی ہے۔ یہاں بُت سے مُراد کوئی مادّی چیز نہیں بلکہ جھوٹی تعلیم ہے۔

یُوحنّا کا دُوسرا خط

تعارُف

یُوحنا کا دُوسرا خط ہمارے سامنے رسُول کا ایک نیا پہلو پیش کرتا ہے ۔ کہ وُہ اِنفرادی رُوحوں کا چرواہا ہے ۔ ۔ ۔ خط میں خواہ کِسی مقامی کلیسیا کو ۔ ۔ ۔ یا کِسی مسیحی خاتُون کو مخاطب کیا گیا ہو ۔ ۔ ۔ مگر یہ ہے خاص اشخاص کے لئے ۔ ۔ ۔ جن میں وُہ گہری دِلچسپی رکھتا ہے ۔

اے ۔ پلمّر

۱۔ مُستند کُتُب میں مقام

مُقدس یُوحنّا نہایت ہر دِلعزیز رسُول تھا ۔ مگر اُس کی ذاتی خط وکتابت میں سے ہمارے پاس یُوحنّا کا تیسرا خط اور زیرِنظر مختصر سا رُقعہ ہی موجُود ہیں ۔

بعض اوقات مسیحیوں کو فِکر ہوتی ہے کہ ہم دُوسروں کے لئے اپنے دروازے کتنے "کھُلے" یا "بند" رکھیں ، خصُوصاً اُن افراد کے لئے جو ایمان دار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ۔ یُوحنّا کا دُوسرا اور تیسرا خط اِس نہایت عملی سُوال کا جواب دیتے ہیں ۔ یُوحنّا کے دُوسرے خط میں اِس بات کی اہمیّت واضح کی گئی ہے کہ ہم اپنے گھر (یا گھریلُو کلیسیا) کے دروازے بدعتیوں پر "بند" رکھیں ۔ تیسرے خط میں گشتی مُبلّغوں اور مشنریوں کے لئے "دروازے کھُلے رکھنے" کی پالیسی کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے ۔

۲۔ مُصنّف

یُوحنّا کے پہلے خط کی نسبت دُوسرے خط کے لئے خارجی شہادت قدرے کمزور ہے ۔ اِس کی وجہ بلاشُبہ یہی ہے کہ خط نہایت مُختصر اور شخصی نوعیت کا ہے ۔ ایرینیُس نے اِس سے اِقتباس کیا ہے ، مگر دُوسروں کی طرح اُس کا بھی یہی خیال تھا کہ یہ یُوحنّا کے پہلے خط کا حِصّہ ہے (ابواب اور آیات میں تقسیم توصدیوں بعد ہوئی) ۔ اورِغین کو اِس خط کے بارے میں شک تھا ۔ مگر سکندریہ کے کلیمینس اور ڈائیونیسِئس (یہ بھی سکندریہ کا تھا) نے اِس سے یُوحنّا کے خط کی حیثیت سے اقتباس کیا ہے ۔ قُپریانُس خاص طور پر آیت ۱۰ اکا اِقتباس کرتا اور کہتا ہے کہ یہ یُوحنّا رسول

کے الفاظ ہیں۔

داخلی شہادت، اِس حقیقت پر مبنی ہے کہ اُسلوبِ بیان اور ذخیرۂ الفاظ یُوحنّا کی انجیل اور پہلے اور تیسرے خط سے مشابہت و موافقت رکھتا ہے۔ اگرچہ پہلا اور تیسرا خط زیرِ نظر یعنی دُوسرے خط سے مُختلف پیرایہ میں شرُوع ہوتے ہیں لیکن مشابہت اِتنی گہری ہے کہ شاید ہی کوئی شخص انکار کرنے کی جُراَت کرے کہ یہ تینوں ایک ہی شخص کی تحریریں ہیں اور یہ بھی صاف نظر آتا ہے کہ تینوں ایک ہی زمانہ میں لِکھے گئے تھے۔

روایت بھی ۲-یُوحنّا کو اِسی نام کے رسُول سے منسُوب کرتی ہے (تفصیل کے لئے ۱-یُوحنّا کا تعارف ملاحظہ کیجئے)۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ ہم اِس روایت پر شک کریں۔

۳-سنِ تصنیف

۱-یُوحنّا کی طرح یہاں بھی دو عام تارِیخیں مُمکن ہیں۔ ایک پہلے کی (سنہ ۶۰ء کا عشرہ) جو کہ یروشلیم کی بربادی سے پہلے کا زمانہ ہے۔ دُوسرے بعد کی تاریخ (سنہ ۸۵ء - سنہ ۹۰ء)۔ اگر اوّل الذکر کو مانا جائے تو خط غالباً یروشلیم سے لِکھا گیا۔ اگر مؤخر الذکر کو تسلیم کیا جائے تو خط اِفسس سے بھیجا گیا کیونکہ عُمر رسیدہ رسُول نے زِندگی کے آخری ایّام وُہیں پُورے کئے۔

۴-پس منظر اور مَوضُوع

اِس خط کا پس منظر یہ ہے کہ ابتدائی کلیسیا میں گشتی مُبلّغوں کی خدمت دُور دُور تک پھیل گئی تھی۔ بعض حلقوں میں آج بھی تبلیغ کا یہی انداز اپنایا جاتا ہے۔ خُدا کے کلام کے یہ خادم مُبلّغ جہاں جہاں جاتے تھے وہاں کی کلیسیائیں اور مسیحی گھر اُن کا خیر مقدم کرتے تھے۔ اُن کی مہمان نوازی کرتے، اُن کے لئے کھانے پینے کا بندوبست کرتے اور کبھی کبھی نقد اِمداد بھی کرتے تھے۔ بدقسمتی سے جُھوٹے اُستاد اور مذہبی نیم حکیم بھی نمودار ہو گئے۔ وُہ ایسے حالات سے فائدہ اُٹھانے سے کب چُوکنے والے تھے۔ وُہ بھی "مالِ مُفت" پر ہاتھ صاف کرنے اور اپنی اپنی بدعتیں پھیلانے لگے۔ اُن کی ایک نمایاں مثال تو غناسطی فرقہ تھا (دیکھئے ۱-یُوحنّا کا تعارف)۔

اِن بدعتیوں اور "مذہبی منافع خوروں" سے خبردار کرنا اگر پہلی صدی میں ضرُوری تھا تو اگر یُوحنّا رسُول مَوجُودہ زمانے کے فرقوں اور مسلکوں کی رنگا رنگ گُدڑی دیکھ لے تو کیا کچھ نہ کرے گا!

۲۔ یُوحنّا کا مرکزی موضُوع یہ ہے کہ ہمیں ایسے شخص سے کسی قِسم کا تعاوُن ہرگز نہیں کرنا چاہیئے جو ہمارے خُداوند کی ذات کے بارے میں غَلط تعلیم پھیلاتا ہو (آیت ۱۰، ۱۱) –

خاکہ

۱۔ رسُول کی طرف سے سلام — فضل، رحم اور اطمینان آیات ۱-۳

۲۔ رسُول کی خُوشی — فرمانبردار بچّے آیت ۴

۳۔ رسُول کی طرف سے ذِمّہ داری — محبّت میں چلنا آیات ۵، ۶

۴۔ رسُول کی فِکرمندی — دھوکے باز مُخالفِ مسیح آیات ۷-۱۱

۵۔ رسُول کی اُمید — شخصی مُلاقات آیات ۱۲-۱۳

تفسیر

۱- رسول کی طرف سے سلام - فضل، رحم اور اطمینان

(آیات ۱-۳)

آیات ۱، ۲- دوسرے خط میں یوحنا نے اپنا تعارف "بزرگ" کہہ کر کروایا ہے - اِس سے اشارہ اُس کی عمر یا کلیسیا میں باضابطہ عہدہ کی طرف بھی ہوسکتا ہے - جہاں تک عمر کا تعلق ہے یوحنا خداوند یسوع کے ساتھ ساتھ رہنے والے رسولوں میں سے آخری رسول تھا جو اب تک زندہ تھا - جہاں تک عہدے کا تعلق ہے تو یقیناً وہ بشپ یا نگران تھا - اِس لئے ہمیں لفظ "بزرگ" کی تشریح پر زیادہ تشویش نہیں ہونی چاہئے - دونوں باتیں درست ہیں -

"برگزیدہ بی بی" - اِن الفاظ کی تشریح آسان نہیں - اِس سلسلے میں تین نظریات پیش کئے جاتے ہیں: (۱) بعض علما کا خیال ہے کہ "برگزیدہ بی بی" کلیسیا ہے جس کو دوسرے مقامات پر مسیح کی دلہن یا خاص مقامی کلیسیا کہا گیا ہے - (۲) بعض علما کہتے ہیں کہ یہ خط برگزیدہ Kyria کو لکھا گیا - اُن کا خیال ہے کہ Kyria اُس خاتون کا نام تھا - ممکن ہے کہ یہ نام ارامی نام مرتھا کا مترادف ہو (دونوں کا مطلب 'خاتون' یا 'بی بی' ہے -) (۳) تیسرا نظریہ یہ ہے کہ یوحنا ایک بے نام مسیحی "بی بی" کو لکھ رہا ہے جو دوسرے ایمان داروں کے ساتھ خدا کے "برگزیدہ" لوگوں میں شامل ہے —— یعنی جن کو بنائے عالم سے پیشتر چن لیا گیا تھا -

ہم آخری نظریہ کو ترجیح دیتے ہیں اور محسوس کرتے ہیں کہ یہ بات خاص اہمیت رکھتی ہے کہ مسیحیت کے خلاف تعلیم دینے والے اُستادوں سے خبردار کرنے کی بات ایک ایسے خط میں پائی جاتی ہے جو ایک خاتون کو لکھا گیا - گناہ دنیا میں پہلے اِسی طرح داخل ہوا تھا کہ شیطان نے حوا کو فریب دیا تھا - "عورت فریب کھا کر گناہ میں پڑ گئی" (۱- تیمتھیس ۲: ۱۴) - پولس رسول بھی جھوٹے اُستادوں کے بارے میں یہی کہتا ہے کہ وہ عورتیں زیادہ آسانی سے اُن کی سنتی ہیں -

یہ جھوٹے اُستاد "دَبے پاؤں گھروں میں گُھس آتے ہیں اور اُن چھچھوری عورتوں کو قابو میں کر لیتے ہیں جو گناہوں میں دَبی ہوئی ہیں اور طرح طرح کی خواہشوں کے بس میں ہیں۔ وہ ہمیشہ تعلیم پاتی رہتی ہیں مگر حق کی پہچان تک کبھی نہیں پہنچتیں" (۲-تیمتھیس ۳: ۶، ۷)۔ آج بھی یہی ہوتا ہے۔ جھوٹے اُستاد دِن کے اُس وقت گھروں میں جاتے ہیں جب کہ مرد کام کاج کے سلسلے میں باہر ہوتے ہیں۔ بچّوں کو بھی جھوٹے اُستادوں سے خبردار کرنے کی ضرورت ہے۔

یوحنا کہتا ہے کہ مَیں "اُس برگزیدہ بی بی اور اُس کے فرزندوں ... سے ... اُس سچائی کے سبب سے سچی محبت رکھتا ہوں"۔ جتنے بھی نجات یافتہ لوگ ہیں وہ ایک عجیب رفاقت میں رہتے ہیں۔ اگر وہ خدا کی سچائی میں شریک نہ ہوتے تو اُن سے کبھی محبت نہ کرتے جن سے اب کرتے ہیں۔ خدا کی سچائی دِلوں کو ایک بندھن میں باندھ دیتی ہے۔

"جو حق سے واقف ہیں" اُن سب کے دِل مذکورہ محبت میں بندھے ہوتے ہیں۔ آیت ۱ میں "سچائی کے سبب سے" کی دو تاویلیں ممکن ہیں۔ ایک تو سارے مقدّسوں سے محبّت رکھنے کے 'مقصد' کی بات ہو سکتی ہے۔ دوسرے یوحنا کے یہ خط لکھنے کی 'وجہ'۔ دونوں قابلِ قبول تاویلیں ہیں۔ "سچائی جو ہم میں قائم رہتی ہے اور ابد تک ہمارے ساتھ رہے گی"۔ یہاں "سچّائی" سے مراد (۱) خداوند یسوع مسیح بھی ہو سکتا ہے۔ اُس نے کہا تھا کہ "... حق ... مَیں ہوں" (یوحنا ۱۴: ۶)۔ (۲) روح القدس بھی ہو سکتا ہے "کیونکہ روح سچّائی ہے" (۱-یوحنا ۵: ۷ مزید دیکھئے یوحنا ۱۴: ۱۶، ۱۷) یا (۳) مراد بائبل مقدّس بھی ہو سکتی ہے۔ "تیرا کلام سچّائی ہے" (یوحنا ۱۷: ۱۷)۔ یہ تینوں ہم کو سنبھالتے ہیں اور ابد تک ہمارے ساتھ رہیں گے۔

آیت ۳- یوحنا کا سلام یہ ہے کہ "فضل اور رحم اور اطمینان" تمہارے ساتھ رہے۔ "فضل" خدا کی وہ مہربانی ہے جس کا اِنسان حق دار نہیں، بلکہ اِنسان اِس کے اُلٹ سلوک کا سزاوار تھا۔ "رحم" وہ ترس ہے جو زبوں حال اور خطاکار لوگوں سے روا رکھا جاتا ہے، جبکہ "اِطمینان" وہ کچھ ہے جو خدا کے "فضل اور رحم" کے نتیجہ میں حاصل ہوتا ہے۔ یہ تینوں برکات "خدا باپ اور باپ کے بیٹے یسوع مسیح کی طرف سے" ملتی ہیں۔ "باپ" اِن کا سرچشمہ اور "بیٹا" اِن کا وسیلہ یا ذریعہ ہے۔ علاوہ ازیں اِن کے ساتھ "سچّائی اور محبّت" بھی ہیں۔ کوئی فضیلت دوسری فضیلت کو کم نہیں کرتی۔

۲- رسول کی خوشی ــ فرمانبردار بچّے (آیت ۴)

یوحنا اِس خبر پر خوشی کا اظہار کرتا ہے کہ 'برگزیدہ بی بی' کے "بعض لڑکے" "حقیقت میں" اُس

"حکم" یا سچائی پر "چلتے" ہیں جو خدا کی طرف سے ملا ہؤا ہے۔ "سچائی" جس کو یہاں "حکم" کہا گیا ہے کوئی ایسی بات نہیں جس پر صرف عقلی یا ذہنی لحاظ سے ایمان رکھا جائے، بلکہ اِس پر ہر روز عمل کرنا ہوتا ہے۔ روزمرہ زندگی میں اِس کا عملی ثبوت دینا ہوتا ہے۔ جس طرح خداوند یسوع اِس سچائی کا زندہ اور چلتا پھرتا مجسمہ تھا اُسی طرح وہ توقع کرتا ہے کہ ہماری زندگیاں بھی اِس سچائی کی گواہ ہوں۔

۴۔ رسول کی طرف سے ذمہ داری (حکم) ــــ محبت میں چلنا

(آیات ۵، ۶)

آیت ۵۔ معلوم ہوتا ہے کہ آیات ۵-۹ میں رسول نے اپنے پہلے خط کا خلاصہ پیش کیا ہے۔ پہلے خط میں اُس نے زندگی کو پرکھنے کے لئے اِمتحانوں کا بیان کیا تھا۔ اور یہاں اِن آیات میں اُن میں سے کم سے کم تین کو دوبارہ پیش کرتا ہے ــــ "محبت" کا اِمتحان (آیت ۵)، "فرمانبرداری" کا اِمتحان (آیت ۶) اور "تعلیم" یا عقیدہ (ایمان) کا اِمتحان (آیات ۷-۹)۔

آیت ۶۔ پہلے یوحنا اپنے قارئین کو اپنے ہم ایمانوں کے ساتھ "محبت" رکھنے کے حکم کی یاد دہانی کراتا ہے۔ بلاشبہ یہاں "محبت" وہ جذبہ ہے جس سے اِنسان بے لوث انداز میں اپنے آپ کو دوسروں کے لئے دے دیتا ہے۔ یہ نہیں سوچتا کہ "مَیں اُس شخص سے کیا حاصل کر سکتا ہوں؟" بلکہ یہ کہ "مَیں اُس شخص کے لئے کیا کر سکتا ہوں؟" یوحنا وضاحت کرتا ہے کہ "محبت یہ ہے کہ ہم اُس کے حکموں پر چلیں"۔ ہم اُس وقت تک سچی محبت کر ہی نہیں سکتے جب تک خداوند کی فرمانبرداری اور خدا کی سچائی کے مطابق نہیں چلتے۔

۴۔ رسول کی فکرمندی ــــ دھوکے باز مخالفِ مسیح (آیات ۷-۱۱)

آیت ۷۔ اِس آیت میں ہماری تعلیم (عقیدہ/ ایمان) کے اِمتحان کی بات کی گئی ہے۔ سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ "کیا مسیح یسوع کی ذات میں خدا واقعی اِنسان بن گیا؟" جواب ایک زوردار "ہاں" ہے۔ غناسطی[1] یہ مانتے اور تعلیم دیتے تھے کہ اِلٰہی مسیح کچھ مدت کے لئے ناصرت کے یسوع پر اُتر آیا

---

[1] اِس بدعت پر تفصیلی بحث کے لئے کُلسّیوں کے خط کا تعارف دیکھئے۔

تھا- مگر یوحنا زور دے کر کہتا ہے کہ "یسوع مسیح" خدا تھا، ہے اور ہمیشہ تک خدا رہے گا-

آیت ۸- چنانچہ یوحنا اپنے قارئین کو خبردار کرتا ہے "اپنی بابت خبردار رہو تاکہ جو محنت ہم نے کی ہے وہ تمہارے سبب سے ضائع نہ ہو جائے بلکہ تم کو پورا اجر ملے"- دوسرے لفظوں میں خداوند یسوع مسیح کے بارے میں سچائی پر مضبوطی سے قائم رہو تاکہ جو محنت ہم نے تمہارے درمیان کی ہے وہ رائیگاں ثابت نہ ہو اور ہم (رسول اور اُن کے پیروؤں) کو "پورا اجر ملے"-

آیت ۹- "جو کوئی آگے بڑھ جاتا ہے اور مسیح کی تعلیم پر قائم نہیں رہتا"- یہاں یوحنا جھوٹے اُستادوں کی بات کر رہا ہے- "آگے بڑھ" جانے کا مطلب ہے مقررہ حدود سے تجاوز کرنا- کئی فرقے اور مسلک یہی کرتے ہیں- وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمیں نئی روشنی ملی ہے اور اُن عقائد کی تعلیم دیتے ہیں جن کا مکاشفہ خدا نے اپنے کلام میں نہیں دیا- وہ مسیحی مکاشفہ کی حدود کے اندر نہیں رہتے، یعنی "مسیح کی تعلیم پر قائم نہیں" رہتے- غالباً مراد یہ ہے کہ اُس تعلیم پر قائم نہیں رہتے جو خود مسیح نے دی ہے- مزید برآں مسیح کے بارے میں بائبل مقدس کی ساری "تعلیم" بھی مراد ہو سکتی ہے-

آیت ۹ میں رسول زور دیتا ہے کہ کوئی فرقہ پرست یا نئے مسلک کا داعی دعویٰ تو کر سکتا ہے کہ مَیں خدا کو جانتا ہوں، لیکن اگر وہ خداوند یسوع کی کامل الوہیت اور کامل بشریت پر یقین نہیں رکھتا تو اُس کے پاس خدا نہیں" ـــــ ہرگز نہیں ـــــ خدا کو صرف اُس کے بیٹے کے وسیلہ سے جانا جا سکتا ہے "کوئی میرے وسیلہ کے بغیر باپ کے پاس نہیں آتا" (یوحنا ۱۴: ۶)-

آیات ۱۰، ۱۱- یہ خط کا مرکز یا دِل ہے- یہاں انمول نصیحت کی گئی ہے کہ جو جھوٹے اُستاد ہمارے گھروں میں آجاتے ہیں اُن سے کس طرح نمٹا جائے- یہاں وہ اتفاقیہ ملاقات کرنے والوں کی بات نہیں کرتا، بلکہ صحیح تعلیم کے خلاف پروپیگنڈا کرنے والوں کی بات کر رہا ہے- کیا ہم اُن کو اندر آنے کی دعوت دیں؟ اُن کو چائے یا شربت پیش کریں؟ اُن کی مالی معاونت کریں؟ اُن کا لٹریچر خریدیں؟ جواب یہ ہے کہ "نہ انہیں گھر میں آنے" دیں، نہ اُن کو "سلام" کریں- ایسے لوگ مسیح کے دشمن ہوتے ہیں- اُن کی مہمان نوازی کرنا اپنے نجات دہندہ کے مخالفوں کا ساتھ دینے کے مترادف ہے- ممکن ہے کہ کسی وقت ہم کسی ایسے شخص کو گھر کے اندر آنے دیں، مگر ہمیں خبر نہ ہو کہ وہ خداوند کا اِنکار کرتا ہے- ایسی صورت میں اِن آیات کا اِطلاق نہیں ہوتا- لیکن جب ہمیں پتہ ہو کہ فلاں شخص جھوٹا اُستاد ہے تو پھر اُس کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانا مسیح سے بے وفائی کرنا ہے- اِن آیات کا اِطلاق عام ملاقاتیوں پر نہیں ہوتا- ہم کئی دفعہ غیرایمانداروں

کو اپنے ہاں دعوت دیتے ہیں - کئی دفعہ مقصد اُن کو مسیح کے لئے جیتنا ہوتا ہے - یہاں سوال اُن مذہبی اُستادوں کا ہے جو مسیح کی الوہیت اور بشریت کا اِنکار کرتے ہیں -

۵- رسُول کی اُمید — شخصی مُلاقات (آیات ۱۲، ۱۳)

آیت ۱۲ - یُوحنّا رسُول اُس "برگزیدہ بی بی" سے اور بھی "بہت سی باتیں" کرنا چاہتا ہے، لیکن وہ اِس مرحلے پر اِس اُمید کے ساتھ لکھنا بند کرتا ہے کہ جلد ہی خُود وہاں جائے گا اور "رُوبرُو بات چیت" کر سکے گا - رُوبرُو باتیں کرنے سے کیسی تسلّی مِلتی ہے! "کاغذ اور سیاہی" سے یعنی لکھ کر بات کرنے میں وہ بات پیدا ہو ہی نہیں سکتی جو آمنے سامنے بیٹھ کر بات کرنے میں ہوتی ہے - اور جب ہم اپنے نجات دہندہ کو رُوبرُو دیکھیں گے تو کیسی عجیب اور اعلیٰ بات ہو گی! اب ہم ایمان کی آنکھوں سے اُسے دیکھتے ہیں، مگر اِس دیکھنے اور اُس دیکھنے میں جو فرق ہے اُس کا اندازہ نہیں لگا سکتے - بے شک اُس وقت ہماری "خُوشی کامل" ہو جائے گی!

آیت ۱۳ - چنانچہ یُوحنّا خط کے اِختتام پر لکھتا ہے کہ "تیری برگزیدہ بہن کے لڑکے تُجھے سلام کہتے ہیں" - ہمیں معلُوم نہیں کہ یہ بیٹے کون تھے، مگر وُہ دِن آتا ہے کہ ہماری اُن سے مُلاقات ہو گی اور ہم اُن کی رفاقت اور اِس خط کے لکھنے والے یُوحنّا رسُول کی رفاقت سے لُطف اندوز ہوں گے - اور سب سے بڑھ کر اپنے منجی کی رفاقت سے سرشار اور شادمان ہوں گے - آمین!

یُوحنّا کا تیسرا خط

تعارُف

اِس خط میں رسُولی زمانہ کی مسیحی زِندگی کی آخری جھلک نظر آتی ہے۔ بہتر ہوگا کہ طالبِ علم اُس پر غور کرے۔ جس قسم کے حالات سے پردہ اُٹھتا ہے وُہ مثالی نہیں ہیں، لیکن بڑھتے ہُوئے اِیمان کی قوّت اور آزادی کے گواہ ہیں۔ بی۔ ایف۔ ویسٹکاٹ

۱۔ مُستند کُتُب میں مقام

یُوحنّا کا تیسرا خط نئے عہد نامہ کی سب سے چھوٹی کتاب ہے (اصل زبان میں ۲۔ یُوحنّا سے صِرف ایک سطر کم ہے، جبکہ اُردو ترجمہ میں ایک سطر زیادہ ہے)۔ یہ خط اِس الٰہی سچائی کی وضاحت کرتا ہے کہ "ہر ایک صحیفہ ۔ ۔ ۔ فائدہ مند ہے"۔ ۲۔ یُوحنّا کی طرح اِس کے کلیدی الفاظ بھی "محبّت" اور "سچائی" ہیں۔ ۲۔ یُوحنّا یہ سکھاتا ہے کہ ہم "محبّت" میں اِس طرح قائم رہیں کہ جھُوٹی تعلیم دینے والوں کو بالکل گھاس نہ ڈالیں، جبکہ ۳۔ یُوحنّا میں "محبّت" کی نرمی اور شفقت کو اُجاگر کیا گیا ہے کہ جو سچّائی میں آگے بڑھ گئے ہیں اُن کی مدد کریں۔

۲۔ مُصنّف

۳۔ یُوحنّا کے لئے بھی خارجی شہادت ۲۔ یُوحنّا کی مانند ہے۔ یہ دونوں خطُوط اِتنے مختصر اور اِتنے نِجی ہیں کہ تعجب نہیں ہوتا کہ اِن میں ۱۔ یُوحنّا جیسی وسیع شہادتیں موجُود نہیں۔

سکندریہ کے دو بزرگوں کلیمنس اور ڈائیونیسیس نے ۳۔ یُوحنّا کو یُوحنّا کی تصنیف مانا ہے۔ اِسی طرح یروشلیم کے قُورِلُّوس نے بھی تسلیم کیا ہے کہ یُوحنّا ہی اِس خط کا مُصنّف ہے۔ البتہ اِس سِلسلہ میں مرتوروی فہرست کا فیصلہ واضح نہیں۔

داخلی شہادت، اِس خط کو ۲۔ یُوحنّا کے ساتھ گہرے طور پر اور ۱۔ یُوحنّا کے ساتھ بہت واضح طور پر مُنسلک کرتی ہے۔ مُصدّقہ ہونے کے سِلسلے میں تینوں خط ایک دُوسرے کی حمایت کرتے ہیں۔

روایت بھی کہتی ہے کہ پہلے اور دُوسرے خط کی طرح یُوحنّا ہی اِس تیسرے خط کا بھی مُصنّف ہے۔ اِس دعوے پر شک کرنے کی کوئی معقول وجہ ہمارے پاس نہیں۔

۳- سِنِ تصنیف

۱-یُوحنّا اور ۲-یُوحنّا کی طرح اِس خط کے لئے بھی دو عمومی تاریخیں پیش کی جاتی ہیں۔ اگر یُوحنّا یروشلیم شہر کی بربادی سے پہلے اِس شہر سے یہ خط لِکھ رہا ہے تو اِمکانی تاریخ ۶۰ء کے دہے میں ہوگی۔ لیکن عُلما عام طور سے یہ سمجھتے ہیں کہ یہ خط بعد کے سالوں میں لکھا گیا جب یُوحنّا اِفسس میں مقیم تھا اور وہاں خِدمت کرتا تھا۔ اِس طرح ۸۵ء سے ۹۰ء کی تاریخ زیادہ وسیع حلقوں میں قابلِ قبول مانی جاتی ہے۔

۴- پس منظر اور مَوضُوع

اِس چھوٹے سے خط کا تاریخی پس منظر پہلی صَدی عیسوی کے نِصفِ آخر کے دَوران کلیسیائی زِندگی کی ایک واضح جھلک پیش کرتا ہے۔ قلم کی صِرف چند جُنبشوں سے رسُول تِین کِرداروں کا خاکہ ہمارے سامنے پیش کر دیتا ہے۔ اوّل گیُس جو رُوحانی اور مہمان نواز ہے۔ دوم۔ دیُترفیس جِس کو کسی سے محبّت نہیں اور جو صِرف اپنی ہی فِکر کرتا ہے کہ مَیں بڑا بن جاؤں۔ اور سوم دیمیتریس جو ایک قابلِ تعریف شخصیّت کا مالِک ہے۔ دیترفیس ایک خُودرائے اور خُودسَر شخص کی مثال ہے جو کِسی بھی کلیسیائی ڈھانچے میں نمُودار ہو سکتا ہے۔ دُوسری صُورت میں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وُہ کِسی ایک بزرگ (ایلڈر) کی طرف جُھکاؤ رکھتا ہو کہ وُہ فوقیت حاصِل کر کے اُن لوگوں پر حاکِم بن جائے جو پہلے برابر کے بُزرگ (ایلڈر) تھے۔ یہی رُجحان ترقی کر کے "شہنشاہی اُسقفیت" یا "مُطلق العنان اسقفیت" (ایک غالب نِگران یا بِشپ کی حُکمرانی) بن گئی جو دُوسری صَدی سے لے کر اب تک مَوجُود ہے۔

خاکہ

۱- سلام (آیات ۱-۴)

۲- خُدا پرست گیُس (آیات ۵-۸)

۳- آمر دیترفیس (آیات ۹-۱۱)

۴- جاں نثار دیمیتریس (آیت ۱۲)

۵- رسُول کا منصُوبہ اور کلمۂ برکت (آیات ۱۳، ۱۴)

تفسیر

۱- سلام (آیات ۱-۴)

آیت ۱- دُوسرے خط کی طرح یُوحنّا اپنے آپ کو "بزرگ" کہتا ہے۔ وُہ اِس خط میں "پیارے گیُس" کو مخاطب کرتا ہے جس سے رسُول "سچی محبّت" رکھتا تھا۔ ہمیں علم نہیں کہ آیا یہ وُہی گیُس ہے جِس کا ذِکر رومیوں ۱۶: ۲۳ میں آیا ہے یا وُہ جس کا ذِکر اعمال ۲۰: ۴ میں آیا ہے۔ لیکن عجیب ہے کہ اِن چند آیات میں اُس کے بارے میں ہمیں بہُت کچُھ معلُوم ہو جاتا ہے۔ سب سے پہلے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ اُس ایمان دار سے بہُت "محبّت" کی جاتی تھی۔ اُس کی پُوری زِندگی نے اُس کو اپنے ساتھی مسیحیوں میں ہر دِل عزیز بنا دیا تھا۔

آیت ۲- لگتا ہے کہ گیُس جسمانی لحاظ سے زیادہ صحت مند شخص نہیں تھا۔ اِسی لئے یُوحنّا دُعا کرتا ہے کہ "تُو ... تندرُست رہے" اور تیری جسمانی صحت بھی تیری "رُوحانی ترقّی" کی طرح ہو۔ "مَیں یہ دُعا کرتا ہُوں کہ ... تُو سب باتوں میں ترقّی کرے"۔ اِس دُعا میں غالباً دَولت اور مادّی خوشحالی پیشِ نظر نہیں، بلکہ جِسمانی صِحّت کا زیادہ خیال ہے، جَیسا کہ "تندرست رہے" کے الفاظ سے ثابت ہوتا ہے۔

کیا ہم چاہیں گے کہ ہماری جسمانی حالت ہماری رُوحانی حالت کے مُوافق ہو؟ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہم اکثر اپنی رُوحوں کی نسبت اپنے بدنوں کا زیادہ خیال رکھتے ہیں۔ اِسی لئے ایف۔ بی۔ میئر بڑی تُرشی کے ساتھ کہتا ہے کہ

> جِس آرزُو کا اِظہار آیت ۲ میں کیا گیا ہمارے لئے مناسب نہ ہو گا کہ اپنے دوستوں کے لئے ایسی آرزُو کریں کیونکہ اگر اُن کے بدن اُن کی رُوحانی حالت کے مُطابق ہو گئے تو وُہ اچانک بُری صحّت کا شِکار ہو جائیں گے۔

آیت ۲ صریحاً اِس بات کی نفی کرتی ہے کہ ہر قِسم کی بیماری زِندگی میں گناہ کا نتیجہ ہوتی ہے اور کہ اگر کِسی شخص کو شفا نہیں مِلتی تو اِس کا سبب بے اعتقادی ہوتا ہے۔ گیُس کی رُوحانی حالت اچھی تھی،

مگر اُس کی جسمانی حالت اِتنی اچھّی نہ تھی ۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی شخص کی جسمانی حالت کو اُس کی رُوحانی حالت کی دلیل نہیں ٹھہرایا جا سکتا ۔

آیت ۳ ۔ "جب بھائیوں نے آ کر تیری اُس سچائی کی گواہی دی . . . تو مَیں نہایت خوش ہُوا" ۔ گیُس "سچائی" پر چلتا تھا ۔ بہُت اچھّی بات ہے کہ ہم میں سچائی ہو ۔ لیکن بہُت بہتر ہے کہ ہماری زِندگیوں سے اِس "سچائی" کا اظہار ہو ۔ ہم ہی سچائی کو تھامے نہ رہیں، بلکہ چاہئے کہ سچائی ہم کو تھامے ہو ۔ لوگ وعظ "سُننے" کی نسبت وعظ "دیکھنا" زیادہ پسند کرتے ہیں ۔ ہم حقائق کی دُنیا میں رہتے ہیں ۔ یہاں پاکیزہ زِندگی سے بڑھ کر کوئی چیز خُدا کی گواہ نہیں ہو سکتی ۔

آیت ۴ ۔ یُوحنّا اِس بات کو اِتنا اہم سمجھتا تھا کہ وہ کہتا ہے کہ "میرے لئے اِس سے بڑھ کر اَور کوئی خُوشی نہیں کہ مَیں اپنے فرزندوں کو حق پر چلتے ہُوئے سُنوں" ۔ شاید ہم میں سے بعض لوگ یہ سوچتے ہیں کہ رُوحوں کو جیتنا مسیحی زِندگی کی سب سے بڑی خُوشی ہے ۔ اور حقیقت میں یہ ہے بھی بہُت خوشی کی بات کہ ہم رُوحوں کو تاریکی کی بادشاہی سے نِکل کر اُنہیں خُدا کے پیارے بیٹے کی بادشاہی میں داخِل ہوتا دیکھیں ۔ یہ فرش سے عرش پر جانے کے مُترادف ہے ۔ لیکن اُس دردِ دِل کا اندازہ کون لگا سکتا ہے جو نجات یافتہ ہونے کا دعویٰ کرنے والوں کو اپنی سابقہ زِندگی میں واپس جاتے دیکھ کر پیدا ہوتا ہے؟ یہ ایسے ہی ہے جیسے نہلائی ہُوئی سُورنی دلدل میں لوٹنے کو اور کُتا اپنی ہی قے چاٹنے کو مُڑتا ہے ۔ اِس کے برعکس اِنسان کو کیسی مسرت اور شادمانی ہوتی ہے کہ وُہ اپنے رُوحانی فرزندوں کو خُداوند میں اور فضل سے فضل تک ترقی کرتے ہُوئے دیکھے ۔ یہاں اِس بات کی اہمیت پھر واضح ہوتی ہے کہ جنہوں نے خُداوند کو قبول کر لیا ہے اُن کی بعد میں دیکھ بھال کرنے کی ضرورت ہوتی ہے ۔

۲ ۔ خُدا پرست گیُس (آیات ۵ - ۸)

آیت ۵ ۔ گیُس کو اِس بات سے بے حد خُوشی ہوتی تھی کہ میرے گھر کے دروازے اُن افراد کے لئے کُھلے رہیں جو انجیل کی منادی کرنے کو نِکلے ہُوئے ہیں ۔ اُس کی مہمان نوازی صِرف اپنے واقف کاروں اور جاننے والوں ہی تک محدُود نہ تھی، بلکہ "پردیسی" بھی اِس سے مُستفید ہوتے تھے ۔ یُوحنّا کہتا ہے کہ گیُس یہ خِدمت "دیانت سے" کرتا تھا ۔ نئے عہد نامہ کے مُطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مہمان نوازی خُدا کی نظر میں بہُت اہمیت رکھتی ہے ۔ اگر ہم خُداوند کے لوگوں کی خاطر مدارات کرتے ہیں تو یہ خُود خُداوند کی خاطر مدارات کرنے کے برابر ہے (متی ۲۵ : ۴۰) ۔ اِس کے برعکس اگر ہم اُس

کے خادِموں کی خبر گیری کرنے سے قاصر رہتے ہیں تو خُداوند کی خبر گیری کرنے سے قاصر رہتے ہیں (متی ۲۵: ۴۵)۔ پردیسیوں کی مہمان نوازی کرنے میں "بعض نے بے خبری میں فرشتوں کی مہمان داری کی ہے" (عبرانیوں ۱۳: ۲)۔ بہت سے لوگ گواہی دے سکتے ہیں کہ مہمان نوازی پر عمل کرنے کے باعث اُن کو بڑی برکت حاصل ہُوئی (لوقا ۲۴: ۲۹-۳۵)۔ بچے تبدیل ہو کر ایمان لے آئے اور خاندان خُداوند کے زیادہ قریب آ گئے۔

آیت ٦ - اَجر بھی مِلتے ہیں - گیُس کی مہربانی اور مہمان نوازی ساری "کلیسیا" میں مشہور تھی۔ لیکن اس سے بھی بڑھ کر یہ حقیقت ہے کہ اُس کا نام ایک ایسے شخص کے طور پر خُدا کے پاک کلام میں ہمیشہ کے لئے درج ہے جس کے دِل اور گھر کے دروازے کُھلے رہتے تھے۔ علاوہ ازیں گیُس کو مسیح کے تختِ عدالت پر اَجر ملے گا، کیونکہ "جو نبی کے نام سے نبی کو قبول کرتا ہے وُہ نبی کا اَجر پائے گا" (متی ۱۰: ۴۱)۔ وُہ اُن سب مُبشّروں کے انعام میں حِصّہ دار ہو گا جن کی اُس نے مہمان نوازی کی۔ جو لوگ بشارت نہیں دے سکتے اُن کو یہ نکتہ خوب یاد رکھنا چاہئے۔ خُداوند کے نام میں مُبشّروں کی مہمان نوازی کر کے آپ بھی مُبشّر کا اَجر پا سکتے ہیں۔ خُدا ہر نیک اور اچھے کام کا بدلہ دے گا! اُس کی مہربانی اِنسان کی مہربانی سے کہیں زیادہ ہو گی۔

اب یوحنا گیُس کو یاد دِلاتا ہے کہ "اگر تُو اُنہیں اِس طرح روانہ کرے گا جس طرح خُدا کے لوگوں کو مُناسب ہے تو اچھا کرے گا"۔ یہاں "روانہ" کرنے سے مُراد صِرف دوستانہ الوداع کہنا نہیں، بلکہ کافی زادِ راہ دے کر روانہ کرنا ہے۔ بے شک یہ ہمارے لئے بہت اُونچا معیار قائم کرتا ہے کہ جو لوگ منادی کرتے اور تعلیم دیتے ہیں ہم اُن کو اپنی مادّی چیزوں میں شریک کریں۔

آیت ۷ - ایک خاص سبب بتایا گیا ہے کہ گیُس کیوں اُن گشتی مُبشّروں کا مددگار ہو۔ "کیونکہ وُہ اُس نام کی خاطر نکلے ہیں اور غیر قوموں سے کچھ نہیں لیتے"۔ یہ لوگ اپنی ضروریات کے بارے میں صِرف خُداوند کی طرف دیکھتے تھے۔ وُہ غیر نجات یافتہ لوگوں سے مدد قبول نہیں کرتے تھے۔ ایسا کرنے کا مطلب ہوتا کہ ہمارا مالک اِتنا غریب ہے کہ ہماری ضروریات پُوری نہیں کر سکتا، اور اِس طرح اپنی ہی نظر میں راست باز لوگوں کو باتیں بنانے کا بلا وجہ موقع مِل جاتا ہے۔ آج کی مسیحی دُنیا پیسے جمع کرنے کے کیا کیا طریقے اِستعمال نہیں کرتی! یہ بات کیسی بدنامی کا باعث ہے! اِس سے ہمیں یاد آنا چاہئے کہ خُداوند کے اُن خادموں کے لئے ہماری کیا ذِمّہ داری ہے جو زندہ خُدا پر ایمان میں نکلتے ہیں اور جو اپنی ضروریات سِوائے خُداوند کے کسی کو نہیں بتلاتے۔

آیت ۸ - "پس ایسوں کی خاطر داری کرنا ہم پر فرض ہے تاکہ ہم بھی حق کی تائید میں اُن کے ہمخدمت

ہوں"۔ "اُن کی خاطر داری کرنا" سے مُراد ہے "سچائی" کو آگے پھیلانے میں ہم اُن کی ہر ممکن مدد کریں۔

۳- آمر دیُترفیس (آیات ۹-۱۱)

آیت ۹- معلوم ہوتا ہے کہ یُوحنّا نے اِنہی سُطور پر "کلیسیا" کو لکھا تھا، مگر "دیُترفیس" نامی اِس شخص نے وُہ خط راستہ ہی میں اُچک لیا۔ یہ شخص اپنے آپ کو بہت "بڑا" سمجھتا تھا۔ وُہ جماعت میں آمر بنا بیٹھا تھا۔ اُس کا گُناہ یہ تھا کہ اپنے منصب پر بے حد فخر کرتا تھا، انا پرست اور شدید حسد کا شکار تھا۔ وُہ اِن باتوں کو اپنا حق سمجھتا تھا اور اِن کو مقامی کلیسیا کی خُود مُختاری کا نام دے کر اِن کا دِفاع کرتا تھا۔ دیُترفیس بھول گیا تھا کہ کلیسیا کا سَر مسیح ہے ـــــ اور شاید اُسے اِس حقیقت کی کوئی خبر ہی نہ تھی ـــ وُہ یہ بھی بھول گیا تھا کہ رُوح القُدس کلیسیا میں مسیح کا نائب یا نمائندہ ہے۔ کسی اِنسان کو یہ اِختیار اپنے ہاتھ میں لینے، فیصلے کرنے، کسی کو کلیسیا میں شامل کرنے، یا ردّ کرنے کا حق نہیں۔ یہ کردار تو حاکمِ اعلیٰ بن بیٹھنے والی بات ہے جو خُدا کو ہرگز پسند نہیں۔ بے شک دیُترفیس اپنے اِس کردار کے حق میں یہ عُذر پیش کرتا ہوگا کہ مَیں تو سچائی کا دِفاع کرتا ہُوں۔ بلاشُبہ یہ بات جھُوٹ تھی! وُہ تو سچائی کو ناقابلِ بیان نُقصان پہنچا رہا تھا اور بہانہ کرتا تھا کہ مَیں خُدا کا وفادار ہُوں۔ وُہ نہ صرف رسُول کی بلکہ دُوسرے بھائیوں کی بات بھی نہیں مانتا تھا۔

آیت ۱۰- نہ صِرف وُہ اُن سچّے ایمان داروں کی بات پر کان دھرنے سے اِنکار کرتا تھا، بلکہ جو اُن کی سُنتے اور مانتے تھے اُن کو کلیسیا سے خارِج کر دیتا تھا۔ وُہ طاقت اور اِختیار کا بھُوکا تھا۔ وُہ خُدا کے سچّے خادِموں کے خِلاف "بُری باتیں بکتا" تھا۔ جب یُوحنّا اگلی دفعہ وہاں کی جماعت کو ملنے آئے گا تو اُسے یہ سب کچھ یاد دِلائے گا! جو لوگ خُود ہی سردار بن بیٹھتے ہیں وُہ خُدا کے کلام کا سامنا نہیں کر سکتے، بلکہ اپنی ہی نظر میں ردّ ہو جاتے ہیں۔ اُن کے اِقتدار کا دارومدار خفیہ میٹنگوں اور دھونس اور دھاندلی پر ہوتا ہے۔

آیت ۱۱- یُوحنّا اب گیُس کو نصیحت کرتا ہے کہ ایسی "بدی" کے کردار سے پہلو بچائے اور "نیکی کی پیروی" کرے۔ نیک کام "خُدا" کے ساتھ تعلق کا ثبوت ہوتے ہیں۔ اِس بات کے پیشِ نظر یُوحنّا رسُول دیُترفیس کی رُوحانی حالت کے بارے میں زبردست شکوک کا اِظہار کرتا ہے۔

۴- جاں نثار دیمیتریس (آیت ۱۲)

غالباً "دیمیتریس" اِس خط کو لے کر گیا تھا۔ بہر حال "دیمیتریس کے بارے میں سب نے اور خُود حق نے بھی گواہی دِی"۔ ایف۔ بی۔ حول کہتا ہے کہ

> غور کریں، بات یہ نہیں کہ اُس نے سچائی کے حق میں گواہی دی، بلکہ یہ کہ سچائی (حق) نے اُس کے بارے میں گواہی دی۔ دیمیتریس وُہ معیار نہیں تھا جس پر سچائی کو پرکھا جاتا، بلکہ سچائی (حق) وُہ معیار (کسوٹی) ہے جس پر اُس کو پرکھا گیا، اور وُہ صحیح ثابت ہُوا۔

۵- رسُول کا منصُوبہ اور کلمۂ برکت (آیات ۱۳، ۱۴)

یُوحنّا رسُول اِس خط کو اُسی طرح ختم کرتا ہے جِس طرح دُوسرے خط کو کیا تھا کہ "بات چیت" کو "روبرُو" مُلاقات تک اُٹھا رکھتا ہے۔ ہم اِن خطُوط کے لئے رسُول کے بے حد ممنُون اور احسان مند ہیں۔ یہ خطُوط ہمیں اِبتدائی دَور میں مسیحی کلیسیا کی زندگی کے اندر تک دیکھنے کا موقع فراہم کرتے ہیں اور خُدا کے لوگوں کے لئے دائمی ہدایت ہیں۔ وُہ وقت بہت جلد آرہا ہے جب ہم آسمان میں روبرُو ہو کر بات چیت کریں گے۔ اُس وقت ہم خُدا کے مکاشفہ کی اُن باتوں کو بہت اچھی طرح سمجھیں گے جو اِس وقت مُبہم معلوم ہوتی ہیں۔

یہوداہ کا خط

تعارف

”چند سطور پر مبنی، لیکن آسمانی فضل کے طاقتور الفاظ سے بھرپور خط“۔

اورؔغین

۱۔ کُتبِ مُسلّمہ میں مقام

یہوداہ بڑی خوشی سے مسیحی ایمان کے بارے میں لکھنے کو ترجیح دیتا جس میں اُس کے قارئین بھی شریک تھے۔ لیکن جھوٹی تعلیمات اِس قدر تیزی سے پھیل رہی تھیں کہ وہ یہ التماس لکھنے پر مجبور ہو گیا کہ ”تم اُس ایمان کے واسطے جانفشانی کرو جو مُقدسوں کو ایک ہی بار سونپا گیا تھا“۔

یہوداہ گھما پھرا کر بات نہیں کرتا بلکہ وہ صاف صاف بات کرتا ہے تاکہ بدنامِ زمانہ بدعتی بے نقاب ہو جائیں۔ وہ ایمان داروں کو جھنجھوڑنے اور غیرت دِلانے کے لئے فطرت سے، پُرانے عہدنامہ سے اور یہودی روایت سے (حنوک) مثالیں پیش کرتا ہے۔

سخت زُبان اور لہجے کے باوجُود یہ خط اُسلوب کا شاہکار ہے۔ اس میں جگہ جگہ سہ رُخی موتی (مثلاً آیت ۱۱ میں تین ۳ بُرائیاں) جڑے ہُوئے ہیں۔ برگشتہ لوگوں کا بیان نہایت واضح اور ناقابلِ فراموش ہے۔

یہوداہ خط کا اختتام نہایت خوبصورت کلمۂ برکت سے کرتا ہے۔ کلیسیا اِس کلمۂ برکت کے لئے اُس کی ہمیشہ تک احسان مند رہے گی۔ بے شک اُس کا خط چھوٹا ہے، مگر آج کی دُنیا میں جہاں برگشتگی روز افزوں ہے اِس کی اشد ضرورت ہے۔

۲۔ مُصنّف

خارجی شہادت

اگرچہ یہ خط بہت مختصر ہے، اِس میں غیر مُصدقہ مواد استعمال ہُوا ہے، اور یہ کسی رسُول کی تصنیف بھی نہیں (آیت ۱۷) تو بھی ۲۔ پطرس کی نسبت خارجی شہادتیں اِس کی زیادہ توثیق کرتی ہیں۔

ہرماس، پالکارپ اور غالباً اَیثناگرس نے بھی اِس خط سے مواد مستعار لے کر اِستعمال کیا ہے۔ طرطلیان تو خاص طور سے کہتا ہے کہ یہوداہ نے حنوک کی مثال دی ہے۔ مرتوروی فہرست اِس خط کو یہوداہ کی تصنیف مانتی ہے۔

داخلی شہادت

یہوداہ بہت مقبول یہودی نام تھا۔ نئے عہدنامہ میں 'یہوداہ' نام کے سات افراد کا ذکر ہے۔ اِن میں سے تین کے بارے میں رائے ظاہر کی گئی ہے کہ وہ "یعقوب کا بھائی" یہوداہ ہے جس نے یہ خط تحریر کیا ہے۔

۱۔ یہوداہ (اسکریوتی نہیں جس نے خودکشی کر لی تھی) رسول۔ چونکہ آیت ۱۷ واضح طور پر مصنف کو رسولوں سے الگ کرتی ہے۔ اور چونکہ اگر مصنف رسول ہونے کا دعویٰ کرتا تو اُس کی حیثیت مضبوط ہو سکتی تھی، اِس لئے ثابت ہوتا ہے کہ مصنف یہوداہ رسول نہیں ہے۔

۲۔ وہ یہوداہ جو ایک بزرگ (لیڈر) تھا اور جس کو پولس، برنباس اور سیلاس کے ساتھ انطاکیہ بھیجا گیا تھا (اعمال ۱۵: ۲۲)۔ یہ ہو سکتا ہے، لیکن کوئی بھی شہادت اِس خط کو اِس شخص کے ساتھ منسلک نہیں کرتی۔

۳۔ وہ یہوداہ جو ہمارے خداوند کا چھوٹا سوتیلا بھائی اور یعقوب کا بھائی (یعقوب کے خط کا تعارف دیکھئے) تھا۔ اِس کے حق میں شہادتیں زیادہ مضبوط ہیں۔ فطرت سے مثالیں دینے اور کاٹ دار اور رنگین انداز اِستعمال کرنے میں وہ خداوند یسوع اور یعقوب کے برابر نظر آتا ہے۔ ہم اِس نظریہ کو مانتے ہیں۔

اپنے بھائی یعقوب کی طرح یہوداہ بھی نہایت شریف الطبع شخص تھا۔ وہ منجئ دو عالم کے ساتھ اپنے جسمانی رشتہ سے فائدہ اُٹھانے سے قطعی گریز کرتا ہے۔ آخر اہمیت تو خداوند یسوع کے ساتھ رُوحانی رشتہ کو ہے۔ کیا مسیح نے نہیں فرمایا تھا کہ "جو کوئی میرے آسمانی باپ کی مرضی پر چلے وہی میرا بھائی اور میری بہن اور ماں ہے" (متی ۱۲: ۵۰)؟ ایک اور موقع پر اُس نے کہا تھا کہ خونی رشتہ داروں سے زیادہ مبارک وہ ہیں "جو خدا کا کلام سنتے اور اُس پر عمل کرتے ہیں" (لوقا ۱۱: ۲۷-۲۸)۔

یعقوب کی طرح یہوداہ نے بھی یسوع مسیح کا "بندہ" (غلام) ہونا زیادہ قبول کیا۔ چونکہ یہ دونوں بھائی شروع میں اپنے نصف برادر پر ایمان نہیں رکھتے تھے بلکہ اُس کے جی اُٹھنے کے بعد ہی

ایمان لائے تھے اِس لئے اُن کے لئے ایسی ہی رُوح کا اظہار کرنا زیادہ موزُوں تھا۔ یہوداہ شادی شُدہ تھا اور بشارتی دَوروں میں اپنی بیوی کو ساتھ رکھتا تھا (۱۔ کرنتھیوں ۹: ۵)۔ سنہ ۹۰ء کے دہے میں یہوداہ کے پوتوں کو شہنشاہ دومطیان کے سامنے پیش کیا گیا۔ اُن پر مسیحی ہونے کا اِلزام تھا۔ شہنشاہ نے دیکھا کہ برسوں کاشتکاری کرنے کے باعث اُن کے ہاتھ سخت اور کھُردرے ہیں، اِس لئے اُن کو چھوڑ دیا کہ یہ تو بے ضرر یہودی ہیں۔

۳۔ سنِ تصنیف

یہ بات تصفیہ طلب ہے کہ پطرس نے یہوداہ سے مواد اِستعمال کیا یا یہوداہ نے پطرس سے، یا دونوں نے کسی مشترکہ ماخذ سے اِستفادہ کیا۔ دونوں میں مُشابہات اِتنی بڑی ہیں کہ اِسے اتفاق کہنا ممکن نہیں۔ چونکہ پطرس اپنے دُوسرے خط میں (۲: ۱ اور ۳: ۳) لِکھتا ہے کہ ہنسی ٹھٹھا کرنے والے اور جھُوٹے نبی یا اُستاد "آئیں گے" اور یہوداہ کہتا ہے (آیت ۴) کہ ایسے شخص "چُپکے سے ہم میں آ مِلے ہیں" اِس لئے اِمکان نظر آتا ہے کہ یہوداہ کا خط بعد کی تحریر ہے۔ چونکہ یہوداہ یروشلیم کی بربادی (سنہ ۷۰ء) کا کوئی ذِکر نہیں کرتا، اِس لئے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ابھی نہیں ہُوا تھا۔ اِس طرح یہ خط سنہ ۶۷ء اور سنہ ۷۰ء کے درمیانی سالوں میں لِکھا گیا ہوگا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کچھ عرصہ پہلے یہ واقعہ ہو چکا تھا (اگر یہوداہ کا خط سنہ ۸۰ء یا ۸۵ء میں لکھا گیا تھا —— بشرطیکہ فرض کیا جائے کہ یہوداہ اتنی دیر زِندہ رہا)۔ ایک اور اِمکان یہ ہے کہ اِس واقعہ نے ایسے گہرے زخم لگائے تھے کہ کوئی حساس یہودی اِسے مثال کے طور پر استعمال نہیں کر سکتا تھا۔

۴۔ پس منظر اور موضُوع

یہوداہ کو برگشتگی کی فکر تھی۔ اُس کے زمانہ میں بھی مذہبی مفاد پرست افراد کلیسیا میں چُپکے چُپکے سرگرمِ عمل تھے۔ خُدا کے خادموں کے بھروپ میں وُہ مسیح کی صلیب کے دشمن تھے۔ یہوداہ کا مقصد اِن غداروں کو بے نقاب کرنا اور اُن کے حشر کا بیان کرنا تھا۔

"برگشتہ یا مُرتد وُہ شخص ہوتا ہے جو دعویٰ تو سچا ایمان دار ہونے کا کرتا ہے، مگر دراصل اُسے نئی پیدائش کا کوئی تجربہ نہیں ہوتا۔ وُہ بپتسمہ بھی لے لیتا ہے، اور مقامی کلیسیا کی تمام سرگرمیوں، رسُومات اور شعائر میں پُورے طور پر شریک بھی ہوتا ہے۔ لیکن کچھ

مُدت کے بعد وُہ دِیدہ دانستہ مسیحی ایمان سے مُنحرف ہو جاتا ہے اور بدنیّتی کے ساتھ مُنجّی کا اِنکار کرتا ہے ۔ مسیح کی الوہیّت کا، کلوری پر اُس کے کفّارہ کے کام کا، اُس کے جِسمانی طور پر جی اُٹھنے کا اور دُوسرے بُنیادی عقائد کا اِنکار کرتا ہے ۔

یہاں صِرف پیچھے ہٹ جانے یا سُست پڑ جانے کا سُوال نہیں بلکہ دراصل ایسا برگشتہ شخص کبھی ایمان لایا ہی نہیں تھا، تبدیل ہُوا ہی نہیں تھا ۔ وُہ خُدا کے مہیّا کردہ نجات کے واحد راستہ کی دِیدہ دانِستہ حقارت کرتا ہے مگر اسے ذرّہ بھر پشیمانی نہیں ہوتی ۔ وُہ اپنی بے ایمانی میں بڑا سخت اور کٹھور ہوتا ہے اور پُوری ڈھٹائی کے ساتھ خُدا کے مسیح کی مخالفت کرتا ہے ۔

برگشتگی مُنجّی کے صِرف انکار کا سُوال ہی نہیں ، اِنکار تو پطرس نے بھی کیا تھا ۔ پطرس سچّا ایماندار تھا ۔ وُہ بُحران کے دباؤ تلے جُھک گیا ۔ مگر وہ خُداوند کو دِل سے پیار کرتا تھا ، اور توبہ کر کے اور بحال ہونے سے اُس نے اپنے ایمان کی حقیقت اور سچائی ثابت کر دی ۔

یہوداہ اِسکریوتی برگشتہ تھا ۔ وہ شاگرد ہونے کا دعوٰی کرتا تھا ۔ وُہ تقریباً تین۳ برس تک خُداوند یسوع کے ساتھ ساتھ رہا ۔ یہاں تک کہ اُس خاص گروہ کا خزانچی بھی تھا ۔ لیکن آخر کار اُس نے اپنی اصلیت ظاہر کر کے چاندی کے تیس۳۰ سِکوں کے عِوض خُداوند کے ساتھ غدّاری کی ۔

برگشتگی وہ گُناہ ہے جِس کا نتیجہ موت ہے ۔ ایسا گناہ کہ ایمان داروں کی دُعائیں اُس کی مُعافی کی ذمّہ دار نہیں ہو سکتیں (۱ - یُوحنّا ۵ : ۱۶ ب) ۔ برگشتہ شخص کو توبہ پر مائل کرنا ناممکن ہوتا ہے ، اِس لئے کہ وُہ اپنی طرف سے خُدا کے بیٹے کو دوبارہ مصلوب اور ذلیل کرتا ہے (عبرانیوں ۶ : ۶) ۔ جو لوگ سچائی کی پہچان حاصِل کرنے کے بعد جان بُوجھ کر اِس طرح گناہ کرتے ہیں اُن کے لئے "گناہوں کی کوئی اَور قُربانی باقی نہیں رہی ۔ ہاں عدالت کا ایک ہولناک اِنتظار اور غضب ناک آتش باقی ہے جو مُخالفوں کو کھا لے گی" (عبرانیوں ۱۰ : ۲۶ ، ۲۷) ۔

اِبتدائی دَور کی کلیسیا میں برگشتگی کے بِیج پہلے ہی بوئے جا چُکے تھے ۔ پولُس نے اِفسُس کے بُزرگوں کو خبردار کیا تھا کہ میرے بعد پھاڑنے والے بھیڑیئے آئیں گے جو گلّے پر ہرگز ترس نہیں کھائیں گے ۔ اور کہ اُن ہی میں سے ایسے آدمی برپا ہوں گے جو اُلٹی اُلٹی باتیں کہیں گے تا کہ شاگردوں کو اپنی طرف کھینچ لیں (اعمال ۲۰ : ۲۹ ، ۳۰) ۔ یُوحنّا نے بھی اپنے پہلے خط میں اُن مُخالفینِ مسیح کا ذِکر کیا ہے جو مسیحی رفاقت میں شامِل تھے مگر اُس کو چھوڑ کر اپنے جُھوٹ کو ظاہر کر دیا ، یعنی اپنے ایمان سے مُنحرف ہو گئے (۱ - یُوحنّا ۲ : ۱۸ ، ۱۹) ۔

۲۔ تھسلنیکیوں ۲: ۲-۴ میں ہم پڑھتے ہیں کہ خداوند کے دن سے پہلے زبردست برگشتگی ہوگی۔ ہماری سمجھ کے مطابق ترتیب یوں ہوگی کہ

اوّل۔ خداوند ہوا میں آئے گا تاکہ کلیسیا کو باپ کے گھر میں لے جائے (یوحنا ۱۴: ۱-۳؛ ۱- تھسلنیکیوں ۴: ۱۳-۱۸)۔

دوم۔ پیچھے رہ جانے والے نام نہاد مسیحی بڑی تعداد میں مسیحیت سے پھر جائیں گے۔

سوم۔ گناہ کا شخص دنیا کے سٹیج پر ظاہر ہوگا۔

چہارم۔ پھر خداوند کا دن ——— یعنی بڑی مصیبت کا سات سالہ دور شروع ہوگا۔

گناہ کا شخص سب سے بڑا برگشتہ شخص ہوگا۔ وہ نہ صرف مسیح کی مخالفت کرے گا، بلکہ یہ تقاضا کرے گا کہ میری پرستش کرو کیونکہ میں خدا ہوں۔

پطرس اُن برگشتہ جھوٹے اُستادوں کی تفصیلی تصویر پیش کرتا ہے جو آخیر دنوں میں برپا ہوں گے (۲- پطرس باب ۲)۔ بعض پہلوؤں سے پطرس کا بیان یہوداہ کے بیان کے متوازی نظر آتا ہے۔ مندرجہ ذیل حوالوں کا مقابلہ کرنے سے یہ مشابہات دیکھی جاسکتی ہیں:

یہوداہ	۲- پطرس
آیت ۴	۲: ۱-۳
آیت ۷	۲: ۶
آیت ۸	۲: ۱۰
آیت ۹	۲: ۱۱
آیت ۱۰	۲: ۱۲
آیت ۱۶	۲: ۱۸

مگر حقیقت میں اِن مشابہات کی نسبت اِن میں پائے جانے والے اختلافات زیادہ اہم ہیں۔

یہوداہ نوح، طوفان یا لوط کا کوئی ذکر نہیں کرتا۔ پطرس مصر سے بچ نکلنے والے اسرائیلیوں، میکائیل، قائن، قورح یا حنوک کی نبوت کا ذکر نہیں کرتا۔ وہ اُن فرشتوں کے بارے میں کوئی زیادہ معلومات نہیں دیتا جنہوں نے گناہ کیا تھا، جبکہ یہوداہ اُن کا بیان کرتا ہے۔ پطرس جھوٹے اُستادوں کا بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اُنہوں نے اُس مالک (خداوند) کا انکار کیا جس نے اُن کو خریدا ہے۔ جبکہ یہوداہ کہتا ہے کہ "یہ بے دین ہیں اور ہمارے خدا کے فضل کو شہوت پرستی سے بدل ڈالتے ہیں۔ اور ہمارے

واحد مالک اور خُداوند یسُوع مسیح کا اِنکار کرتے ہیں"۔ (آیت ۴)۔

ہمیں اِن دونوں ابواب کو بعینہٖ ایک دُوسرے کے مماثل نہیں سمجھنا چاہئے، بلکہ جاننا چاہئے کہ ہر دو حالتوں میں رُوح القُدس نے اپنے مقصد اور اِرادہ کو پُورا کرنے کے لئے مواد کا اِنتخاب کیا ہے۔ اور دونوں باب ایک دُوسرے کے اِتنا مشابہ نہیں جتنا پہلی نظر میں دِکھائی دیتے ہیں۔ جن اَفراد نے چاروں اناجیل کا مُطالعہ کیا ہے اور اِفسیوں اور کلسیوں کے نام خُطوط کا موازنہ کیا ہے وُہ جانتے ہیں کہ خُدا کا رُوح بلاوجہ باتوں کو نہیں دُہراتا۔ اِن مشابہات اور اختلافات کے پیچھے رُوحانی معنی ہیں۔ ہمارے پاس دیکھتے والی آنکھیں ہونی چاہئیں۔

خاکہ

۱۔ سلام (آیات ۱، ۲)

۲۔ برگشتہ لوگوں کو بے نقاب کیا جاتا ہے (آیات ۳-۱۶)

۳۔ برگشتگی کے درمیان ایمان دار کا کردار (آیات ۱۷-۲۳)

۴۔ خوبصورت کلمۂ برکت (آیات ۲۴، ۲۵)۔

تفسیر

۱۔ سلام (آیات ۱، ۲)

آیت ۱۔ خُدا نے راست باز "یہُوداہ" کو برگشتہ لوگوں کو بے نقاب کرنے کے لئے اِستعمال کیا۔ ایک اَور یہوداہ ـــــ یہوداہ اسکریوتی اِن برگشتہ لوگوں کا سب سے عبرت ناک نمونہ ہے۔ اِس نیک "یہُوداہ" کے بارے میں جو بات ہم یقینی طور پر جانتے ہیں یہ ہے کہ وُہ "یسوع مسیح کا بندہ اور یعقوب کا بھائی" تھا۔

اِس آیت میں مکتوب الیہان کو مخاطب کرتے ہُوئے یہُوداہ تین القاب اِستعمال کرتا ہے جو سچّے ایمان داروں پر صادق آتے ہیں ـــ وُہ "بلائے ہُوئے" ہیں اور "خُدا باپ میں عزیز اور یسوع مسیح کے لئے محفوظ ہیں"۔ خُدا نے اُن کو انجیل کے وسیلہ سے دُنیا میں سے بُلایا ہے، تاکہ اُس کے ہو جائیں ـــ "خدا" نے اُن کو اپنے لئے الگ اور مخصُوص کر لیا ہے تاکہ اُس کے خاص اور پاکیزہ لوگ ہوں۔ وُہ معجزانہ طور پر خطرہ، نقصان، ناپاکی اور ہلاکت سے "محفُوظ" کئے گئے ہیں۔ بالآخر اُن کو بادشاہ کے سامنے لایا جائے گا تاکہ اُس کا حُسن وجمال دیکھیں۔

آیت ۲۔ یہُوداہ اپنے قارئین کو "رحم اور اطمینان اور محبّت" کی دُعا دیتا ہے۔ یہ دُعا اُن لوگوں کے خاص طور پر حسبِ حال ہے جنہیں ایمان کو تہس نہس کرنے والوں کے تابڑ توڑ حملوں کا سامنا تھا۔ "رحم" کا مطلب ہے خدا کا تسلی سے بھرا ہُوا سکون جو وُہ کشمکش اور جدوجہد کے ایّام میں اپنے مقدّسوں کو مُہیّا کرتا ہے۔ "اطمینان" سے مُراد وُہ اعتماد اور سکُونِ خاطر ہے جو خدا کے کلام پر بھروسا کرنے اور پیش آمدہ حالات کی بجائے اُس ہستی کو دیکھنے سے حاصل ہوتا ہے جو اپنے مقاصد کو پُورا کرنے کے لئے حالات کو باطل کر دیتا ہے۔ "محبّت" خُدا کا اپنے لوگوں کو گلے لگانا ہے جبکہ وُہ اِس کے حقدار بھی نہیں ـــ یہ وُہ اعلیٰ ترین شفقت ہے جس میں ہمیں دُوسروں کو شریک کرنا لازم ہے۔

وُہ دُعا مانگتا ہے کہ یہ تینوں برکات "زیادہ" ہو جائیں۔

۲۔ برگشتہ لوگوں کو بے نقاب کیا جاتا ہے (آیات ۳-۱۶)

آیت ۳۔ یہوداہ کا اصل ارادہ جلالی "نجات کی بابت لکھنے" کا تھا جس میں "سب ایمان دار شریک ہیں"۔ لیکن خدا کے رُوح نے اِس اطاعت پذیر کاتب پر ایسا اثر کیا کہ اُس نے جان لیا کہ رُخ تبدیل کرنا ضروری ہے۔ تعلیم یا عقیدہ کے بارے میں ایک عام مقالہ سے بات نہیں بنے گی۔ صرف ایک پُرجوش اپیل ہی قارئین کو مضبوط کر سکتی ہے۔ اُن کو اُبھارنا ہو گا کہ "ایمان کے واسطے جانفشانی" کریں۔ مسیحی ایمان کے مُقدّس ذخیرہ پر حملے کئے جا رہے تھے۔ کوششیں کی جا رہی تھیں کہ عظیم بُنیادی عقائد کی جڑیں کاٹ ڈالی جائیں۔ ضرورت تھی کہ خُدا کے لوگ خدا کے پاک کلام کے لئے ڈٹ جائیں کہ یہ اِلہامی، بے خطا، بااِختیار، مُصدّقہ اور کافی ہے۔

لیکن ایمان کی خاطر لڑتے ہُوئے بھی ایمان دار کا فرض ہے کہ ایک مسیحی کی طرح بولے اور عمل کرے جیسا کہ پَولُس نے لِکھا ہے کہ "مناسب نہیں کہ خُداوند کا بندہ جھگڑا کرے بلکہ سب کے ساتھ نرمی کرے اور تعلیم دینے کے لائِق اور بُردبار ہو" (۲۔تیمتھیُس ۲: ۲۴)۔ وُہ "جانفشانی" کرے مگر جھگڑالو نہ ہو اور خُدا کے کلام اور اپنے ایمان کی اِس طرح تصدیق کرے کہ اُس کی گواہی رائیگاں نہ ہو۔

جس چیز کے لئے ہم "جانفشانی" کرتے ہیں وُہ "اِیمان" ہے "جو مُقدّسوں کو ایک ہی بار سونپا گیا تھا"۔ غور کریں کہ "ایک بار" نہیں بلکہ "ایک ہی بار" کہا گیا ہے۔ اِیمان مکمل ہے۔ عقائد کی تکمیل ہو چُکی ہے۔ اِس میں کچھ اضافہ نہیں کیا جا سکتا۔ عقیدہ / ایمان کی "بات اگر نئی ہے تو سچّی نہیں، اگر سچّی ہے تو نئی نہیں"۔ جب کوئی اُستاد دعویٰ کرتا ہے کہ مُجھے وُہ مکاشفہ مِلا ہے جو بائبل مُقدّس میں موجُود مکاشفہ سے آگے اور اُوپر ہے تو ہم اُسے فوراً ردّ کر دیتے ہیں۔ اِیمان سونپا جا چُکا ہے، ہمیں اِس کے عِلاوہ نہ کسی چیز کی ضرُورت ہے، نہ ہم کِسی بات پر کان دھرتے ہیں۔ جھُوٹے فرقوں اور مَسالِک کے لیڈروں کو ہمارا یہی جواب ہے جو اپنے اپنے مکاشفے لئے پھرتے ہیں اور کہتے پھرتے ہیں کہ یہ بھی پاک نوشتوں اور صحیفوں کی طرح مُستند ہیں۔

آیت ۴۔ جس خطرے سے خبردار کیا گیا اُس کی نوعیّت کا بیان آیت ۴ میں ہُوا ہے۔ تہ و بالا کرنے والے عناصِر مسیحی رفاقت پر یلغار کر رہے تھے۔ "بعض ایسے شخص چُپکے سے اُن میں آ ملے" تھے۔ دھوکے اور فریب کی ایک خُفیہ تحریک چل رہی تھی۔

اِن خُفیہ تحریک والوں کی "سزا کا ذِکر قدیم زمانہ میں پیشتر سے لِکھا گیا تھا"۔ لگتا ہے کہ خُدا نے

اِن خاص افراد کو ہلاکت کے لئے چن لیا تھا، مگر مطلب یہ نہیں ہے۔ بائبل مُقدّس کبھی تعلیم نہیں دیتی کہ بعض لوگوں کو ہلاکت کے لئے چُن لیا جاتا ہے۔ جب لوگ نجات پاتے ہیں تو خدا کے فضل سے پاتے ہیں۔ لیکن جب وہ بالآخر ہلاک ہوتے ہیں تو اپنے گناہ اور نافرمانی کے باعث ہوتے ہیں۔

اِن الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ برگشتہ لوگوں کی "سزا" کا فیصلہ بہت عرصہ پیشتر سے ہو چکا ہے۔ اگر لوگ مسیحی ایمان سے پیچھے ہٹ جانے کا اِنتخاب کریں تو پھر اُن کو وہ "سزا" ملے گی جو ایمان نہ رکھنے والے اِسرائیلیوں کو بیابان میں، باغی فرشتوں اور سدومیوں کو ملی تھی۔ وہ پہلے سے مُقرر نہیں کِئے گئے تھے کہ پیچھے ہٹ جائیں یا برگشتہ ہو جائیں۔ اُنہوں نے برگشتہ ہونے کا فیصلہ خود کیا۔ چنانچہ اُن کو وہ سزا ملی جو سب برگشتہ ہونے والوں کے لئے پہلے سے مُقرر ہو چکی ہے۔

اِن "بے دین" افراد کی دو خاص خصوصیات ہیں۔ ایک تو اُن کا کردار کھوٹا اور خراب ہے۔ دوسرے اُن کی تعلیم بگڑی ہوئی اور خراب ہے۔ اپنے کردار میں وہ "خُدا کے فضل کو شہوت پرستی سے بدل ڈالتے ہیں"۔ وہ مسیحی آزادی کو توڑ مروڑ کر گناہ کرنے کا "اجازت نامہ" بنا لیتے ہیں اور اپنی تعلیم میں وہ "ہمارے واحِد مالِک اور خُداوند یسوع مسیح کا اِنکار کرتے ہیں"۔ وہ اُس کی حاکمیت، الوہیت، عوضی موت، قیامت —— غرض اُس کی ذات اور کام سے مُتعلق ہر بنیادی اور ضروری تعلیم کا "اِنکار کرتے ہیں"۔ وہ دعویٰ تو کرتے ہیں رُوحانی حلقے میں وسیع تر آزادی کا، مگر بڑے ڈھیٹ اور خود رائے ہو کر انجیل کی مخالفت کرتے اور مسیح کے خُون کی قدر و قیمت کو ہیچ ٹھہراتے اور اُس کے واحِد ذریعہ نجات ہونے کو جھٹلانے پر تُلے رہتے ہیں۔

آیت ۵۔ کوئی شک و شُبہ نہیں کہ اِن برگشتہ لوگوں کے بارے میں خُدا کا رویّہ کیا ہو گا۔ خُدا نے پُرانے عہدنامہ میں اِسے مُتعدد بار ظاہر کیا ہے۔ اب یہوداہ اپنے قارئین کو "یاد دِلانا" چاہتا ہے اور اِس مقصد کے لئے تین مثالیں پیش کرتا ہے، یعنی بے ایمان اِسرائیلی، گناہ کرنے والے فرشتے اور سدوم اور عمورہ کے لوگ۔

پہلی مثال بیابان میں اِسرائیلیوں کی ہے۔ "خُداوند نے ایک اُمت کو مُلکِ مِصر میں سے چھڑانے کے بعد اُنہیں ہلاک کیا جو ایمان نہ لائے" (دیکھئے گنتی باب ۱۳، ۱۴؛ ۱-کرنتھیوں ۱۰: ۵--۱۰)۔ خُدا نے مُلکِ کنعان اِس قوم کو دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اِس وعدہ میں اُن کے لئے تمام ضروری توفیق بھی شامل تھی۔ لیکن اُنہوں نے قادِس میں جھوٹے جاسوسوں کی رپورٹ کا یقین کیا اور خُدا سے باغی ہو گئے۔ اِس کے نتیجہ میں وہ تمام افراد جو مِصر سے نکلتے وقت بیس برس یا اِس سے زیادہ عُمر کے تھے وہ سب بیابان میں ہلاک ہو گئے۔ صرف دو شخص بچے یعنی کالب اور یشوع کیونکہ وہ بغاوت کے مُرتکب نہیں ہوئے

تھے (دیکھئے عبرانیوں ۳:۱۶-۱۹)۔

آیت ۶ - برگشتگی اور بغاوت کی دُوسری مثال وُہ "فرشتے" ہیں جنہوں نے گُناہ کیا۔ اُن کے مُتعلق صِرف اِتنا بتایا گیا ہے کہ اُنہوں نے "اپنی حکُومت کو قائم نہ رکھا" جو اُن کے سپُرد کی گئی تھی، "بلکہ اپنے خاص مقام کو چھوڑ دیا"۔ اور اب خُدا نے "اُن کو ... دائمی قید میں تاریکی کے اندر روزِ عظیم کی عدالت تک رکھا" ہُوا ہے۔

پاک صحائف سے معلُوم ہوتا ہے کہ فرشتوں میں کم سے کم دوؔ دفعہ برگشتگی ہُوئی۔ ایک وُہ جب لُوسیفر گرایا گیا۔ اُس کے ساتھ اور بھی بہُت سے فرشتے تھے جو اِس بغاوت میں ملوث تھے۔ یہ گرے ہُوئے فرشتے فی الحال قید میں نہیں ہیں۔ ابلیس اور اُس کے شیاطین خُداوند اور اُس کے لوگوں کے خِلاف جنگ کرنے میں سرگرمِ عمل ہیں۔

فرشتوں کی دُوسری برگشتگی وُہ ہے جس کا ذِکر یہوداہ نے اور پطرؔس (۲-پطرس ۲:۴) نے بھی کیا ہے۔ بائبل مُقدّس کے عُلما میں اِس کے بارے میں بہُت اختلافِ رائے پایا جاتا ہے کہ یہاں کس واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ جو کُچھ ہم بیان کرنے کو ہیں وُہ ہماری ذاتی رائے ہے، کوئی لاکلام حقیقت نہیں ہے۔

ہمارا خیال ہے کہ یہُوداہ اُس واقعہ کی طرف اشارہ کر رہا ہے جو پیدائش ۶:۱-۷ میں درج ہے۔ خُدا کے بیٹوں نے بحیثیت فرشتگان اپنا "خاص مقام" چھوڑ دیا۔ انسانی شکل میں زمین پر اُتر آئے اور اِنسانوں کی بیٹیوں سے شادیاں کیں۔ یہ ازدواجی ملاپ خُدا کے حُکم اور اِنتظام کے خِلاف تھا اور اُس کی نظر میں مکرُوہ تھا۔ آیت ۴ میں یہ اشارہ بھی پایا جاتا ہے کہ ان غیر فطری شادیوں کے نتیجہ میں جو اولاد پیدا ہُوئی وُہ اِنتہائی قُوّت اور شرارت کی مالک تھی۔ یہ بات سچ ہو، یا نہ ہو، مگر اِتنی بات ضرُور واضح ہے کہ اِنسان کی اُس وقت کی شرارت سے خُدا سخت ناراض ہُوا اور اُس نے فیصلہ کر لیا کہ ایک زبردست طُوفان سے زمین کو فنا کر دے۔

اِس نظریہ پر تینؔ اعتراض کئے جاتے ہیں (۱) پیدائش کے متذکرہ حوالہ میں فرشتوں کا ذِکر نہیں، صِرف "خُدا کے بیٹوں" کا ذِکر ہے۔ (۲) فرشتے بے جنس ہوتے ہیں۔ (۳) فرشتے بیاہ شادیاں نہیں کرتے۔

بے شک خصُوصیت سے فرشتوں کا نام نہیں لیا گیا، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ سامی زبانوں میں "خُدا کے بیٹوں" کا مطلب فرشتے بھی ہے (دیکھئے ایوب ۱:۶ اور ۲:۱)۔

بائبل میں کہیں کوئی ایسا بیان نہیں کہ فرشتے بے جنس ہوتے ہیں۔ کئی دفعہ فرشتے زمین پر اِنسانی شکل میں ظاہر ہُوئے۔ وُہ اِنسانی اعضا اور بھُوک (خواہشات) رکھتے تھے (پیدائش ۱۸:۲،

۲۲ بمقابلہ ۱۹: ۱تا ۲ - ۵)۔

بائبل یہ نہیں کہتی کہ فرشتے بیاہ شادی نہیں کرتے، بلکہ صرف یہ کہ "قیامت میں بیاہ شادی نہ ہوگی بلکہ لوگ آسمان پر فرشتوں کی مانند ہوں گے" (متی ۲۲: ۳۰)۔

آیت ۶ کے پس منظر میں کوئی بھی تواریخی واقعہ ہو، اہم نکتہ یہ ہے کہ اِن فرشتوں نے وہ مقام چھوڑ دیا جو خدا نے اُن کے لئے متعین کیا تھا۔ اور اب "قید میں تاریکی کے اندر" ہیں اور اُس وقت تک رہیں گے جب تک اُن کی بربادی کا آخری حکم صادر نہیں ہوتا۔

آیت ۷۔ پرانے عہدنامہ کی تیسری برگشتگی جس کا ذکر یہوداہ نے کیا ہے وہ "سدوم اور عمورہ اور اُن کے آس پاس کے شہروں" کی برگشتگی ہے (پیدائش ۱۸: ۱۶ - ۱۹: ۲۹)۔ اِس فقرے کے ابتدائی لفظ "اِسی طرح" ظاہر کرتے ہیں کہ سدوم کے گناہ میں کچھ ایسے خدوخال تھے جو فرشتوں کے گناہ میں بھی تھے۔ یہ گناہ تھا "اِنتہائی بداخلاقی" جو فطرت کے بالکل خلاف تھی اور جس سے خدا کو کراہیت ہے۔

جنسی کجروی کے اِس خاص گناہ پر پولس رسول نے رومیوں کے نام خط میں بحث کی ہے۔ "اُن کی عورتوں نے اپنے طبعی کام کو خلافِ طبع کام سے بدل ڈالا۔ اسی طرح مرد بھی عورتوں سے طبعی کام چھوڑ کر آپس کی شہوت سے مست ہو گئے، یعنی مردوں نے مردوں کے ساتھ رُوسیاہی کے کام کرکے اپنے آپ میں اپنی گمراہی کے لائق بدلہ پایا" (رومیوں ۱: ۲۶ ب - ۲۷)۔ سدوم، عمورہ، ادمہ ضبوئیم کے مرد ہم جنس پرستی کے عادی ہو چکے تھے۔ اِس گناہ کو یہاں "غیر جسم کی طرف راغب ہونا" کہا گیا ہے، یعنی یہ فعل اُس طبعی اِنتظام کے قطعی خلاف ہے جو خدا نے مقرر و متعین کیا ہوا ہے۔

کیا یہ محض ایک اتفاق ہے کہ دورِ جدید کے بہت سے برگشتہ افراد اُس ہراول دستہ میں شامل ہیں جو ہم جنس پرستی کی کھلے عام حمایت کرتا اور مُہم چلاتا ہے کہ اِس فعلِ قبیح کو قانونی درجہ دیا جائے کہ جب دو بالغ افراد باہم راضی ہوں تو جو چاہیں کرتے پھریں؟

ایسے آوارہ خیال لوگوں کے سامنے سدوم اور عمورہ کے شہروں کو "جائے عبرت" کے طور پر پیش کیا گیا ہے کہ وہ "ہمیشہ کی آگ کی سزا میں گرفتار" رہیں گے۔ "ہمیشہ کی آگ" سے یہ مراد نہیں کہ جس آگ نے اُن شہروں کو تباہ و برباد کیا تھا وہ دائمی ہے بلکہ یہ کہ اِس آگ کی بھسم کرنے والی قوت کامل اور وسیع ہے۔ یہاں اُس ابدی سزا کی تصویر پیش کی گئی ہے جو سارے باغیوں پر نازل ہوگی۔

آیت ۸- یہوداہ موجودہ دور کے برگشتہ لوگوں کے موضوع کی طرف لوٹتا ہے۔ "وہ وہموں میں مبتلا ہو کر . . . جسم کو ناپاک کرتے . . . ہیں"۔ اُن کے خیالات کی دُنیا بگڑی ہوئی اور گناہ سے معمور ہوتی ہے۔ وہ گندے خیالات کی دُنیا میں بستے ہیں اور بالآخر سدوم کے مردوں کی طرح جنسی کجروی سے اپنے خیالات کی تکمیل کرتے ہیں۔ یہ تو تھی اُن کے گناہوں کی بات۔

علاوہ ازیں وہ "حکومت کو ناچیز جانتے . . . ہیں"۔ وہ خدا اور حکومتی اداروں کے باغی ہیں۔ یقین رکھیں کہ وہ لاقانونیت اور طوائف الملوکی کے محرک ہوتے ہیں۔ اُن کے نام اُن تنظیموں کی فہرستوں میں شامل ہوتے ہیں جو حکومت کا تختہ اُلٹنے پر اُدھار کھائے بیٹھی ہوتی ہیں۔

یہ برگشتہ لوگ "عزت داروں" یعنی فرشتوں پر "لعن طعن کرتے ہیں"۔ اُن کے نزدیک اِس بات کی کوئی اہمیت نہیں کہ "کوئی حکومت ایسی نہیں جو خدا کی طرف سے نہ ہو۔ اور جو حکومتیں موجود ہیں وہ خدا کی طرف سے مقرر ہیں" (رومیوں ۱۳: ۱ ب)۔ وہ اِس الٰہی حکم کا تمسخر اُڑاتے ہیں کہ "تو . . . نہ اپنی قوم کے سردار پر لعنت بھیجنا" (خروج ۲۲: ۲۸)۔ وہ ہر اختیار کا ذکر حقارت اور کینہ کے ساتھ کرتے ہیں۔ یہ اختیار خواہ خدا کا ہو، خواہ فرشتوں کا، خواہ انسانوں کا، اُن کو کچھ پروا نہیں ہوتی۔

آیت ۹- اِس لحاظ سے وہ "مقرب فرشتہ میکائیل" کو بھی خاطر میں نہیں لاتے، بلکہ وہ کام بھی کر گزرتے ہیں جو اُس "مقرب فرشتہ" نے بھی کرنے کی جرأت نہیں کی تھی۔ جب "میکائیل نے موسیٰ کی لاش کی بابت ابلیس سے بحث و تکرار" کی تو اُس نے ابلیس پر نالش کرنے یا طعنہ زنی کرنے کی کوشش نہ کی، بلکہ صرف یہ کہا کہ "خداوند تجھے ملامت کرے"۔ یہاں یہوداہ ہمیں ایک ایسے واقعہ میں شریک کرتا ہے جس کا بائبل مقدس میں کسی اور جگہ ذکر نہیں۔ فطری طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ "اُس کو یہ معلومات کہاں سے ملیں؟"

بعض علما کہتے ہیں کہ یہ معلومات روایت کے ذریعہ سے پہنچیں۔ ہو سکتا ہے ایسا ہی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ نہ ہو۔

سب سے تسلی بخش وضاحت یہ ہے کہ یہ معلومات فوق الفطرت طریقے سے اُسی رُوح القدس نے ظاہر کیں جس نے اُسے یہ خط لکھنے کی تحریک دی تھی۔

ہمیں کچھ علم نہیں کہ "موسیٰ کی لاش کی بابت" میکائیل اور شیطان کے درمیان یہ بحث و تکرار کیوں چھڑی۔ ہم اِتنا ضرور جانتے ہیں کہ موسیٰ کی لاش کو خدا نے موآب کی ایک وادی میں دفن کیا تھا۔ غالباً شیطان جاننا چاہتا تھا کہ وہ جگہ کہاں ہے تاکہ وہاں مزار یا زیارت گاہ بنا دے۔ اِس طرح

اِسرائیلی مُوسیٰ کی ہڈیوں کی بُت پرستانہ پرستش کی طرف رجُوع ہو جاتے۔ میکائیل فرشتہ بنی اِسرائیل کا نمائندہ تھا (دانی ایل ۱۰: ۲۱)۔ چنانچہ اُس نے پُوری پُوری کوشش کی کہ مُوسیٰ کے دفن کی جگہ کسی کو معلُوم نہ ہو اور قوم اِس قسم کی بُت پرستی سے بچی رہے۔

اِس سارے بیان میں ایک اہم نُکتہ یہ بھی ہے کہ "میکائیل" ایک "مقرب فرشتہ" ہے اور وُہ فرشتہ ہے جِس کو خُدا شیطان کو آسمان سے گرانے کے لئے استعمال کرے گا (مکاشفہ ۱۲: ۷-۹)۔ تو بھی اُس نے یہ جُرأت نہ کی کہ اُس ہستی پر لعنت کرے جو شیاطین کی دُنیا پر حُکمران ہے۔ اُس نے ملامت کا سارا کام خُدا پر چھوڑ دیا۔

آیت ۱۰۔ یہ برگشتہ لوگ ضِدی اور ڈھیٹ ہو کر اُن باتوں کے بارے میں حقارت اور "لعن طعن" کے ساتھ بولتے ہیں "جن باتوں کو نہیں جانتے"۔ جن سے بالکل بے خبر ہیں۔ وُہ نہیں سمجھتے کہ کسی بھی منظم مُعاشرہ میں اِختیار کا ہونا، اور اُس اختیار کی اطاعت کا ہونا اشد ضروری ہوتا ہے۔ چنانچہ وُہ بڑی ترنگ میں آگے ہی آگے قدم مارتے اور جھُومتے جھامتے چلے جاتے ہیں۔ وُہ بے عقل اور بے شعُور جانوروں کی طرح اپنے آپ کو شہوت پرستی اور جنسی کجروی کے حوالہ کر دیتے ہیں، اور یُوں "اپنے آپ کو خراب" اور "ہلاک کرتے ہیں"۔

آیت ۱۱۔ اُن کے لئے نہایت کڑی سزا کا بیان کیا گیا ہے۔ "اِن پر افسوس!" رسُول اُن کے ضِدی اور غیر تائب دِل کے باعث اُن پر افسوس کا اظہار کرتا ہے۔ وُہ اپنے لئے قہر اور غضب جمع کر رہے ہیں۔ جِس روز خُدا کی راست اور صادق عدالت ظاہر ہوگی وُہ قہر کا دن ہوگا (رومیوں ۲: ۵) اور یہ لوگ ہرگز بچ نہیں سکیں گے۔

اُن کے کِردار کو ایسے "گرنے" سے تشبیہ دی گئی ہے جِس میں رفتار ہر لحظہ بڑھتی جاتی ہے اور جِس کی کوئی تھاہ نہیں۔ ایک تو وُہ "قائن کی راہ پر چلے"، دُوسرے اُنہوں نے "بلعام کی سی گمراہی اِختیار کی" اور پھر "قورح کی طرح مخالفت کر کے ہلاک ہُوئے"۔ گمراہی اور برگشتگی کبھی ایک جگہ ساکت نہیں رہیں، بلکہ لوگوں کو کشاں کشاں کڑاڑے پر لے جاتی ہیں اور پھر اُس سے گرا کر ہلاک کر ڈالتی ہیں۔

"قائن کی راہ" بنیادی طور پر اُس نجات کا انکار ہے جو قُربانی کے خُون کے وسیلہ سے مِلتی ہے (پیدائش باب ۴)۔ اِس میں انسان اپنی کوشش سے خُدا کے غضب کو ٹھنڈا کرنے کا جتن کرتا ہے۔ لیکن اِنسانی کوشش اور جتن پر تکیہ کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ فضل اور فضل پانے والوں سے نفرت

کی جاتی ہے۔ اور بالآخر اِس نفرت کا نتیجہ ایذا رسانی اور قتل و خون ہوتا ہے (۱-یوحنا ۳: ۱۵)۔

"بلعام کی سی گمراہی" سے مُراد یہ خواہش ہے کہ خُدا کی خِدمت کو کاروبار بنا کر میں دولت مند ہو جاؤں۔ بلعام کہتا تھا کہ میں خُدا کا نبی ہُوں۔ لیکن وُہ حریص تھا اور نبوّت کرنے کی نعمت کو دَولت کمانے کے لئے اِستعمال کرنے پر آمادہ رہتا تھا (گنتی باب ۲۲-۲۴)۔ اسرائیل پر لعنت کرنے کے لئے بلق نے اُس کو پانچ دفعہ ادائیگی کی اور بلعام ایسا کرنے پر دِل سے راضی تھا، مگر خُدا نے اُس کو زبردستی روک دِیا۔ اُس نے جو باتیں کہیں اُن میں سے اکثر سچی، درست اور خوبصورت تھیں۔ اِس کے باوجود وُہ ایک کرائے کا نبی بن گیا۔ وُہ اِسرائیلیوں پر لعنت تو نہ کرسکا، لیکن بالآخر اُن کو موآب کی بیٹیوں کے ساتھ گناہ کرنے پر راغب کرنے میں کامیاب ہوگیا (گنتی ۲۵: ۱-۵)۔

آج کے جھوٹے اُستاد بھی بلعام کی طرح بڑے ملائم اور قائل کرنے والے ہوتے ہیں۔ وُہ بیک وقت دو قسم کی باتیں کرنے کے ماہر ہوتے ہیں۔ وُہ اپنی آمدنی میں اِضافے کی خاطر سچ کو دبائے رکھتے ہیں۔ وُہ لالچی ہوتے ہیں۔ ہر وقت اِسی کوشش میں رہتے ہیں کہ خُدا کے گھر کو تجارتی مرکز بنا دیں۔

یہوداہ جس "افسوس" کا اِظہار کرتا ہے اُس کی تیسری وجہ یہ ہے کہ یہ جھوٹے اُستاد "قورح کی طرح مخالفت کر کے ہلاک ہوئے۔" داتن اور ابی رام کے ساتھ قورح نے بھی موسیٰ اور ہارون کی قیادت کے خِلاف بغاوت کی اور کہانت کے عہدے میں گھس آنے کی خواہش کی (گنتی باب ۱۶)۔ اِس طرح دراصل، اُنہوں نے خُداوند کی تحقیر کی۔ اُن کی بغاوت اور نافرمانی کے باعث ایک بڑا زلزلہ آیا اور زمین اُن کو نِگل گئی۔ خُدا نے اپنی سخت ناراضی دِکھائی، کیونکہ قورح وغیرہ اُن لوگوں کا سامنا کرنے لگے تھے جن کو خُدا نے اپنے نائب مقرر کیا تھا۔

آیت ۱۲- اب برگشتہ لوگوں کے کردار اور حشر کو ظاہر کرنے کے لئے یہوداہ طبعی دُنیا سے پانچ مثالیں دیتا ہے۔

وُہ "محبّت کی ضیافتوں[1] میں ... دریا کی پوشیدہ چٹانیں ہیں۔" ابتدائی دَور کے مسیحی خُداوند کی عشا کے سِلسلے میں یہ ضیافت کیا کرتے تھے، مگر برگشتہ لوگ نہ خُدا سے ڈرتے ہیں نہ اِنسان سے۔ اُن کو گلّے کی نہیں صِرف اپنی فِکر اور پروا ہوتی ہے۔ وُہ ایمان کو داغدار کرنے کے لئے دوسروں کو بھی

---

[1] وُہ اِن ضیافتوں کو 'اگاپے' کہتے تھے، جس کا مطلب ہے بے لوث 'محبّت'۔

فریب سے راغب کر لیتے ہیں۔

"یہ بے پانی کے بادل ہیں" لگتا تو ہے کہ خشک اور سوکھی زمین کو تر و تازہ کر دیں گے، لیکن ہوائیں اُن کو "اُڑا لے جاتی ہیں"۔ اُن سے صرف مایوسی حاصل ہوتی ہے۔ وہ سراب ثابت ہوتے ہیں۔

"یہ پت جھڑ کے بے پھل درخت ہیں"، جن پر پتے بھی نہیں ہوتے۔ "دونوں طرح سے مُردہ"۔ مُراد ہے بالکل مُردہ۔ یا یہ کہ اُن کی جڑیں بھی مُردہ اور شاخیں بھی مُردہ ہوتی ہیں۔ علاوہ ازیں وہ "جڑ سے اُکھڑے ہُوئے ہیں"۔ گویا تیز آندھی نے اُن کو زمین سے اُکھاڑ ڈالا ہے۔ اُن کا ٹُنڈ بھی باقی نہیں رہا کہ مستقبل ہی میں زندگی کے پھُوٹ نکلنے اور بڑھنے کی اُمید ہو سکتی۔

آیت ۱۳۔ "یہ سمندر کی پُرجوش موجیں ہیں" جو قابُو میں نہیں آتیں، شور و غُل مچاتی ہیں اور غضب ناک ہوتی ہیں۔ مگر سارے شور و غُل اور جوش و خروش کے باوجود صرف "اپنی بے شرمی کے جھاگ اُچھالتی ہیں"۔ جن باتوں پر شرمندہ ہونا چاہئے یہ لوگ اُن پر فخر کرتے ہیں۔ کوئی قابلِ قدر اور ٹھوس چیز باقی نہیں رہنے دیتے۔

اور پھر "یہ وہ آوارہ گرد ستارے ہیں جن کے لئے ابد تک بے حد تاریکی دھری ہے"۔ وہ اجرامِ فلک جو کسی مُقررہ اور باقاعدہ مدار پر گردش نہیں کرتے وہ آوارہ گرد ستارے ہیں۔ وہ جہاز رانی میں مدد کے سلسلے میں بے کار ہیں۔ یہ جھُوٹے اُستادوں کا کیسا موزُوں بیان ہے! اِن سے رُوحانی راہنمائی کی اُمید رکھنا فضُول ہے۔ وہ دم بھر کو چمکتے ہیں، تیز روشنی چھوڑتے ہیں پھر آتش بازی کے کھلونوں کی طرح تاریکی میں گُم ہو جاتے ہیں۔

آیت ۱۴۔ اِن لوگوں کے انجام کی خبر "حنوک نے بھی جو آدم سے ساتویں پُشت میں تھا" پہلے سے "پیشین گوئی" کے طور پر دی تھی۔ اِس نبوت کا ذکر صرف یہُوداہ کے خط میں ہے۔ کئی عُلما کہتے ہیں کہ یہ حنوک کی غیر مُستند کتاب سے لی گئی ہے۔ لیکن ایسی کوئی شہادت نہیں ملتی کہ یہ کتاب یہُوداہ کے زمانہ میں موجُود تھی۔ کیلی کہتا ہے:

> اِس (حنوک کی کتاب) میں ہر وہ علامت موجُود ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ یروشلیم کی بربادی (یعنی یہُوداہ کے خط کے لکھے جانے) کے بعد لکھی گئی تھی۔ اِس کا مُصنّف ایک یہُودی ہے جو ابھی تک خُود کو اِسی اُمید کا سہارا دیئے ہُوئے تھا کہ خُدا یہُودیوں کی مدد کرے گا۔

ہمیں تو یہ علم نہیں کہ یہُوداہ کو اِس قدیم پیشین گوئی کی خبر کیسے ہُوئی، مگر اِس کی سادہ

وضاحت یہ ہے کہ جس طرح رُوحُ القدُس نے باقی خط لکھنے میں ہدایت اور راہنمائی کی اُسی طرح اِن الفاظ کا مکاشفہ بھی دیا۔

نبوّت یوں ہے کہ "دیکھو۔ خُداوند اپنے لاکھوں مُقدّسوں کے ساتھ آیا"[1]۔ اِس "پیشین گوئی کی ابتدائی اور جُزوی تکمیل اُس وقت ہوگی جب بڑی مُصیبت کے دَور کے بعد خداوند اپنے مخالفوں کو نیست کرنے اور بادشاہی کرنے کے لئے دُنیا میں واپس آئے گا۔ اِس کی مکمّل اور آخری تکمیل ہزار سالہ بادشاہی کے بعد ہوگی جب بڑے سفید تخت کے سامنے شریر مُردوں کی عدالت ہوگی۔

آیت ۱۵۔ مسیح اِس لئے آ رہا ہے کہ "سب آدمیوں کا اِنصاف کرے"۔ آیت کے باقی حِصّے سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں "سب" کا مَطلب "سب بے دِینوں" ہے۔ سچّے ایماندار اِس میں شامل نہیں ہیں۔ مسیح پر ایمان لانے کے وسیلے سے ان کو عدالت سے بریت حاصل ہے۔ یہ وَعدہ یُوحنّا ۵: ۲۴ میں درج ہے: "مَیں تم سے سچ سچ کہتا ہُوں کہ جو میرا کلام سُنتا اور میرے بھیجنے والے کا یقین کرتا ہے ہمیشہ کی زِندگی اُس کی ہے اور اُس پر سزا کا حُکم نہیں ہوتا"۔ عدالت کا سارا اِختیار ابنِ آدم کے سپرد ہے اور اِسی حیثیّت میں خُداوند یسوع "سب بے دِینوں کو اُن کی بے دِینی کے اُن سب کاموں کے سَبب سے جو اُنہوں نے بے دِینی سے کئے ہیں اور اُن سب سخت باتوں کے سبب سے جو بے دین گنہگاروں نے اُس کی مُخالفت میں کہی ہیں قصُوروار ٹھہرائے" گا۔ اِس آیت میں 'بے دین' یا 'بے دینی' کا لفظ چار بار آیا ہے۔ لوگ "بے دین" ہیں۔ اُن کے کام "بے دینی" کے ہیں۔ جس طریقے سے وہ یہ کام کرتے ہیں وہ "بے دینی" کا طریقہ ہے اور خُداوند کے خِلاف کُفر بکنے سے وہ اپنی "بے دِینی" کا مزید اِظہار کرتے ہیں۔ "بے دِینی" کے اِس سارے کاروبار کے لئے خُداوند اُن کو "قصُوروار ٹھہرائے" گا۔ مطلب صِرف یہ نہیں کہ اُن کو اپنے قصُور کا گہرا احساس دِلائے گا، بلکہ اُن کا قصُور تو ثابت ہے، اِس لئے اُن پر سزا کا حُکم جاری کرے گا۔

آیت ۱۶۔ اب یہُوداہ اُن کی بے دِینی کی باتوں اور بے دینی کے کاموں کی تفصیل بیان کرتا ہے۔ وہ "بڑبڑانے والے" ہیں۔ وہ خُدا کی رحمتوں کے شُکرگزار نہیں ہوتے بلکہ جو کچھ اُس نے عطا کیا

---

[1] یہ سامی زُبان کا ماضی الماضی ہے۔ اِسے ہم نبوّتی فعل ماضی مُطلق کہہ سکتے ہیں جس میں مُستقبل کے کِسی واقعہ کو اِس طرح بیان کیا جاتا ہے جیسے وہ ماضی میں وقُوع پذیر ہو چکا ہے۔

ہے اُس پر گلے شِکوے کرتے رہتے ہیں - خُدا اِس قسم کے بڑبڑانے کو سخت ناپسند کرتا ہے ثبوت یہ ہے کہ اُس نے بیابان میں بڑبڑانے والے اِسرائیلیوں کو سزا دی -

یہ لوگ ہر وقت خُدا سے شاکی رہتے اور اُس کی مُخالفت میں باتیں بناتے رہتے ہیں - خُدا لڑائیوں، جنگوں اور دُکھ و تکلیف کی اجازت کیوں دیتا ہے؟ وُہ ساری مُعاشرتی ناانصافیوں کا خاتمہ کیوں نہیں کر دیتا؟ اگر وُہ قادرِ مُطلق ہے تو دُنیا میں مچی ہوئی ساری افراتفری اور بدنظمی کا چارہ کیوں نہیں کرتا؟ وُہ خُدا کے لوگوں میں بھی کیڑے نکالتے رہتے ہیں کہ یہ اپنے عقائد اور تعلیم میں تنگ نظر ہیں اور اپنے کردار میں کٹّڑ پابندِ شَرع بنے ہُوئے ہیں -

یہ برگشتہ (بے دین) لوگ عیش و عِشرت میں زِندگی گزُارتے، جسم کی شہوتوں کے پیچھے بھاگتے اور جنسی مُعاملات میں ڈھیل دینے کے لئے بڑے زور شور سے دلیلیں تراشتے رہتے ہیں -

اُن کی لچھّے دار اور متکبّرانہ گفتگو دُوسروں کو مُتوجّہ کرنے میں بڑی کامیاب رہتی ہے - وُہ سیاسی، مُعاشی اور سماجی غرض ہر مُعاملے میں اِنتہاپسندی کی حمایت کرتے ہیں - اُن کی باتیں شہ سُرخیاں بن جاتی ہیں - وُہ بڑی ڈِھٹائی اور بے شرمی سے بُنیادی مسیحی عقائد کو رَدّ کرتے ہیں -

اور خوشامد کے فن میں تو یہ لوگ ماہر ہوتے ہیں - اِس طرح بہت سے لوگوں کو اپنے پیچھے لگا لیتے ہیں اور اچھی خاصی آمدنی بھی حاصِل کرتے رہتے ہیں -

بے دینوں (برگشتہ) کی یہ تصویر بالکُل سچّی اور دُرست ہے - دُنیا کے ذرائع ابلاغ ہر روز اِس کی تصدیق کرتے نظر آتے ہیں -

۳ - برگشتگی کے درمیان ایمان دار کا کردار (آیات ۱۷-۲۳)

آیت ۱۷ - پہلے یہُوداہ برگشتہ لوگوں اور اُجرتی چرواہوں کی بات کر رہا تھا - اب وُہ موضُوع کو تھوڑا سا بدلتا اور برگشتگی کے ایسے حالات کے درمیان ایمان داروں کے کِردار کی بات کرتا ہے - پہلے تو اُن کو یاد دلاتا ہے کہ تُم کو اِس آنے والے خَطرہ سے پیشگی خبردار کر دیا گیا ہے - پھر اُن کی حوصلہ افزائی کرتا ہے کہ اپنی رُوحانی حالت مضبُوط بنائے رکھیں - اور آخِر میں نصیحت کرتا ہے کہ اِن برگشتہ لوگوں کا شِکار ہونے والوں کے درمیان خِدمت کرتے ہُوئے اُن کی ضرُورتوں کا خیال رکھیں -

"یسوع مسیح کے رسُول" بتا چُکے تھے کہ جُھوٹے اُستاد برپا ہوں گے - پَولُس رسُول کی خِدمت

میں یہ بات دیکھی جا سکتی ہے (اعمال ۲۰: ۲۹، ۳۰؛ ۱-تیمتھیس ۴: ۱-۵؛ ۲-تیمتھیس ۳: ۱-۹)۔ نیز پطرس اور یوحنا نے بھی خبردار کیا تھا (دیکھئے ۲-پطرس ۲: ۱-۲۲؛ ۳: ۱-۴؛ ۱-یوحنا ۲: ۱۸، ۱۹)۔

آیات ۱۸، ۱۹ - رسولوں کے پیغام کا خلاصہ یہ ہے کہ ”اخیر زمانہ میں ایسے ٹھٹھا کرنے والے ہوں گے جو اپنی بے دینی کی خواہشوں کے موافق چلیں گے“۔

یہوداہ اِس نبوّت کے ساتھ کچھ وضاحت کا اضافہ کرتا ہے کہ اِن ٹھٹھا کرنے والوں کی تین نمایاں خصوصیات ہیں۔ ایک تو وہ ”نفسانی ہیں“۔ مطلب یہ ہے کہ وہ طبعی انداز میں سوچتے اور عمل کرتے ہیں۔ دوسرے وہ ”تفرقے ڈالتے ہیں“۔ یعنی لوگوں کو اپنے شاگرد یا مرید بناتے ہیں۔ یہ لوگ ”روح سے بے بہرہ“ ہوتے ہیں۔ وہ اوپر سے کبھی پیدا نہیں ہوئے، اِس لئے خدا کی باتیں سمجھنے کی صلاحیت قطعی نہیں رکھتے۔

آیت ۲۰ - ایمان دار کی تقویت کا سرچشمہ بلاشبہ اسی میں ہے کہ خداوند کے نزدیک رہے اور اُس کے ساتھ رفاقت میں خلل نہ آنے دے۔ مگر کِس طرح؟ یہوداہ چار اقدام کی نشاندہی کرتا ہے۔

اوّل۔ ”اپنے پاک ترین ایمان میں ترقی“ کرنا۔ یہ ایمان مسیحی ایمان ہے۔ ہم بائبل مقدس کا مطالعہ کرنے اور اُس پر عمل کرنے سے ایمان میں ترقی کرتے ہیں۔ کلام سے مستقل واقفیت ہماری مثبت راہنمائی کرتی اور راست بازی کی راہ پر چلاتی ہے اور راستے کے خطروں سے آگاہ رکھتی ہے — ایچ۔ پکرنگ کہتا ہے کہ ”لوگ تعلیم کو حقیر قرار دے سکتے ہیں۔ مگر عقیدہ ہے جو کردار کی تشکیل و تعمیر کرتا ہے، کردار سے عقیدے کی تشکیل و تعمیر نہیں ہوتی“۔

دوم۔ دوسرا قدم ہے ”روح القدس میں دعا“ کرنا۔ یعنی ”روح“ کی ہدایت کے مطابق، خدا کی مرضی کے مطابق دعا کرنا اور خدا کی مرضی بائبل میں ظاہر کر دی گئی ہے۔ موضوعی طور پر ”روح“ شخصی طور پر بھی ایمان دار پر ظاہر کرتا ہے۔ یہ دعا اُن دعاؤں سے قطعی مختلف ہوتی ہے جو میکانکی انداز میں دہرا دی جاتی ہیں یا روح کی مدد کے بغیر جلدی جلدی بول دی جاتی ہیں۔

آیت ۲۱ - سوم۔ تیسرا قدم ہے ”اپنے آپ کو خدا کی محبت میں قائم“ رکھنا۔ یہاں ”خدا کی محبت“ کو سورج کی روشنی کے مشابہ ٹھہرایا جا سکتا ہے۔ سورج ہر وقت چمکتا رہتا ہے۔ مگر جب کوئی چیز ہمارے اور سورج کے درمیان آ جاتی ہے تو ہم روشنی میں نہیں رہتے۔ یہی حال ”خدا کی محبت“

کا ہوتا ہے - اُس کی شُعاعیں تو ہماری طرف لپکتی رہتی ہیں، لیکن اگر ہمارے اور خُداوند کے درمیان گُناہ آ جائے تو عملاً ہم اُس کی محبّت سے مُستفید نہیں ہوتے - ہم اپنے آپ کو اُس کی محبّت میں کس طرح "قائم" رکھ سکتے ہیں؟ اِس طرح کہ ہماری زِندگیاں دینداری اور پاکیزگی میں بسر ہوں - اور اگر گُناہ درمیان میں آ جائے تو چاہیئے کہ فوراً اِقرار کریں اور اُسے ترک کریں - راز یہی ہے کہ کِسی چیز کو اپنے اور خُدا کے درمیان نہ آنے دیں -

اور چہارم - چوتھا قدم ہے اپنے "خُداوند یسوُعؔ مسیح کی رحمت کے منتظِر" رہنا - یہاں "رحمت" کا اِشارہ خُداوند کی عنقریب واپسی کی طرف ہے کہ وُہ اپنے لوگوں کو آسمانی وطن میں لے جانے کو آنے والا ہے - تاریکی اور برگشتگی کے زمانہ میں ضروری ہے کہ ہم اِس مُبارک اُمید کی روشنی اپنے دِلوں میں جلتی رکھیں - یہ اطمینان بخش اور پاک کرنے والی اُمّید ثابت ہو گی (۱-تھِسلنیکیوں ۴: ۱۸؛ ۱-یُوحنّا ۳: ۳)-

آیت ۲۲- برگشتگی کا شِکار ہونے والوں کے ساتھ سلوک کرتے وقت بڑی حد تک رُوحانی اِمتیاز کا ہونا ضرُوری ہوتا ہے - کُچھ لوگ تو جُھوٹی تعلیم اور مَسلک کا پروپیگنڈا کرنے میں سرگرم ہوتے ہیں، اور کُچھ لوگ اُن کے فریب میں آ جاتے ہیں - پاک کلام اِن دونوں گروہوں کے ساتھ سلوک کرنے میں واضح فرق رکھتا ہے - لیڈروں اور پروپیگنڈا کرنے والوں کے تعلق سے حِکمتِ عملی ۲-یُوحنّا ۱۰، ۱۱ میں دی گئی ہے - "اگر کوئی تُمہارے پاس آئے اور یہ تعلیم نہ دے تو نہ اُسے گھر میں آنے دو اور نہ سلام کرو - کیونکہ جو کوئی ایسے شخص کو سلام کرتا ہے وُہ اُس کے بُرے کاموں میں شریک ہوتا ہے"-

لیکن جن لوگوں کو اِن جُھوٹے اُستادوں نے دھوکا اور فریب دِیا ہے اُن کے ساتھ مُختلف رویّے کی تلقین کرتا ہے - وُہ طریقِ کار کی دو الگ الگ راہیں پیش کرتا ہے -

"بعض لوگوں پر جو شک میں ہیں رحم کرو"- جو لوگ شک اور بحث و تکرار کے مرض میں پڑے ہوتے ہیں، ہم رحم اور ہمدردی کے ساتھ اُن میں دِلچسپی لیں اور اُن کی ہدایت اور راہنمائی کرتے ہوئے الٰہی سچائی کے یقین تک لائیں -

آیت ۲۳- کُچھ لوگ کراڑے کے کنارے پر ہوتے ہیں، یعنی برگشتگی کے شعلوں میں گرنے ہی کو ہوتے ہیں، اُن کو بچانے کے لئے سخت اور مستعِد ہدایت اور تنبیہ کرنے کی ضرُورت ہوتی ہے - "اُس پوشاک سے بھی نفرت کرو جو جِسم کے سبب سے داغی ہو گئی ہو"- پُرانے عہدنامہ کے کوڑھی کے کپڑے ناپاک ہوتے تھے - اُن کو جَلا دینا ضرُوری ہوتا تھا (استثنا ۱۳: ۴۷-۵۲)- آج کے زمانہ میں جو لوگ جِنسی گُناہوں میں پڑ گئے ہوں اُن کے ساتھ مُعاملہ کرتے ہوئے ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ مادّی چیزیں

(مثلاً لباس) بھی جذبات کو بھڑکاتی ہیں - جب ہم اِن چیزوں کو دیکھتے یا محسُوس کرتے ہیں تو کئی گُناہوں کے ساتھ ذہنی شراکت پیدا ہو جاتی ہے - چنانچہ ناپاک ہو جانے والے لوگوں کے ساتھ کام کرتے ہُوئے ہمیں بُہت مُحتاط رہنا چاہئے کہ کوئی چیز ہماری زِندگیوں کے لئے آزمائش نہ بن جائے - جیسے - بی - میئر خبردار کرتا ہے کہ" گنہگار پر ترس کھانا اور اُس کے لئے دُعا مانگنا ایک مسیحی پر فرض ہے - لیکن جِتنی باتیں گُناہ کے آثار و علامات سے آلُودہ ہوں اُن سے کراہیت کرنا بھی ضرُوری ہے -"

۴ - خُوبصُورت کلمۂ برکت (آیات ۲۴، ۲۵)

آیت ۲۴ - یہُوداہ ایک خُوبصُورت کلمۂ برکت کے ساتھ خط کو بند کرتا ہے - یہ کلمہ اُس ہستی کی تعریف اور حمد و ثنا پر محمُول ہے جو بہُت کچھ" کرسکتا ہے"- وُہ نجات دے سکتا ہے (عبرانیوں ۷: ۲۵)، مضبُوط کرسکتا ہے (رومیوں ۱۶: ۲۵) - مدد کرسکتا ہے (عبرانیوں ۲: ۱۸)، تابع کرسکتا ہے (فلپیوں ۳: ۲۱) اور یہاں" بچا سکتا" یعنی محفُوظ رکھ سکتا ہے - وُہ ہمیں کامل طور پر سلامت رکھ سکتا ہے (یسعیاہ ۲۶: ۳) - وُہ ہماری امانت کی اُس دِن تک حفاظت کرسکتا ہے (۲ - تیمتھیس ۱: ۱۲) - وُہ ہماری درخواست اور خیال سے بہُت زیادہ کام کرسکتا ہے (افسیوں ۳: ۲۱) - اور وُہ ہمیں" ٹھوکر کھانے سے بچا سکتا ہے -" یہ آخری وعدہ خاص طور سے بروقت ہے، خصُوصاً برگشتگی کے اُن ایّام کے لئے جن کا ذِکر یہُوداہ کر رہا ہے -

مگر یہ وعدہ یہیں ختم نہیں ہو جاتا - وُہ ہم کو" اپنے پُرجلال حضُور میں کمال خُوشی کے ساتھ بے عیب کر کے کھڑا کر سکتا ہے -" یہ نہایت عجیب اور نہایت عظیم بات ہے! جب سوچتے ہیں کہ ہم کیا تھے ــــ اپنی خطاؤں اور گُناہوں کے باعث مُردہ تھے ــــ اور جب ہم سوچتے ہیں کہ اب کیا ہیں، کمزور، غریب، ماندہ سے خادم - اور پھر سوچیں کہ ایک دِن ہم بالکُل" بے عیب" ہو کر کُل کائنات کی تحت گاہ میں کھڑے ہوں گے اور" کمال خوشی" منائیں گے ــــ یہ کیسا بڑا فضل ہے!

آیت ۲۵ - وُہ نہ صِرف ہمارا کامِل کرنے والا اور قائم و محفُوظ رکھنے والا ہے ــــ وُہ" خُدائے واحد" "ہمارا مُنجی" ہے - یہ بہُت حیرت کی بات ہے کہ" خُدا" ہم میں اِتنی دِلچسپی لے کر" ہمارا مُنجی" بن جائے - اِس مفہُوم میں کہ اُس نے وُہ منصُوبہ تیار کیا جس سے ہماری نجات ہُوئی اور اُس نے اپنے بے گُناہ بیٹے کو دے دِیا کہ ہماری خاطر قُربانی کا برّہ ہو -

اگر پرستِش کا مطلب ہے کہ خُدا سے وُہ باتیں منسُوب کرنا جِن کے وُہ لائق ہے تو" جلال اور

عظمت اور سلطنت اور اِختیار" اُسی کا ہے۔ جو کچھ وُہ ہے اور جو کچھ اُس نے ہمارے لئے کیا ہے اِس کے باعث وُہ اعلیٰ ترین اور ارفع ترین عزّت و تعظیم کا حقدار ہے۔ یہ ہے اُس کا "جلال" —— "عظمت" سے مُراد ہے کہ وُہ کائنات کا اعلیٰ ترین شہنشاہ ہے۔ اِس لئے تمام شان و شوکت اور حشمت اُس کا حق ہے۔ "سلطنت"۔ یہ اُس کا مُطلق العنان حق ہے جسے کوئی چیلنج نہیں کر سکتا کہ کُل کائنات پر فرمانروائی اور حُکمرانی اُسی کی ہے۔ "اِختیار"۔ اُس کے ہاتھوں نے جو کچھ بنایا ہے اُس پر قُدرت رکھنا، اُسے قابُو میں رکھنا یہ اُس کا حقِ منصبی ہے۔

وُہ ماضی میں اِس حمد و ثنا کا حقدار تھا۔ وُہ آج بھی حقدار ہے اور ازل میں بھی ہمیشہ تک حقدار رہے گا۔ برگشتہ لوگ اور جھُوٹے اُستاد اُس کو "جلال" سے محرُوم کرنے، اُس کی "عظمت" کو کم کرنے، اُس کی "سلطنت" پر بڑبڑانے اور اُس کے "اِختیار" کو چیلنج کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن سارے ایمان داروں کی تسلّی و اطمینان اور سیری اِسی سے ہوتی ہے کہ اُسی کو جلال دیں اور "اب بھی اور ابدالآباد" بھی اُس کی حضُوری اور قُربت سے محظُوظ ہوتے رہیں۔

"آمین"۔

یسوع مسیح کا مُکاشفہ

تعارف

جب ہم نبوّت کے یہ الفاظ پڑھتے اور اُس فضل کو یاد کرتے ہیں جس نے ہمیں
اِس زمانہ پر وارد ہونے والی تمام باتوں سے بچا لیا تو ہمارے دِل یقیناً حمد و ستائش
سے چھلک اُٹھتے ہیں ۔ ایک اَور برکت آخری فتح اور جلال کا یقین ہے ۔

آر نو سی ۔ گیبلین

۱۔ مُستند کُتب میں مقام

بائبل کی آخری کتاب کی یُونانی اصل زبان میں اِس کے پہلے لفظ Apokalupsis یعنی "مکاشفہ" ہی سے آشکارا ہے ۔ اِس لفظ کا مطلب ہے بے نقاب کرنا، کھولنا یا منکشف کرنا ۔ یہ ایک خاص قِسم کی تحریر ہے جو پُرانے عہدنامہ میں دانی ایل، حزقی ایل اور زکریاہ کے صحائف میں اور نئے عہدنامہ میں صِرف زیرِنظر کتاب میں پائی جاتی ہے ۔ اِس میں مستقبل کے بارے میں نبوّتی رویا ہوتی ہے جس میں علامتوں، اِستعاروں اور دِیگر اَدبی صنعتوں کا استعمال ہوتا ہے ۔

مکاشفہ کی کتاب نہ صِرف مستقبل میں ساری چیزوں کے کمال کو پہنچنے، اور خُدا اور برّہ کی آخری فتح کی طرف دیکھتی ہے بلکہ یہ بائبل کی پہلی پینسٹھ ۶۵ کتابوں کو بھی جوڑتی اور مربُوط کرتی ہے ۔ درحقیقت اِس کتاب کو سمجھنے کا طریقہ یہی ہے یعنی پُوری بائبل مُقدّس کو جانتے ہوں ! اِس کتاب میں جتنے کردار ، علامات ، واقعات، اعداد، رنگوں وغیرہ کا ذِکر آتا ہے خُدا کے کلام میں اِس سے پہلے بھی تقریباً اِن سب کے ساتھ ہماری مُلاقات ہوتی ہے ۔ کسی نے نہایت بجا طور پر اِس کتاب کو بائبل مُقدس کے "عظیم مرکزی سٹیشن" کا نام دیا ہے، کیونکہ ساری ٹرینیں یہیں آتی ہیں ۔ کونسی ٹرینیں ؟ اُس تصوّر کی ٹرینیں جن کا آغاز پیدائش اور اُس کے بعد کی کتابوں میں ہوتا ہے ۔ مثلاً کفّارہ کی سُرخ ڈوری، اِسرائیلی قوم ، غیراقوام، کلیسیا، خُدا کی اُمّت کے مخالِف شیطان ، مخالفِ مسیح اور بہت سے دیگر تصوّرات ۔

"مکاشفہ کی کتاب" بائبل مُقدّس کا لازمی اِختتام ہے ۔ (چوتھی صدی سے اِس کو غلطی سے یُوحنّا عارف

کا مکاشفہ' کہتے آرہے ہیں جبکہ حقیقت میں یہ یسوع مسیح کا مکاشفہ (۱:۱) ہے۔) ۔ یہ مکاشفہ ہمیں بتاتا ہے کہ بالآخر ہر چیز کا انجام کیا ہوگا۔ اِسے سرسری طور پر بھی پڑھیں تو بے ایمانوں کے لئے سخت تنبیہ ہے کہ توبہ کریں اور خدا کے لوگوں کے لئے حوصلہ افزائی ہے کہ اِستقلال کے ساتھ قائم رہیں!

۲۔ مُصنّف

یہ کتاب خُود بتاتی ہے کہ مُصنّف یُوحنّا ہے (۱:۱، ۴، ۹؛ ۲۲: ۸) ۔ اُس نے اپنے خُداوند یسوع مسیح کے حکم سے اِس کو قلم بند کیا۔ قدیم، مضبوط اور وسیع ترپھیلی ہُوئی شہادتیں تائید کرتی ہیں کہ یہ یُوحنّا زبدی کا بیٹا یُوحنّا رسُول ہے جس نے ایشیائے کوچک میں بہت برسوں تک سخت محنت کی (جن سات کلیسیاؤں کو باب ۲ اور ۳ میں مخاطب کیا گیا ہے وُہ اِسی علاقہ میں قائم تھیں) ۔ دومطیان نے یُوحنّا کو جلاوطن کر کے پتمس کے جزیرہ میں بھیج دیا تھا۔ وہیں اُس نے یہ رویائیں تحریر کیں جو خُداوند نے اُسے عطا کی تھیں۔ بعد میں وُہ افسس واپس آیا جہاں اُس نے نہایت بڑھاپے میں رحلت کی۔ یُوسطین شہید، ایرینیئس، طرطُلیان، ہپالیت، سِکندریہ کا کلیمینس اور اوریگن سب اِس کتاب کو یُوحنّا سے منسُوب کرتے ہیں۔ کُچھ عرصہ ہُوا مِصر سے ایک کتاب مِلی ہے جس کا نام 'مکاشفۂ یُوحنّا' (تحریر تقریباً ۱۵۰ء) ہے۔ یہ کتاب "یُوحنّا عارف" کے مکاشفہ کو واضح طور پر یعقوب کے بھائی یُوحنّا کی تصنیف قرار دیتی ہے۔

جس شخص نے سب سے پہلے مخالفت کی کہ یہ کتاب رسُول کی تصنیف نہیں وُہ سکندریہ کا دیونوسیاس تھا۔ دراصل وُہ "ہزار سالہ بادشاہی" (مکاشفہ باب ۲۰) کے عقیدہ کا مخالف تھا اِس لئے نہیں چاہتا تھا کہ یُوحنّا کو اِس کا مُصنّف مانا جائے۔ اُس نے کہا کہ اِس کا مُصنّف یُوحنّا مرقس ہے۔ پھر کہنے لگا کہ "بزُرگ (بشپ) یُوحنّا" اِس کا مُصنّف ہے۔ اُس کا یہ مُبہم اور متلون سا دعویٰ دُوسری مضبوط شہادتوں کے سامنے ٹھہر نہیں سکتا۔ دَورِ جدید کے آزاد خیال عُلما میں سے بھی کئی ایک اِس نظریہ کو ردّ کرتے ہیں کہ یُوحنّا رسُول مکاشفہ کی کتاب کا مُصنّف ہے۔ یُوحنّا کے دُوسرے اور تیسرے خط کے مُصنّف کے عِلاوہ کلیسیائی تاریخ میں بزُرگ یا بشپ (پریسبٹر) یُوحنّا" نامی کسی اور شخص کے وجُود کا ثبوت نہیں مِلتا۔ اِن دونوں خطُوط کا اُسلوب و انداز وہی ہے جو یُوحنّا کے پہلے خط کا ہے اور سادگی اور ذخیرۂ الفاظ کے لحاظ سے یُوحنّا کی انجیل سے بہت مشابہ ہے۔

متذکرۂ بالا خارجی شہادتیں بہت مضبُوط ہیں، مگر داخلی شہادتیں اِتنی صاف نہیں ہیں۔ ذخیرۂ

الفاظ، تراکیب کی بندش اور نشست اور ناملائم "سامی" یونانی اسلوب بیان (کچھ ایسی تراکیب بھی موجود ہیں جن کو قواعدِ زبان کے ماہرین "بےتمیزی" قرار دیتے ہیں) کی بنا پر کچھ علما کا خیال ہے کہ جس شخص نے مکاشفہ لکھی ہے وہ یوحنا کی انجیل کا مصنف نہیں ہو سکتا۔

تاہم ان اختلافات کی توجیہ کی جا سکتی ہے اور دونوں کتابوں میں توازن پیدا کرنے والی مشابہات بھی موجود ہیں۔

مثال کے طور پر کچھ علما مانتے ہیں کہ "مکاشفہ" کی تاریخِ تصنیف کچھ پہلے کی یعنی سنہ ۵۰ء یا سنہ ۶۰ء کے دہے کی ہے (جب کلاڈیس یا نیرو حکمران تھا)۔ اور خیال یہ پیش کرتے ہیں کہ یوحنا نے "انجیل" کہیں بعد میں سنہ ۹۰ء کے دہے میں لکھی جب اس نے یونانی زبان پر کافی عبور حاصل کر لیا تھا۔ البتہ یہ کوئی ضروری حل نہیں ہے۔ عین ممکن ہے کہ انجیل لکھنے کے لئے یوحنا کے پاس کوئی محرر یا نقل نویس تھا۔ لیکن پتمس کے جزیرہ پر بالکل یکہ و تنہا تھا۔ (اس سے الہام کے عقیدہ پر کوئی زد نہیں پڑتی، کیونکہ خدا مصنف کے انفرادی اسلوب کو استعمال کرتا ہے۔ بائبل مقدس کی ساری کتابوں کے لئے عمومی اور یکساں اسلوب استعمال نہیں کرتا)۔

روشنی اور تاریکی کے عام موضوعات یوحنا کی انجیل اور مکاشفہ دونوں میں ملتے ہیں۔ "برہ"، "غالب آنا"، "کلام"، "سچ"، "زندگی کا پانی" اور ایسے ہی متعدد الفاظ دونوں تحریروں کو ایک بندھن میں باندھتے نظر آتے ہیں۔ پھر یوحنا ۱۹: ۳۷ اور مکاشفہ ۱: ۷ دونوں میں زکریاہ ۱۲: ۱۰ سے اقتباس کیا گیا ہے۔ مگر ہفتادی ترجمہ میں پایا جانے والا لفظ "چھیدا ہے" نہیں بلکہ ایک دوسرا لفظ استعمال کرتے ہیں جس کا ترجمہ "چھیدا ہے" کیا گیا ہے۔

انجیل اور مکاشفہ میں ذخیرۂ الفاظ اور اسلوبِ بیان میں فرق کی ایک اور وجہ یہ ہے کہ دونوں الگ الگ قسم کا ادب پیش کرتے ہیں۔ مزید برآں مکاشفہ میں عبرانی عبارت بندی، تراکیب اور بندشوں کی بھرمار کی بڑی وجہ یہ ہے کہ پرانے عہدنامہ کو بہت استعمال کیا گیا ہے۔

نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ اس نظریہ کو مضبوط تواریخی بنیاد حاصل ہے کہ مکاشفہ کا مصنف زبدی کا بیٹا اور یعقوب کا بھائی یوحنا ہے۔

۳۔ سنِ تصنیف

بعض علما پہلے کی سنِ تصنیف کو ترجیح دیتے ہیں یعنی سنہ ۵۰ء کا عشرہ۔ یا سنہ ۶۰ء کے

دہے کے آخری سالوں میں یہ کتاب تصنیف ہوئی۔ جیسا پہلے بیان ہُوا اِس کی کُچھ وجہ تو یہ ہے کہ اِس سے توجیہ ہو جاتی ہے کہ مُکاشفہ کا اُسلوب زیادہ سُلجھا ہُوا کیوں نہیں۔ مزید برآں کُچھ لوگوں کا خیال ہے کہ "۶۶۶" (۱۳ : ۱۸) نیرو[1] کی پیشین گوئی تھی جِس کے بارے میں بعض سوچتے تھے کہ مُردوں میں سے جی اُٹھے گا۔ اِس نظریہ کے مُطابق پہلے کی تاریخ سامنے آتی ہے۔

آبائے کلیسیا خاص طور سے یہ بیان کرتے ہیں کہ دومطیان کے دَورِ حکُومت کے آخری ایّام (تقریباً ۹۶ء) میں پتمس کے جزیرہ پر یُوحنّا کو یہ مکاشفہ حاصِل ہُوا۔ آبائے کلیسیا کی اِس شہادت کے باعث اِسی سن کو راسخ العقیدہ مسیحی حلقوں میں وسیع پذیرائی حاصِل ہے۔

۴۔ مَوضُوعات اور وُسعت

مکاشفہ کی کتاب کو سمجھنے کی ایک سادہ سی کلید یہ ہے کہ یہ تین ۳ حِصّوں میں مُنقسِم ہے۔ پہلے باب میں ایک رویا کا بیان ہے جِس میں یُوحنّا نے مسیح کو ایک مُنصِف کے لباس میں اور سات ۷ کلیسیاؤں کے درمیان کھڑے دیکھا۔ ابواب ۲ اور ۳ کا تعلق کلیسیائی زمانہ سے ہے جِس میں ہم رہ رہے ہیں۔ باقی اُنیس ۱۹ ابواب آنے والے واقعات کا بیان کرتے ہیں جو کلیسیائی زمانہ کے اختتام کے بعد ہوتے ہیں۔ ہم اِس کتاب کو یُوں تقسیم کر سکتے ہیں :

۱۔ وُہ باتیں جو یُوحنّا نے دیکھیں۔ یعنی رویا کہ مسیح کلیسیا کا مُنصِف ہے۔

۲۔ وُہ باتیں جو ہیں۔ اُس کلیسیائی دَور کا خاکہ جو رسُولوں کی مَوت سے لے کر اُس وقت تک مُحیط ہے جب مسیح اپنے مقدسوں کو آسمان پر لے جائیگا (ابواب ۲، ۳)۔

---

[1] عبرانی اور یُونانی میں حرُوف کی عددی قیمت مُقرر ہے۔ (جیساکہ اُردو میں بھی حرُوف ابجد کے حساب سے عددی قیمت مقرر ہے) مثلاً الفا اور ایلف کی قیمت ۱، بیتھ اور بیتا کی قیمت ۲ ہے، وغیرہ۔ چنانچہ ہر نام کے حرُوف کی قیمت کو جمع کیا جا سکتا ہے۔ یہ بڑی دِلچسپ بات ہے کہ یسُوع کے یونانی نام Iesous کے حرُوف کا مجمُوعہ '۸۸۸' ہے (آٹھ نئے آغاز اور قیامت کا عدد ہے)۔ اِسی نظام کو اِستعمال کرتے ہُوئے "قیصر نیرو" Nero Caesar میں معمُولی سے تصرّف سے مجمُوعہ ۶۶۶ ہو جاتا ہے۔ البتہ ہم کو اِس قِسم کی بے محابا تحقیقِ نظری سے بچنا چاہئے کیونکہ اور بھی نام ہیں جن کا عدد ۶۶۶ ہے۔

۳ - وُہ باتیں جو اِن کے بعد ہوں گی - مستقبل کے اُن واقعات کا خاکہ جو مُقدّسوں کے فضائی اِستقبال سے لے کر ابدی حالت کے آغاز تک کے درمیانی زمانہ میں رُونما ہوں گے (ابواب ۴ - ۲۲) - اِس تیسرے حِصّے کے مندرجات کو یاد رکھنے کا ایک طریقہ ذیل میں دیا جاتا ہے :

ا - باب ۴ سے ۹ تک بڑی مُصیبت کا بیان ہے - یہ کم سے کم ساؔت برس کا عرصہ ہے جس کے دَوران خُدا ایمان نہ لانے والی اسرائیلی قوم اور ایمان نہ لانے والی غیر قوموں کی بھی عدالت کرے گا - اِن عدالتوں کا بیان مندرجہ ذیل اِستعاروں سے کیا گیا ہے :

(۱) ساؔت مُہریں -

(۲) ساؔت نرسنگے -

(۳) ساؔت پیالے -

ب - ابواب ۲۰ - ۲۲ میں مسیح کی دُوسری آمد، زمین پر اُس کی بادشاہی، بڑے سفید تخت کی عدالت اور ابدی حالت کا بیان ہے -

بڑی مُصیبت کے زمانہ میں ساتویں مُہر ہے جس میں سات نرسنگے شامِل ہیں - اور ساتویں نرسنگے میں ساؔت پیالوں کی سزائیں بھی موجُود ہیں - چنانچہ بڑی مُصیبت کے زمانہ کو ایک نقشے کی صُورت میں یُوں پیش کر سکتے ہیں :

مُہریں

۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷

نرسنگے

۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷

پیالے

۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷

مُکاشفہ کی کتاب میں جُملۂ مُعترضہ

مُندرجۂ بالا نقشہ مکاشفہ کی کتاب کے بڑے خیال کے سِلسلے کو پیش کرتا ہے - البتہ جیسے جیسے بیان آگے بڑھتا ہے کئی دفعہ سِلسلۂ بیان مُنقطع ہوتا ہے اور قاری کو بڑی مُصیبت کے زمانہ کی عظیم شخصیتوں اور واقعات سے مُتعارف کرایا جاتا ہے - بعض عُلما اِن کو جُملہ ہائے مُعترضہ یا

اِندراجِ اضافی کا نام دیتے ہیں۔ اِن میں سے اہم جُملہ ہائے مُعترضہ یہ ہیں:

۱۔ ۱۴۴،۰۰۰ یہُودی مقدّسین جن پر مُہر کی گئی ۷: ۱ - ۸
۲۔ اِس دَور کے غیر قوم ایماندار ۷: ۹ - ۱۷
۳۔ ایک چھوٹی کتاب (طومار) لئے ہُوئے طاقتور فرشتہ باب ۱۰
۴۔ دو گواہ ۱۱: ۳ - ۱۲
۵۔ اِسرائیل اور اژدہا باب ۱۲
۶۔ دو حیوان باب ۱۳
۷۔ ۱۴۴،۰۰۰ مسیح کے ساتھ کوہِ صیون پر ۱۴: ۱ - ۵
۸۔ اَبدی خوشخبری لئے ہُوئے فرشتہ ۱۴: ۶ - ۷
۹۔ بابل کے گرنے کا ابتدائی اعلان ۱۴: ۸
۱۰۔ حیوان کی پرستش کرنے والوں کو خبردار کرنا ۱۴: ۹ - ۱۲
۱۱۔ فصل کی کٹائی اور تاکستان ۱۴: ۱۴ - ۲۰
۱۲۔ بابل کی بربادی ۱۷: ۱ - ۱۹: ۳

اِس کتاب میں علامات

مکاشفہ کی کتاب کی زیادہ تر زبان علامتی یا تمثیلی ہے۔ اعداد، رنگ، دھاتیں، موتی، حیوان، ستارے اور چراغدان وغیرہ سب اِنسانوں، چیزوں اور سچائیوں کی نمائندگی کرنے کے لئے اِستعمال ہُوئے ہیں۔

خوش قسمتی سے اِن میں سے بعض علامتوں کی وضاحت خُود اِس کتاب میں موجود ہے۔ مثال کے طور پر سات ستارے سات کلیسیاؤں کے فرشتے ہیں (۱: ۲۰)۔ بڑا اژدہا ابلیس یا شیطان ہے (۱۲: ۹)۔ دُوسری علامات کے معنوں کے بارے میں اشارات بائبل مُقدّس کے دُوسرے حصّوں میں ملتے ہیں۔ چار جاندار (۴: ۶) اُن چار جانداروں کے مماثل نظر آتے ہیں جن کا ذِکر حزقی ایل ۱: ۵ - ۱۴ میں کیا گیا ہے۔ حزقی ایل ۱۰: ۲۰ میں اِن کی شناخت کرُوبیوں کی حیثیت سے کرائی گئی۔ چیتا، ریچھ اور شیرِ ببر (۱۳: ۲) ہمیں دانی ایل باب ۷ کی یاد دِلاتے ہیں جہاں یہ جنگلی جانور بالترتیب یُونان، فارس اور بابل کی بادشاہتوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔ پاک نوشتوں میں دُوسری علامات کی وضاحت

صاف نہیں ہے ۔ اِن کی تشریح کرتے ہُوئے ہمیں بے حد مُحتاط رہنے کی ضرورت ہے ۔

اِس کتاب کی وسُعت

پُوری بائبل مقدّس کی طرح مکاشفہ کی کتاب کا مُطالعہ کرتے ہُوئے کلیسیا اور اسرائیل کے درمیان فرق کو ہمیشہ ذہن میں رکھنا چاہئے ۔ کلیسیا ایک آسمانی اُمّت ہے جس کو رُوحانی برکات سے نوازا گیا ہے ۔ یہ مسیح کی دُلہن ہے اور اِس کو بُلایا گیا ہے کہ مسیح کے جلال میں شریک ہو ۔ اِسرائیل خُدا کی قدیم اور زمینی اُمّت ہے جس سے خُدا نے مُلکِ اسرائیل کا وعدہ کیا اور لغوی معنوں میں مسیحِ موعُود کے زیرِ نگین زمینی بادشاہی دینے کا وعدہ بھی کیا ۔ اصلی اور حقیقی کلیسیا کا بیان پہلے تین ابواب میں کیا گیا ہے، لیکن بعد میں برّہ کی شادی کی ضیافت سے پہلے کہیں نظر نہیں آتی ۔ اِس ضیافت کا بیان ۱۹: ۶ -- ۱۰ میں ہے ۔ بڑی مُصیبت کا دَور (۴: ۱ -- ۱۹: ۵) اپنی نوعیت میں بُنیادی طور پر یہُودی ہے ۔

اِس تعارُفی حِصّے کو ختم کرنے سے پہلے یہ بتانا موزُوں معلوم ہوتا ہے کہ تمام مسیحی مُکاشفہ کی کتاب کی تفسیر و تاویل مُندرجہ بالا خاکے کے مُطابق نہیں کرتے ۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ابتدائی کلیسیا کی تارِیخ میں مکاشفہ کی کتاب کی تکمیل ہو گئی ہے ۔ دُوسرے لوگ یہ تعلیم دیتے ہیں کہ یہ کتاب یُوحنّا کے ایّام سے لے کر آخیر زمانہ تک کلیسیائی دَور کی مُسلسل تصویر پیش کرتی ہے ۔

یہ کتاب خُدا کے سارے فرزندوں کو سکھاتی ہے کہ اُن چیزوں کے لئے زندگی گزارنا حماقت ہے جو بہت جلد مِٹ جانے والی ہیں ۔ اور حوصلہ افزائی کرتی ہے کہ خُداوند کی دُوسری آمد کا صبر سے اِنتظار کریں ۔ بے ایمان کے لئے یہ کتاب سنجیدہ تنبیہ ہے کہ جِتنے لوگ مُنجّی کو ردّ کرتے ہیں ایک ہولناک حشر اُن کا مُنتظِر ہے ۔

خاکہ

۱۔ وہ باتیں جو یوحنّا نے دیکھیں (باب ۱)

ا۔ لقب اور سلام (۱:۱ – ۸)

ب۔ مُنصِف کی پوشاک میں یسوع کی رویا (۱:۹ – ۲۰)

۲۔ وہ باتیں جو ہیں — ہمارے خُداوند کے خُطوط (ابواب ۲، ۳)

ا۔ افسس کے نام (۲:۱–۷)

ب۔ سمرنہ کے نام (۲:۸–۱۱)

ج۔ پرگمن کے نام (۲:۱۲–۱۷)

د۔ تھواتیرہ کے نام (۲:۱۸–۲۹)

ہ۔ سردیس کے نام (۳:۱–۶)

و۔ فلدلفیہ کے نام (۳:۷–۱۳)

ز۔ لودیکیہ کے نام (۳:۱۴–۲۲)

۳۔ وہ باتیں جو بعد میں واقع ہوں گی (ابواب ۴ – ۲۲)

ا۔ خُدا کے تخت کی رویا (باب ۴)

ب۔ برّہ اور سات مُہروں والی کتاب (طومار) (باب ۵)

ج۔ چھ مُہروں کا کھولا جانا (باب ۶)

د۔ بڑی مُصیبت کے دَوران نجات یافتگان (باب ۷)

ہ۔ ساتویں مُہر، اور سات نرسِنگوں کا شروع (ابواب ۸، ۹)

و۔ زور آور فرِشتہ اور چھوٹی سی کتاب (طومار) (باب ۱۰)

ز۔ دو گواہ (۱۱:۱–۱۴)

ح۔ ساتواں نرسِنگا (۱۱:۱۵ – ۱۹)

ط - بڑی مصیبت کے زمانے کی کلیدی شخصیات (ابواب ۱۲-۱۵)

ی - ساتؔ پیالوں کی آفتیں (باب ۱۶)

ک - بابلِ اعظم کا گرنا (ابواب ۱۷، ۱۸)

ل - مسیح کی آمد اور ہزار سالہ بادشاہی (۱۹:۱۱ - ۲۰:۹)

م - شیطان اور سارے بے ایمانوں کی عدالت (۲۰ : ۱۰ - ۱۵)

ن - نیا آسمان اور نئی زمین (۲۱:۱ - ۲۲:۵)

س - آخری اِنتباہ، تسلّی، دعوت اور کلماتِ برکت (۲۲:۶ - ۲۱)

تفسیر

۱۔ وہ باتیں جو یوحنّا نے دیکھیں (باب ۱)

ا۔ لقب اور سلام (۱:۱-۸)

۱:۱، ۲ - پہلی آیت میں کتاب کا مضمون بیان کیا گیا ہے، یعنی "وہ باتیں دکھائے جن کا جلد ہونا ضرور ہے"۔ مکاشفہ کی کتاب بُنیادی طور پر مستقبل سے پردہ اُٹھاتی ہے۔ آنے والے واقعات کا "مکاشفہ" خُدا نے "یسوع مسیح" کو دیا تھا۔ پھر خداوند یسوع نے یہ مکاشفہ اپنے "فرشتہ" کے سپرد کیا۔ اور فرشتہ نے اِسے خُداوند کے "بندہ یُوحنّا پر ظاہر کیا"۔ یہ کتاب لکھنے میں یُوحنّا کا مقصد یہ تھا کہ اِن معلُومات کو خُداوند کے "بندوں" تک پہنچائے۔ سب کو اِن میں شریک کرے۔ یہاں "بندوں" سے مُراد تمام ایمان دار ہیں۔ ایسا کرنے میں یوحنّا "خُدا کے کلام اور یسوع مسیح کی گواہی کی شہادت" دیتا ہے۔ یہ خُدا کا نبوّت کا "کلام" ہے۔ اور یسوع مسیح اِس کا گواہ ہے۔ مختصراً یہ کہ یُوحنّا نے اُن "سب چیزوں" کی شہادت دی ہے جو اُس نے آسمانی رویاؤں میں "دیکھی تھیں"۔

۱:۳ - صاف معلوم ہوتا ہے کہ خُدا کا ارادہ ہے کہ یہ کتاب کلیسیا میں پڑھی جائے کیونکہ اُس نے اِس کو بلند آواز سے "پڑھنے" والوں کے لئے اور جماعت میں اِس کے "سُننے والوں" اور دِل میں رکھ کر "عمل کرنے" والوں کے لئے خاص برکت کا وعدہ کیا ہے۔ اِن نبوّتوں کے پُورا ہونے کا "وقت نزدیک ہے"۔

۱:۴، ۵ - اِس کتاب میں یُوحنّا "اُن سات کلیسیاؤں" کو مُخاطب کرتا ہے جو رُومی صُوبہ آسیہ میں قائم تھیں۔ یہ صُوبہ ایشیائے کوچک (موجُودہ ترکی) میں واقع تھا۔

پہلے یُوحنّا اِن کلیسیاؤں کے لئے "فضل اور اطمینان" کی دُعا مانگتا ہے۔ "فضل" خُدا کی وُہ مہربانی ہے جس کے ہم حق دار نہیں۔ علاوہ ازیں اِس میں وُہ تقویت اور توفیق بھی شامل ہے جو مسیحی زندگی گزارنے کے لئے ہر روز درکار ہوتی ہے۔ "اطمینان" وُہ تسلّی اور سکون ہے جو ایمان دار کو ایذا رسانی، غم بلکہ مَوت کا سامنا کرنے کی ہمّت اور حوصلہ دیتا ہے۔ بیان کیا گیا ہے کہ فضل اور اطمینان خُدائے ثالُوث سے ملتے

ہیں۔ اُس سے صادر ہوتے ہیں "جو ہے اور جو تھا اور جو آنے والا ہے"۔ یہ ترکیب خُدا باپ اور اُس کے 'یہوواہ' نام کے حقیقی معنی بیان کرتی ہے۔ وُہی ازل سے ابد تک موجُود ہے۔ وُہی ہمیشہ سے ہمیشہ تک یکساں ہے۔ عِلاوہ ازیں یہ فضل اور اطمینان "اُن ساتؔ رُوحوں کی طرف سے" ہے "جو اُس کے تخت کے سامنے ہیں"۔ یہ اِشارہ اپنی پُوری معمُوری یا کاملیّت کے ساتھ خُدا پاک رُوح کی طرف ہے۔ ساتؔ کاملیت اور تکمیل کا عدد ہے۔ یہ کوئی حیرت کی بات نہیں کہ بائبل مقدس کی اِس آخری کتاب میں ساتؔ کا عدد چوّن ۵۴ دفعہ آیا ہے۔

یہ فضل اور اطمینان "یسوع مسیح کی طرف سے جو سچّا گواہ اور مُردوں میں سے جی اُٹھنے والوں میں پہلوٹھا اور دُنیا کے بادشاہوں پر حاکم ہے" ملتا ہے۔ یہ سارے القاب واضح طور سے خُدا کے بیٹے کا بیان کرتے ہیں۔ وُہ قابلِ اعتبار "گواہ" ہے۔ "مُردوں میں سے جی اُٹھنے والوں میں پہلوٹھا" کا مطلب ہے کہ وُہ "مُردوں میں سے جی اُٹھنے والوں" میں پہلا ہے جو دوبارہ نہیں مرنے کا۔ اور وُہ ہستی ہے جس کو ابدی زندگی سے لُطف اندوز ہونے کے لئے مُردوں میں سے جِلائے جانے والے سب لوگوں میں عزت اور فوقیت حاصل ہے۔ "وُہ دُنیا کے" تمام "بادشاہوں پر حاکم" بھی ہے۔ شرُوع میں سلام لکھنے کے بعد یُوحنّا خُداوند یسوع مسیح کی حمد و ثنا اور ستائش کرتا ہے۔ مُنجّی کا ذِکر کرتے ہوئے پہلے تو کہتا ہے کہ یسوع وُہ ہستی ہے "جو ہم سے محبت رکھتا ہے اور جس نے اپنے خُون کے وسیلہ سے ہم کو گُناہوں سے خلاصی بخشی"۔ اَفعال کے زمانوں پر غور کریں۔ "مُحبّت رکھتا ہے" زمانۂ حال میں جاری عمل۔ "خلاصی بخشی" (دھو کر پاک کیا) ماضی میں پُورا اور مکمّل کیا ہُوا عمل۔ پھر ترتیب پر بھی غور کریں۔ "ہم سے محبّت رکھتا ہے" اور حقیقت میں ہمیں 'خلاصی بخشنے' سے بہُت پہلے سے محبّت رکھتا تھا۔ اور اُس نے جو قیمت ادا کی وُہ بھی دیکھیں: اُس کا "اپنا خُون"۔ اگر پُوری دیانتداری سے اپنا جائزہ لیں تو ہم اِقرار کرنے پر مجبُور ہو جاتے ہیں کہ قیمت بہُت زیادہ ہے۔ ہم اِس لائق نہ تھے، حق دار نہ تھے کہ ہماری خلاصی کے لئے، ہمارے گُناہوں کو دھونے کے لئے اِتنی بڑی قیمت ادا کی جاتی۔

۱:۶۔ ہمیں دھونے اور خلاصی دینے کے ساتھ اُس کی محبّت ختم نہیں ہو گئی، حالانکہ ایسا ہو سکتا تھا، بلکہ اُس نے "ہم کو ایک بادشاہی بھی اور اپنے خُدا اور باپ کے لئے کاہن بھی بنا دیا"۔ اور پاک "کاہنوں" کی حیثیت میں ہم رُوحانی قربانیاں گُزرانتے ہیں۔ یہ قربانیاں کیا ہیں؟ ہماری ذات، ہمارا مال و اسباب، ہماری حمد و ثنا اور ہماری عبادت اور خدمت۔ شاہی "کاہنوں" کی حیثیت سے ہم

اُس ہستی کے کمالات بیان کرتے ہیں جس نے ہم کو تاریکی میں سے اپنی عجیب اور شان دار روشنی میں بلایا۔ اگر اِس محبت پر غور کریں تو ہم صرف ایک ہی نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ وُہ اور صرف وُہ ہی تمام "جلال"، عزت، عبادت، سجدہ اور حمد کے لائق ہے۔ اور ہم اُس کی جتنی بھی حمد و ستائش کریں کم ہے۔ وُہ ہماری زندگیوں پر "سلطنت" کرنے کے لائق ہے۔ نہ صرف ہماری زندگیوں پر بلکہ کلیسیا، اور دُنیا اور پُوری کائنات پر "سَلطنت" کرنے کے لائق ہے۔ "آمین!"

۱:۷۔ وُہ مُبارک ہستی "بادلوں" کے رتھوں پر سوار ہو کر زمین پر واپس "آنے والا ہے"۔ اُس کی آمد نہ تو مقامی ہوگی اور نہ نادیدنی۔ اِس لئے کہ "ہر ایک آنکھ اُسے دیکھے گی" (بمقابلہ متی ۲۴: ۲۹، ۳۰)۔ جن لوگوں نے اُسے مصلوب کرنے کا قصور کیا اُن کے مُنہ کھُلے کے کھُلے رہ جائیں گے۔ بلکہ فِی الحقیقت "زمین پر کے سب قبیلے" ماتم کریں گے اور "چھاتی پیٹیں گے" کیونکہ وُہ اپنے دُشمنوں کی عدالت کرنے اور اپنی بادشاہی قائم کرنے آرہا ہے۔ ایمان دار اُس کی آمد پر ماتم نہیں کریں گے۔ وُہ کہتے ہیں "بے شک۔ آمین!"

۱:۸۔ اب بولنے والا بدل جاتا ہے۔ خُداوند یسوع اپنا تعارُف کراتا ہے کہ مَیں "الفا اور اومیگا" (یُونانی حرُوفِ تہجی کا پہلا اور آخری حرف) ہوں۔ یعنی "اوّل اور آخر" ہُوں۔ وُہ ابدیت پر محیط ہے۔ اعلیٰ ترین ذخیرۂ الفاظ بھی اِسے بیان کرنے سے قاصر ہیں۔ وُہ خلقت کا مبدا اور مقصد ہے۔ اُسی نے دُنیا میں خُدا کا پروگرام شرُوع کیا، وُہی اِس کا اِختتام کرے گا۔ وُہ "ہے"، وہ "تھا" اور وُہ "آنے والا ہے"۔ اپنی ہستی اور وجُود میں ازلی و ابدی اور اپنی طاقت و قوُت میں "قادرِ مُطلق" ہے۔

ب۔ مُنصِف کی پوشاک میں یسوع کی رویا (۱: ۹-۲۰)

۱:۹۔ اب پھر یُوحنّا مخاطب ہے۔ وُہ اپنا تعارُف کراتا ہے کہ مَیں تمام ایمان داروں کا "بھائی" اور "یسوع کی مُصیبت اور بادشاہی اور صبر میں" (سارے ایمان داروں کا) "شریک ہُوں"۔ یہاں وُہ "مُصیبت" اور "صبر" (اِستقلال) اور "بادشاہی" کو ایک دُوسرے سے مُنسلک کرتا ہے۔ اعمال ۱۴: ۲۲ میں پولُس نے بھی اِسی طرح کیا ہے۔ وُہ مُقدّسوں کو نصیحت کرتے ہُوئے کہتا ہے کہ "ایمان پر قائم رہو... کہ ہم بہُت مُصیبتیں سہہ کر خُدا کی بادشاہی میں داخل ہوں"۔

یُوحنّا "پتمس" نامی "ٹاپُو" یعنی جزیرہ میں قید تھا۔ یہ جزیرہ بحیرۂ اخضر میں واقع ہے۔ قید کی وجہ یہ تھی کہ وُہ اپنے خُداوند کا وفادار تھا۔ چنانچہ "خُدا کے کلام اور یسوع کی نِسبت گواہی دینے

کے باعث" اُس پر یہ اُفتاد پڑی تھی۔ لیکن اُس کا قید خانہ آسمانی ڈیوڑھی بن گیا، کیونکہ وہیں اُس کو جلال اور عدالت کی رویائیں عطا ہوئیں۔

۱:۱۰۔ "یُوحنّا رُوح میں آ گیا"۔ یعنی وُہ خُدا کی رفاقت میں تھا اور درمیان میں کوئی پردہ حائل نہ تھا۔ چنانچہ وُہ ایسی حالت میں تھا کہ خُدا سے پیغام حاصل کر سکتا تھا۔ یہ بات ہمیں یاد دلاتی ہے کہ سُننے کے لئے ضروری ہے کہ وُہ شخص نزدیک ہو۔ "خُداوند کے راز کو وہی لوگ جانتے ہیں جو اُس سے ڈرتے ہیں" (زبُور ۲۵: ۱۴)۔ یہ واقعہ "خُداوند کے دِن" یعنی ہفتہ کے پہلے دن پیش آیا۔ یہ خُداوند کے جی اُٹھنے کا دِن ہے۔ اور بعد میں خُداوند دو دفعہ اِسی دِن اپنے شاگردوں پر ظاہر ہؤا۔ ہفتہ کے پہلے دِن ہی پنتکُست کو رُوح القُدس نازِل ہؤا تھا۔ خُداوند کے دِن ہی شاگرد روٹی توڑنے کے لئے جمع ہؤا کرتے تھے۔ پولُس نے کرنتھیوں کو ہدایت کی کہ ہفتہ کے پہلے دِن چندہ اِکٹھا کیا کرو۔ بعض عُلما کا خیال ہے کہ یُوحنّا اس عدالت کے وقت کی طرف اشارہ کر رہا ہے جس کے بارے میں وُہ لکھنے کو تھا۔

اچانک یُوحنّا نے "اپنے پیچھے نرسنگے کی سی" صاف اور "بُلند" آواز سُنی"۔

۱:۱۱، ۱۲۔ یہ آواز یسوع کی تھی۔ وُہ یُوحنّا کو ہدایت دے رہا تھا کہ جو کچھ تو ابھی دیکھنے کو ہے وُہ ساری باتیں ایک "کتاب میں لکھ کر ساتوں کلیسیاؤں کے پاس بھیج دے"۔ یُوحنّا اُس بولنے والے کو دیکھنے کو مُڑا تو "سونے کے سات چراغدان دیکھے"۔ ہر چراغدان کی ایک کُرسی یا پایہ تھا۔ اُس کے اُوپر عمودی ڈنڈی اور اُس کے اُوپر تیل سے جلنے والا چراغ تھا۔

۱:۱۳۔ "اُن چراغدانوں کے بیچ میں آدم زاد سا ایک شخص" تھا۔ اُس کے اور ایک ایک "چراغدان" کے درمیان کوئی چیز، کوئی وسیلہ، کوئی تنظیم یا کوئی دینی حکومت نہ تھی۔ ہر کلیسیا خود مختار تھی۔

اُس "آدم زاد" نے لباس کے اُوپر جو چیز پہن رکھی تھی "پاؤں تک کا جامہ" تھا جو قاضی یا مُنصِف (جج) پہنتے تھے۔ اُس کا "سینہ بند" یعنی سینہ پر پہننے کا پٹکا اُس صداقت اور دیانت داری کی ترجمانی کرتا ہے جس سے وُہ انصاف کرتا ہے (دیکھئے یسعیاہ ۱۱: ۵)۔

۱:۱۴۔ "اُس کا سر اور بال سفید اُون بلکہ برف کی مانند سفید تھے"۔ یہ اُس کے ازلی ہونے کی تصویر ہے، کیونکہ وُہ "قدیم الایام" (دانی ایل ۷: ۹) ہے۔ اِس کے علاوہ یہ اُس کے عدل وانصاف کی پاکیزگی اور سچائی کی بھی علامت ہیں۔ "اُس کی آنکھیں آگ کے شعلہ کی مانند تھیں"۔ یہ اُس کے علمِ کامل، لازوال بصیرت اور اُس تفتیش اور جانچ کو ظاہر کرتی ہیں جس سے کوئی بچ نہیں سکتا۔

۱:۱۵۔ خُداوند کے "پاؤں اُس خالِص پیتل کے سے تھے جو بھٹّی میں تپایا گیا ہو" اور جس کو صیقل

رکھا گیا ہو۔ چونکہ پیتل یکساں اور مضبوط عدالت اور انصاف کی مثال ہے اِس لئے اِس نظریہ کو تقویت ملتی ہے کہ یہاں بُنیادی طور پر مُنصِف کا منصب پیشِ نظر ہے۔

”اُس کی آواز زور کے پانی کی سی تھی“۔ سمندر کی موجوں یا پہاڑی آبشار کی طرح رُعبدار اور ہیبت ناک تھی۔

۱: ۱۶۔ ”اُس کے دہنے ہاتھ میں سات ستارے تھے“۔ اِس سے ملکیت، قوّت، اِختیار اور عزت کا اظہار ہوتا ہے۔ ”اُس کے مُنہ میں سے ایک دو دھاری تیز تلوار نکلتی تھی“۔ یہ خُدا کا کلام ہے (عبرانیوں ۴: ۱۲)۔ یہاں بیان ہے اُن بالکل درست عدالتی فیصلوں کا جو اُس کے اپنے لوگوں سے تعلق رکھتے ہیں اور سات کلیسیاؤں کے نام خطوں میں نظر آتے ہیں۔

”اُس کا چہرہ ایسا چمکتا تھا جیسے تیزی کے وقت آفتاب“۔ یہ اُس کی اُلوہیت کے فوق العقل جلال اور خیرہ کُن درخشانی کا بیان ہے۔

اِن سارے تصوّرات کو یکجا کریں تو ہمیں مسیح اپنی پُوری کاملیت میں نظر آتا ہے، اور ہم جان لیتے ہیں کہ وُہ اِس لائق ہے کہ سات کلیسیاؤں کی عدالت کرے۔ اِسی کتاب میں ہم آگے چل کر دیکھیں گے کہ وُہ اپنے دُشمنوں کی بھی عدالت کرے گا، مگر ضرور ہے کہ ”خُدا کے گھر سے عدالت شروع ہو“ (۱-پطرس ۴: ۱۷)۔ مگر غور کریں کہ ہر دو حالتوں میں عدالت فرق فرق ہے۔ کلیسیاؤں کی عدالت پاک کرنے اور اجر دینے کے مقصد سے جبکہ دُنیا کی عدالت سزا دینے کے مقصد سے کی جائے گی۔

۱: ۱۷۔ اِس عادل مُنصِف کو دیکھ کر یُوحنّا ”اُس کے پاؤں میں مُردہ سا گر پڑا“۔ مگر خُداوند نے اُسے بحال کیا اور اس پر ظاہر کیا کہ ”مَیں اوّل اور آخر“ ہُوں۔ یہ یہوواہ کا لقب ہے (یسعیاہ ۴۴: ۶؛ ۴۸: ۱۲)۔

۱: ۱۸۔ یہ مُنصِف وُہ زندہ ہستی ہے جو ”مَر گیا تھا“ مگر اب وُہ ”ابدالآباد زندہ“ رہے گا۔ ”موت اور عالمِ ارواح کی کُنجیاں“ اُس کے ہاتھ میں ہیں۔ اُسے دونوں پر اختیار حاصل ہے اور اُسے مُردوں کو زندہ کرنے کی یکتا اور بے مثال قدرت حاصل ہے۔ ”موت“ جسم کی اور ”عالمِ ارواح“ رُوح کی نمائندگی کرتا ہے۔ جب کوئی شخص مَر جاتا ہے تو رُوح تو ”عالمِ ارواح“ میں چلی جاتی ہے۔ یہ بے جسم کی حالت کو بیان کرنے کی اِصطلاح ہے۔ جسم قبر میں چلا جاتا ہے۔ ایمان دار کے لئے یہ بے جسم کی حالت خُداوند کے حضور میں ہونے کی مانند ہے۔ قیامت کے وقت رُوح جلال یافتہ بدن کے ساتھ دوبارہ مِلے گی۔ پھر ہم فضا میں اُٹھائے جائیں گے اور باپ کے گھر میں چلے

جائیں گے۔

۱: ۱۹- یُوحنّا کو حکم ہوتا ہے کہ "جو باتیں تُو نے دیکھیں" (باب ۱) اور "جو ہیں" (باب ۲، ۳) "اور جو اِن کے بعد ہونے والی ہیں" (ابواب ۴- ۲۲) وُہ سب "لِکھ لے"۔ یہاں ہمیں کتاب کا عام خاکہ دیا گیا ہے۔

۱: ۲۰- اِس کے بعد خُداوند نے یُوحنّا کو "سات سِتاروں کا" اور "سونے کے سات چراغدانوں" کے "بھید" کا مطلب سمجھایا۔ "ستارے" تو "سات کلیسیاؤں" کے "فرِشتوں" یا ایلچیوں کے نمائندہ ہیں، جبکہ "سات چراغدان" خود "سات کلیسیاؤں" کے نمائندہ ہیں۔

لفظ "فرِشتوں" کی کئی مُختلِف تشریحات پیش کی گئی ہیں۔ بعض عُلما کا خیال ہے کہ یہ ایک قِسم کے فرِشتے ہیں جو کلیسیاؤں کی نمائندگی کرتے ہیں جیسے کہ کُچھ فرشتے قوموں کی نمائندگی کرتے ہیں (دانی ایل ۱۰: ۱۳، ۲۰، ۲۱)۔ دُوسرے عُلما کا خیال ہے کہ وُہ اُن کلیسیاؤں کے بشپ (یا پاسٹر/ پاسبان) ہیں۔ لیکن اِس تشرِیح کو پاک نوِشتوں کی حمایت حاصِل نہیں۔ بعض عُلما کا خیال ہے کہ یہ "فرِشتے" اِنسانی ایلچی یا ہرکارے ہیں جنہوں نے پتمس میں یُوحنّا سے خط لئے اور انفرادی کلیسیاؤں کو جا دِئے۔ ایک ہی یُونانی لفظ "انگیلوس" کا مطلب فرشتہ بھی ہے اور پیغام بر/ ایلچی/ ہرکارہ بھی ہے۔ لیکن کتاب میں پہلا مطلب (فرشتہ) بہت نمایاں ہے۔ بہرحال یہ بات صاف ہے کہ اِن خُطوط کا مواد کلیسیاؤں کے لئے ہے۔

"چراغدان" نور/ روشنی کے مشعل بردار ہوتے ہیں اور مقامی "کلیسیاؤں" کی نہایت مُناسب علامت ہیں، کیونکہ اِن کا فرض ہوتا ہے کہ دُنیا کی تاریکی میں خُدا کے لئے چمکیں۔

۲- وُہ باتیں جو ہیں — ہمارے خُداوند کے خُطُوط

(ابواب ۲، ۳)

ابواب ۲ اور ۳ میں خُطُوط ہیں جو آسیہ کے صُوبے کی سات کلیسیاؤں کے نام لِکھے گئے ہیں۔ اِن خُطُوط کا اِطلاق کم سے کم تین طرح کیا جا سکتا ہے۔ سب سے پہلے تو یہ اُس حالت کا بیان کرتے ہیں جو سات مقامی کلیسیاؤں میں اُس وقت پائی جاتی تھی جب یُوحنّا نے یہ خط لِکھے۔ دُوسرے یہ تارِیخ کے کِسی بھی دَور میں مسیحی دُنیا کا نظارہ پیش کرتے ہیں۔ جو خدوخال اِن خُطُوط میں دِکھائے گئے ہیں وُہ پنتِکُست سے لے کر کم سے کم جُزوی طور پر ہر صدی میں مَوجُود رہے ہیں۔ اِس لحاظ سے یہ خط متّی باب ۱۳ میں دَرج سات تمثیلوں سے بڑی مُشابہت رکھتے ہیں۔ تیسرے،

یہ خط مسیحی دُنیا کی تاریخ کے تواتر کی پیشگی جھلک دِکھاتے ہیں ۔ ہر کلیسیا ایک واضح اور نمایاں دَور کی عکاسی کرتی ہے ۔ حالات کا عام میلان زوال کی طرف ہے ۔ بہُت سے عُلما کو یقین ہے کہ پہلے تین[۳] خط متّصل یا یکے بعد دِیگرے (حالات) ہیں اور آخری چار[۴] خط ہم وقتی (کسی زمانہ میں ایک ساتھ یا متوازی وقُوع پذیر ہونے والے) حالات پیش کرتے ہیں اور اِن کا سِلسلہ فضائی اِستقبال تک چلتا ہے ۔

تیسرے نقطۂ نظر کے مُطابق کلیسیا کی تاریخ میں ادوار عام طور پر مندرجہ ذیل ہیں :

"اِفسُس" ۔ پہلی صَدی کی کلیسیا عام طور پر قابلِ تعریف تھی، مگر اِس نے اپنی پہلی سی محبّت چھوڑ دی تھی ۔

"سمرنہ" ۔ پہلی سے چوتھی صدی تک کلیسیا رومی شہنشاہوں کے ہاتھوں ظُلم وسِتم برداشت کرتی رہی ۔

"پرگمن" ۔ چوتھی اور پانچویں صَدی کے دَوران قسطنطین کی زیرِ سرپرستی مسیحیت کو سرکاری مذہب مانا جاتا تھا ۔

"تھواتیرہ" ۔ چھٹی سے پندرھویں صَدی تک مغربی مسیحی دُنیا میں رومن کیتھولک کلیسیا کا طُوطی بولتا رہا، یہاں تک کہ تحریکِ اصلاحِ کلیسیا نے اِسے ہلا کے رکھ دیا ۔ مشرق میں آرتھوڈکس کلیسیا کے جھنڈے لہراتے تھے ۔

"سردیس" ۔ سولھویں اور سترھویں صدی اِصلاحِ کلیسیا کی تحریک کے بعد کا دَور ہے ۔ اِس تحریک کی روشنی بہت جلد ماند پڑ گئی ۔

"فِلدِلفیہ" ۔ اٹھارھویں اور اُنیسویں صدی کے دَوران کئی دفعہ زبردست بیداری اور بحالی آئی اور بڑی بڑی مشنری تحریکیں چلیں ۔

"لَودِیکیہ" ۔ یہ آخری دِنوں کی کلیسیا کی تصویر ہے جو نیم گرم اور برگشتہ ہے ۔ یہ آزاد خیالی اور اقومانیت (مختلِف مسیحی فرقوں میں اِتحاد) والی کلیسیا ہے ۔

خطُوط کی عام ساخت یا ڈھانچے میں مُشابہت پائی جاتی ہے ۔ مثال کے طور پر ہر خط کے آغاز میں کسی اِنفرادی کلیسیا کو مخاطب کیا گیا ہے ۔ ہر خط خُداوند یسوع کے ایسے کردار کو پیش کرتا ہے جو خاص طور سے اُس کلیسیا کے حسبِ حال ہے ۔ ہر خط بیان کرتا ہے کہ خُداوند اُس کلیسیا کے کاموں سے واقف ہے ۔ اِس بیان کا آغاز "مَیں جانتا ہُوں" سے ہوتا ہے ۔ سوائے لَودیکیہ کے ہر کلیسیا کے لئے تعریفی الفاظ کہے گئے ہیں ۔ سوائے سمرنہ اور فِلدِلفیہ کے ساری کلیسیاؤں کو

سرزنش کی گئی ہے۔ ہر کلیسیا کو خاص نصیحت کی گئی ہے کہ سُننے کہ رُوح کیا کہتا ہے۔ اور ہر خط میں غالب آنے والے کے لئے وعدہ شامل ہے۔

ہر کلیسیا کا اپنا ایک امتیازی کردار ہے۔ فلپّس اُن کو مندرجہ ذیل القاب دیتا ہے جن سے اُن کے غالب خدوخال کی وضاحت ہوتی ہے ــــ اُفسُس' بے محبّت کلیسیا۔ سمُرنہ' ایذا رسیدہ کلیسیا ـــ 'پرگمن' حد سے بڑھ کر برداشت کرنے والی کلیسیا۔ تھواتیرہ' مفاہمت آمادہ کلیسیا۔ سردیس'، خوابیدہ کلیسیا۔ 'فلدلفیہ' وہ کلیسیا جس کے پاس موقع ہے ـــ اور 'لودیکیہ' بے پروا کلیسیا۔ اِن کلیسیاؤں کے مسائل (۱) محبّت ترک کر دی ہے (۲) دُکھوں کا خوف (۳) تعلیم سے انحراف (۴) اخلاقی گمراہی (۵) رُوحانی مُردگی (۶) مضبُوطی سے نہ تھامنا (۷) نیم گرم ہونا۔

۱۔ اِفسس کے نام (۲: ۱-۷)

۲: ۱۔ خُداوند "اِفسس کی کلیسیا" سے اپنا تعارُف کراتا ہے کہ مَیں وُہ ہستی ہُوں "جو اپنے دہنے ہاتھ میں ساتوں ستارے لئے ہُوئے ہے اور سونے کے ساتوں چراغدانوں میں پھرتا ہے"۔ اِن خطوط میں خُداوند کے بارے میں اکثر و بیشتر وہی باتیں بیان ہُوئی ہیں جو پہلے باب میں پائی جاتی ہیں۔

۲: ۲۔ یہ کلیسیا اپنے بہُت سے "کاموں" کے لئے نامور اور اپنی "مشقّت" اور "صبر" کے لئے مشہُور تھی۔ یہ اپنے درمیان "بدوں کو دیکھ نہیں" سکتی تھی۔ اِس کو جھُوٹے رسُولوں کا اِمتیاز کرنے کی رُوح اور اُن کے ساتھ نمٹنے کی توفیق حاصِل تھی۔

۲: ۳، ۴۔ اِفسس کی کلیسیا نے مسیح کے نام کی خاطر بڑے "صبر" سے آزمائشیں اور تکالیف جھیلی تھیں اور اَن تھک محنت کی تھی۔ مگر اس کا المیہ یہ تھا کہ اِس نے "پہلی سی محبت چھوڑ دی" تھی۔ اِس کی محبّت کی آگ دھیمی ہو گئی تھی۔ اِس کے اِبتدائی دِنوں کا دہکتا ہُوا جوش و جذبہ جاتا رہا تھا۔ ایمان داروں کو گُزرے دِن یاد آتے تھے، جب مسیح کے لئے دُلہن کی محبّت میں گرمجوشی، بھرپُوری اور بے ساختگی تھی۔ تعلیم اور عقیدے کے اعتبار سے وُہ اب بھی مضبُوط بُنیاد پر کھڑے تھے اور خِدمت میں سرگرم تھے، مگر عبادت اور خِدمت کے پیچھے پہلے جیسا مقصد اور محُرّک موجُود نہیں تھا۔

۲: ۵۔ اُن کو اپنے ایمان کے ابتدائی دَور کو یاد رکھنا چاہئے، اپنی پہلی سی محبت کے کم ہونے پر "توبہ" کرنی چاہئے اور اُسی دِلی خِدمت اور عبادت کا مظاہرہ کرنا چاہئے جو اُن کی

مسیحی زندگی کے اِبتدائی ایّام کا خاصہ تھی ۔ ورنہ خُداوند کلیسیا کے "چراغدان کو اُس کی جگہ سے ہٹا دے گا"، یعنی اِفسُس کی کلیسیا کا وجُود ختم ہو جائے گا ۔ اُس کی گواہی مِٹ جائے گی ۔

۲: ۶ ۔ اِس کلیسیا کی ایک اَور قابلِ تعریف بات یہ ہے کہ وُہ "نیکلیُیوں کے کاموں سے نفرت" رکھتی تھی ۔ ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ یہ کون لوگ تھے ۔ بعض عُلما کا خیال ہے کہ وہ نکولس نامی کسی مذہبی لیڈر کے پیَرو تھے ۔ کچھ عُلما بیان کرتے ہیں کہ اِس لفظ کا مطلب ہے "کلیسیا کے عام اراکین پر حکومت چلانا" ۔

۲: ۷ ۔ جو لوگ خُدا کے کلام کو سُننے کے کان رکھتے ہیں اُن کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے کہ سُنیں کہ "رُوح کلیسیاؤں سے کیا فرماتا ہے" ۔

اِس کے بعد غالب آنے والے کے لئے ایک وعدہ پیش کیا گیا ہے ۔ نئے عہدنامہ کے عام مفہوم کے مُطابق غالب آنے والا وُہ ہے جو ایمان رکھتا ہے کہ یسوعؔ مسیح خُدا کا بیٹا ہے (۱۔یوحنا ۵: ۵)، یعنی سچا ایمان دار ـــــ اُس کا ایمان اُسے دُنیا کی آزمائشوں اور رغبتوں پر غالب آنے کی توفیق دیتا ہے ۔ غالباً ہر خط میں "غالب آنا" ایک اضافی خیال پیش کرتا ہے جس کا تعلق اُس کلیسیا کی خاص حالت کے ساتھ ہوتا ہے ۔ چنانچہ اِفسُس کی کلیسیا میں 'غالب آنے والا' وُہ ہو گا جو اپنی پہلی سی محبّت سے اِنحراف کرنے پر توبہ کرتا ہے ۔ اور یوں اپنے ایمان کی خالصیّت دِکھاتا ہے ۔ خُداوند کہتا ہے کہ جو شخص بھی اِس طرح "غالب آئے مَیں اُسے اُس زندگی کے درخت میں سے جو خُدا کے فِردوس میں ہے پھل کھانے کو دُوں گا" ۔ اِس کا مطلب یہ نہیں کہ اِنسان غالب آنے سے نجات پاتا ہے، بلکہ غالب آنا ثبوت ہے کہ اُس کی تبدیلی حقیقی اور سچّی ہے ۔ اِنسان کو نجات صرف فضل سے اور مسیح پر ایمان لانے کے وسیلے سے ملتی ہے ۔ جتنے بھی نجات پائیں گے وُہ "زندگی کے درخت میں سے ... پھل" کھائیں گے، یعنی اَبدی زندگی کی معمُوری کے ساتھ آسمان میں داخل ہوں گے ۔

اکثر کہا جاتا ہے کہ اِفسُس کی کلیسیا رسُولوں کی وفات کے تھوڑے ہی عرصے بعد کی کلیسیائی حالت کو پیش کرتی ہے ۔

ب ۔ سمُرنہ کے نام (۲: ۸ ۔ ۱۱)

۲: ۸ ۔ "سمُرنہ" کا مطلب ہے "مُر" یا "کڑواہٹ" ۔ یہاں مسیح اپنے آپ کو اُس ہستی

کے طور پر پیش کرتا ہے "جو اوّل و آخر ہے اور جو مر گیا تھا اور زندہ ہُوا"۔ یہ بیان اُن لوگوں کے لئے خصوصاً تسلّی بخش تھا جن کو ہر روز موت کے خطرے کا سامنا تھا۔

۲:۹۔ بڑی نرمی اور خاص لطافت سے خُداوند یسوع اپنے دُکھوں میں گھرے ہُوئے مُقدّسوں سے کہتا ہے کہ مَیں تمہاری "مُصیبت" کو اچھی طرح "جانتا ہوں"۔ بظاہر وُہ "غریبی" کے مارے ہُوئے تھے، لیکن جہاں تک رُوحانی باتوں کا تعلق ہے وُہ "دولت مند" تھے۔

سمرنہ کے مُقدّسوں پر یہودیوں کی طرف سے سخت حملے ہو رہے تھے۔ مؤرخین بتاتے ہیں کہ اِن یہودیوں نے پالیکارپ کی شہادت میں بڑی سرگرمی سے حصّہ لیا تھا۔ یہ اُن کی دشمنی کی ایک مثال ہے۔ "یہودی" ہونے کے باعث وُہ دعویٰ کرتے تھے کہ ہم خُدا کی برگزیدہ قوم ہیں، مگر اپنے کافرانہ کردار سے وُہ ثابت کرتے تھے کہ وُہ "شیطان کی جماعت ہیں"۔

۲:۱۰ ـ ہر مسیحی کو حوصلہ رکھنا چاہئے، کیونکہ خُداوند کہتا ہے کہ "جو دُکھ تجھے سہنے ہوں گے اُن سے خوف نہ کر"۔ بعض کو قید میں ڈالا جائے گا اور "دس دِن تک" کی "مُصیبت" سے اُن کی "آزمائش" ہوگی۔ اِس عرصے سے مُراد لُغوی معنوں میں "دس دِن" بھی ہو سکتے ہیں اور ایذارسانی کے وُہ دس دَور بھی جو قسطنطین سے پہلے رومی شہنشاہوں کے دنوں میں مسیحیوں پر آئے تھے۔ نیز دیوقلیطیان کے تحت "دس" سال کا ظلم وستم بھی مُراد ہو سکتا ہے۔

ایمان داروں کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے کہ "جان دینے تک بھی وفادار" رہیں، یعنی مسیح پر ایمان کا انکار کرنے کی بجائے مرنے کو تیار ہوں۔ اُن کو "زندگی کا تاج" ملے گا۔ یہ شہیدوں کا خاص انعام ہے۔

۲:۱۱ ـ پھر حوصلہ افزائی کی گئی ہے کہ سُنیں کہ "رُوح کلیسیاؤں سے کیا کہتا ہے"۔ غالب آنے والے کو "دُوسری موت" سے بچائے رکھنے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ یہاں غالب آنے والا وُہ ہے جو اپنے ایمان کا ثبوت اِس طرح دیتا ہے کہ بے ضمیر ہو کر اِس دُنیا میں رہنے کی بجائے باضمیر ہو کر آسمان پر جانے کو ترجیح دیتا ہے۔ اُس پر "دُوسری موت" کا کچھ اثر نہ ہوگا۔ یہ موت سارے غیر ایمان داروں کا یقینی حصّہ ہے۔

ج۔ پرگمن کے نام (۲:۱۲-۱۷)

۲:۱۲ ـ "پرگمن" کا مطلب ہے "اونچا بُرج" یا "کاملاً شادی شُدہ"۔ اِس خط میں بتایا گیا ہے

کہ خُداوند کے پاس "دو دھاری تلوار ہے"۔ یہ تلوار خدا کا کلام ہے (عبرانیوں ۴: ۱۲) جس سے وُہ جماعت کے اندر بُرے کام کرنے والوں کو سزا دے گا (آیت ۱۶)۔

۲: ۱۳۔ پرگمن آسیہ میں شاہ پرست فرقے کا صدر مقام تھا۔ اِس لئے اِسے "شیطان کی تخت گاہ" کا نام دیا گیا ہے۔ چاروں طرف الحاد اور بُت پرستی کے باوجُود کلیسیا مسیح کی وفادار تھی حالانکہ اُس کا ایک رُکن "اِنتپاس" خُداوند یسوع پر ایمان کے اِقرار کے سبب سے شہید کر دیا گیا تھا۔ وُہ تاریخ میں پہلا ایشیائی ہے جس نے شہنشاہ کی پرستش کرنے سے اِنکار پر شہادت پائی۔

۲: ۱۴، ۱۵۔ "لیکن" خُداوند کو اِس کلیسیا کو سرزنش کرنا ہے، کیونکہ وُہ غلط اور اور بُرا عقیدہ اور تعلیم رکھنے والے افراد کو مسیحی رفاقت میں شامل رہنے کی اجازت دیتی ہے۔ یہ وُہ لوگ تھے جو "بلعام کی تعلیم" کو اور "نیکلیوں کی تعلیم" کو مانتے تھے۔ "بلعام کی تعلیم" "بُتوں کی قربانیاں" کھانے اور "حرامکاری" کرنے کی اجازت دیتی تھی۔ یہاں ناجائز نفعے کی خاطر مُنادی کرنے کی طرف بھی اِشارہ ہے (گنتی ۲۲-۲۵؛ ۳۱)۔

"نیکلیوں کی تعلیم" کی وضاحت نہیں کی گئی۔ بائبل مُقدّس کے بیشتر عُلما کا خیال ہے کہ یہ وُہ "آزاد خیال" (بلکہ آوارگی پسند) لوگ تھے (اور ہیں) جو تعلیم دیتے ہیں کہ جتنے فضل کے ماتحت ہیں اُن کو بُت پرستی اور جنسی گُناہ کرنے کی کھُلی چھُٹی ہے۔

۲: ۱۶۔ سچّے ایمان داروں کو "توبہ" کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اگر توبہ کریں گے تو خیال کیا جاتا ہے کہ اپنے بیچ میں سے جھُوٹے اُستادوں کو نکال باہر کریں گے۔ وَرنہ خُداوند خُود اِن شریر لوگوں سے "لڑے گا"۔

۲: ۱۷۔ فرمانبردار مُقدسین کا فرض ہے کہ سُنیں کہ "رُوح کلیسیاؤں سے کیا فرماتا ہے"۔ "جو غالب آئے" اُس کو "پوشیدہ من میں سے" اور "ایک سفید پتھر" دیا جائے گا۔ پرگمن کی کلیسیا میں غالب آنے والا وُہ ہوگا جو مقامی کلیسیا میں جھُوٹے اُستادوں کا وجُود برداشت نہیں کرتا۔

لیکن "پوشیدہ من" اور "سفید پتھر" کیا چیزیں ہیں؟

"مَن" تو خُود مسیح کا مثیل ہے۔ یہ بُتوں کو نذر کی گئی خوراک کے مقابلے میں آسمانی خوراک پیش کرتا ہے (آیت ۱۴)۔ "پوشیدہ من" سے مُراد غالباً "اُس ہستی کے ساتھ شیریں اور پوشیدہ رفاقت ہے جو جلال میں اُس شخصیت کی حیثیّت میں جانا پہچانا جاتا ہے جس نے اِس دُنیا میں دُکھ اُٹھایا تھا"۔

"سفید پتھر" کی کئی تفسیریں پیش کی جاتی ہیں۔ سفید پتھر قانونی مقدمہ میں بریت کی علامت اور کھیلوں کے مقابلے میں فتح کا نشان ہوتا تھا۔ پھر میزبان اپنے مہمان کو "خیر مقدم" کے اظہار کے لئے بھی سفید پتھر دیتا تھا۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ غالب آنے والے کے لئے خداوند کی طرف سے انعام اور اُس کی طرف سے اِنفرادی منظوری کا اِظہار ہے۔ "نیا نام" ظاہر کرتا ہے کہ خدا نے ایمان دار کو قبول کر لیا ہے اور اُسے جلال کا حقدار ٹھہرایا ہے۔

تاریخی لحاظ سے یہ کلیسیا قسطنطین کے فوراً بعد کے زمانے کی نمائندہ ہے جب کلیسیا حکومت کے ساتھ کامل طور پر مل گئی تھی۔ ہزاروں ہزار صرف نام کے مسیحی بن کر رہ گئے اور کلیسیا اپنے درمیان بُت پرستانہ رسموں کو برداشت کرنے لگی تھی۔

د۔ تھواتیرہ کے نام (۲:۱۸-۲۹)

۱۸:۲- "تھواتیرہ" نام کا مطلب ہے "دائمی قربانی" یا "مسلسل نذرانہ"۔ اِس خط میں ہم دیکھتے ہیں کہ خدا کے بیٹے کی "آنکھیں آگ کے شعلہ کی مانند اور پاؤں خالص پیتل کی مانند ہیں"۔ یہ "آنکھیں" اُس نظر کا بیان کرتی ہیں جو اندر گھس کر سب کچھ دیکھ لیتی ہیں، اور یہ پاؤں اُس غضب کا پتہ دیتے ہیں جو نازل ہوا ہی چاہتا ہے۔

۱۹:۲- یہ کلیسیا کئی باتوں میں نمایاں اور اِمتیازی درجہ رکھتی ہے۔ اِس میں "کاموں اور محبت اور ایمان اور خدمت" اور دُکھ اور ظلم سہنے میں "صبر" کی کمی نہ تھی۔ بلکہ اِس کے "کاموں" میں تو افزائش ہو رہی تھی۔

۲۰:۲- لیکن اِس کلیسیا میں ناخالص تعلیم کو برداشت کیا جاتا تھا جس کے نتیجہ میں "حرامکاری" اور بُت پرستی رواج پا گئی تھی۔

"ایزبل" نامی ایک "عورت" "نبیہ" بن بیٹھی تھی جو خدا کے خادموں کو گناہ پر مائل اور راغب کرتی تھی، مگر کلیسیا اُسے کچھ نہیں کہتی تھی۔ جس طرح پُرانے عہد نامہ میں ایزبل نے حرامکاری اور زناکاری سے خدا کی قوم کو بگاڑ دیا تھا، اُسی طرح یہ عورت بھی تعلیم دیتی تھی کہ مسیحی اِن کاموں کو کر سکتے ہیں۔ اِن میں کوئی گناہ نہیں۔ غالباً وہ ایمان داروں کی حوصلہ افزائی کرتی تھی کہ تھواتیرہ کی تجارتی انجمنوں میں شامل ہو جائیں، حالانکہ ایسا کرتے ہوئے مخصوص تجارتی انجمنوں کے دیوی دیوتاؤں کی تعظیم کرنی پڑتی تھی۔ اور اُن تقاریب میں شریک ہونا پڑتا تھا جہاں "بُتوں

کی قربانیاں" پیش کی جاتی اور کھائی جاتی تھیں - یہ نبیہ ایسی مفاہمتوں کو جائز قرار دیتی تھی - اور دلیل یہ دیتی تھی کہ اِس طرح کلیسیا کے مقصد کے حصول میں ترقی اور فروغ ہوگا -

۲:۲۱-۲۳ - چونکہ "وہ اپنی حرامکاری سے توبہ کرنا نہیں چاہتی" تھی اِس لئے خداوند اُسے بیماری کے "بستر پر" ڈالنے کو تھا، یعنی عیش و عشرت کے بستر کی بجائے اُس کو دکھ اور مصیبت کا سامنا کرنا ہوگا - "جو اُس کے ساتھ زنا کرتے" تھے، خداوند کہتا ہے کہ اگر وہ "اُس کے سے کاموں سے توبہ نہ کریں" تو وہ "بڑی مصیبت" میں پھنسیں گے - یہ خداوند کی طرف سے ہوگا - غالباً تھواتیرہ میں لغوی معنوں میں کوئی نبیہ موجود تھی جس کا نام ایزبل تھا - لیکن بائبل مقدس کے چند علما کو اِن میں جھوٹے کلیسیائی نظام کا حوالہ نظر آتا ہے جس میں عیش پرستی اور حرامکاری جیسے گناہوں کی معافی کا یقین دِلایا جاتا ہے -

۲:۲۴، ۲۵ - تھواتیرہ میں ایک وفادار بقیہ موجود تھا ("باقی لوگوں . . . جو اس تعلیم کو نہیں مانتے") جنہوں نے ایزبل کی تعلیم اور رسومات میں شمولیت اختیار نہیں کی تھی - اِسی تعلیم کو "شیطان کی گہری باتیں" کہا گیا ہے - کلیسیا کو تاکید کی جاتی ہے کہ جو سچائی اُس کے پاس ہے مسیح کے آنے تک اُس کو "تھامے" رہے - فی الحال ایمان داروں پر اِس سے زیادہ ذمہ داری کا "بوجھ" نہیں ڈالا جا رہا -

۲:۲۶-۲۸ - تھواتیرہ میں غالب آنے والا ایمان دار وہ ہوگا جو ثابت قدمی سے صحیح "مسیحی کاموں کے موافق آخر تک عمل کرے گا" - اُس کا اجر یہ ہے کہ ہزار سالہ بادشاہی میں مسیح کے ساتھ بادشاہی کرے گا - اُسے "قوموں پر اختیار" حاصل ہوگا اور وہ "لوہے کے عصا سے اُن پر حکومت کرے گا" - تمام گناہ اور بغاوت کی فوری اور سخت سزا دی جائے گی - خداوند غالب آنے والے کو "صبح کا ستارہ" دینے کا وعدہ کرتا ہے - خداوند یسوع "صبح کا چمکتا ہوا ستارہ" (۲۲: ۱۶) ہے - "صبح کا ستارہ" سورج کے طلوع ہونے سے پہلے نمودار ہوتا ہے - اِسی طرح آفتابِ صداقت کے زمین پر بادشاہی کرنے کے لئے طلوع ہونے سے پہلے مسیح صبح کے ستارہ کی حیثیت سے ظاہر ہوگا تاکہ کلیسیا کو فضا میں اُٹھا کر آسمان پر لے جائے (۱-تھسلنیکیوں ۴: ۱۳-۱۸؛ ملاکی ۴: ۲) - اِس طرح غالب آنے والے کے ساتھ وعدہ ہے کہ وہ فضائی استقبال میں حصّہ دار ہوگا - یہ اعزاز اُسے اپنے اعمال کے سبب سے حاصل نہیں ہوگا، بلکہ اُس کے اعمال اُس کے ایمان کی سچائی اور حقیقت کا ثبوت ہیں - اور چونکہ اُس کی تبدیلی حقیقی اور اصلی ہے اِس لئے اُس کو "صبح کا ستارہ" دِیا جائے گا -

۲:۲۹ - اِس خط میں اور اگلے تین خطوں میں ترتیب یہ ہے کہ وعدہ پہلے ہے اور یہ کلیہ

بعد میں کہ "جس کے کان ہوں وُہ سُنے ..."۔ اِس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اِس مرحلہ کے بعد توقع یہ ہے کہ سُننے کے کان صِرف اُن کے ہیں جو غالب آتے ہیں، اور وُہی سُنتے ہیں کہ "روح کلیسیاؤں سے کیا فرماتا ہے"۔

۵۔ سردِیس کے نام (۳: ۱-۶)

۳: ۱۔ "سردیس" کا مطلب ہے "بچ نکلنے والے" یا "بحالی"۔ یہاں خُداوند خُود کو وُہ ہستی بتاتا ہے "جس کے پاس خُدا کی سات رُوحیں اور سات ستارے ہیں"۔ رُوح القُدس اپنی قُدرت سے کلیسیاؤں اور اُن کے ایلچیوں یا پیغامبروں کو کنٹرول کرتا ہے۔ سردیس بے جان اور کھوکھلے دعوے کرنے والی کلیسیا تھی۔ وہ ایک مسیحی جماعت ہونے کا نام تو رکھتی تھی، لیکن اکثر و بیشتر رسمی اور رُوکھے پھیکے معمولات پر چلتی تھی۔ وہ رُوحانی زِندگی سے بھرپور نہ تھی۔ اُس میں کوئی فوق الفطرت چمک نہ تھی۔

۳: ۲، ۳۔ خُداوند اُسے پکارتا ہے کہ نیا جوش دِکھائے اور نئی کوشش کر کے جو کچھ تھوڑا بہت اُس کے پاس "باقی" تھا اُسے "مضبوط" کرے کیونکہ اُس میں بھی مٹنے کے آثار نظر آرہے تھے۔ لوگوں نے اکثر خُدا کے لئے منصوبے شروع کئے، لیکن اُن کو پایۂ تکمیل تک نہ پہنچایا۔ خُداوند اُن کو خبردار کرتا ہے کہ سچائی کے مُقدس ذخیرے کو مضبوطی سے تھامے رہیں اور اپنی بے جان زندگی سے "توبہ" کریں۔ اگر جاگیں گے نہیں تو خُداوند غیر متوقع طور پر اُن پر "آ پڑے گا" اور اُن کی عدالت کرے گا۔

۳: ۴۔ لیکن "سردیس میں" بھی ایک بقیہ تھا جو اپنی مسیحی گواہی پر قائم تھا۔ اِن ایمان داروں نے "اپنی پوشاک آلودہ نہیں کی" تھی، یعنی دُنیوی باتوں میں نہیں اُلجھے تھے۔ اِن کا اجر یہ ہے کہ "سفید پوشاک پہنے ہوئے" مسیح کے ساتھ "سیر کریں گے"۔

۳: ۵۔ وُہ غالب آنے والے تھے۔ اُن کے راست بازی کے کام ثابت کرتے تھے کہ وُہ سچے ایمان دار ہیں۔ اُن کی "سفید پوشاک" اُن کی زِندگی کی راست بازی کی گواہی دیتی ہے۔ چونکہ وہ سچے مسیحی ثابت ہوئے اِس لئے اُن کے نام "کتابِ حیات" سے ہرگز کاٹے نہ جائیں گے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ "کتابِ حیات" میں اُن سارے لوگوں کے نام درج ہیں

جن کو "طبعی" یا جسمانی زندگی دی گئی ہے۔ اِس نظریہ کے مطابق جو لوگ اپنی زندگیوں سے ثابت کرتے ہیں کہ ہم واقعی نئے سرے سے پیدا ہوئے ہیں اُن کے نام اِس کتاب سے کاٹے نہیں جائیں گے، جبکہ باقی سبھوں کے نام مٹا دِئے جائیں گے۔

دُوسرے عُلما کے مُطابق اِس کتاب میں صِرف "رُوحانی زندگی" پانے والوں کے نام لکھے جاتے ہیں۔ اُن ہی کے ساتھ وعدہ ہے کہ تمہارے نام مٹائے نہیں جائیں گے، یعنی اُن کی نجات کبھی جاتی نہ رہے گی۔ اِس نظریہ کے مُطابق بعض کے نام نہ کٹنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ باقیوں کے نام کٹ جائیں گے۔

بائبل مُقدّس مُسلسل یہ تعلیم دیتی ہے کہ نجات فضل کے وسیلے سے ہے اَعمال سے نہیں اور بہُت ہی واضح طور سے بیان کرتی ہے کہ ایمان دار ابد تک محفُوظ ہوتا ہے (یُوحنّا ۳ : ۱۶؛ ۵ : ۲۴؛ ۱۰ : ۲۷ - ۲۹)۔ اِس لئے آیت ۵ میں یہ بات مُضمر نہیں ہو سکتی کہ خُدا کا کوئی فرزند کھویا جا سکتا ہے۔

ہمارا خُداوند اِس وعدے کا اِضافہ کرتا ہے کہ مَیں غالب آنے والوں کے ناموں کا "اپنے باپ" اور آسمان کے "فرشتوں کے سامنے ۔۔۔ اِقرار کرُوں گا"۔

۳ : ۶ - یہاں لوگوں کو پھر بڑی سنجیدگی سے خبردار کیا گیا ہے کہ نئی پیدائش کے بغیر مذہبی دعوے کرنا فضُول ہے۔

سردِیس کی کلیسیا کو اکثر اصلاحِ کلیسیا کی تحریک کے بعد کے دَور کی کلیسیا کی تصویر کہا جاتا ہے جب کلیسیا صِرف دستوُری، رسُوماتی، دُنیادار اور سیاسی ہو کر رہ گئی۔

و۔ فِلدِلفیہ کے نام (۳ : ۷ - ۱۳)

۳ : ۷ - "فِلدِلفیہ" کا مطلب ہے "برادرانہ محبّت"۔ اِس کلیسیا پر اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہُوئے خُداوند کہتا ہے کہ مَیں وُہ ہُوں "جو قدُوس اور برحق ہے۔ اور داؤد کی کُنجی رکھتا ہے جس کے کھولے ہُوئے کو کوئی بند نہیں کرتا اور بند کئے ہُوئے کو کوئی کھولتا نہیں"۔ دُوسرے لفظوں میں اُسے وُہ اِنتظامی اختیار اور کنٹرول حاصِل ہے جس کا مُقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔

وُہ کھلا دروازہ جس کو یہُودی قوم اور بُت پرست مذاہب بند کرنے سے عاجز اور قاصر تھے، خُدا کی طرف سے عطا کردہ موقع ہے کہ جن کے سُننے کے

کان ہیں اُن کے سامنے مسیح کی منادی کی جا رہی ہے۔ داؤد کی کُنجی پُرانے عہد نامہ کا اِستعارہ ہے کہ خُدا دروازے کھولنے اور مُنہ بند کرنے کا اختیارِ مطلق رکھتا ہے۔ دیکھئے یسعیاہ ۲۲:۲۲۔

۳:۸۔ خُداوند فِلدِلفیہ کی کلیسیا کی صِرف تعریف کرتا ہے۔ وہاں کے مُقدّسین وفادار رہے ہیں۔ وُہ نیک ”کاموں“ میں سَرگرم رہے ہیں۔ اپنی اِنسانی کمزوریوں میں وُہ خُداوند پر بھروسا کیے رہے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوُا کہ اُنہوں نے سچائی کو اپنی زندگیوں میں عملاً قائم رکھا ہے۔ اُنہوں نے مسیح کے ”نام کا اِنکار نہیں کِیا“۔ اِس لئے خُداوند نے اُن کے ”سامنے“ موقع کا ”ایک دروازہ کھول رکھا ہے۔ کوئی اُسے بند نہیں کر سکتا“۔

۳:۹۔ وُہ نام نہاد ”یہوُدی“ جو ایمان داروں کی سخت مُخالفت کرتے تھے، خُداوند اُن کا ایسا حال کرے گا کہ وُہ آ کر ایمان داروں کے ”پاؤں“ میں گریں گے۔ جو کہتے تھے ہم خُدا کی برگُزیدہ اُمّت ہیں دراصل وُہ ”شیطان کی ... جماعت“ تھے۔ بالآخر وُہ ماننے پر مجبُور ہو جائیں گے کہ جن مسیحیوں کو حقیر جانا جاتا تھا وہی خُدا کا برگُزیدہ گلّہ ہیں۔

۳:۱۰۔ ”چونکہ“ فِلدِلفیہ والوں نے اپنی زِندگیوں سے لوگوں پر خُدا کی سچّائی کو ثابت کر دیا تھا، اِس لئے خُداوند بھی ”آزمائش کے وقت“ اُن کی ”حفاظت“ کرے گا۔ یہ آزمائش کا وقت ”تمام زمین کے رہنے والوں ... پر آنے والا ہے“۔ یہ وعدہ ہے اُس بڑی مُصیبت سے بچائے رکھنے کا جِس کا بیان ابواب ۶ تا ۱۹ میں درج ہے۔ غور کریں کہ ”آزمائش“ کے ’وقت‘ یعنی اُس پُورے دَور میں اُن کی حفاظت کی جائے گی۔ اصل زبان کے مُطابق اُن کو اِس مُصیبت ’میں‘ نہیں بلکہ اُس ’میں سے‘ بچایا جائے گا۔

”زمین کے رہنے والوں“۔ یہ ایک تکنیکی اِصطلاح ہے۔ مطلب ہے وُہ لوگ جو اِس زمین کو اپنا گھر یا وطن بنا لیتے ہیں“ یعنی دُنیا کے لوگ ... جن کا بخرہ اِسی زِندگی میں ہے“ (زبُور ۱۷: ۱۴ ب)۔

۳:۱۱۔ خُداوند مسیح کی آمد کو مُقدّسوں کے سامنے رکھا گیا ہے۔ یہ وُہ مقصد یا مُحرّک ہے جِس سے وُہ ثابت قدمی سے سب کچُھ برداشت کرتے ہیں۔ فاتح کا ”تاج“ اُن کا اجر ہے اور اُن کو چاہیے کہ کِسی کو اِسے چھیننے کا موقع نہ دیں، جبکہ وُہ اِسے پانے کے اِتنے نزدِیک ہیں۔

۳: ۱۲- غالب آنے والے کو "خُدا کے مَقدِس" کے اندرونی پاک ترین مقام میں "ایک ستون" بنایا جائے گا- اِس کا اَور مطلب کُچھ بھی ہو، مگر اِس میں قُوّت، عِزّت اور دائمی تحفّظ کا مفہوم ضرُور موجُود ہے- وُہ اِس مسرّت اور خُوشی اور تحفّظ کے مقام سے "کبھی باہر نہ نِکلے گا"- غالب آنے والے پر تین نام لِکھے جائیں گے- "خُدا کا نام ... نئے یروشلیم کا نام جو ... آسمان سے اُترنے والا ہے" اور خُداوند یسُوع کا "نیا نام"- اِس طرح اُس کی شناخت ہوگی کہ وُہ اِن تینوں کی مِلکیت ہے-

۳: ۱۳- "جِس کے کان ہوں وُہ سُنے کہ رُوح کلیسیاؤں" کو کیا پیغام دے رہا ہے- فِلدِلفیہ کی کلیسیا کو اکثر ایک بڑی انجیلی بیداری کے دَور کی علامت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے جو اٹھارھویں صدی اور اُنیسویں صَدی کے ابتدائی دِنوں میں آئی، جِس میں کلیسیا اور مسیح کی آمد کے بارے میں سچائی کی بحالی ہُوئی اور عالمی سَطح پر بشارت کا کام ہُوا- اِنجیلی مسیحیوں کے لئے تو یہ دَور واقعی بحالی کا دَور تھا، مگر شیطان نے بھی کلیسیا میں ضابطہ پرستی، رسُوم و شعائر پرستی اور اِستدلالیت یا عقلیت پرستی کا خمیر ڈالنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا-

ز- لَودیکیہ کے نام (۳: ۱۴- ۲۲)

۳: ۱۴- "لَودِیکیہ" کا مطلب ہے "عوام حکُومت کرتے ہیں" یا "عوام کی عدالت"- یہاں خُداوند اپنے بارے میں کہتا ہے کہ مَیں "آمین اور سَچّا اور برحق گواہ اور خُدا کی خِلقت کا مبدا" ہُوں- "آمین" کی حیثیت میں وُہ سراپا سچائی اور وفاداری ہے- خداوند ہی وُہ ہستی ہے جو خُدا کے وَعدوں کی ضمانت دیتا ہے- وُہ "خدا کی خِلقت" کا بانی بھی ہے- اِس میں رُوحانی اور جسمانی "خِلقت" دونوں شامِل ہیں- مُراد یہ نہیں کہ وُہ پہلا شخص تھا جو تخلیق کیا گیا- وُہ تو مخلُوق ہے ہی نہیں- اِس کا مطلب ہے کہ اُس نے عمل تخلیق شرُوع کیا- یہ نہیں کہا گیا کہ اُس کا کوئی شرُوع تھا، بلکہ وُہ "مبدا" یعنی شرُوع یا بانی ہے- وُہ "خُدا کی خِلقت" کا شرُوع' ہے- وُہ ساری مخلُوقات پر فائق ہے' یعنی ساری مخلُوقات سے پہلے ہے-

۳: ۱۵- ۱۷- لَودیکیہ کی کلیسیا "نہ سَرد" تھی "نہ گرم"- وُہ ایسی "نیم گرم" تھی جِس سے اُبکائی آتی ہے- خُداوند چاہتا ہے کہ یہ کلیسیا یا تو اپنے جوش و جذبہ میں سرگرم ہو، یا

اپنی بے پروائی اور بے توجہی میں بالکل ٹھنڈی ہو۔ مگر وہ ایسی "نیم گرم" تھی کہ لوگ غلطی سے سمجھتے تھے کہ یہ خُدا کی کلیسیا ہے۔ وُہ دِینی اور الٰہی باتوں میں ایسی "نیم گرم" تھی کہ خُدا تعالیٰ اُسے "اپنے مُنہ سے نِکال پھینکنے کو" تھا جیسے کسی شخص کو اُبکائی آئے تو وُہ مُنہ کی چیز نکال پھینکتا ہے۔ علاوہ ازیں اِس کلیسیا میں گھمنڈ، لاعلمی، انا پرستی، خود کفالتی کا غرور اور گُناہ کو نظر انداز کرنے کا رویّہ پایا جاتا تھا۔

۳ : ۱۸۔ خُداوند اِس کلیسیا کو صلاح دیتا ہے کہ "مجھ سے آگ میں تپایا ہُوا سونا خرید لے"۔ اِس سے مُراد خُدا کی راست بازی ہے جو بے زر اور بے دام خریدی جاتی ہے (یسعیاہ ۵۵ : ۱) اور جو خُداوند یسوع پر ایمان لانے کے وسیلے سے مُفت بخشش کے طور پر ملتی ہے۔ اِس سے مُراد سچا ایمان بھی ہو سکتا ہے کہ جب اِسے "آگ میں" آزمایا جاتا ہے تو اِس سے یسوع مسیح کی حمد و ستائش، تعظیم اور جلال ظاہر ہوتا ہے (۱۔ پطرس ۱ : ۷)۔

کلیسیا کو یہ صلاح بھی دی گئی ہے کہ خُداوند سے "سفید پوشاک" بھی خرید لے۔ اِس سے مُراد روزمرّہ زِندگی میں عملی راست بازی ہے۔ مزِید برآں یہ بھی کہ "آنکھوں میں لگانے کے لئے سُرمہ لے"، یعنی رُوح القدس کی روشنی سے حقیقی رُوحانی بینائی حاصل کر لے۔ ہر صلاح نہایت ہی موزوں تھی کیونکہ لودیکیہ بینکنگ، پارچہ بافی اور ادویات اور خاص طور پر سُرمے کا مرکز مانا جاتا تھا۔

۳ : ۱۹۔ کلیسیا کے لئے خُداوند کی "محبّت" اِس حقیقت سے ظاہر ہوتی ہے کہ اِسے "ملامت اور تنبیہ کرتا" ہے۔ اگر اُسے کلیسیا کی فکر نہ ہوتی تو وُہ کوئی پروا نہ کرتا۔ وُہ بڑی چاہت اور ملائمت کے ساتھ اِس برائے نام کلیسیا کو پُکارتا اور کہتا ہے کہ "سرگرم ہو اور توبہ کر"۔

۳ : ۲۰۔ اِن اِختتامی آیات میں جو بات بیان ہُوئی ہے سکوفیلڈ اِس کو "کلیسیائی دَور کے اِختتام پر مسیح کے مقام اور رویّہ" کا نام دیتا ہے۔ وُہ اِس برائے نام کلیسیا کے باہر کھڑا ہے، نرمی اور ملائمت سے کھٹکھٹا رہا ہے اور فرداً فرداً (ساری جماعت یا اُمّت کو ایک ساتھ نہیں) لوگوں کو بُلا رہا ہے کہ برگشتہ کلیسیا کو چھوڑ دو اور میرے ساتھ رفاقت رکھو۔

۳ : ۲۱۔ غالب آنے والے کے لئے وعدہ ہے کہ مسیح کے "تخت" کے جلال میں حِصّہ دار ہو گا اور ہزار سالہ بادشاہی کے دَوران اُس کے ساتھ حکومت کرے گا۔ جو لوگ عاجزی، دُکھ تکلیف اور ردّ کئے جانے کی حالت میں اُس کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں وُہ جلال میں بھی اُس کے پیچھے پیچھے

آئیں گے۔

۳: ۲۲- اب سامع کو آخری دفعہ یہ سنجیدہ نصیحت کی جاتی ہے کہ "رُوح" کی آواز کو سُنے۔ مکاشفہ کی کتاب کی کُچھ بھی تفسیر کی جائے، لیکن اِس حقیقت سے اِنکار ممکن نہیں کہ لودیکیہ کی کلیسیا اُس دَور کی واضح تصویر پیش کرتی ہے جس میں ہم زِندگی گزار رہے ہیں۔ چاروں طرف عیش و عشرت کے سامان پھیلے ہُوئے ہیں، مگر رُوحیں خوشخبری نہ ہونے کے باعث ہلاک ہو رہی ہیں۔ مسیحی صلیب اُٹھانے کی بجائے تاج پہنے ہُوئے ہیں۔ ہم کھیلوں، سیاست اور ٹیلی وِژن کے پروگراموں پر تو جذبات اور جوش و خروش کا بہت مظاہرہ کرتے ہیں لیکن 'مسیح' کے سِلسلے میں ٹھنڈے پڑے رہتے ہیں۔ نہ رُوحانی ضرورت کا کُچھ احساس ہے نہ حقیقی بیداری کی تڑپ۔ ہم اپنی زِندگی کی بہترین صلاحیتیں کاروباری دُنیا کی نذر کر دیتے ہیں اور بچی کھچی طاقت منجّی کے پاس لے آتے ہیں۔ ہم اپنے جسم کی پرورش کرتے رہتے ہیں جسے چند برسوں بعد خاک میں لوٹ جانا ہے۔ ہم کوئی چیز ترک نہیں کرتے بلکہ ہر چیز ذخیرہ کرنے کے دَرپے رہتے ہیں۔ آسمان پر خزانہ جمع کرنے کی بجائے زمین پر جمع کرتے ہیں۔ عام رویّہ یہ ہے کہ "خُدا کے لوگوں کے نزدیک کوئی شے بھی بُری نہیں۔ اگر مَیں اپنی ناز برداری نہیں کروں گا تو کون کرے گا؟ آیئے ہم دنیا کے کام نمٹا لیں اور اپنی فارغ شامیں خُدا کو دیں۔" یہ ہے ہماری حالت جبکہ مسیح کی آمد ہُوا ہی چاہتی ہے۔

۳- وُہ باتیں جو بعد میں واقع ہوں گی (ابواب ۴-۲۲)

اب ہم مکاشفہ کی کتاب کے تیسرے بڑے حِصّے پر پہنچتے ہیں۔ پہلے تین ۳ ابواب میں رسُولوں سے لے کر فضائی استقبال تک کے کلیسیائی دَور کا بیان ہے۔ زیرِنظر باب سے یہ موضُوع شرُوع ہوتا ہے کہ "وُہ باتیں جو اِس کے بعد ہوں گی"۔

باب ۳ اور ۴ کے درمیان ایک واضح وقفہ ہے۔ اِس کے بعد یہ ذِکر کہیں نہیں آتا کہ کلیسیا زمین پر ہے۔ تو اِس کو ہُوا کیا ہے؟ ہمارا ایمان ہے کہ باب ۳ کے بعد خداوند نے اِسے آسمان پر اُٹھا لیا ہے۔

مُقدّسین آسمان پر اُٹھا لئے گئے ہیں۔ اِس کے بعد خُداوند اِسرائیلی قوم کے ساتھ اپنا سلوک دوبارہ شروع کرے گا۔ اِس کے بعد ہی بڑی مصیبت کا آغاز ہوگا۔ یہ سات برس کا

دَور ہے جس کے دَوران خُداوند یہُودی قوم کے ساتھ اِس بِنا پر سلوک کرتا ہے کہ اُس نے مسیحِ موعُود کو ردّ کر دیا تھا۔ جو لوگ اِس بڑی مُصیبت کے دَوران مسیح کی طرف رجُوع ہوں گے وُہ نجات پائیں گے اور زمین پر اُس کی جلالی بادشاہی میں داخل ہوں گے جبکہ اُسے ردّ کرنے والے ہلاک کئے جائیں گے۔

بڑی مُصیبت کے دَور کے آغاز میں یہُودیوں کی بہُت بڑی تعداد بے یقینی اور بے ایمانی کی حالت میں اسرائیل کے مُلک کو واپس آئے گی (حزقی ایل ۳۶: ۲۴-۲۵)۔ رومؔ کی عالمی طاقت اسرائیلیوں کے ساتھ مُعاہدہ کرے گی اور اُن کو آزادانہ عبادت کرنے کی ضمانت دے گی (دانی ایل ۹: ۲۷)۔ دراصل اِس بڑی مُصیبت کے پہلے ساڑھے تین برس نسبتاً نرم ہوں گے۔ خُداوند یسُوع نے اِن برسوں کا بیان متیّ ۲۴: ۴-۱۴ میں کیا ہے۔

بڑی مُصیبت کے دور کے درمیانی عرصے میں یروشلیم کی ہیکل میں بُت پرستی کی ایک شبیہ نصب کی جائے گی اور لوگوں کو حُکم دیا جائے گا کہ اِس کی پرستش کرو، ورنہ جان سے مارے جاؤ گے (متیّ ۲۴: ۱۵)۔ یہ بڑی مُصیبت یعنی یعقُوب کی مُصیبت کے ایّام کے آغاز کا نشان ہے۔ یہ مُصیبت کا ایسا زمانہ ہے جو دُنیا کے شرُوع سے نہ کبھی ہُوا اور نہ اِس کے بعد کبھی ہوگا (متیّ ۲۴: ۲۱)۔

باب چار ۴ کے ساتھ ہم اِس بڑی مُصیبت میں داخل ہوتے ہیں۔ پہلا منظر آسمان میں ہے جہاں یُوحنّا کو خُدا کے جلال کی رویا دکھائی جاتی ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ خُدا اپنے نبیوں کو پہلے اپنے جلال کی رویا دِکھاتا ہے اور پھر اُن کو مستقبل کے حالات بیان کرنے کا شرف عطا کرتا ہے (یسعیاہ باب ۶؛ حزقی ایل باب ۱)۔ پہلے باب میں بھی یُوحنّا نے پہلے مسیح کے جلال کی رویا دیکھی، پھر اُسے کلیسیا کے مستقبل کی تاریخ بیان کرنے کو کہا گیا۔ اب بھی اُسے پہلے خدا کی ایک رویا دِکھائی گئی ہے اور بعد میں اُسے اُس قہر اور غضب کا علم دیا گیا ہے جو ایمان نہ لانے والے یہُودیوں اور غیر قوموں پر اُنڈیلا جائے گا۔

۱۔ خُدا کے تخت کی رویا (باب ۴)

۴: ۱۔ "جو آواز" یُوحنّا کو آسمان پر آنے کی دعوت دیتی ہے وُہ مسیح کی آواز ہے (بحوالہ ۱: ۱۰-۲۰)۔ کئی ایمان داروں کا خیال ہے کہ یُوحنّا کا آسمان میں داخلہ اِس بات کی

تصویر ہے کہ اِس وقت کلیسیا اُٹھالی گئی ہے تاکہ خُداوند کے ساتھ اپنے آسمانی وطن میں ہو (۱۔ تھسلنیکیوں ۴: ۱۳ - ۱۸؛ ۱- کرنتھیوں ۱۵ : ۵۱ - ۵۳) - خُداوند یسوع یُوحنّا سے وعدہ کرتا ہے کہ "مَیں تجُھے وُہ باتیں دِکھاؤں گا جن کا ان باتوں کے بعد ہونا ضرُور ہے"۔ یہ الفاظ ۱: ۱۹ کے آخری الفاظ سے ملتے جُلتے ہیں اور اِس بات کی حمایت کرتے ہیں کہ اُس آیت کو اِس کتاب کے خاکے کے طور پر اِستعمال کیا جائے ۔

۴: ۲، ۳ - خُدا کا پاک "رُوح" ایک خاص انداز سے یُوحنّا کو اپنے قبضے میں لے لیتا ہے۔ وُہ "فوراً" دیکھتا ہے کہ ازلی وابدی خُدا اپنے پُورے جاہ وجلال اور شوکت وحشمت کے ساتھ "تخت" پر بیٹھا ہے اور "سنگِ یشب اور عقیق سا معلُوم ہوتا ہے"۔ یہ قیمتی پتھّر خداوند کا بیان کرتے ہیں - پُرانے عہد نامہ میں یہ پتھر کاہن کے سینہ بند پر لگے ہوتے تھے ۔ "سنگِ یشب" یعقوب کے پہلوٹھے "رُوبن" کی اور "عقیق" سب سے آخری بیٹے بنیامین کی نمائندگی کرتا تھا - روبن نام کا مطلب ہے "بیٹے کو دیکھو" اور بنیامین کا مطلب ہے "میرے دہنے ہاتھ کا فرزند"۔ والوورڈ کے مطابق اِن دو ۲ پتھروں میں بارہ ۱۲ کے بارہ ۱۲ پتھر شامل ہیں اور خُدا کی اُمت کو ظاہر کرتے ہیں- اور تخت پر بیٹھا ہوا شخص اِسرائیلی قوم کی نسبت سے خُدا کو ظاہر کرتا ہے ۔

"تخت کے گِرد زُمرّد کی سی ایک دَھنک ہے"۔ یہ "دھنک" یا قوسِ قُزح قسم کا نشان ہے کہ آنے والے قہر وغضب کے باوجُود خُدا اپنے وعدے پُورے کرے گا ۔

۴: ۴ - ہم یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ "چوبیس ۲۴ بزرگ" کون ہیں - بعض اِن کو فرِشتگان یا فرِشتگان جیسی ہستیاں سمجھتے ہیں - بعض عُلما اِن کو پُرانے اور نئے عہد نامہ کے مخلصی یافتہ لوگ اور بعض اِن کو صِرف نئے عہد نامہ کے مُقدسین قرار دیتے ہیں - یہ حقیقت کہ وُہ تخت نشین ہیں اور تاج پہنے ہُوئے ہیں اِشارہ کرتی ہے کہ یہ بزرگ وُہ مُقدسین ہیں جن کی عدالت ہو چکی ہے اور جن کو اَجر مل چُکا ہے ۔

۴: ۵ - صاف معلُوم ہوتا ہے کہ یہ تخت "تختِ عدالت" ہے جِس سے خوف ناک "بجلیاں اور آوازیں اور گرجیں" پیدا ہو رہی ہیں ۔ "آگ کے سات چراغ" رُوحُ القُدس کی معمُوری اور جلال کو ظاہر کرتے ہیں - خُدا کا رُوح ایک ہی ہے ، مگر "سات ۷" کاملیت اور مُکمّل ہونے کو ظاہر کرتا ہے ۔

۴:۶ ۔ "شیشہ کا سمندر بلور کی مانند"۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ تخت ایک ایسی جگہ پر رکھا ہے جو اس دنیا کے طوفانوں اور بے قراریوں سے مبرا ہے ۔ نہ وہاں شریروں کی مخالفت ہے جو کہ طوفانی سمندر کی مانند ہوتے ہیں ۔

"تخت کے گرداگرد چار ۴ جاندار ہیں جن کے آگے پیچھے آنکھیں ہی آنکھیں ہیں"۔ اس سے بصارت اور بصیرت کی لمبائی، چوڑائی، گہرائی اور صفائی کا پتہ چلتا ہے ۔

۴:۷، ۸ ۔ "ان چاروں جانداروں" کی شناخت کرنا بے حد مشکل ہے ۔ ہم صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ یہ مخلوق ہستیاں ہیں، کیونکہ خدا کی پرستش کرتے ہیں ۔ وہ حزقی ایل باب ۱۰ کے کروبیم اور یسعیاہ باب ۶ کے سرافیم کا مرکب معلوم ہوتے ہیں ۔ آیت ۷ میں کروبیم (کروبی کی جمع) اور آیت ۸ میں سرافیم کی تصویر پیش کی گئی ہے ۔ یہ فرشتانہ ہستیاں خدا کے تخت کی محافظ ہیں ۔ کروبیم کا تعلق آتشی عدالت کے ساتھ اور سرافیم کا تعلق آتشی پاکیزگی کے ساتھ ہے ۔

آیت ۷ کا بیان اناجیل میں مسیح کے بیان کے مماثل ہے ۔

"ببر" ۔ شیر ببر ــــ متی ــ بادشاہ
"بچھڑا" ــ یا بیل ــــ مرقس ــ خادم
"انسان" ــــ لوقا ــــ ابنِ آدم
"عقاب" ــــ یوحنا ــــ خدا کا بیٹا (ابن اللہ)

یہ جاندار "رات دن بغیر آرام کئے" خدا کی قدوسیت اور ازلیت کا بیان کرتے رہتے ہیں ۔ بعض نسخوں میں "قدوس" نو ۹ دفعہ لکھا ہوا ہے جو تثلیث کے عقیدے کا زبردست مظہر ہے (یعنی ۳×۳) ۔

۴:۹، ۱۰ ۔ "جب وہ جاندار" تخت پر بیٹھنے والے ازلی و ابدی خدا کی "تمجید اور عزت اور شکرگزاری" کرتے ہیں تو "وہ چوبیس ۲۴ بزرگ" اس کے سامنے گر پڑتے، اس کو "سجدہ" کرتے اور اپنے "تاج اس تخت کے سامنے" ڈال دیتے ہیں ۔

۴:۱۱ ۔ یہ عبادت اور سجدہ تسلیم کرتے ہیں کہ "خداوند" ہی "تمجید اور عزت اور قدرت کے لائق ہے کیونکہ" اسی نے "سب چیزیں پیدا کیں" اور وہ اسی کی "مرضی سے تھیں اور پیدا ہوئیں" ۔

یہ رویا ہمیں آگے آنے والی ساری باتوں کے لئے تیار کرتی ہے ۔ یہاں خدا کو دکھایا گیا ہے کہ وہ کل کائنات کا قادرِ مطلق حاکم ہے ۔ وہ اپنے جلال کے تخت پر بیٹھا ہے ۔

عبادت گزار اور سجدہ ریز جاندار اُس کے چاروں طرف ہیں اور وہ زمین پر غضب نازل کرنے کو ہے۔

ب۔ برّہ اور سات مُہروں والی کتاب (طومار) (باب ۵)

۵: ۱۔ یہاں خدا کے ہاتھ میں ایک "کتاب" (طومار) ہے جس کو "سات مُہریں لگا کر بند کیا گیا" ہے۔ اِس کتاب میں اُن سارے قہروں کا حال درج ہے۔ خداوند یسوع دوبارہ آ کر اِس دُنیا میں اپنی بادشاہی قائم کرنے والا ہے، مگر ضرور ہے کہ اُس کی آمد سے پہلے یہ سارے قہر یا غضب دُنیا پر نازل ہوں۔

۵: ۲، ۳۔ ایک "زور آور فرشتہ" بڑی زبردست درخواست کرتا ہے۔ وہ منادی کرتا ہے کہ کوئی شخص مِل جائے جو "اِس کتاب کو کھولنے اور اُس کی مُہریں توڑنے کے لائق" ہو۔ یہ مُہریں ایک ایک کر کے توڑی جائیں گی۔ "آسمان پر یا زمین پر یا زمین کے نیچے" کہیں بھی "کوئی شخص ... نہ نِکلا" جو اُس کتاب کو کھولنے اور پڑھنے کے لائق ہوتا۔ کسی فرشتہ، اِنسان یا شیطانی رُوح میں اِتنا علم اور حِکمت نہیں کہ عدالت اور غضب (سزا) کو بروئے کار لا سکے۔

۵: ۴۔ ایسی نا اہلی اور نالائقی دیکھ کر یُوحنّا "زار زار رونے لگا" کہ کوئی بھی "اُس کتاب کو کھولنے یا اُس پر نظر کرنے کے لائق" نہیں نِکلا۔ کیا اِس کا مطلب یہ ہے کہ دُنیا بھر کی خطائیں یُوں ہی رہیں گی؟ اُن کی دُرستی نہ ہو سکے گی؟ کیا راست بازوں کو کبھی بھی حق بجانب ثابت نہیں کِیا جا سکے گا؟ کیا شریروں کو کبھی سزا نہیں مِلے گی؟ کیا اس کا مطلب ہے کہ خداوند کی بادشاہی کبھی نہیں آئے گی کیونکہ زمین کی ضروری صفائی اور پاکیزگی نہیں ہو سکے گی؟

۵: ۵۔ "اُن بزرگوں میں سے ایک نے" یُوحنّا کو تسلّی دے کر یہ اچھّی خبر سُنائی کہ "یہوداہ کے قبیلہ کا وہ ببر جو داؤد کی اصل (خالق اور جدِ امجد) ہے اُس کتاب اور اُس کی ساتوں مُہروں کو کھولنے کے لئے غالب آیا" ہے۔ مُہریں کھلنے کا مطلب ہے غضب کُھل جائیں گے۔ یسوع اپنی لامحدود حِکمت اور خدا کے حُکم سے، اپنی ذاتی فوقیت اور کلوری پر اپنے کام کے باعث منصِف ہونے کے لائق ہے (یُوحنّا ۵: ۲۲، ۲۷)۔

مُکاشفہ کی کتاب میں ہمارے خداوند کو برّہ اور شیرِ ببر دونوں کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے۔ خدا کے برّہ کی حیثیت سے وہ قربانی ہے اور وہ دُنیا کے گُناہ اُٹھا لے جاتا ہے۔

شیرِ ببر کی حیثیت سے وُہ مُنصِف ہے جو اپنے دُشمنوں کو سزا دیتا ہے۔ اپنی دُوسری آمد پر وُہ شیرِ ببر ہوگا۔

۵ : ۶۔ یُوحنّا نے نظر اُٹھائی تو ”تخت“ کے گرداگرد ”بزُرگوں“ اور ”چاروں جانداروں“ کو دیکھا۔ بیچوں ”بیچ“ ایک چھوٹا ”برّہ“ کھڑا تھا جو ”ذبح کیا ہُوا“ معلُوم ہوتا تھا۔ اُس برّہ کے ”سات سینگ“ (قدرتِ کاملہ) اور ”سات آنکھیں“ (عالمِ کُل) تھیں۔ ”خُدا کی ساتوں رُوحیں“ اُس کے پاس تھیں۔ اِس کا مطلب ہے کہ خُداوند یسوع کو رُوحُ القُدس کی پُوری معمُوری حاصل تھی (یُوحنّا ۳ : ۳۴ ب) اور ان سات رُوحوں کا ”تمام رُوئے زمین پر“ بھیجا جانا اُس کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔

۵ : ۷، ۸۔ جُونہی برّہ نے عدالت کی اِس فہرست کو خُدا باپ کے ”دہنے ہاتھ سے“ لیا تو اُن ”جانداروں“ اور ”چوبیس ۲۴ بزرگوں“ نے ”برّہ کے سامنے گِر“ کر اُسے سجدہ کیا۔ ”ہر ایک کے ہاتھ میں بربط اور عُود سے بھرے ہُوئے سونے کے پیالے تھے۔ یہ مُقدّسوں کی دُعائیں ہیں“۔ غالباً یہ اُن شہیدوں کی دُعائیں ہیں جو اپنے خُون کا بدلہ لینے کے لئے خُدا کو پُکارتے ہیں (۶ : ۱۰)۔ اگرچہ دُعائیں اُن کے ہاتھوں میں ہیں، مگر ایسا کوئی اِشارہ نہیں کہ وُہ اِنہیں خُدا کو پیش کرتے ہیں یا اِن کا جواب دینے میں کوئی حِصّہ ادا کرتے ہیں۔

۵ : ۹، ۱۰۔ اپنے ”نئے گیت“ میں وُہ للکار کر کہتے ہیں کہ صلیب پر اپنے فِدیہ کے کام کے باعث صِرف برّہ ہی عدالت کو بروئے کار لانے کے ”لائق“ ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا وُہ اپنے آپ کو اُن لوگوں میں شامل کرتے ہیں جن کو برّہ نے ”اپنے خُون سے ... خرید لیا“ ہے؟ معلُوم ہوتا ہے کہ اِس گیت میں وُہ دُوسروں کا ذِکر کر رہے ہیں۔ اگر اس بات کو مان لیا جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ گانے والے فرشتانہ ہستیاں ہیں۔

خرید لینے اور فِدیہ دینے کے علاوہ خُداوند نے ایمان داروں کو ”بادشاہی اور کاہن بنا دیا“ ہے تاکہ اُس کی عبادت کریں، اُسے سجدہ کریں، اُس کی گواہی دیں اور ہزار سالہ بادشاہی میں اُس کے ساتھ ”زمین پر بادشاہی کرتے“ رہیں۔

۵ : ۱۱۔ ”بہُت سے فرشتوں“ کے اِن ”جانداروں اور بزرگوں“ کے ساتھ آ مِلنے سے گیت بہُت وسیع ہو گیا اور گانے والوں کی تعداد ”لاکھوں اور کروڑوں“ تک جا پہنچی۔ یہ سب کامِل ہم آہنگی سے برّہ کی حمد و ستائش کر رہے تھے۔

۵ : ۱۲ ۔ جو خراجِ تحسین اور تمجید یہ اَن گِنت مخلوق کر رہی تھی وہی ابد تک ایمان دار بھی کرتے رہیں گے۔ ”ذبح کیا ہوُا برّہ ہی“ ۔۔۔ اِن باتوں کے ”لائق ہے“ :

”قدُرت“ : میری زِندگی، کلیسیا، دُنیا اور کائنات پر ۔
”دولت“ : میرا سارا سونا اور میری ساری چاندی۔
”حِکمت“ : میری اعلیٰ ترین ذہنی قوّتیں ۔
”طاقت“ : اُس کی خِدمت کے لئے میری جسمانی طاقت اور سارا زور۔
”عِزّت“ : یہ خالِص اور پاکیزہ خواہش کہ مَیں ہر طرح اُس کے نام کو عظمت دُوں ۔
”تمجید“ : میری ساری زِندگی اُس کو جَلال دینے کے لئے وقف ہو۔
”حمد“ : حمد وستائش کرنے کی میری ساری قوتیں اور صلاحیتیں ۔

۵ : ۱۳ ۔ اب یہ موسیقی تال میل کا ایک بہُت بڑا زمزمہ بن جاتا ہے جِس کی آواز بھرپُور اور گہری ہے، کیونکہ ”آسمان اور زمین اور زمین کے نِیچے کی اور سمُندر کی سب مخلوُقات“ یک آواز ہو جاتی ہے اور للکارتی ہے کہ خُدا باپ ”اور برّہ کی حمد اور عِزت اور تمجید اور سلطنت ابدُالآباد رہے“۔

یہ آیت فلپیوں ۲ : ۱۰، ۱۱ کے متوازی ہے، جہاں تاکید سے کہا گیا ہے کہ ”یسوع کے نام پر ہر ایک گھُٹنا ٹِکے ۔۔۔ اور ۔۔۔ ہر ایک زبان اِقرار کرے کہ یسوع مسیح خُداوند ہے“۔ یہاں کِسی خاص مقررہ وقت کا ذِکر نہیں کیا گیا، مگر صاف معلوُم ہوتا ہے کہ یہ اُس وقت ہوگا جب سارے نجات یافتہ لوگوں کو ہمیشہ کی زِندگی کے لئے اور سارے غیر نجات یافتہ لوگوں کو ہمیشہ کی سزا کے لئے اُٹھایا جا چُکے گا۔ ایمان دار تو پہلے ہی یسوع کو خُداوند تسلیم کر چُکے ہوں گے اور اَب بے ایمان مجبُور کئے جائیں گے کہ اُس کی عِزّت وتعظیم کریں۔ باپ اور بیٹے کی عالمگیر تعظیم وتمجید ایک مانی ہوُئی حقیقت ہے ۔

۵ : ۱۴ ۔ آخری منظر! ”چاروں جانداروں نے آمین کہا اور بزُرگوں نے گِر کر سجدہ کِیا“۔ یہ سجدہ اُسی خُداوند کو ہے جو تخت پر بیٹھا ہے اور ”ابدُالآباد“ جیتا اور سلطنت کرتا ہے۔

ج۔ چھ مُہروں کا کھولا جانا (باب ۶)

۶ : ۱، ۲ ۔ جب ”برّہ نے“ پہلی مُہر کھولی تو ”اُن چاروں جانداروں سے ایک“ نے

پکار کر گرج کی سی آواز میں کہا کہ “آ”۔ اِس کے جواب میں “سفید گھوڑے” پر سوار ایک گھڑ سوار نکلا۔ وہ “کمان لئے ہوئے” تھا۔ اور “وہ فتح کرتا ہوا نکلا تاکہ اَور بھی فتح کرے”۔ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ مخالفِ مسیح ہے۔ اور “فتح” آج کل کی سرد جنگ کی نمائندگی کرتی ہے۔ “کمان” جنگ کے خطرہ کو ظاہر کرتی ہے، مگر تیر کا کوئی ذِکر نہیں۔ شاید اِس میں میزائیلوں کی جنگ کا اِشارہ ہو، کیونکہ کمان دُور سے جنگ کرنے کا ہتھیار ہے۔ یہ گھڑ سوار جنگ کا باعث نہیں بنتا۔ دُوسری مہر کھلنے تک زمین سے صُلح اُٹھائی نہیں جاتی۔

۶: ۳، ۴۔ “دُوسرا جاندار” دُوسرے گھڑ سوار کو بلاتا ہے۔ یہ سوار “بڑی تلوار” لئے ہوئے ہے اور “لال” رنگ کے گھوڑے پر سوار ہے۔ “تلوار” دست بدست لڑائی میں اِستعمال ہوتی ہے۔ چنانچہ دُوسری مہر یلغار کرنے والی فوجوں کا اِشارہ ہے جو ایسی جنگ برپا کرتی ہیں جس میں ایک شخص دُوسرے سے وحشیانہ انداز میں لڑتا ہے۔ یہ دُوسرا گھڑ سوار “زمین پر سے صُلح اُٹھا” لیتا ہے۔

۶: ۵، ۶۔ “تیسرے جاندار” کا حکم مانتے ہوئے ایک اَور گھڑ سوار “ہاتھ میں ایک ترازو” لئے ہوئے “کالے گھوڑے” پر نکلتا ہے۔ یہ کال کا نمائندہ ہے اور جنگ کے بعد اکثر کال پڑ جاتا ہے۔ “چاروں جانداروں کے بیچ میں سے” ایک آواز اُبھرتی ہے جو اعلان کرتی ہے کہ “گیہوں” اور “جَو” اِتنے مہنگے داموں فروخت ہوں کہ کوئی خرید نہ سکے۔ “ترازو” چونکہ راشن کے اناج کو تولنے کے لئے اِستعمال ہوتے ہیں اِس لئے کال کی علامت ہیں۔

“تیل اور مَے کا نقصان نہ کر”۔ اِن الفاظ کی تشریح کرنا بہت مشکل ہے۔ بعض عُلما کہتے ہیں کہ یہ غریب غربا کی خوراک تھے۔ اگر یہ خوراک کا جُزوِ اعظم تھے تو زِندگی کو قائم رکھنے کے لئے اِن کا بچانا ضروری تھا۔ لیکن زیادہ قرینِ قیاس یہ بات لگتی ہے کہ یہاں نظر امیروں کی عیش کی چیزوں پر ہے۔ تارِیخ شاہد ہے کہ امیر کال کے دِنوں میں بھی عیش کی چیزیں حاصل کر لیتے ہیں۔

۶: ۷، ۸۔ “چوتھے جاندار” کے کہنے پر “ایک زرد سا گھوڑا” نکلا۔ “اُس کے سوار کا نام موت ہے اور عالمِ اَرواح اُس کے پیچھے پیچھے ہے”۔ “موت” کا تعلق جسم سے اور “عالمِ اَرواح” کا تعلق رُوح سے ہے۔ جنگ، کال، وَبا اور جنگلی “دَرِندوں” کے ذریعہ سے زمین کی ایک “چوتھائی” آبادی ہلاک کر دی جاتی ہے۔ ہم اکثر سوچتے ہیں کہ موجُودہ دَور کی مُعجز نما اور تیز اثر اینٹی بائیوٹِک ادویات کے باعث وباؤں وغیرہ کا کوئی خطرہ نہیں رہا۔ مگر یاد رکھئے کہ ہلاکت آفریں بیماریاں

زیر نہیں ہوئیں، صرف حالتِ خواب میں ہیں - اِن پر اگر کچھ قابو ہے تو عارضی ہے - یہ دُنیا میں اُتنی ہی تیزی سے پھیل سکتی ہیں جتنی تیزی سے جیٹ طیارے سفر کرتے ہیں (”ایڈز کے مرض کی مثال ہمارے سامنے ہے -- مترجم)-

۹:۶ - اب ہمارا تعارف بڑی مُصیبت کے دور کے پہلے شہیدوں سے کرایا جاتا ہے (متی ۹:۲۴) - یہ یہودی ایمان دار ہیں جو بادشاہی کی منادی کرنے کو نکلتے ہیں - یہ ”اپنی گواہی ... کے باعث مارے گئے تھے“ - اُن کی ”رُوحیں“ آسمان پر ”قربان گاہ کے نیچے“ ہیں -

۱۰:۶ - ”وُہ بڑی آواز سے“ مُطلق العنان ”مالک“ (خداوند) کو پُکارتی ہیں کہ ”تُو“ ہمارے خُون کا بدلہ“ لے - جیسا کہ پہلے بیان ہُوا ”زمین کے رہنے والوں“ سے مُراد وُہ بے ایمان لوگ ہیں جو زمین کو اپنا گھر اور وطن سمجھتے ہیں -

۱۱:۶ - اِن شہیدوں کو ”سفید جامے“ دِیئے جاتے ہیں - یہ اُن کی راست بازی کی علامت ہیں - اُن سے کہا جاتا ہے کہ ”تھوڑی مُدت آرام کرو“ جب تک مُصیبت میں باقی شہید ہونے والوں کا ”شُمار پُورا نہ ہو لے“ -

۱۲:۶، ۱۳ - ”چھٹی مُہر“ کے کُھلنے پر طبعی موجودات میں زبردست ہلچل پیدا ہُوئی - ”ایک بڑا بھونچال آیا“ جس سے زمین اور سمندر ہِل گئے اور سِتاروں بھرا ”آسمان“ درہم برہم ہو گیا - ”سُورج کمبل کی مانند کالا اور سارا چاند خُون سا ہو گیا“ - ”سِتارے“ یُوں گِر پڑے جیسے درخت کو زور سے ہلانے سے ”اِنجیر کے ... کچّے پھل“ گرتے ہیں -

۱۴:۶ - ”اور آسمان اِس طرح سرک گیا“ جیسے کوئی پارچہ لپیٹ دیا جاتا ہے - اِس زبردست ہلچل اور بھونچال کے باعث ”ہر ایک پہاڑ اور ٹاپو (جزیرہ) اپنی جگہ سے ٹل گیا“ -

۱۵:۶ - تعجب کیسا کہ ہر طبقے کے لوگ سراسیمہ اور دہشت زدہ ہو گئے، کیونکہ اُن کو احساس ہو گیا کہ خُدا اپنا قہر اور غضب نازِل کر رہا ہے - چنانچہ وُہ ”پہاڑوں کے غاروں اور چٹانوں میں جا چھپے“ -

۱۶:۶، ۱۷ - لوگ اِس بات کو ترجیح دینے لگے کہ گِرتے ہُوئے ”پہاڑوں اور چٹانوں“ تلے کُچلے جائیں، بہ نسبت اِس کے کہ خُدا کے قہر اور ”برّہ کے غضب“ کا سامنا کریں - اُن کو وقت کے گُزر جانے کے بعد ہی ہوش آیا کہ کوئی باغی برّہ کے غیض و غضب کے سامنے نہیں ”ٹھہر سکتا“ -

د۔ بڑی مصیبت کے دوران نجات یافتگان

(باب ۷)

ساتواں باب چھٹی اور ساتویں مُہروں کے درمیان آتا ہے۔ اِس میں ایمان داروں کے دو ۲ اہم گروہوں کا بیان ہے۔ یہ باب اُس سوال کا جواب دیتا ہے جو باب ۶ کے آخر میں پوچھا گیا ہے کہ "کون ٹھہر سکتا ہے؟" جن لوگوں کا اس میں بیان ہوا ہے وہ اِس مفہوم میں "ٹھہریں گے" کہ مسیح کے ساتھ ہزار سالہ بادشاہی میں داخل ہونے کے لئے بچا کر رکھے جائیں گے۔

۷: ۱-۴۔ اِس رویا میں "چار ۴ فرشتے" "زمین کی چاروں ہواؤں کو تھامے ہوئے" کھڑے ہیں۔ یہ اِس حقیقت کا بیان ہے کہ ایک زبردست طوفان دنیا پر ٹوٹ پڑنے کو ہے۔ مگر فرشتوں سے کہا جاتا ہے کہ اِس ہولناک تباہی میں کچھ دیر کریں، اِسے معطّل رکھیں "جب تک ہم اپنے خدا کے بندوں کے ماتھے پر مُہر نہ کرلیں"۔ "اِسرائیل کے" بارہ ۱۲ "قبیلوں" میں سے ہر ایک قبیلے کے بارہ ۱۲ ہزار افراد پر مُہر کی جاتی ہے۔

۷: ۵-۸۔ یہ تو صاف ظاہر ہے کہ یہ ایک لاکھ چوالیس ۴۴ ہزار افراد یہودی ایمان دار ہیں، بیسویں صدی کے کسی غیر قوم یا بُت پرست مذہب کے اراکین نہیں۔ یہ یہودی مُقدّسین بڑی مصیبت کے ابتدائی عرصے میں نجات پاتے ہیں۔ اُن کے ماتھوں کی مُہر ظاہر کرتی ہے کہ یہ خدا کی مِلکیت ہیں اور ضمانت دیتی ہے کہ آنے والے سات ۷ برسوں کے دوران وہ زندہ محفوظ رکھے جائیں گے۔

اِس فہرست میں دو ۲ قبیلے شامل نہیں یعنی افرائیم اور دان —— شاید اُن کو اِس لئے چھوڑ دیا گیا ہے کہ وہ بُت پرستی میں لیڈر تھے۔ بعض عُلما کا خیال ہے کہ مخالفِ مسیح دان کے قبیلے سے ہوگا (پیدائش ۴۹: ۱۷)۔ "یوسف" اور "لاوی" کے قبیلے اِس فہرست میں شامل ہیں۔ اِس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ "یوسف" کو اپنے بیٹے افرائیم کی جگہ دی گئی ہے۔

۷: ۹۔ اِس حصّے میں جن لوگوں کا بیان ہے وہ غیر اقوام ہیں۔ اُن کا تعلق "ہر ایک قوم اور قبیلہ اور اُمّت اور اہلِ زبان" سے ہے۔ وہ "سفید جامے پہنے ۔ ۔ ۔ تخت اور برّہ کے آگے" کھڑے ہیں۔ "سفید جامے" مقدسین کے راستبازی کے کام ہیں (۱۹: ۸)۔ اُن کے ہاتھوں میں "کھجور کی ڈالیاں" ہیں جو فتح کا نشان ہیں۔

۷ : ۱۰ - یہ وہ غیر قوم لوگ ہیں جو بڑی مصیبت کے دوران خداوند یسوع پر ایمان لا کر نجات پائیں گے۔ اپنے گیت میں وہ اپنی "نجات" کی خوشی مناتے اور اِس کو "خدا ... اور برّہ" سے منسوب کرتے ہیں۔

۷ : ۱۱، ۱۲ - "فرشتے ... اور بزرگ اور چاروں جاندار" مِل کر "خدا" کو سجدہ کرتے ہیں۔ اگرچہ اِس وقت اُن کی حمد و ستائش میں نجات کا مضمون موجود نہیں۔ کسی گیت نگار نے کہا ہے "فرشتے اُس خوشی سے ناواقف ہیں جو نجات کے باعث حاصل ہوتی ہے" ۔ لیکن وہ اُس کی حمد و ثنا ضرور گاتے ہیں اور اُس کو سات قسم کی خاص "عزت" کے لائق ٹھہراتے ہیں۔

۷ : ۱۳ - ۱۴ - ایک بزرگ یوحنّا سے پوچھتا ہے کہ "یہ سفید جامے پہنے ہوئے کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں؟" یوحنّا اپنی لاعلمی کا اقرار کر کے معلوم کرنے کی خواہش کا اظہار کرتا ہے۔ پھر وہ بزرگ وضاحت کرتا ہے کہ "یہ وہی ہیں جو اُس بڑی مصیبت میں سے نکل کر آئے ہیں۔ انہوں نے اپنے جامے برّہ کے خون سے دھو کر سفید کئے ہیں"۔ ایف۔ بی۔ میئر لکھتا ہے کہ "جب ہم کسی ناقابلِ بیان راز کے رُوبرُو کھڑے ہوتے ہیں تو پورے ایمان کے ساتھ یہ کہنے سے کیسی تسلّی ہوتی ہے کہ 'تُو ہی جانتا ہے'"۔

۷ : ۱۵ - وہ بزرگ اُن کے موجودہ مقام اور عبادت کے بارے میں بھی بتاتا ہے۔ بائبل کے علما اِس بارے میں متفق نہیں ہیں کہ غیر اقوام کی یہ بڑی بھیڑ اِس وقت آسمان میں ہے یا ہزار سالہ بادشاہی والی زمین پر۔ جن برکات کا ذکر آتا ہے اُن کا اطلاق دونوں جگہوں پر یکساں ہوتا ہے۔ اگر ہزار سالہ بادشاہی پیشِ نظر ہو تو پھر خدا کے تخت اور "اُس کے مقدِس" سے مراد وہ ہیکل (مقدِس) ہے جو بادشاہی کے دور میں یروشلیم میں واقع ہو گی (حزقی ایل باب ۴۰ - ۴۴)۔

یہاں بیان کردہ برکات پر غور کریں:

کامل قربت	"اِسی سبب سے یہ خدا کے تخت کے سامنے ہیں"۔
کامل رفاقت	"اُس کے مقدِس میں رات دِن اُس کی عبادت کرتے ہیں"۔
۷ : ۱۶ - کامل تسکین	"اِس کے بعد نہ کبھی اُن کو بھوک لگے گی نہ پیاس"۔
کامل تحفّظ	"نہ کبھی اُن کو بھوک ستائے گی نہ گرمی"۔

۷: ۱۷- کامِل راہنمائی "کیونکہ جو برّہ تخت کے بیچ میں ہے وُہ اُن کی گلّہ بانی کرے گا اور انہیں آبِ حیات کے چشموں کے پاس لے جائے گا۔"

کامل شادمانی — "اور خدا اُن کی آنکھوں کے سب آنسو پونچھ دے گا۔"

۵- ساتویں مُہر اور سات نرسنگوں کا شروع (ابواب ۸، ۹)

۸: ۱- ساتواں باب جُملۂ مُعترضہ تھا جس میں ہم نے مُقدّسوں کے دو گروہ دیکھے۔ اب ہم "ساتویں" اور آخری "مُہر" تک آ پہنچے ہیں۔ اِس مُہر کے کُھلنے سے پہلے "آدھ گھنٹے کے قریب آسمان پر خاموشی رہی"۔ مزید تیز اور شدید ہونے والے غضب سے پہلے ایک ہولناک سکوت اور گہری خاموشی!

۸: ۲- ساتویں مُہر کے کُھلنے پر کسی خاص غضب کا بیان نہیں ہوُا۔ اب بیان براہِ راست سات نرسنگوں والے غضب کی طرف آتا ہے۔ اِس سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ ساتویں مُہر "سات نرسنگوں" پر مُشتمِل ہے۔

۸: ۳، ۴- اکثر سمجھا جاتا ہے کہ اِس آیت میں "فرشتہ" خُداوند یسوع ہے۔ پُرانے عہدنامہ میں اُس کو یہوواہ کا فرِشتہ کہا گیا ہے (پیدائش ۱۶: ۱۳؛ ۳۱: ۱۱، ۱۳؛ قضاۃ ۶: ۲۲؛ ہوسیع ۱۲: ۳، ۴)۔ "سب مُقدّسوں کی دُعائیں" اُسی کی معرفت باپ تک اُوپر جاتی ہیں (اِفسیوں ۲: ۱۸)۔ وہ "بہُت سا عُود" لیتا ہے "تاکہ دُعاؤں کے ساتھ ... قربان گاہ پر چڑھائے"۔ "عُود" اُس کی ذات اور کام کی خوشبو کی ترجمانی کرتا ہے۔ جب یہ "دُعائیں" مسیح کی معرفت خُدا باپ تک پہنچتی ہیں تو وُہ بالکل بے نقص اور کامِل طور پر مؤثر ہو جاتی ہیں۔

اِس سیاق و سباق میں یہ "دُعائیں" بڑی مُصیبت کے دَور کے "مُقدّسوں" کی دُعائیں ہیں جو خُدا سے اِلتجا کرتے ہیں کہ ہمارے دُشمنوں کو سزا دے۔ البتہ یہ ترتیب یا نظام ساری دعاؤں پر صادِق آتا ہے۔

۸: ۵- اُن کی دُعاؤں کے جواب میں "فرشتہ" نے دہکتے ہوئے کوئلے "زمین پر" ڈال دِئے جس سے زبردست دھماکے ہوئے "اور گرجیں اور آوازیں اور بجلیاں پیدا ہوئیں اور بھونچال آیا۔"

ایچ۔ بی۔ سویٹ کہتا ہے: "مقدسوں کی دُعائیں بہُت غضب کے ساتھ زمین پر واپس آتی ہیں"۔ چنانچہ بتایا گیا ہے کہ نرسنگوں والے سات غضب اپنی نوعیت میں عناصرِ قدرت میں زبردست

ہلچل اور افراتفری پیدا کرنے والے ہیں۔

۸: ۶۔ اب ہم بڑی مصیبت کے وسط میں پہنچ گئے ہیں۔ نرسنگوں والے غضب ہمیں اُس وقت تک لے آتے ہیں جب مسیح زمین پر اُترتا، اپنے دشمنوں کو ہلاک اور تباہ کرتا اور اپنی بادشاہی کا آغاز کرتا ہے۔ پہلے چار[۴] غضب اِنسان کے طبعی ماحول پر اثر انداز ہوتے ہیں اور آخری تین[۳] خود اِنسان پر اثر کرتے ہیں۔ بہت سے مفسرین کو اِن آفتوں اور مصر پر نازل ہونے والی آفتوں میں بہت مشابہت نظر آتی ہے (خروج باب ۷-۱۲)۔

۸: ۷۔ "جب پہلے (فرشتہ) نے نرسنگا پھونکا تو خون ملے ہوئے اولے اور آگ پیدا ہوئی اور زمین پر ڈالی گئی اور تہائی زمین جل گئی اور تہائی درخت جل گئے اور تمام ہری گھاس جل گئی"۔ اِس بات کو لغوی طور پر سمجھنا ہی بہتر ہے۔ زمین کے اُن عِلاقوں پر یہ دہشت ناک آفت آئی جہاں سے اِنسان خوراک حاصل کرتا ہے۔

۸: ۸، ۹۔ "جب دُوسرے فرشتہ نے نرسنگا پھونکا تو گویا آگ سے جلتا ہُوا ایک پہاڑ سمندر میں ڈالا گیا" اور ایک "تہائی" سمندری حیات مر گئی اور ایک "تہائی جہاز تباہ ہو گئے"۔ اِس طرح نہ صرف اِنسان کی خورش کی مقامی رسد مزید کم ہو جائے گی بلکہ دُور دراز علاقوں سے خوراک حاصل کرنے کے وسائل بھی جاتے رہیں گے۔

۸: ۱۰، ۱۱۔ تیسرے نرسنگے کے پھونکے جانے پر "ناگ دونا" نامی "جلتا ہُوا" "ایک بڑا ستارہ" گرا، جس سے اِنسان کے "پانی" کے "چشمے" "کڑوے" ہو گئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ "کڑوا" پانی زہریلا بھی تھا اِس لئے کہ "بہت سے آدمی مر گئے"۔ "ناگ دونا" کی شناخت کرنا مشکل ہے۔ جب نرسنگا پھونکا جائے گا تو دُنیا کے رہنے والوں پر اِن آیتوں کا مطلب بالکل واضح ہو جائے گا۔ نبوّت کا مطالعہ کرتے وقت یاد رکھنا چاہئے کہ بہت سی ایسی باتیں ہیں کہ جب تک واقعی وقوع پذیر نہ ہوں گی اِن کا صاف صاف پتہ نہیں چلے گا۔

۸: ۱۲۔ معلوم ہوتا ہے کہ "سورج ... چاند ... اور ستاروں" کو ایسا "صدمہ" یا نقصان پہنچے گا کہ صرف دو تہائی روشنی دے سکیں گے۔ یہ چوتھا نرسنگا مصر میں تاریکی کی آفت سے مشابہت رکھتا ہے۔

۸: ۱۳۔ "ایک عقاب" یعنی فرشتہ "آسمان کے بیچ میں ... اُڑتے" ہوئے "زمین کے رہنے والوں پر" تہرے "افسوس" کا اعلان کرتا ہے۔ "زمین کے رہنے والوں" سے مراد وہ

لوگ ہیں جن کا نقطۂ نظر کلیتاً دُنیوی ہے۔ جو سچّا ایمان نہیں رکھتے۔ جنہوں نے زمین ہی کو اپنا گھر یا وطن بنا رکھا ہے۔ باقی کے تین ۳ غضبوں کو "تین افسوس" بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اِن کا اثر نہایت شدید ہوگا۔

۹: ۱، ۲۔ "آسمان سے زمین پر ... گرا ہُوا" یہ "سِتارہ" کوئی گرا ہُوا فرِشتہ یا خُود شیطان بھی ہو سکتا ہے۔ اُس کے پاس "اتھاہ گڑھے کی کُنجی" ہے۔ یہ جگہ شیاطین کی رہائش گاہ ہے۔ جب فرِشتے نے اتھاہ گڑھے کو "کھولا" تو غٹ کے غٹ "دُھواں" نِکلا جیسے "ایک بڑی بھٹی" سے دُھوَاں اُٹھتا ہے۔ اِس دُھوئیں سے زمین پر ہر طرف تاریکی چھا گئی۔

۹: ۳، ۴۔ "دُھوئیں میں سے" غول کے غول "ٹِڈیاں نِکل پڑیں" جو "بچھوؤں" کے ڈنک کی طرح اِنسانوں کو درد سے جاں کنی میں مُبتلا کر سکتی تھیں۔ اُن کو حُکم دِیا گیا کہ "کِسی ہریاول یا کِسی درخت کو ضرر نہ پُہنچانا۔" اُن کا شِکار وُہ تھے "جن کے ماتھے پر خُدا کی مُہر نہیں" تھی، یعنی وُہ سب جو ایمان نہیں لائے تھے۔

۹: ۵، ۶۔ اگرچہ اُن ٹِڈیوں کا ڈنک مُہلک نہیں تھا، لیکن اُن سے ایسی "اذیت" ہوتی تھی جو "پانچ مہینے تک" رہتی تھی۔ اور اِتنی شدید تھی کہ "آدمی موت ڈھونڈتے" تھے، مگر اُنہیں موت نہیں آتی تھی۔ یہ "ٹِڈیاں" غالباً شیاطین (بدرُوحوں) کی نمائندہ ہیں کہ جب وُہ اتھاہ گڑھے سے نکلیں گی تو غیر نجات یافتہ مَرد و زَن پر قبضہ کر لیں گی۔ یہ بدرُوح گرِفتگی اِنتہائی شدید جسمانی اور ذہنی اذیت کا باعث ہوگی۔ وُہ شخص جس میں بدرُوحوں کا لشکر تھا اِس کی مثال ہے (مرقس ۵: ۱-۲۰)۔

۹: ۷۔ "ٹِڈیوں" کے زیرِ نظر بیان کا مقصد فتح اور کامرانی کا تاثر پیدا کرنا ہے۔ یہ ٹِڈیاں "اُن گھوڑوں کی سی تھیں جو لڑائی کے لئے تیار کئے گئے ہوں"۔ یہ فتح کرنے والا لشکر ہیں۔ "اُن کے سروں پر گویا سونے کے تاج تھے"۔ اُن کو آدمیوں کی زِندگیوں میں حُکمرانی کرنے کا اختیار ہے۔ "اُن کے چہرے آدمیوں کے سے تھے" یعنی وُہ ذی عقل مخلُوق ہیں۔

۹: ۸-۱۰۔ "ٹِڈیوں کے "بال عورتوں کے سے تھے"۔ وُہ خوبصُورت اور ورغلانے اور بہکانے والی ہیں۔ "اور دانت ببر کے سے"۔ وُہ تُند مزاج اور ظالم ہیں۔ "اور اُن کے پاس لوہے کے سے بکتر تھے"۔ اُن پر حملہ کرنا اور اُنہیں تباہ کرنا مُشکل ہے۔ اور "اُن کے پروں" سے نہایت تیز اور بلند آواز نِکلتی تھی۔ وُہ دہشت زدہ اور بے حوصلہ کر دیتی ہیں۔ "اُن کی دُمیں بچھوؤں

کی سی تھیں"۔ وہ اِنسانوں کو جسمانی اور ذہنی اذیت دینے کا ساز و سامان رکھتی ہیں۔ "پانچ مہینے تک ... ضرر پہنچانے کی طاقت" سے مُراد ہے کہ اُن کی پیدا کردہ اذیت اور دُکھ سے افاقہ ممکن نہیں۔

۹:۱۱۔ "اتھاہ گڑھے کا فرِشتہ اُن پر بادشاہ تھا۔ اُس کا نام عبرانی میں ابدّون اور یونانی میں اپلّیون ہے"۔ "ابدّون" کا مطلب "تباہی/ بربادی" اور "اپلّیون" کا مطلب "تباہ/ برباد کرنے والا" ہے۔ عام طور سے سمجھا جاتا ہے کہ یہ اشارہ شیطان کی طرف ہے۔

۹:۱۲۔ تین ۳ میں سے "پہلا افسوس ہو چُکا"۔ بدترین افسوس ابھی ہونے کو ہے۔ غضبوں کی شدت میں اِضافہ ہوتا جاتا ہے۔

۹:۱۳۔ ۱۵۔ "سُنہری قُربان گاہ ... جو خُدا کے سامنے ہے"۔ اِس کے ذِکر سے پتہ چلتا ہے کہ اگلے غضب کا تعلق خُدا کے مظلوم لوگوں کی دُعاؤں کے ساتھ ہے۔ چھٹا نرسنگا پھُونکے جانے پر "وُہ چاروں فرِشتے کھول دِئے گئے" جو "بڑے دریائے فرات کے پاس" بندھے ہوئے تھے۔ یہ "چار ۴ فرِشتے" غالباً شیاطین (بدرُوحیں) ہیں۔ اُن کو خاص لمحے کے لئے تیار رکھا گیا تھا کہ نِکل کر ایک "تہائی آدمیوں" کو مار ڈالیں۔

۹:۱۶، ۱۷۔ اِن کے پیچھے "بیس ۲۰ کروڑ" گھڑسوار تھے "جن کے بکتر آگ اور سُنبل اور گندھک کے سے تھے"۔ "اُن کے گھوڑوں کے سر "ببر کے سے" تھے اور اُن کے مُنہ سے آگ اور دُھواں اور گندھک نکلتی تھی"۔

۹:۱۸، ۱۹۔ یہ تین ۳ چیزیں یعنی "آگ اور دُھواں اور گندھک" اُن "تینوں آفتوں" کو ظاہر کرتی ہیں جن سے ایک "تہائی آدمی" مارے جائیں گے۔ یہ گھوڑے نہ صرف اپنے "مُنہ" سے ہلاک کرتے ہیں بلکہ اپنی "سانپوں کی مانند" دُموں سے بھی ضرر پہنچاتے اور زخمی کرتے ہیں۔

کلام کے اِس حِصے میں بہت سے سوال ہیں جن کے جواب نہیں دِئے جا سکتے۔ کیا آیت ۱۴ میں مُتذکرہ چار ۴ فرِشتے وُہی ہیں جن کا ذِکر ۷:۱ میں بھی ہے؟ کیا گھُڑسوار اِنسان ہیں یا وہ شیاطین (بدرُوحوں)، بیماریوں یا دِیگر ہلاکت آفریں قوتوں کی نمائندگی کرتے ہیں؟ جن تین ۳ آفتوں کی تصویر "آگ، دُھوئیں اور گندھک" سے پیش کی گئی ہے وُہ کیا ہیں؟

قابلِ غور بات یہ ہے کہ گھُڑسوار نہیں بلکہ گھوڑے ہلاک کرتے ہیں۔ ایک مُصنّف یہ رائے دیتا ہے کہ گھُڑسواروں کی یہ زبردست فوج علامت ہے "کِسی ابلیسی فریب کی جو مشرق

سے آئے گا اور روکا نہ جا سکے گا"۔ ہیملٹن سمتھ کہتا ہے :

"اُن گھوڑوں کی طاقت اُن کے مُنہ . . . میں تھی"۔ اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ فریب، فصیح و بلیغ، خوبصورت اور اثر انگیز تقریروں کے ذریعہ پیش کیا جائے گا۔ لیکن اِس فریب کے پیچھے شیطان کی طاقت ہو گی جس کی علامت سانپوں کی مانند دُمیں ہیں۔

۹: ۲۰، ۲۱۔ اگرچہ دوؔ تہائی "آدمی" اِن "آفتوں" سے بچے رہے، مگر اُنہوں نے "توبہ نہ کی" بلکہ "شیاطین" اور ہاتھ کی بنائی ہوئی بے جان اور بے طاقت "مُورتوں کی پرستش کرنے سے باز" نہ آئے۔ اُنہوں نے "خُون اور جادُوگری اور حرامکاری اور چوری" کرنا جاری رکھا۔ سزا اور تکالیف گنہگار کی سرشت کو نہیں بدل سکتے۔ اِسے صِرف نئی پیدائش ہی بدل سکتی ہے۔

۹۔ زور آور فرشتہ اور چھوٹی سی کتاب (طُومار) (ابواب ۱۰، ۱۱)

۱۰: ۱۔ اب یُوحنّا "ایک اَور زور آور فرِشتہ کو . . . آسمان سے اُترتے" دیکھتا ہے۔ اِس فرِشتہ کی جو تفاصیل بیان ہُوئی ہیں اُن سے بہت سے عُلما سمجھتے ہیں کہ یہ خُداوند یسوؔع ہے۔ "اُس کے سَر پر دَھنک تھی"۔ دَھنک خُدا کے عہد کا نِشان ہے۔ "اُس کا چہرہ آفتاب کی مانند تھا"۔ یہ بے نقاب جلال کا اِظہار ہے۔ "اُس کے پاؤں آگ کے ستُونوں کی مانند تھے"۔ یہ غضب کی شِدت اور "آگ" کا بیان کرتے ہیں۔

۱۰: ۲۔ "اُس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی کُھلی ہُوئی کتاب (طُومار) تھی"۔ بِلاشُبہ اِس میں عنقریب نازِل ہونے والے غضبوں کی تفصیل دَرج تھی۔ "اُس نے اپنا دہنا پاؤں تو سمُندر پر رکھا اور بایاں خُشکی پر"۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ اُسے سارے عالَم پر حُکمرانی کا حق حاصِل ہے۔

۱۰: ۳ - ۶۔ وُہ "بڑی آواز سے چِلّایا . . . تو گرج کی سات آوازیں سُنائی دیں"۔ صاف معلُوم ہوتا ہے کہ یُوحنّا اِن گرجوں کا پیغام سمجھ گیا۔ لیکن جب وُہ "لِکھنے" لگا تو فرشتہ نے اُس کو منع کر دیا۔ فرِشتہ نے خالِق خدا کی "قَسم کھا کر کہا کہ اَب اَور دیر نہ ہو گی"۔

۱۰: ۷۔ ساتویں نرسِنگے کے زمانے میں "خُدا کا پوشیدہ مطلب . . . پُورا ہو گا"۔ "خُدا کے پوشیدہ مطلب" کا تعلق بدکاروں کو سزا دینے کے منصُوبے اور اپنے

بیٹے کی بادشاہی کو لانے سے ہے۔

۱۰: ۸، ۹ ۔ یوحنّا کو حکم دیا گیا کہ اِس "چھوٹی کتاب کو . . . کھالے"۔ یعنی اِس کتاب کو پڑھے اور اِس میں درج غضبوں پر غور کرے۔

۱۰: ۱۰ - جس طرح فرشتہ نے بتایا تھا وُہ کتاب یوحنّا کے "مُنہ میں تو شہد کی طرح میٹھی" لگی، مگر اُس کا "پیٹ کڑوا ہوگیا"۔ اِیماندار کے لئے یہ پڑھنا بہت میٹھا ہوتا ہے کہ خُدا اپنے بیٹے کو جہاں وُہ مصلوب ہُوا تھا اُسی جگہ جلال دینے کا پُختہ اِرادہ رکھتا ہے۔ شیطان اور اُس کے لشکر پر خُدا کی فتح کا بیان پڑھنا بھی میٹھا ہوتا ہے اِسی طرح یہ پڑھنا بھی میٹھا لگتا ہے کہ دُنیا بھر کی تمام غلط باتیں درُست کر دی جائیں گی۔ لیکن نبوّت کا مُطالعہ کرنے کے ساتھ کڑواہٹ بھی مُنسلِک ہے۔ نبوّت کا کلام اپنا مُحاسبہ کرنے پر مجبُور کرتا ہے۔ یہ ایک کڑوی بات ہے۔ یہ بیان بھی بہت کڑوا ہے کہ برگشتہ یہودی اور مسیحی دُنیا پر بہت جلد غضب نازِل ہونے والا ہے۔ اور جنہوں نے مُنجی کو رد کر دیا ہے اُن کے ابدی انجام اور حشر پر غَور کرنا بھی نہایت کڑوی بات ہے۔

۱۰: ۱۱ - یُوحنّا کو بتایا گیا کہ "تجھے بہت سی اُمتوں اور قوموں اور اہلِ زُبان اور بادشاہوں پر پھر نبوّت کرنا ضرور ہے"۔ مکاشفہ کی کتاب کے بقیہ باب اِس فرمان کو پُورا کرتے ہیں۔

ز۔ دو۲ گواہ (۱۱: ۱-۱۴)۔

۱۱: ۱، ۲ - اب یُوحنّا کو حُکم ہُوا کہ "مَقدِس اور قربان گاہ . . . کو ناپ" اور اِس میں عبادت کرنے والوں کو گِن۔ یہاں ناپنے میں محفُوظ کرنے یا محفُوظ رکھنے کا تصوّر پایا جاتا ہے۔ اُس سے کہا گیا کہ "غیر قوموں" کے "صحن" کو نہ ناپے بلکہ اُسے "خارِج کر دے"۔ کیونکہ غیر قومیں اُسے "بیالیس۴۲ مہینے" ــــــ بڑی مُصیبت کا آخری نِصف عرصہ ــــــ (دیکھئے لُوقا ۲۱: ۲۴) تک پامال کریں گی۔ یہاں جِس "مَقدِس" کا ذِکر ہے یہ وُہ مَقدِس ہے جو بڑی مُصیبت کے زمانہ میں یروشلیم میں کھڑا ہوگا۔ عبادت کرنے والوں کو گِننے کا مطلب یہ ہے کہ خُدا عبادت کرنے والوں کے ایک بقیہ کو اپنے لئے بچائے رکھے گا۔ "قُربانگاہ" اُس وسیلے کی تصوِیر ہے جس سے وُہ خُدا تک رسائی حاصِل کریں گے۔ یہ وسیلہ کلوری پر مسیح کا کام ہے۔

۱۱: ۳ - بڑی مُصیبت کے آخری نِصف عرصے کے دوران خُدا "دو۲ گواہوں" کو برپا

کرے گا۔ "ٹاٹ اوڑھے ہوئے" یہ ماتم کا نشان ہے ۔ وہ لوگوں کے گناہوں کے خِلاف پکاریں گے اور خُدا کے آنے والے قہر و غضب کا اعلان کریں گے ۔

۱۱ : ۴ - اِن دو گواہوں کو "زیتون کے دو درخت اور دو چراغدان" کہا گیا ہے ۔ "زیتون کے درختوں" کی حیثیت میں وہ رُوح (تیل) سے بھرے ہیں، اور "چراغدانوں" کی حیثیت میں وہ تاریکی کے دِن میں خُدا کی سچائی کی گواہی دیتے ہیں ۔ (پُرانے عہد نامہ میں اِس کے متوازی بیان کے لئے ملاحظہ کریں زکریاہ ۴ : ۲ - ۱۴) ۔

۱۱ : ۵ - اِن گواہوں کو ساڑھے تین برس تک معجزانہ طور پر ہر قسم کے نقصان اور ضرر سے بچایا جاتا ہے ۔ "اُن کے مُنہ سے" نکلنے والی "آگ" اُن کے دشمنوں کو بھسم کر دیتی ہے ۔ اور اگر کوئی اُن کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہے تو اُس کو بھی موت کی سزا مِلتی ہے ۔

۱۱ : ۶ - اِن گواہوں کو زمین پر خشک سالی کا "اختیار ہے" ۔ اُن کو یہ اختیار بھی دِیا گیا ہے کہ "پانیوں کو ۔ ۔ ۔ خون بنا ڈالیں اور ۔ ۔ ۔ زمین پر ہر طرح کی آفت لائیں" ۔ یہ دیکھ کر حیرانی نہیں ہوتی کہ اِن گواہوں کو اکثر موسیٰ اور ایلیاہ سمجھا جاتا ہے، کیونکہ اُن کے کام یعنی پانی کو خون بنانا اور ہر طرح کی آفت لانا ہمیں موسیٰ کے اُن کاموں کی یاد دِلاتا ہے جو اُس نے مصر میں کئے (خروج ۷ : ۱۴ - ۲۱، ۸ : ۱ — ۱۲ : ۲۹) ۔ اِس طرح آگ اور موسم پر اِختیار ہمیں ایلیاہ کی خدمت کی یاد دِلاتا ہے (۱-سلاطین ۱۷ : ۱؛ ۱۸ : ۴۱ - ۴۵ اور ۲-سلاطین ۱ : ۹ - ۱۲) ۔

میک کونکی رقمطراز ہے کہ

> وہ (دو گواہ) لوگوں کو "گناہ کے شخص" سے خبردار کریں گے جس کی پرستش کرنے کو وہ انبوہ در انبوہ آتے ہیں ۔ وہ اُنہیں سرزنش کریں گے کہ اِس شخص کی کامرانی کا وقت بہت مختصر ہے اور بتائیں گے کہ یسوع اِسے ہلاک کرنے کو آ رہا ہے ۔ خبردار کریں گے کہ مصیبت کے دَوران کیا کیا خطرات ہوں گے ۔ سمجھائیں گے کہ جب موت اور زندگی والی آزمائش آئے تو اپنی جانوں کو عزیز نہ رکھیں ۔ اور ضرورت ہے کہ اُس سے نہ ڈریں جو صرف بدن کو ہلاک کر سکتا ہے بلکہ اُس سے ڈریں جو جسم اور رُوح دونوں کو جہنم میں ڈال سکتا ہے ۔ اور یقین دِلاتے ہیں کہ تمہاری دَم بھر کی مصیبت کے بعد بادشاہ اور اُس کی جلالی بادشاہت قریب ہے اور کہ اگر تم اُس کے ساتھ دُکھ اُٹھاؤ گے تو اُس کے ساتھ بادشاہی بھی کرو گے،

کیونکہ جو آخر تک برداشت کریں گے وُہ ابدی اِطمینان، راست بازی اور جلال حاصِل کریں گے، خواہ اِس کا مطلب مُصیبت کے اُس دَور میں شہادت پانا ہو جِس میں سے وُہ گزر رہے ہیں۔ اِس کتاب سے اُن کی گواہی کیسی زبردست ہو گی!

۱۱: ۷۔ "جب وُہ اپنی گواہی دے چُکیں گے تو وُہ حیوان جو اتھاہ گڑھے سے نِکلے گا ... اُن کو مار ڈالے گا"۔ یہ وُہی حیوان معلُوم ہوتا ہے جِس کا بیان ۱۳: ۸ میں بھی درج ہے ــــ یعنی دوبارہ بحال ہونے والی رومی سلطنت کا سَربراہ۔

۱۱: ۸۔ اِن گواہوں کی "لاشیں" ساڑھے تین دِن تک یروشلیم "کے بازار میں" پڑی رہیں گی۔ یہاں یروشلیم کو "سدوم" کہا گیا ہے۔ اِس کی وجہ اِس شہر کا غرور اور تکبر، عیش وعشرت، آرام وآسائش اور دُوسروں کی ضرُوریات کو نظر انداز کرنے کا رویّہ ہے (دیکھئے حزقی ایل ۱۶: ۴۹)۔ اِس کو "مِصر" بھی کہا گیا ہے۔ اِس کی وجہ یہاں کی بُت پرستی، ظُلم وستم اور ناراستی اور گُناہ کی غلامی ہے۔

۱۱: ۹۔ ساری "قوموں" کے لوگ "اُن کی لاشوں کو ... دیکھتے رہیں گے" مگر دفنانے "نہ دیں گے"۔ یہ سلوک ہر مُعاشرے اور ہر تہذیب میں اِنتہائی تحقیر اور ذلت کا سلوک ہے۔

۱۱: ۱۰۔ چونکہ اُن کی نبوّت کو کوئی شخص بھی پسند نہیں کرتا، اِس لئے اب اُن کی زُبانیں بند ہو جانے پر لوگ "بہت خُوشی منائیں گے ... اور آپس میں تحفے بھیجیں گے" جیساکہ آج کل کرسمس کے موقع پر کیا جاتا ہے۔

۱۱: ۱۱، ۱۲۔ "ساڑھے تین دِن کے بعد" خُدا اُن کو مُردوں میں سے زِندہ کر دیتا ہے۔ اِس پر عام لوگوں کو وُہ حیرانی اور گھبراہٹ ہوتی ہے کہ تصوّر میں نہیں آ سکتی۔ اپنے "دُشمنوں" کے دیکھتے دیکھتے وُہ "آسمان پر" اُٹھا لئے جاتے ہیں۔

۱۱: ۱۳، ۱۴۔ عین "اُسی وقت ایک بڑا بھونچال" یروشلیم کو ہِلا کر رکھ دیتا ہے اور "شہر کا دسواں حِصّہ" گر جاتا ہے اور "سات ہزار آدمی" مَر جاتے ہیں۔ بچ رہنے والے "خُدا کی تمجید" کرتے ہیں۔ یہ حقیقی اور دِلی عبادت نہیں ہے، بلکہ بادلِ ناخواستہ اُس کی قدرت کا اِقرار کرتے ہیں۔ "دُوسرا افسوس ہو چُکا"۔

اِس کا یہ مطلب نہیں کہ ۹: ۱۳ سے ۱۱: ۱۳ تک جِتنی باتیں درج ہیں دُوسرا افسوس اُن

ہی پر مشتمل ہے، بلکہ باب ۱۰ اور ۱۱: ۱-۱۳ "دُوسرے افسوس" (چھٹے نرسنگے) اور "تیسرے افسوس" (ساتویں نرسنگے) کے درمیان جملۂ مُعترِضہ ہے۔

ساتواں نرسنگا (۱۱: ۱۵-۱۹)

۱۱: ۱۵- ساتواں نرسنگا پھُونکا جانے پر ظاہر ہوتا ہے کہ بڑی مُصیبت کا دَور ختم ہو گیا ہے اور مسیح کی بادشاہی شرُوع ہو گئی ہے۔ "دُنیا کی بادشاہی ہمارے خُداوند اور اُس کے مسیح کی ہو گئی" اور "وُہ ابدُالآباد بادشاہی کرے گا"۔ یہاں "دُنیا کی بادشاہی" سے مُراد دُنیا بھر کی ساری حکُومتیں اور سلطنتیں اور ریاستیں ہے۔

۱۱: ۱۶، ۱۷- "چوبیسوں بزرگ ... مُنہ کے بَل گِر کر خُدا کو سجدہ" کرتے ہیں۔ اور اُس کے اپنی "بڑی قُدرت" کو ہاتھ میں لینے اور اپنی بادشاہی کو شرُوع کرنے پر اُس کا "شکر" ادا کرتے ہیں۔

۱۱: ۱۸- بے ایمان "قوموں کو" خُدا پر "غُصّہ" آتا ہے اور وُہ اُس کی تاجپوشی کو روکنے کی کوشش کرتی ہیں۔ مگر اب وقت آ گیا ہے کہ خُدا اُن پر غُصّے ہو، جو رُوحانی زندگی سے عاری ہیں اُن کی عدالت کرے اور "زمین کے تباہ کرنے والوں کو تباہ" کر دے۔ یہی وقت ہے کہ خُداوند اپنے "بندوں، نبیوں اور مُقدّسوں اور اُن چھوٹے بڑوں کو جو (اُس کے) نام سے ڈرتے ہیں اجر" دے۔

۱۱: ۱۹- خُدا اپنی اُمّت اِسرائیل کے ساتھ اپنے "عہد" کو نہیں بھُولا۔ "خُدا کا جو مَقدِس آسمان پر ہے وُہ کھولا گیا اور اُس کے مَقدِس میں اُس کے عہد کا صندُوق دِکھائی دیا"۔ یہ نشان ہے کہ اِسرائیل کے ساتھ خُدا کے سارے وعدے پُورے ہوں گے۔ اب "بجلیاں، اور آوازیں اور گرجیں پیدا ہُوئیں اور بھونچال آیا اور بڑے بڑے اَولے پڑے"۔

ط۔ بڑی مُصیبت کے زمانے کی کلیدی شخصیات

(ابواب ۱۲-۱۵)

۱۲: ۱- "پھر آسمان پر ایک بڑا نشان ... یعنی ایک عورت نظر آئی جو آفتاب کو اوڑھے ... چاند اُس کے پاؤں کے نیچے اور ... تاج اُس کے سر پر تھا"۔ یہ "عورت" اِسرائیل ہے۔

“آفتاب ... چاند اور ستارے” اُس جلال اور حکمرانی کو ظاہر کرتے ہیں جس کا آنے والی بادشاہی میں اُس کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے - اِسی طرح پُرانے عہدنامہ میں آفتاب، چاند اور ستاروں نے تصویر پیش کی تھی کہ یُوسف بالآخر اور حتمی طور پر اپنے باپ، ماں اور بھائیوں پر حاکم ہوگا (پیدائش ۳۷ : ۹ - ۱۱) -

۱۲ : ۲ - یہ عورت “دردِزہ” میں تھی اور ایک “بچہ” جننے کو تھی - اِن آیات میں اِسرائیل کی بیشتر تارِیخ پر نظر ڈالی گئی ہے - البتہ یہ اِشارہ نہیں ہے کہ مختلف واقعات میں وقت کا کوئی وقفہ ہے یا واقعات لازماً تواریخی ترتیب میں ہیں -

۱۲ : ۳ - “پھر ایک اور نشان آسمان پر دِکھائی دیا یعنی ایک بڑا لال اژدہا - اُس کے سات سر اور دس سینگ تھے اور اُس کے سروں پر سات تاج ... تھے” - یہ “اژدہا” شیطان ہے - لیکن چونکہ یہ بیان ۱۳ : ۱ میں بحال شُدہ رومی سلطنت کے بیان کے متوازی ہے، اِس لئے مُراد ہے کہ شیطان اُس عالمگیر طاقت کو تقویت دیتا اور بھڑکاتا ہے -

۱۲ : ۴، ۵ - اپنی “دُم” کو ایک دفعہ تیزی سے ہلا کر اُس اژدہے نے “آسمان کے تہائی ستارے کھینچ کر زمین پر ڈال دیئے” - یہ اشارہ کسی جنگ کا پتہ دیتا ہے جو بڑی مصیبت کے وسطی عرصے میں آسمان پر لڑی جائے گی اور جس کے نتیجے میں گُنہگار فرِشتوں کو آسمان سے زمین پر پھینک دیا جائے گا (دیکھئے آیات ۸، ۹) -

وُہ “اژدہا” تیار ہے تاکہ جونہی “بچہ” پیدا ہو اُسے “نِگل جائے” - یہ بات ہیرودیس اعظم کی اِس حرکت میں پُوری ہُوئی کہ اُس نے یہُودیوں کے نومولُود بادشاہ کو مار ڈالنے کی کوشش کی - یہ نرینہ “بچہ” واضح طور پر یسوع ہے جس کو “لوہے کے عصا سے سب قوموں پر حکومت” کرنا ہے - بیان اُس کی پیدائش سے یکدم اُس کے صعُود تک پہنچ جاتا ہے -

۱۲ : ۶ - آیت ۵ اور ۶ کا درمیانی عرصہ موجُودہ کلیسیائی دَور ہے - اِس کا ذکر نہیں کیا گیا - بڑی مصیبت کے وسطی عرصے کے دَوران اِسرائیلی قوم کا ایک حِصّہ کسی خُفیہ پناہ کی جگہ کو بھاگ جاتا ہے جو کہ “بیابان” میں ہے - یہ لوگ ساڑھے تین برس تک چھپے رہتے ہیں -

۱۲ : ۷ - “آسمان پر لڑائی” چھڑ جاتی ہے جس میں “میکائیل اور اُس کے فرشتے” ایک طرف اور “اژدہا ... اور اُس کے فرِشتے” اُن کے مقابل دُوسری طرف ہیں - یہ واقعہ بڑی مصیبت کے درمیانی عرصہ میں پیش آتا ہے - میکائیل مقرب فرشتہ ہے اور اُس کا تعلق اِسرائیلی قوم

کے معاملات کے ساتھ ہے (دانی ایل ۱۲: ۱)۔

۱۲: ۸، ۹۔ اژدہے کو ایسی مکمل شکست ہوتی ہے کہ اُسے "آسمان" پر رسائی کا حق نہیں رہتا۔ وُہ اور اُس کے منظورِ نظر فرشتے زمین پر "گرا دیئے گئے"۔ یہ اُس کا آخری حشر نہیں ہے (دیکھئے ۲۰: ۱-۳، ۱۰)۔ اُس کے بارے میں یُوحنّا کی بیان کردہ تفصیل پر غور کیجئے :

"وُہ بڑا اژدہا یعنی وُہی پُرانا سانپ جو اِبلیس اور شیطان کہلاتا ہے اور سارے جہان کو گمراہ کر دیتا ہے۔"

۱۲: ۱۰۔ آسمان سے ابلیس کی بے دخلی کے بعد "آسمان پر سے" ایک "بڑی آواز" آتی ہے کہ خُدا کی فتح اور اُس کے لوگوں کی کامرانی کا دِن آ پہنچا ہے۔ یہ ہزار سالہ بادشاہی کی پیش بینی ہے۔ دریں اثنا یہ پُرحشمت واقعہ ہے کہ "ہمارے بھائیوں پر اِلزام لگانے والا ... گرا دیا گیا" ہے۔

۱۲: ۱۱۔ یہ اعلان جاری رہتا ہے۔ اذیت رسیدہ یہُودی ایمان دار اُس شریر پر "برّہ کے خُون اور اپنی گواہی کے کلام کے باعث ... غالب آئے"۔ اُن کی فتح کی بُنیاد مسیح کی موت، اور اِس موت کے بارے میں اُن کی "گواہی" ہے۔ اُنہوں نے "اپنی گواہی" پر اپنے خُون کی مُہر لگاتے ہُوئے ثابت کِیا کہ ہم "برّہ" کے وفادار ہیں۔

۱۲: ۱۲، ۱۳۔ اژدہے کی بے دخلی پر "آسمان" "خوشی" منا سکتا ہے۔ مگر یہ خبر "خُشکی اور تری" یعنی زمین اور سمندر کے لئے بہُت بُری ہے۔ ابلیس "جانتا ہے کہ میرا تھوڑا ہی سا وقت باقی ہے"۔ اُس نے تہیّہ کر رکھا ہے کہ مَیں اپنے غیض و غضب کو حتّی المقدُور دُور دُور تک پھیلا دُوں گا۔ اِس اژدہے کا قہر اور غُصّہ خاص طور پر اِسرائیل کے خِلاف ہے، کیونکہ مسیحِ موعُود اِسی قوم سے آیا ہے۔

۱۲: ۱۴۔ ایمان دار اور وفادار یہُودی بقیہ کو "بڑے عقاب کے دو۲ پَر دِئے گئے" تاکہ جلدی سے "بیابان" میں اپنے چھُپنے کی جگہ پر پہنچ جائے۔ (بعض لوگ یہ دُور کی کوڑی بھی لائے ہیں کہ یہ "پَر" زبردست فضائی قوّت ہے)۔ وہاں اِس بقیہ کی ساڑھے تین۳ برس تک حِفاظت کی جائے گی اور سانپ کے حملوں سے بچاؤ کیا جائے گا۔ ("ایک زمانہ اور زمانوں اور آدھے زمانہ" سے مُراد ساڑھے تین۳ برس کا عرصہ ہے)۔

۱۲: ۱۵، ۱۶۔ اِسرائیل کے فرار کو ناکام بنانے کے لئے "سانپ" اُن کے پیچھے "ندی کی

طرح پانی" یعنی بڑا سیلاب بہاتا ہے ۔ لیکن ایک زبردست بھونچال آتا ہے جس سے زمین کا "مُنہ" کھُل جاتا ہے اور وُہ اُس سارے پانی کو پی لیتی ہے ۔ اِس طرح ابلیس کی چال ناکام بنا دی جاتی ہے ۔

۱۲ : ۱۷ ۔ اپنی اِس ذِلّت پر ابلیس ایسا غضب ناک ہوتا ہے کہ جو یہُودی مُلک میں باقی رہ گئے تھے اُن سے اِنتقام لینے کی کوشش کرتا ہے ۔ یہ وُہ یہُودی ہیں جو اپنے ایمان کی حقیقت کو ثابت کرتے ہوئے "خُدا کے حکموں پر عمل" کرتے ہیں اور "یسُوع کی گواہی دینے پر قائم" ہیں ۔

۱۳ : ۱ ۔ باب ۱۳ میں ہمارا تعارُف دو حیوانوں سے ہوتا ہے ۔ ایک "حیوان ... سمُندر میں سے" نکلتا ہے اور دُوسرا "زمین میں سے" یعنی اِسرائیل کے مُلک میں سے نِکلتا ہے ۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ یہ حیوان دو آدمیوں کی علامت ہیں جو مُصیبت کے دَور میں نمایاں کردار ادا کریں گے ۔ اِن دونوں میں دانی ایل ۷ : ۳ - ۷ والے حیوانوں کے خد و خال یکجا نظر آتے ہیں ۔ پہلا حیوان بحال شُدہ رومی سلطنت کا سربراہ ہے ۔ اِس سلطنت کا وجُود دس بادشاہیوں کی صُورت میں ہوگا ۔ یہ حیوان "سمندر میں سے" نکلتا ہے ۔ یہ غیر قوموں کی مثیل ہے ۔ اِس کے "دس سینگ" ہیں ۔ دانی ایل نے پیشین گوئی کی تھی کہ رومی سَلطنت دس بادشاہیوں کی صُورت میں بحال ہوگی (دانی ایل ۷ : ۲۴) ۔ اِس حیوان کے "سات سر" ہیں ۔ ۱۷ : ۹، ۱۰ میں کہا گیا ہے کہ یہ سات بادشاہ ہیں ۔ ممکن ہے اشارہ مُختلِف قسم کے سات حاکموں یا سلطنت کے سات مختلِف درجوں کی طرف ہو ۔ "اُس کے سینگوں پر دس تاج" ہیں ۔ یہ بیان ہے حکومت کرنے کے اِختیار یا طاقت کا جو اُس کو اژدہے یعنی شیطان نے دی تھی ۔ "اُس کے سروں پر کُفر کے نام لکھے ہُوئے ہیں"، اور وُہ دعویٰ کرتا ہے کہ مَیں محض اِنسان ہی نہیں بلکہ گویا خُدا ہوں ۔

۱۳ : ۲ ۔ اِس "حیوان ... کی شکل تیندوے کی سی ... اور پاؤں رِیچھ کے سے ... اور مُنہ ببر کا سا" ہے ۔ دانی ایل باب ۷ میں تیندوا یُونان کی، ریچھ مادی فارس اور ببر بابل کی نمائندگی کرتا ہے ۔ چنانچہ بحال شُدہ رومی سلطنت اپنے پیشرووُں سے مُشابہت رکھتی ہے کہ فتح کرنے میں "تیندوے" کی طرح، "رِیچھ" کی طرح طاقتور اور "ببر" کی طرح لالچی ہے ۔ مختصر یہ کہ اِس میں پہلے کی دُنیوی سَلطنتوں کے سارے خد و خال یکجا ہیں ۔ اِس سَلطنت اور اِس کے حکمران کو شیطان سے فوق الفِطرت طاقت مِلتی ہے ۔

۱۳ : ۳ ۔ اِس حیوان کے ایک سر "پر گویا زخمِ کاری لگا ہُوا" ہے ۔ سکوفیلڈ اِس کی

وضاحت کرتا ہے کہ قدیم رومی سلطنت کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے الگ الگ بادشاہوں کی شکل میں ہمیشہ موجود اور قائم رہے ہیں۔ اِس سلطنت کی صرف شہنشاہانہ صورت ختم ہو گئی ہے، یعنی ایک سر زخم کھا کر مر گیا ہے۔ مگر یہ "زخم کاری اچھا ہو گیا" ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ سلطنت بحال ہوتی ہے اور ایک شہنشاہ یعنی "حیوان" اِس کا سربراہ ہے۔

۱۳ : ۴ - لوگ اِس "حیوان" کی "پرستش" کرتے ہیں۔ وہ نہ صرف اُس پر تعجب کرتے ہیں، بلکہ حقیقت میں اُس کو خُدا مان کر اُس کی پرستش کرتے ہیں۔ وہ اُس "اژدہے" کی بھی پرستش کرتے ہیں۔

۱۳ : ۵، ۶ - یہ حیوان بڑے بول بولتا، یعنی گھمنڈ اور تکبر کی باتیں کرتا اور ناقابلِ بیان "کفر" بکتا ہے۔ "اُسے بیالیس ۴۲ مہینے تک کام کرنے کا اختیار دیا گیا"۔ "کام" سے مُراد غالباً جنگ ہے۔ وہ "خُدا کی نسبت" نہایت سخت اور بے عزتی کی باتیں کہتا ہے اور خُدا کے "خیمہ" اور "آسمان" کے لشکروں کے خلاف کفر بکتا ہے۔

۱۳ : ۷ - وہ خُدا کے لوگوں کے خلاف "جنگ" کرتا اور بہتوں پر غالب آتا ہے۔ وہ اُس کی اطاعت قبول کرنے کی نسبت مرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ اُس کی حکمرانی ساری دُنیا پر پھیل جاتی ہے۔ یہ مسیح کی بادشاہی سے پہلے آخری دُنیوی سلطنت ہو گی۔

۱۳ : ۸ - جو لوگ سچے ایمان دار نہیں ہیں وہ بڑی جلدی سے حیوان کی "پرستش" کرتے ہیں۔ چونکہ وہ کبھی مسیح پر ایمان نہ لائے تھے اِس لئے اُن کے نام کبھی "برّہ کی کتابِ حیات میں لکھے نہیں گئے" تھے۔ اور چونکہ مخلصی یافتہ لوگوں میں اُن کے نام نہیں ملے اِس لئے اُن کو گناہ کے حوالے کر دیا گیا۔ وہ سچائی کی جانب راغب نہ ہوئے، اِس لئے اب جھوٹ پر ایمان رکھتے ہیں۔

۱۳ : ۹ - یہ بات سب کے لئے تنبیہ ہے۔ سب کو خبردار کرتی ہے کہ جب تک خُدا کا نور دستیاب ہے اِسے قبول کر لو۔ اگر خُدا کے نور کا انکار کرو گے تو نتیجہ یہ ہو گا کہ یہ نور ہٹا لیا جائے گا، پھر موقع نہیں ملے گا۔

۱۳ : ۱۰ - سچے ایمان داروں کو یقین دلایا گیا ہے کہ اُن کو ستانے والے "قید میں" پڑیں گے اور "تلوار سے قتل" کئے جائیں گے۔ اِس طرح "مقدسوں" کو "صبر اور ایمان" سے انتظار کرنے کی توفیق ملے گی۔

۱۳ : ۱۱ ۔ دُوسرا "حَیوان" بھی بڑی مُصیبت کے دَور کی ایک نمایاں شخصیت ہے ۔ وُہ پہلے حیوان کے ساتھ گہرے اور قریبی تعاون کے ساتھ کام کرتا ہے ، یہاں تک کہ پہلے حیوان اور عظیمُ الجُثہ بُت کی پرستش کرانے کے لئے ایک عالمگیر مُہم بھی مُنظّم کرتا ہے ۔ یہ بہُت بڑا بُت رُومی شہنشاہ کی نمائندگی کرتا ہے ۔ یہ دُوسرا حیوان "زمین میں سے" یا مُلک میں سے نکلتا ہے ۔ اگر اسرائیل کا مُلک پیشِ نظر ہے تو پھر یہ لیڈر یقیناً کوئی یہُودی ہوگا ۔ یہ جھُوٹا نبی (دیکھئے ۱۶ : ۱۳؛ ۱۹ : ۲۰؛ ۲۰ : ۱۰) ہے ۔ اس حَیوان کے "برّہ کے سے دُو سینگ" ہیں ۔ یہاں حلیم اور بے ضرر ہونے کا اظہار ہوتا ہے ۔ لیکن ساتھ ہی نظر آتا ہے کہ وُہ خُدا کا برّہ نظر آنے کی کوشش کرتا ہے ۔ وُہ "اژدہا کی طرح" بولتا ہے ۔ اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُس کی تحریک اور توفیق شیطان کی طرف سے ہے ۔

۱۳ : ۱۲ - ۱۴ ۔ وُہ "پہلے حیوان کا سارا اِختیار اُس کے سامنے کام میں لاتا" ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ رومی شہنشاہ اُس کو لامحدُود اختیارات دے دیتا ہے تاکہ اُس کی جانب سے کام میں لائے ۔ اُس کو فوق الفطرت طاقت حاصِل ہے ، یہاں تک کہ "آسمان سے زمین پر آگ نازِل کر دیتا" ہے ۔ بلاشُبہ اِن مُعجزوں کا مقصد لوگوں کو دھوکا دے کر اُن سے خُدا کی بجائے ایک اِنسان کی پرستش کرانا ہے ۔

۱۳ : ۱۵ ۔ اُس کو اِختیار دیا گیا کہ اُس بڑے "بُت" میں رُوح پھُونک سکے تاکہ "وُہ حیوان کا بُت بولے" ۔ یہ اُجاڑنے والی مکرُوہات ہیں ۔ اِس بُت کی پرستش کرنے سے اِنکار کی سزا مَوت ہوگی ۔

۱۳ : ۱۶ ۔ دُوسرا حیوان اِصرار کرتا ہے کہ لوگ رومی شہنشاہ سے اپنی وفاداری کا عملی اظہار کریں ۔ اس مقصد کے لئے وہ اپنے "دہنے ہاتھ یا ۔ ۔ ۔ ماتھے پر" اِس حیوان کی "چھاپ" کرواتے ہیں ۔

۱۳ : ۱۷ ۔ اِس نشان یا "چھاپ" کے علاوہ حیوان کا ایک "نام" اور ایک پُر اسرار "عدد" بھی ہے ۔ جب تک ایک شخص پر "یہ چھاپ ۔ ۔ ۔ یا نام ۔ ۔ ۔ یا عدد" نہ ہوگا وُہ "خرید و فروخت نہ کر سکے" گا ۔ یہ کوشش ہے کہ لوگوں کو مُعاشی اور مالی وسائل کے ذریعہ سے مسیح کو چھوڑنے اور بُت پرستی اِختیار کرنے پر مجبُور کیا جائے گا ۔ یہ نہایت کڑا اِمتحان ہوگا ، مگر سچے ایمان دار مسیح کا اِنکار کرنے پر مَوت کو ترجیح دیں گے ۔

٦٦٦

۱۳ : ۱۸ ۔ "اِس حیوان کا عدد ۔ ۔ ۔ چھ سو چھیاسٹھ ہے" ۔ چھ اِنسان کا عدد ہے ۔ یہ حقیقت کہ یہ عدد سات سے بقدرِ ایک کم ہے ظاہر کرتی ہے کہ اِنسان خُدا کے جلال یا خُدا کی

کاملیت سے محرُوم ہے۔ تین۳ چھ۶ بُرائی یا گُناہ کی تثلیث کو ظاہر کرتے ہیں۔

باب ۱۳ کے تعلق سے جو سب سے بڑا سُوال اُٹھایا جاتا ہے یہ ہے کہ پہلے اور دُوسرے حیوان میں سے کونسا مخالفِ مسیح ہے۔ بنیادی طور پر پہلے حیوان کے مخالفِ مسیح ہونے کے حق میں دلیل یہ ہے کہ وُہ اِصرار کرتا ہے کہ خُدا کی طرح میری پرستش کی جائے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ دُوسرا حیوان مخالفِ مسیح ہے وُہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ کوئی یہُودی کبھی کِسی غیر قوم کو مسیحِ موعُود کے طور پر قبول نہیں کرسکتا۔ اور چونکہ دُوسرا حیوان ایک یہُودی ہوگا اِس لئے وہی جُھوٹا مسیح ہوگا۔

۱۴: ۱- اب "برّہ صیّون کے پہاڑ پر کھڑا" نظر آتا ہے۔ اُس کے "ایک لاکھ چوالیس ہزار۱۴۴۰۰۰" پیرو اُس کے ساتھ ہیں۔ اُن سب کے ماتھوں پر مُہر ہے۔ یہاں نظر اُس وقت کی طرف ہے جب خُداوند یسُوع زمین پر واپس آئے گا اور اِسرائیل کے بارہ۱۲ قبیلوں میں سے ہر قبیلے کے اِن ایمان داروں کے ساتھ یروشلیم میں کھڑا ہوگا۔ یہ "ایک لاکھ چوالیس ہزار" وُہی ہیں جن کا ذِکر باب ۷ میں ہُوا تھا۔ اَب وُہ مسیح کی بادشاہی میں داخِل ہونے کو ہیں۔

۱۴: ۲، ۳- اَب یُوحنّا کو "آسمان پر سے" موسیقی کی آواز آتی ہے۔ یہ "زور کے پانی اور بڑی گرج کی سی آواز تھی"۔ مزید یہ کہ یہ آواز "ایسی تھی جیسے بربط نواز بربط بجاتے ہوں"۔ صِرف وُہ "ایک لاکھ چوالیس ہزار" افراد ہی اِس گیت کو سیکھ سکتے ہیں۔

۱۴: ۴، ۵- اِن افراد کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ "کنوارے" ہیں اور "عورتوں کے ساتھ آلُودہ نہیں ہُوئے"۔ اُنہوں نے اپنے آپ کو اِس زمانے کی ہولناک بُت پرستی سے بچائے رکھا، اور بے چُون و چرا پُوری جاں نثاری کے ساتھ "برّہ کے پیچھے پیچھے چلتے" رہے۔ اُن کو "خُدا اور برّہ کے لئے پہلے پھل" کا نام دیا گیا ہے، یعنی یہ مُصیبت کے دَور کی وُہ پہلی فصل ہے جو ہزار سالہ دَور میں داخِل ہوگی اور ہزار سالہ دَور کی زمین کو آباد کرے گی۔ اُنہوں نے مخالفِ مسیح کے جُھوٹ کو قبول نہ کیا — کہ ایک اِنسان کی پرستِش کی جائے۔ جہاں تک مُستقِل مزاجی اور ثابت قدمی کے ساتھ مسیح کا اِقرار کرنے کا تعلق ہے یہ افراد بے الزام اور بے داغ ہیں۔

۱۴: ٦، ۷- "آسمان کے بیچ میں اُڑتے ہُوئے" فرشتہ کے پاس "ابدی خوشخبری" ہے۔ یہ بیان متی ۲۴: ۱۴ سے مُطابقت رکھتا ہے: "اور بادشاہی کی اِس خوشخبری کی منادی تمام دُنیا میں ہوگی تاکہ سب قوموں کے لئے گواہی ہو۔ تب خاتمہ ہوگا"۔ اِس خوشخبری کا مضمُون آیت ۷ میں دِیا گیا ہے۔ لوگوں کو حُکم دیا جاتا ہے کہ حیوان سے نہیں بلکہ "خُدا سے ڈرو اور اُس کی تمجید کرو"۔

نہ کہ اُس کی جو فقط اِنسان ہے۔ اُس بُت کی پرستش نہ کرو۔ بے شک خوشخبری صِرف ایک ہی ہے کہ نجات صِرف مسیح پر ایمان لانے کے وسیلہ سے ہے۔ لیکن مختلِف نظاموں میں مُختلِف پہلُوؤں پر زور دیا جاتا ہے۔ بڑی مُصیبت کے زمانہ میں یہ خُوشخبری لوگوں کو حیوان کی پرستش کرنے سے ہٹا کر زمین پر مسیح کی بادشاہی کے لئے تیار کرے گی۔

۱۴: ۸- دُوسرا فرشتہ بابلؔ کے گِر پڑنے کا اعلان کرتا ہے۔ یہ بات ہمیں ابواب ۱۷، اور ۱۸ کے واقعات کا پہلے سے اِشارۃً پتہ دیتی ہے۔ "بابلؔ" برگشتہ یہُودیت اور برگشتہ مسیحی دُنیا کی نمائندگی کرتا ہے۔ یہ دونوں ایک زبردست تجارتی اور مذہبی گٹھ جوڑ بنالیں گے۔ اِن کا صَدر مقام رومؔ میں ہوگا۔ "تمام" قومیں اُس کی "حرامکاری کی غضب ناک مَے" سے سرشار ہوں گی۔

۱۴: ۹، ۱۰- ہم تعیّن کر سکتے ہیں کہ "تیسرے" فرشتہ کے اعلان کا وقت مُصیبت کے دَور کا درمیانی حِصّہ ہے اور یہی وقت بڑی مُصیبت کے شرُوع کا ہے۔ "فرشتہ" خبردار کرتا ہے کہ جو شخص بھی کِسی بھی صُورت میں حیوان کی پرستِش کرنے پر آمادہ ہوگا اُس پر اَب اور ہمیشہ تک "خُدا کا قہر" رہے گا۔ بڑی مُصیبت کے دَوران اُس کے "قہر کی ... خالِص مَے" زمین پر انڈیلی جائے گی۔ مگر یہ ابَدی جہنم کی جاں کنی کا صِرف پیشگی مزہ ہوگا، جہاں بے ایمان لوگ "آگ اور گندھک کے عذاب میں مُبتلا" رہیں گے۔

۱۴: ۱۱- یہ آیت یاد دلاتی ہے کہ جہنم ابدی اور پُورے شعُور کے ساتھ سزا ہوگی۔ بائبل مُقدّس نے کبھی تعلیم نہیں دی کہ شریر مُردے نابُود ہو جائیں گے۔ "اُن کے عذاب کا دُھواں ابدُالآباد اُٹھتا رہے گا ... اُن کو رات دِن چَین نہ مِلے گا"۔

۱۴: ۱۲- یہی وقت ہوگا جب مُقدّسوں سے کہا جائے گا کہ حیوان کی بہیمیت اور جَبر اور ظُلم کو صبر سے برداشت کریں، "خُدا" کا حُکم مانیں۔ کِسی اِنسان یا بُت کی پرستِش کرنے سے انکار کرتے رہیں اور "یسوعؔ پر اِیمان" رکھنے کے اِقرار پر مضبُوطی سے قائم رہیں۔ شریروں کے آخری حشر (آیات ۹- ۱۱) سے ایمان داروں کی صَبر سے برداشت کرنے میں حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔

۱۴: ۱۳- جو ایمان دار اِس عرصے کے دَوران "مریں گے" وہ بھی ہزار سالہ بادشاہی کی برکات سے محرُوم نہیں رہیں گے۔ اِنسان کہتا ہے "مُبارک ہیں وہ جو زِندہ ہیں"۔ خُدا کہتا ہے "مُبارک ہیں وہ مُردے جو .. خُداوند میں مرتے ہیں"۔ ہر وہ کام جو مسیح کے لئے اور اُس کے نام کی خاطر دُوسروں کے لئے کیا جائے، اُس کا بڑا اجر مِلے گا ــ ہر مہربانی، ہر ایثار کے ساتھ

دِیا ہُوا تحفہ، ہر نذرانہ، ہر دُعا، ہر آنسو، گواہی کا ہر لفظ ——— اجر پائے گا۔

۱۴:۱۴۔ اگر ہم کلام کے اِس حِصّے کا مُقابلہ متّی ۱۳ : ۳۹-۴۳ اور ۲۵ : ۳۱-۴۶ سے کریں تو پتہ چلتا ہے کہ زمین کی فصل کٹنے کا کام خُداوند کی دُوسری آمد پر ہوتا ہے۔ یہاں کہا گیا ہے کہ وُہ فصل کاٹ رہا ہے۔ متّی ۱۳ : ۳۹ میں فصل کاٹنے والے فرشتے ہیں۔ دونوں بیان درُست ہیں۔ مسیح یہ کام فرشتوں کے وسیلہ سے کرتا ہے۔

یہاں دِکھائی دیتا ہے کہ مسیح "ایک سفید بادل" پر سوار ہو کر اُترتا ہے۔ "اُس کے سر پر سونے کا تاج اور ہاتھ میں تیز درانتی ہے"۔

۱۴:۱۵۔ "ایک اَور فرشتہ ... مقدِس سے نِکل کر" اُس سے کہتا ہے کہ "اپنی درانتی چلا کر کاٹ ... اِس لئے کہ زمین کی فصل بہت پک گئی" ہے۔ اِس کو حُکم نہیں سمجھنا چاہئے۔ فرشتوں کو کوئی حق نہیں کہ خُدا کو حُکم دیں بلکہ یہ ایک اِلتجا ہے یا خُدا باپ کی طرف سے ایک حُکم ہے جو پُہنچایا گیا ہے۔

۱۴:۱۶۔ فصل کی پہلی کٹائی کو دو طرح سے سمجھا جا سکتا ہے۔ اوّل، یہ تصویر ہے کہ مُصیبت کے عرصہ والے ایمان داروں کو ہزار سالہ بادشاہی میں داخل ہونے کے لئے جمع کیا جاتا ہے۔ اِس نظریہ کے مُطابق یہ متّی باب ۱۳ میں مذکُور اچھّے بیجوں سے مُطابقت رکھتا ہے جن کو بادشاہی کے بیٹے (فرزند) کہا گیا ہے۔ دوم۔ یہ کٹائی "عدالت" کے لئے ہو سکتی ہے۔ اِس صُورت میں جن کی عدالت ہو رہی ہے وُہ غیر قومیں ہیں۔ اِس لئے کہ بنی اسرائیل اگلی کٹائی میں پیشِ نظر معلُوم ہوتے ہیں (آیات ۱۷ - ۲۰)۔

۱۴:۱۷۔ اب بیان اُن ہولناک غضبوں کی طرف رُخ کرتا ہے جو اِسرائیل قوم (زمین کی تاک) کے اُس حِصّے پر نازِل ہوں گے جو ایمان نہیں لایا (دیکھئے زبور ۸۰ : ۸؛ یسعیاہ ۵ : ۱-۷؛ یرمیاہ ۲ : ۲۱؛ ۶ : ۹)۔ "ایک اَور فرشتہ اُس مقدِس سے نِکلا جو آسمان پر ہے۔ اُس کے پاس بھی تیز درانتی تھی"۔

۱۴:۱۸۔ "ایک اَور فرشتہ" اِشارہ کرتا ہے کہ کٹائی شرُوع کی جائے۔ اِس فرِشتہ کو "آگ پر اختیار تھا"۔ یہ علامت ہے کہ غضب شرُوع ہونے کو ہے۔

۱۴:۱۹۔ پکے انگُور جمع کر لئے جاتے اور "خُدا کے قہر کے بڑے حوض میں ڈال" دِئے جاتے ہیں۔ مَے بنانے کے لئے انگُوروں کو پاؤں سے روندا اور کُچلا جاتا ہے۔ یہ تصوِیر

ہے کہ غضب ایسا شدید ہے کہ روند کے رکھ دے گا۔

۱۴: ۲۰۔ انگوروں کو روندنے کا یہ کام یروشلیم شہر "کے باہر" غالباً یہوسفط کی وادی میں کیا جاتا ہے۔ یہ خونریزی اِتنی بڑی ہے کہ "خون" ایک ۱۸۰ میل (تقریباً ۲۹۰ کلومیٹر) ندی کی صورت میں بہہ نِکلتا ہے۔ اور اِتنا گہرا کہ "گھوڑوں کی لگاموں تک" پہنچتا ہے۔ یہ بہاؤ یروشلیم سے لے کر ادوم کے جنوب تک چلا جاتا ہے۔

۱۵: ۱۔ "آسمان پر ایک اَور ۔۔۔ نشان" ظاہر ہوتا ہے۔ "سات فرشتے ساتوں پچھلی آفتوں کو لئے ہوئے" ہیں۔ جب یہ آفتیں نازل ہو چکتی ہیں تو "خدا کا قہر" ختم ہو جاتا ہے۔ اِس بیان سے پتہ چلتا ہے کہ ہم 'مصیبت' کے ایام کے اِختتام کو پہنچ رہے ہیں۔

۱۵: ۲۔ یوحنا کو آسمان پر لوگوں کی ایک بڑی بھیڑ نظر آتی ہے۔ یہ لوگ ایک سمندر کے کنارے کھڑے ہیں۔ یوحنا اِس سمندر کی تفصیل یوں بیان کرتا ہے "شیشہ کا سا ایک سمندر ۔۔۔ جس میں آگ مِلی ہوئی ہے"۔ یوحنا اِن لوگوں کو پہچان لیتا ہے۔ اِنہوں نے "اُس حیوان اور اُس کے بُت" کی پرستش کرنے سے اِنکار کیا تھا۔ بے شک اِس کے نتیجہ میں اُن کو شہید کر دیا گیا تھا۔

۱۵: ۳، ۴۔ مگر اب یہ لوگ آسمان پر ہیں اور "خدا کے بندہ موسیٰ کا گیت اور برّہ کا گیت" گا رہے ہیں۔ یہ گیت تقریباً سارے کے سارے پُرانے عہدنامہ سے اِقتباسات پر مشتمل ہیں۔ اِن میں خدا کی "آفتوں" کے راست ہونے کی گواہی ایک طرح پیشگی دی گئی ہے۔ اور پیشِ نظر وہ سلوک ہے جو وہ اِن (شہیدوں) کے قاتلوں سے کرے گا۔ وہ "خداوند خدا قادرِ مطلق" کے "کاموں" اور اُس کی "راہوں" کے لئے اُس کی حمد و ستائش کرتے ہیں۔ زیرِ نظر سیاق و سباق میں مطلب ہے اُس کی عدالت اور قہر کے کام۔ البتہ اِس کا اِطلاق اُس کے سارے کاموں پر بھی ہوتا ہے۔ "ازلی بادشاہ" ساری قوموں کا بادشاہ ہے۔

"موسیٰ کا گیت"۔ یہ وہ گیت ہے جو خدا کے لوگوں نے مصر کی غلامی سے رہائی پانے پر جشن مناتے ہوئے گایا تھا۔ "برّہ کا گیت" اِس گیت سے رُوحانی زندگی کے سارے دشمنوں اور شیطان سے آخری خلاصی پانے کا جشن منایا جائے گا۔ چنانچہ اے۔ ٹی۔ پیئرسن کیا خوب کہتا ہے کہ "یہ گیت خلاصی کی تاریخ کی دو حدوں کی نِشان دہی کرتے ہیں۔ اِن دونوں کے درمیان خدا کے اُن لوگوں کی ساری تاریخ ہے جن کا فِدیہ دیا گیا ہے"۔

زمین پر نازِل ہونے والے خدا کے غضب ثابت کرتے ہیں کہ وہ قدوس خدا ہے۔ اِن

آفتوں کے باعث "سب قومیں" خدا سے ڈریں گی، اُس کی "تمجید" کریں گی اور اُس کو "سجدہ" کریں گی۔

۱۵: ۵ - "اِن باتوں کے بعد" یُوحنّا دیکھتا ہے کہ "شہادت کے خیمہ کا مَقدِس آسمان میں کھولا گیا"۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ آسمان کی وہ حقیقت ہے کہ زمینی ہیکل جس کا عکس اور نقل تھی (عبرانیوں ۹: ۲۳)۔ یہاں خاص اشارہ پاک ترین مقام کی طرف ہے۔

۱۵: ۶ - "وُہ ساتوں فرِشتے ... آبدار اور چمکدار جواہر سے آراستہ اور سینوں پر سُنہری سینہ بند باندھے ہُوئے مَقدِس سے نِکلے"۔ اِس کا مطلب ہے کہ وُہ خُدا کی راست عدالت کو بروئے کار لانے کو بالکل تیار ہیں۔ اور سارا سامان اُن کے پاس موجُود ہے، اِس طرح خُدا جلال پائے گا۔ اُس کی تمجید ہوگی۔ "یہ فرِشتے" آخری "سات آفتوں" کو گویا کھولنے ہی والے ہیں۔

۱۵: ۷ - "اُن چاروں جانداروں میں سے ایک" ہر ایک فرشتہ کو ایک ایک پیالہ پکڑاتا ہے۔ اِن پیالوں میں بڑی مُصیبت کی سات آفتیں بھری ہیں جو اُس کے دُشمنوں کے ایک حِصّے پر نہیں بلکہ تمام دشمنوں پر اثر انداز ہوں گی۔

۱۵: ۸ - "جب تک ... ساتوں آفتیں ختم نہ ہو چکیں کوئی اُس مَقدِس میں داخل نہ ہو سکا"۔ اِس کا مطلب ہے کہ کسی کاہن کی شفاعت اب خُدا کے قہر کو مؤخر نہیں کر سکتی۔

ی۔ سات پیالوں کی آفتیں (باب ۱۶)

۱۶: ۱، ۲ - "مَقدِس میں سے ... بڑی آواز ... اُن سات فرِشتوں" کو حُکم دیتی ہے کہ "جاؤ۔ خُدا کے قہر کے ساتوں پیالوں کو زمین پر اُلٹ دو"۔ اپنی نوعیّت اور ترتیب کے لحاظ سے یہ آفتیں نرسنگوں والی آفتوں جیسی ہیں۔ مگر اِن کی شدت بُہت زیادہ ہے۔ پہلے پیالے کو اُلٹنے سے اُن لوگوں کے "ایک بُرا اور تکلیف دینے والا ناسور" نکل آیا" جو حیوان ... اور اُس کے بُت کی پرستِش کرتے تھے"۔

۱۶: ۳ - دُوسری آفت سے "سمُندر ... مُردے کا سا خُون بن گیا" اور ساری سمُندری حیات مر گئی۔

۱۶: ۴ - تیسرے "پیالہ" کے اُلٹنے سے "پانی" کا ہر منبع اور چشمہ "خُون" بن گیا۔

۱۶: ۵، ۶ - اِس مرحلہ پر "پانی کا فرشتہ" خُدا کی اِن آفتوں کے مُنصفانہ ہونے کا دِفاع کرتا ہے۔ اِنسان اپنے گُناہوں اور بُرے کاموں کا جائز بدلہ پا رہے ہیں۔ اُنہوں نے

کثرت سے "خون بہایا تھا"۔ اب اُن کو اِس کے بدلے میں پینے کو "خون" مِل رہا ہے۔ "وُہ اِسی لائق ہیں"۔ یہی اُن کا مُنصفانہ بدلہ ہے۔

۱۶:۷ "قُربانگاہ" غالباً شہید مُقدّسوں کی رُوحوں کو ظاہر کرتی ہے (۶:۹)۔ وُہ بڑی مُدت سے اور بڑے صبر سے اِنتظار کر رہے تھے کہ ہم پر ظُلم کرنے والوں کو سزا دی جائے۔

۱۶:۸، ۹۔ چوتھی آفت میں لوگ سُورج کی شدید گرمی سے "جُھلس" جاتے ہیں۔ اِس کو اشعاعِ شمسی (سُورج کی ریڈیائی شُعاعوں کا اثر۔ شمسی تابکاری) بھی کہہ سکتے ہیں۔ مگر لوگوں نے "توبہ نہ کی" بلکہ ایسی جُھلسا دینے والی گرمی بھیجنے پر "خُدا کے نام کی نسبت کُفر بکا"۔

۱۶:۱۰، ۱۱۔ "پانچویں فرشتہ" نے اُس "حیوان" کی "بادشاہی" پر "تاریکی" کی آفت اُلٹ دی۔ اِس طرح اِنسانوں کے دُکھوں اور تکلیف میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ وُہ پہلے کی آفتوں سے بچنے اور چین پانے کے لئے کہیں جا نہیں سکتے۔ لیکن اُن کے دِل نرم نہ ہوئے بلکہ خُدا سے اُن کی نفرت اَور پکی ہو جاتی ہے۔

۱۶:۱۲۔ جب چھٹا پیالہ اُلٹا جاتا ہے تو دریائے "فرات" کا "پانی سُوکھ" جاتا ہے اور "مشرق سے آنے" والی فوجوں کو اسرائیل کے مُلک پر چڑھائی کرنے کا راستہ مِل جاتا ہے۔

۱۶:۱۳، ۱۴۔ یُوحنّا "اژدہا کے مُنہ سے ... حیوان کے مُنہ سے ... اور جھوٹے نبی کے مُنہ سے ... تین ۳ ناپاک رُوحیں مینڈکوں کی صُورت میں نِکلتے" دیکھتا ہے۔ یہ شیطان کی جعلی تثلیث ہے۔ یہ شیطانی اور ناپاک "روحیں" ہیں جو "نشان" یعنی مُعجزے دکھاتی ہیں، "ساری دُنیا کے بادشاہوں" کو فریب دیتی ہیں اور اُنہیں ترغیب دیتی ہیں کہ "قادرِ مُطلق خُدا کے روزِ عظیم" کو آخری فیصلہ کُن "لڑائی" کے لئے صف آرا ہوں۔

۱۶:۱۵۔ اِس لڑائی کے ذِکر پر خُداوند مُصیبت کے دَوران والے مُقدّسوں کو ایک خاص برکت دیتا ہے۔ یہ وُہ مُقدّسین ہیں جو اُس کی واپسی کی راہ دیکھ رہے ہیں اور جنہوں نے اپنے زمانہ کی بُت پرستی سے خُود کو بچائے رکھا ہے۔ وُہ غیر نجات یافتہ لوگوں کے لئے "چور کی طرح" آئے گا، یعنی غیر متوقع طور پر آئے گا اور اُن کو نقصان ہو گا۔

۱۶:۱۶۔ دُنیا کی فوجیں ایک جگہ جمع ہوں گی "جس کا نام عبرانی میں ہرمجدّون ہے"۔ اِس کو اکثر اسدرلون کا میدان سمجھا جاتا ہے۔ اِس کے جنُوبی کنارے پر مجدّو ہے۔ کہا جاتا ہے کہ نپولین نے اِس کو "دُنیا کا اکھاڑا" کا نام دیا تھا، یعنی مثالی میدانِ جنگ۔

۱۶: ۱۷- "ساتویں فرشتہ" کے اِعلان سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ پیالوں کی آخری آفت ہے - وُہ کہتا ہے کہ "ہو چُکا" - جہاں تک مُصیبت کے دَور کا تعلق ہے خُدا کا قہر ختم ہو جاتا ہے -

۱۶: ۱۸- جب آخری پیالہ اُلٹا جاتا ہے تو فِطرت کی قُوتیں بڑی شِدت کے ساتھ ہِل جاتی ہیں - دھماکے ہوتے ہیں - "بجلیاں اور آوازیں اور گرجیں" پیدا ہوتی ہیں اور ایسا "بڑا بھونچال" آتا ہے کہ جس کی پہلے کوئی مثال نہیں مِلتی -

۱۶: ۱۹- "اُس بڑے شہر" یعنی "بابل" کے تین۳ ٹکڑے ہو جاتے ہیں اور وُہ خُدا کے "سخت غضب کی مَے کا جام" پیتا ہے - یہ شہر اپنی بُت پرستی، ظُلم و بربریت اور مذہبی اُلجھاؤ کو نہیں بھُولا - اِسی موقع پر "قوموں کے شہر" زمین بوس ہو جاتے ہیں -

۱۶: ۲۰- زمین سخت جھٹکے کھاتی ہے تو "ہر ایک ٹاپو" اور بڑے بڑے پہاڑ صفحۂ ہستی سے غائب ہو جاتے ہیں -

۱۶: ۲۱- "مَن مَن بھر کے بڑے بڑے اولے" زمین پر گویا بمباری کرتے ہیں - مگر اِتنی زبردست آفتوں اور بے مثال تباہی و بربادی کے باوجُود "لوگوں نے" توبہ نہ کی، بلکہ "خُدا کی نسبت کُفر بکا" -

ک - بابلِ اعظم کا گرنا (باب ۱۷، ۱۸)

۱۷: ۱، ۲- "ساتوں فرشتوں میں سے . . . ایک" یُوحنّا کو دعوت دیتا ہے کہ "بڑی کسبی کی سزا" کو دیکھے - یہ بڑی کسبی ایک بڑا کاروباری، تجارتی اور مذہبی نظام ہے جس کا صدر مقام رُوم میں ہے - بہتوں کا خیال ہے کہ باب ۱۷ مذہبی بابل کا بیان کرتا ہے اور باب ۱۸ اِس کے تجارتی پہلُو کی تصویر پیش کرتا ہے - مذہبی بابل میں یقیناً برگشتہ مسیحی دُنیا ہے - اِس بیان پر غور کریں - یہ کسبی "بہت سے پانیوں پر بیٹھی ہُوئی ہے" یعنی غیر قوموں کے بُت بڑے عِلاقوں پر کنٹرول رکھتی ہے - "زمین کے بادشاہوں نے" اس کے ساتھ "حرامکاری کی" - وُہ اپنی چالوں اور مفاہمتوں کے ذریعہ سے سیاسی لیڈروں کو ورغلاتی اور بہکاتی ہے - "زمین کے رہنے والے اُس کی حرامکاری کی مَے سے متوالے ہو گئے" ہیں - لاتعداد لوگ اُس کی بُرائی سے مُتاثر ہُوئے ہیں اور زبُوں حالی میں لڑکھڑاتے پھِرتے ہیں -

۱۷: ۳- برگشتہ کلیسیا "قِرمزی رنگ کے حیوان" پر بیٹھی نظر آتی ہے - ہم باب ۱۳ میں

پہلے ہی دیکھ چکے ہیں کہ یہ حیوان بحال شدہ رُومی سلطنت ہے (یا بعض اوقات اِس سلطنت کا سربراہ ہے)۔ یہ حیوان "کفر کے ناموں سے لپا ہُوا" ہے۔ اُس کے "سات سر اور دس سینگ" ہیں۔

۱۷:۴۔ کچھ عرصہ تک معلوم ہوتا ہے کہ یہ جھوٹی کلیسیا سلطنت پر غالب ہے۔ وہ اپنی بیکراں دولت کے نشان پہنے اور پورے شاہی کرّوفرّ کے ساتھ بیٹھی ہے۔ اُس کے ہاتھ میں "ایک سونے کا پیالہ" ہے جو اُس کی حرامکاری اور بُت پرستی سے بھرا ہُوا ہے۔

۱۷:۵۔ "اُس کے ماتھے پر" "راز" کا "ایک نام" لکھا ہُوا ہے کہ "بڑا شہر بابل کسبیوں اور زمین کی مکروہات کی ماں"۔ یہ وہ کلیسیا ہے جو صدیوں تک مسیحی شہیدوں کا خون بہاتی رہی ہے اور اب بھی بہا رہی ہے۔ وہ اِن شہیدوں کے خون سے متوالی ہے۔

۱۷:۶۔ بہت سے دوسرے لوگوں کی طرح۔ یوحنا بھی "اُس عورت" کو دیکھ کر "حیران" ہوتا ہے کہ وہ "مقدسوں کا خون" پی پی کر متوالی ہوگئی ہے۔ یہ کلیسیائی دور کی ساری تاریخ کے "مقدسوں" کا بیان ہے۔ لیکن خاص طور پر "یسوع کے شہیدوں" کا جو بڑی مصیبت کے دور کے دوران شہید ہوئے۔

۱۷:۷، ۸۔ وہ "فرشتہ" یوحنا کو پیشکش کرتا ہے کہ "میں اِس عورت اور اُس حیوان کا ... بھید بتاتا ہوں"۔ یوحنا نے "جو ... حیوان دیکھا" وہ "پہلے تھا" (رومی سلطنت ماضی میں موجود تھی) "مگر اب نہیں ہے"۔ (اُس کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے اور آج کل یہ ایک عالمی سلطنت کی حیثیت سے موجود نہیں ہے)۔ "اور آیندہ اتھاہ گڑھے سے" نکلے گا (یہ سلطنت شیطانی یا خبیث شکل میں دوبارہ نمودار ہوگی) اور "ہلاکت میں پڑے گا"۔ (بالآخر یہ سلطنت پورے طور پر اور ہمیشہ کے لئے تباہ ہو جائے گی)۔ اِس سلطنت کی بحالی اور اِس کے صاحبِ نعمت لیڈر کے نمودار ہونے پر بے ایمان لوگ "تعجب کریں گے"۔

۱۷:۹۔ فرشتہ کہتا ہے کہ "یہی موقع ہے اُس ذہن کا جس میں حکمت ہے۔ وہ ساتوں سر سات پہاڑ ہیں جن پر وہ عورت بیٹھی ہوئی ہے"۔ روم سات پہاڑیوں پر آباد ہے۔ روایت کے مطابق تشریح یہ ہے کہ اِس کسبی کا صدر مقام روم میں ہے۔

۱۷:۱۰۔ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ "سات بادشاہ" رومی حکومت کی سات شکلیں ہیں۔ دوسرے مفسرین کہتے ہیں کہ اِس سے مراد لغوی معنوں میں سات بادشاہ ہی ہیں۔ اور کچھ مفسرین کی رائے ہے کہ یہ بادشاہ سات عالمی طاقتوں کے نمائندہ ہیں، یعنی مصر، اسور، بابل،

فارس، یونان، روم اور مستقبل میں بحال ہونے والی رومی سلطنت ۔

۱۷ : ۱۱ - "آٹھواں" بادشاہ بھی ہے ۔ اِس کی شناخت کئی مختلف طرح سے کی جاتی ہے کہ وہ بحال شدہ رومی سلطنت کا سربراہ اور مخالفِ مسیح ہے ۔ اِس نبوت کا صحیح مطلب شاید اُسی وقت سمجھ میں آئے گا جب یہ پوری ہوگی ۔

۱۷ : ۱۲ - "دس سینگ" مستقبل کے "بادشاہوں" کی علامت ہیں جو رومی "حیوان" کی ماتحتی کریں گے ۔ اُن کو "گھڑی بھر کے واسطے" یعنی بہت تھوڑی مدت کے لئے "بادشاہوں کا سا اختیار" ملے گا (دیکھئے آیت ۱۰ ب) ۔

۱۷ : ۱۳ - یہ دسوں بادشاہ متفقہ طور پر اپنی "قدرت اور اختیار" رومی "حیوان" کے سپرد کر دیتے ہیں ۔ دوسرے لفظوں میں دس ممالک (یا حکومتیں) اپنی قومی خود مختاری اُس کے حوالے کر دیتے ہیں ۔

۱۷ : ۱۴ - دس بادشاہتوں کی یہ سلطنت مصیبت کے دَور کے بعد خداوند یسوع کے زمین پر واپس آنے پر اُس کے خلاف جنگ کرتی ہے لیکن اس جنگ میں اُن کو شکستِ فاش ہوتی ہے ۔ یسوع اگرچہ "برہ" ہے مگر وہ "خداوندوں کا خداوند اور بادشاہوں کا بادشاہ" بھی ہے ۔ اُس کے بُلائے ہوؤں کو، یعنی اُس کے پیروؤں کو "برگزیدہ اور وفادار" کا نام دیا گیا ہے ۔

۱۷ : ۱۵ - فرشتہ مزید تشریح کرتا ہے کہ آیت ۱ میں جن "پانیوں" کا ذکر آیا ہے وہ "اُمتیں اور گروہ اور قومیں اور اہلِ زبان ہیں" ۔ وہ "کسبی" اِن معنوں میں "پانیوں" پر "بیٹھی ہے" کہ وہ آبادی کے بہت بڑے حصوں پر حکومت چلاتی ہے ۔ اُن پر غلبہ رکھتی ہے ۔

۱۷ : ۱۶ - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بحال شدہ رومی سلطنت کچھ عرصے کے لئے اِس کسبی کلیسیا کو اپنے اُوپر کنٹرول رکھنے یا اثر و رسوخ رکھنے کی اجازت دیتی ہے ۔ مگر بعد میں اِس ناقابلِ برداشت جوئے کو اپنے اُوپر سے اُتار پھینکتی اور تباہ کر دیتی ہے ۔ جس حیوان پر یہ "کسبی" بیٹھی ہے وہ اُس سے "عداوت" رکھتا ہے ۔ وہ اُس کو بےکس اور ننگا کر دیتا ہے ۔ اُس کا گوشت کھا جاتا اور اُس کو آگ میں بھسم کر دیتا ہے ۔

۱۷ : ۱۷ - اِن سارے واقعات کے پیچھے خدا ہے ۔ وہی جو رومی حیوان کے ماتحت بادشاہتوں کو متحد کرتا اور پھر اُن کو کسبی کے خلاف کر دیتا ہے ۔ اور یہ سب کچھ اِس لئے ہوتا ہے کہ "خدا" کی مرضی اور ارادے "پورے" ہوں ۔

۱۷ : ۱۸ ۔ "وُہ بڑا شہر" بابلؔ راز ہے "جو زمین کے بادشاہوں پر حکومت کرتا ہے"۔ لیکن ہم نے دیکھا ہے کہ اِس عورت کا صدر مقام رومؔ میں ہے ۔

۱۸ : ۱ ۔ بنیادی طور پر باب ۱۸ ایک مرثیہ یا "نغمۂ تدفین" ہے جس میں بابلؔ کے زوال کی خُوشی منائی گئی ہے ۔ جیسا کہ پہلے ذِکر ہُوا یہ اشارہ کسبی کلیسیا کی طرف ہے جو کہ نہ صرف ایک بہُت وسیع مذہبی نظام ہے بلکہ شاید دُنیا کی سب سے بڑی کاروباری اور تجارتی تنظیم بھی ہے ۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ عالمی منڈی کو کنٹرول کرتی ہے ۔

جب خبر دینے کے لئے "بڑے اختیار" والا "ایک اَور فرشتہ آسمان پر سے" اُترتا ہے تو ایسے لگتا ہے جیسے روشنیاں جل اُٹھتی ہیں اور "زمین اُس کے جلال سے روشن" ہو جاتی ہے ۔

۱۸ : ۲ ۔ "بڑا شہر بابلؔ گر پڑا" ہے ۔ اُس کے کھنڈرات "شیاطین کا مسکن اور ہر ناپاک رُوح کا اڈا اور ہر ناپاک اور مکرُوہ پرندہ کا اڈا" بن جاتے ہیں ۔

۱۸ : ۳ ۔ اُس کے زوال اور گرنے کا سبب کیا ہے ؟ کامِل بگاڑ اور بدی، وُہ "حرامکاری" جو وُہ قوموں اور اُس کے "سوداگروں" کے ساتھ کرتی رہی ہے ۔ اُس نے اپنی پُرشوق "حرامکاری" سے "ساری قوموں" کو متوالا کر دیا ہے، یہاں تک کہ وُہ گر گئی ہیں ۔

۱۸ : ۴ ۔ "آسمان" سے ایک اَور آواز خُدا کے لوگوں کو خبردار کرتی ہے کہ اِس نظام کا حشر ہونے والا ہے ۔ اُس کی تباہی و بربادی سر پر آ پہنچی ہے ۔ "اُس میں سے نِکل آؤ!" اُس کے ساتھ میل ملاپ کا مطلب ہے اُس پر آنے والی "آفتوں" میں حِصّہ دار بننا ۔

۱۸ : ۵، ۶ ۔ "اُس کے گُناہ آسمان تک پہنچ گئے ہیں اور اُس کی بدکاریاں خُدا کو یاد آ گئی ہیں" ۔ اب خُدا پُورے غضب کے ساتھ اُس کے خِلاف اُٹھ کھڑا ہُوا ہے اور اُسے سزا دے رہا ہے ۔ اُس کے بُرے کاموں کا "دوچند بدلہ" اُسے ملے گا ۔ یہ بدلہ خُدا کے لوگ نہیں دیں گے بلکہ وُہ فرشتہ دے گا جو اُس کے اِنتقام کا آلۂ کار ہے ۔

۱۸ : ۷ ۔ بابلؔ نے اپنے آپ کو "شاندار" بنایا، تکبر اور گھمنڈ کیا، عیش و عِشرت بلکہ "عیّاشی" کی زندگی کو اپنایا ۔ چنانچہ اُس کا "عذاب اور غم" بھی اِسی کے مُطابق ہو گا ۔ وُہ سمجھتی تھی کہ مَیں "ملکہ" ہُوں اور ہر چیز کے اُوپر بیٹھی ہُوں ۔ "غم" مجھ تک پہنچ نہیں سکتا ۔ چنانچہ اِسی کے مُطابق اُس کا حشر ہو گا ۔

۱۸ : ۸ ۔ "اُس پر ایک ہی دِن میں آفتیں آئیں گی" ۔ اِن میں "مَوت اور غم اور کال" شامل

ہوں گے۔ قوی اور قادر "خداوند خدا" ہے جو "آگ" کے ساتھ اُس کو سزا دے گا۔

۱۸ : ۹، ۱۰۔ "زمین کے بادشاہ" اپنی سابقہ داشتہ کے "جلنے" پر "روئیں گے اور چھاتی پیٹیں گے"۔ لیکن اُن کا یہ رونا اور ماتم کرنا بے غرض نہیں ہوگا۔ اُن کو تو اپنی عیّاشی اور خوش وقتی کے کھو جانے کا غم ہوگا۔ وُہ "دُور کھڑے ہوئے" اُس کے "عذاب" کی شدت اور اچانک آپڑنے پر تعجب کریں گے۔

۱۸ : ۱۱ - ۱۳ - "سوداگر" زیادہ "ماتم" تو اِس لئے کرتے ہیں کہ اُن کے مُنافع کی اُمید جاتی رہی ہے۔ "اَب کوئی اُن کا مال نہیں خریدنے کا"۔

جن چیزوں اور مال واسباب کی خریداری بابل کرتا تھا اُن کی فہرست عالمی تجارت کا پتہ دیتی ہے۔ اِن میں قیمتی دھاتیں، ہیرے جواہرات، زیورات، پارچہ جات، "خوشبودار لکڑیاں اور ہاتھی دانت ... اور پیتل اور لوہا اور سنگِ مرمر" مسالے، ہر قسم کے مال مویشی، "اور گاڑیاں" یعنی رتھ اور "آدمیوں کی جانیں" کیا کچھ شامل نہیں ہے۔ برگشتہ اور منحرف کلیسیا اور کاروباری دُنیا، دونوں ہی "آدمیوں کی جانیں" خریدنے اور بیچنے کے جُرم میں شامل ہیں۔ کلیسیا اِس طرح کہ مُعافی نامے بیچتی ہے۔ اور کاروباری دُنیا اس طرح کہ اُن کا اِستحصال کرتی ہے۔

۱۸ : ۱۴ - سوداگر اِس تباہ شُدہ نظام کو مخاطب کر کے ماتم کرتے ہیں کیونکہ جس منافع کی اُن کو اُمید تھی وُہ جاتا رہا ہے۔ اور اُس کی ساری دَولت اور شان وشوکت آن کی آن میں ہمیشہ کے لئے جاتی رہی ہے۔

۱۸ : ۱۵، ۱۶ - بادشاہوں کی طرح "سوداگر" بھی حیرت سے مُنہ کھولے "کھڑے ہوئے" ہیں اور روتے اور غم کرتے ہیں کہ گھڑی ہی بھر میں "اِتنی بڑی دَولت" اور سارا مُنافع برباد ہوگیا۔ وُہ شہر کی گزشتہ آسائش و آراستگی کا بیان کرتے ہیں کہ لوگ کیسے "نفیس" کپڑے پہنتے اور کیسے کیسے زر و جواہر سے اپنے آپ کو "آراستہ" کرتے تھے۔

۱۸ : ۱۷، ۱۸ - اب اچانک یہ ساری آسودہ حالی اور دَولت "برباد" ہوگئی ہے اور کساد بازاری کا خطرہ سر پر منڈلا رہا ہے۔ جو سوداگر سمُندری تجارت کرتے تھے وُہ "دُور کھڑے ہوئے" روتے چلّاتے ہیں "کونسا شہر اِس بڑے شہر کی مانند ہے؟"

۱۸ : ۱۹ - "وُہ اپنے سروں پر خاک" ڈالتے ہیں۔ شہر پر ماتم اور آہ و نالہ کرتے ہیں کہ اِس شہر نے دُنیا کی سمندری تجارت اور جہاز رانی کی صنعت کو "دولت مند" بنا دیا تھا۔ اب وُہ

"گھڑی ہی بھر میں" تباہ و برباد ہوگیا ہے۔

۱۸ : ۲۰ - مگر جب زمین پر بے دینی کے آنسو بہائے جا رہے ہیں "آسمان" پر بڑی خوشی منائی جا رہی ہے کہ آخر "خُدا" نے اپنے سب مُقدّسوں، رسُولوں اور نبیوں کا "بدلہ لے لیا" ہے۔ اُس بابل کو ویسی ہی سزا دی ہے جیسا سلوک وُہ خُدا کے لوگوں سے کرتی تھی۔

۱۸ : ۲۱ - "ایک زور آور فرشتہ ... بڑی چکّی کے پاٹ کی مانند ایک پتھر... سمُندر" میں پھینکتا ہے۔ یہ بابل کی آخری بربادی کی بہُت ہی واضح تصویر ہے۔

۱۸ : ۲۲ - اب اُس کی گزشتہ سرگرمیوں کی "آواز" پھر کبھی نہ آئے گی۔ اِن سرگرمیوں میں موسیقی، صنعت و حرفت اور چکّی کی آواز سب شامل ہیں۔

۱۸ : ۲۳ - اُس کا ہر "چراغ" گُل کر دیا گیا ہے۔ اب شہر میں بیاہ شادی کی خُوشی کبھی نہ ہوگی۔ کیوں؟ اِس لئے کہ بابل کے لیڈروں نے اپنی "جادوگری" سے ساری "قوموں" کو گمراہ کر دیا تھا۔

۱۸ : ۲۴ - یہ شہر خُدا کے "مقدّسوں" یعنی اُن "سب" ایمان داروں کے خُون کا مُجرم ہے جن کو ایمان کی خاطر قتل کیا گیا۔ اب خُدا اُس کو پُورا پُورا بدلہ دے رہا ہے۔

ل - مسیح کی آمد اور اُس کی ہزار سالہ بادشاہی

۱۹:۱ — ۲۰ : ۹

۱۹ : ۱ - "اِن باتوں کے بعد" یُوحنّا کو "آسمان پر گویا بڑی جماعت" کی "بُلند آواز" سنائی دیتی ہے۔ یہ لوگ اُس بڑی کسبی کو راست اور جائز سزا دینے پر خُداوند کی حمد و تعریف کر رہے ہیں۔ وُہ اِن الفاظ سے اُس کی تعظیم کرتے ہیں کہ "ہللُویاہ! نجات اور جلال اور قدُرت ہمارے خُدا ہی کی ہے"۔

۱۹ : ۲ - خُدا نے "اُس بڑی کسبی" کو تباہ و برباد کر دیا۔ وُہ اِس کام میں راست ٹھہرتا ہے۔ یہ بات اُس کی سچائی اور راست بازی کی صِفت کے عین مُطابق ہے کہ وُہ اُس فاحشہ کو اُس کی "حرامکاری" کی سزا دے جس نے ساری دُنیا کو خراب کیا تھا اور بے دردی کے ساتھ اُس کے "بندوں" کا خُون بہایا تھا۔

۱۹ : ۳ - اُس شہر کی چتا سے "ابدُالآباد" اُٹھنے والا "دھواں" دیکھ کر مُقدّسین کی جماعت

دُوسری دفعہ "ہَلّلُویاہ" کا نعرہ لگاتی ہے۔ اِس کا مطلب ہے "خُداوند کی تعریف ہو"۔

۱۹:۴ - "چوبیسوں بزرگوں اور چاروں جانداروں نے" مِل کر "آمین! اور دِل کی گہرائی سے "ہَلّلُویاہ!" کہا۔

۱۹:۵ - "تخت میں سے" ایک "آواز" نے پُکار کر خُدا کے "بندوں" سے کہا کہ خُدا کی حمد و تعظیم کرنے میں شامل ہو جاؤ، کیونکہ اُس نے بلائے عظیم بابل کو نیست و نابُود کر دیا ہے۔

۱۹:۶ - اَب آسمان میں ایک اَور گیت گُونجنے لگتا ہے۔ اِس گیت کی آواز "زور کے پانی کی سی آواز اور سخت گرجوں کی سی آواز" تھی۔ "ہَلّلُویاہ! ... خُداوند ہمارا خُدا قادرِ مُطلق بادشاہی کرتا ہے"۔

۱۹:۷، ۸ - مُصیبت کا دَور ختم ہو چُکا ہے۔ بابل کو سَزا مِل چُکی ہے۔ اب "برّہ کی شادی آ پہنچی" ہے۔ مسیح کی "بیوی" یعنی کلیسیا نے "اپنے آپ" کو رُوح کو گرما دینے والے اِس موقع کے لئے "تیار کر لیا" ہے۔ اُس کو "چمکدار اور صاف مہین کتانی کپڑا" پہننے کا اِختیار دیا گیا ہے۔ تشریح کی گئی ہے کہ اِس علامت کا مطلب "مُقدّس لوگوں کی راست بازی کے کام[1]" ہے۔

۱۹:۹ - ایک فرشتہ یُوحنّا کو ہدایت کرتا ہے کہ "جو برّہ کی شادی کی ضیافت میں بلائے گئے ہیں" اُن سب کے لئے "لکھ" کہ وُہ سب مُبارک ہیں۔ کلیسیا آسمانی دُلہن ہے۔ جو شادی کی ضیافت میں بلائے گئے ہیں وُہ مخلصی یافتہ لوگوں کا بقیہ ہیں۔ فرشتہ اِس مُبارک بادی کی اہمیت کو مزید واضح کرنے کے لئے تاکیدی طور سے کہتا ہے کہ "یہ خُدا کی سچّی باتیں ہیں"۔

۱۹:۱۰ - یُوحنّا "سجدہ کرنے کے لئے" اُس فرشتہ کے "پاؤں" پر گرتا ہے، مگر اُسے منع کر دیا جاتا ہے۔ سجدہ صرف خُدا کو کرنا جائز ہے۔ یہ فرشتہ یُوحنّا کا اور "جو یسوع کی گواہی" دیتے ہیں اُن سب کا "ہمخدمت" ہے۔ پھر فرشتہ مزید کہتا ہے کہ "یسوع کی گواہی نبوّت کی رُوح ہے"۔ مطلب یہ ہے کہ "نبوّت" کا اصل مقصد "یسوع" کی ذات اور کام کی گواہی

---

[1] "راست بازی" کی تفسیر کے سلسلے میں اکثر کہا جاتا ہے کہ "یہ مسیح کی راست بازی" ہے جو مُقدّسوں کے حق میں "محسُوب" ہوتی ہے۔ بے شک یہ بالکل درُست ہے۔ لیکن یہاں یُونانی لفظ dikaiomata اِستعمال ہُوا ہے جو اِس تفسیر کی اجازت نہیں دیتا۔ یہ لفظ جمع ہے (عقلی یا تصوری واحد dikaiosune نہیں ہے)۔ مزید برآں حالتِ مجہولی اِستعمال ہُوئی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کُچھ کیا گیا ہے (یہاں "راستبازی کے کام")۔ کلام کے اِس حِصّے میں 'نجات' کا مَوضوع پیشِ نظر نہیں ہے۔

دیتا ہے۔ سی۔ سی۔ رائری کہتا ہے کہ "نبوت کا مقصد یسوع کی خوبصورتی اور حسن کو بے نقاب کرنا ہے"۔ فرشتہ چاہتا ہے کہ انسان "خُدا" بیٹے "کو سجدہ" کریں جس کی وُہ گواہی دے رہا ہے۔

۱۱:۱۹ - آخرکار ہم اُس واقعہ تک آ پہنچتے ہیں جس پر اِس کتاب کی نظریں ہیں، یعنی مسیح کی زمین پر جلالی آمد تاکہ وُہ اپنے مُخالِفوں اور دُشمنوں کو شِکست دے اور اپنی بادشاہی قائم کرے۔ یہ کلیسیا کا فضائی استقبال کرنے کا واقعہ نہیں۔ اُس موقع پر مسیح اپنے مُقدّسوں کو لینے ہوا میں آتا ہے۔ یہاں وہ زمین پر اپنے مُقدّسوں کے ساتھ آتا ہے۔

مسیح خُداوند کے بارے میں جو تفصیل دی گئی ہے اُس پر غور کریں۔ وُہ ایک "سفید گھوڑے" پر سوار ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ ایک جنگی گھوڑا ہے، کیونکہ اُس کا سوار اپنے دُشمنوں پر فتح پانے کو آ رہا ہے۔ اُس کا نام "سچا اور برحق" ہے۔ وُہ اپنے وعدوں میں "سچا" اور اپنی ذات اور سیرت میں "برحق" ہے۔ "وُہ راستی کے ساتھ اِنصاف اور لڑائی کرتا ہے"۔ وُہ صِرف اُس بادشاہی پر حُکمرانی کر سکتا ہے جِس میں لوگ "راستی" کے ماتحت زِندگی گُزارنے پر راضی ہوں۔ اِس لئے ضرُور ہے کہ پہلے وُہ اُن ساری چیزوں کو دُور کر دے جو اُس کی مُخالفت کرتی ہیں۔

۱۲:۱۹ - "اُس کی آنکھیں آگ کے شعلے ہیں" یعنی وُہ عدالت کرنے کے لئے گہرے طور پر (باطن کو) دیکھ لیتا ہے۔ وُہ ہر قسم کی بغاوت اور بے اِعتقادی کا سُراغ لگا سکتا ہے۔ "اُس کے سر پر بہت سے تاج ہیں"۔ دُوسرے لوگ تو فتح کا تاج پہن سکتے ہیں، لیکن خُداوند یسوع شہنشاہیت کا تاج پہنے ہے۔ "اور اُس کا ایک نام لکھا ہوا ہے جسے اُس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا"۔ مسیح کی ذات سے راز وابستہ ہیں جن کو کوئی مخلوق کبھی نہیں سمجھ سکتا۔

۱۳:۱۹ - "وُہ خُون کی چھڑکی ہوئی پوشاک پہنے ہوئے ہے"۔ یہ وُہ خُون نہیں جو اُس نے کلوری کی صلیب پر بہایا تھا، بلکہ اُس کے دُشمنوں کا "خُون" ہے جن کو اُس نے خُدا کے قہر کے حَوض میں روندا تھا۔ "اُس کا نام کلامِ خُدا کہلاتا ہے"۔ کلام خیال کے اِظہار کا ذریعہ ہوتا ہے۔ خُدا نے مسیح میں اِنسان پر اپنا مکمل اظہار کیا ہے۔

۱۴:۱۹ - "آسمان کی فوجیں سفید گھوڑوں پر سوار اور سفید اور صاف مہین کتانی کپڑے پہنے ہُوئے اُس کے پیچھے پیچھے ہیں"۔ بلاشُبہ یہ فوجیں مُقدّسین کی فوجیں ہیں۔ مگر غور کرنے کی بات ہے کہ اِن کو لڑنے کی ضرُورت نہیں، خُداوند یسوع بغیر کسی مدد کے اپنے دشمنوں کو شکست دیتا ہے۔

۱۹: ۱۵- "اُس کے مُنہ سے ایک تیز تلوار نکلتی ہے" جس سے وُہ قوموں کو مارتا ہے- "وُہ لوہے کے عصا سے اُن پر حکومت" کرتا اور "قادرِ مطلق خدا کے سخت غُصّے کی مَے کے حَوض میں انگور" روندتا ہے-

۱۹: ۱۶- "اور اُس کی پوشاک اور ران پر یہ نام لکھا ہُوا ہے:

بادشاہوں کا بادشاہ اور
خُداوندوں کا خداوند"-

مسیح یسوع اعلیٰ ترین حاکم ہے- لازم ہے کہ سب اُس کی اطاعت گزاری کریں-

۱۹: ۱۷، ۱۸- "خُدا کی بڑی ضیافت"- یہ بادشاہی کے قیام سے پہلے خُدا کے باقی سب دُشمنوں کی تباہی اور ہلاکت ہے- اِس میں گِدھوں کو بُلایا جاتا ہے- وُہ اُن کی لاشوں سے سیر ہوں گے جن کو خُداوند نے قتل کیا ہے- اِن میں مُعاشرہ کے "چھوٹے" اور "بڑے" ہر طبقہ کے لوگ شامل ہیں-

۱۹: ۱۹، ۲۰- "حیوان" اِنتہائی اور شدید کوشش کرتا ہے کہ مسیح عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں نہ لینے پائے (زبور ۲)- وُہ "زمین کے بادشاہوں اور اُن کی فوجوں" کو ساتھ ملا لیتا ہے تاکہ خداوند اور "اُس کی فوج" کے خِلاف "جنگ" کرے، مگر یہ کوشش ناکام رہتی ہے- "حیوان" اور "وُہ جھوٹا نبی" دونوں پکڑے جاتے ہیں- "وُہ دونوں آگ کی اُس جھیل میں زندہ ڈالے جاتے ہیں" جو گندھک سے جلتی ہے-

۱۹: ۲۱- "باقی" باغیوں کو بھی خُداوند کی "تلوار" سے قتل کیا جاتا ہے- اُن کی لاشیں گِدھوں کے لئے وافر مُردار مُہیّا کرتی ہیں- "تلوار" خُدا کے کلام کا اِستعارہ ہے (دیکھئے اِفسیوں ۶: ۱۷؛ ۲-تھسلنیکیوں ۲: ۸؛ عبرانیوں ۴: ۱۲؛ مکاشفہ ۱: ۱۶؛ ۲: ۱۲، ۱۶)-

۲۰: ۱- ہزار سالہ دور شُروع ہونے سے پہلے ضرُور ہے کہ شیطان قید کیا جائے- اِس مقصد کے لئے "ایک فرشتہ آسمان سے" اُترتا ہے- اُس کے "ہاتھ میں اتھاہ گڑھے کی کُنجی اور ایک بڑی زنجیر" ہے-

ایک لحاظ سے ہمارے خُداوند نے شیطان کو اُس وقت باندھا جب وُہ (یسوع) دُنیا میں آیا تھا (متی ۱۲: ۲۹)- چنانچہ یہ اُس کو باندھنے کا ایک اَور مرحلہ ہے-

۲۰: ۲- اُس فرشتہ نے شیطان کو پکڑ کر "ہزار برس کے لئے" باندھ دیا- یُوحنا اِس آزمانے والے کے چار نام گنواتا ہے:

"اژدھا - سانپ - ابلیس (الزام لگانے والا) اور شیطان (مُخالِف/دُشمن)"۔

۲۰ : ۳ - ہزار سالہ بادشاہی کے دَور میں یہ سب سے بڑا دشمن "اتھاہ گڑھے" میں بند رہتا ہے۔ اتھاہ گڑھے پر مُہر کر دی جاتی ہے تاکہ وُہ نِکل کر "قوموں کو پھر گمراہ نہ کرے"۔ مسیح کی بادشاہی کے اِختتامی دِنوں میں اُس کو آخری اور مُختصر سی بغاوت کے لئے "تھوڑے عرصہ کے لئے کھولا جائے" گا (آیات ۷ - ۱۰)۔

۲۰ : ۴ - اَب یُوحنّا دیکھتا ہے کہ لوگ تختوں پر بیٹھے ہیں۔ اِن کو بادشاہی کرنے کا اِختیار دیا گیا ہے۔ یہ کلیسیائی دَور کے مُقدّسین ہیں جو مسیح کی دُلہن کی حیثیت میں اُس کے ساتھ بادشاہی کریں گے۔ یُوحنّا کو شہیدوں کی ایک جماعت بھی دِکھائی دیتی ہے جنہوں نے "حیوان کی چھاپ" اپنے اُوپر لینے سے اِنکار کیا تھا۔ صاف معلُوم ہوتا ہے کہ یہ مُصیبت کے دَور کے مُقدّسین ہیں جو اپنے اِیمان کی خاطر جان سے مارے گئے تھے۔ یہ دونوں گروہ خُوشحالی اور امن کے اِس سُنہری دَور میں "مسیح کے ساتھ" بادشاہی کریں گے۔

۲۰ : ۵ - آیت ۵ کا پہلا حِصّہ جُملۂ مُعترضہ ہے۔ "باقی مُردے" سے مُراد سارے زمانوں کے غیر ایمان دار لوگ ہیں۔ اُن کو ہزار سالہ بادشاہی کے بعد اُٹھایا جائے گا، تاکہ بڑے سفید تخت کے سامنے اُن کی عدالت ہو۔

"پہلی قیامت یہی ہے" اِس بیان کا تعلق آیت ۴ سے ہے۔ "پہلی قیامت" صِرف ایک واقعہ نہیں۔ اِس میں مُختلِف اَوقات پر راست بازوں کی "قیامت" کا بیان ہے۔ اِس میں مسیح کی "قیامت" (جی اُٹھنا) (۱-کرنتھیوں ۱۵ : ۲۳)، جب مسیح کلیسیا کو فضا میں اُٹھا لیتا ہے اُس وقت مسیح کے لوگوں کی "قیامت" (۱-تھسلنیکیوں ۴ : ۱۳ - ۱۸)، اُن دو گواہوں کی "قیامت" جن کی لاشیں بازاروں میں پڑی رہیں گی (مکاشفہ ۱۱ : ۱۱) اور مُصیبت کے زمانہ میں شہید ہونے والوں کی "قیامت" جن کا ذِکر یہاں ہُوا ہے، شامل ہیں (دانی ایل ۱۲ : ۲ بھی دیکھئے)۔ دُوسرے لفظوں میں "پہلی قیامت" میں مسیح کی "قیامت" اور سارے حقیقی ایمان داروں کی قیامت شامل ہے، اگرچہ وُہ اُٹھائے مُختلِف اوقات پہ جاتے ہیں۔ یہ قیامت کئی مرحلوں میں ہوتی ہے۔

۲۰ : ۶ - جو لوگ "پہلی قیامت" میں شریک ہوں گے وُہ "مُبارک اور مُقدّس" ہیں کیونکہ اُن کو "دُوسری مَوت" میں شامل نہیں کیا جائے گا۔ جب سارے بے ایمانوں کو آگ کی جِھیل میں ڈالا جائے گا (آیت ۱۴)۔ سچّے ایمان دار "خُدا اور مسیح کے کاہن ہوں گے اور اُس کے ساتھ ہزار برس

تک بادشاہی کریں گے"۔

۲۰ : ۷، ۸ - "اور جب ہزار برس پُورے ہو چُکیں گے تو شیطان قید سے چھوڑ دیا جائے گا - اور ... زمین کی چاروں طرف" جائے گا تاکہ اُن "قوموں کو ... گمراہ کرے" جو مسیح کے خلاف ہیں اور جن کو "جُوج اور ماجُوج" کے نام سے پُکارا جاتا ہے - حزقی ایل ابواب ۳۸ اور ۳۹ میں بھی جُوج اور ماجُوج کا ذکر آتا ہے - مگر اِن دونوں کو آپس میں گڈمڈ نہیں کرنا چاہئے - حزقی ایل میں "ماجُوج" اسرائیل کے شمال میں ایک بڑا مُلک ہے اور "جُوج" اُس کا حاکم ہے - یہاں یہ لفظ عمومی لحاظ سے دُنیا کی قوموں کا بیان کرتے ہیں - حزقی ایل میں واقعہ ہزار سالہ دَور سے پہلے کا ہے ، یہاں ہزار سالہ دَور کے بعد کا ہے -

۲۰ : ۹ - بے دین باغیوں کی فوج بھرتی کر لینے کے بعد ابلیس "عزیز شہر" یروشلیم پر چڑھائی کرتا ہے - مگر خُدا کی طرف سے "آسمان پر سے آگ نازل ہو کر" اِن فوجوں کو بھسم کر دے گی -

م - شیطان اور سارے بے ایمانوں کی عدالت

(۲۰ : ۱۰ - ۱۵)

۲۰ : ۱۰ - "ابلیس" کو "آگ اور گندھک کی جھیل میں" ڈال دیا جاتا ہے - یُوں وُہ "حیوان اور جھوٹے نبی" کے ساتھ جا مِلتا ہے جو پہلے سے اِس جھیل میں پڑے ہوئے ہیں -

یہ بات عجیب معلُوم ہوتی ہے کہ ہزار سالہ بادشاہی کے بعد شیطان بے ایمانوں کی ایک فوج جمع کر لیتا ہے - مگر یاد رکھنا چاہئے کہ مسیح کی بادشاہی کے زمانے میں جتنے بچے پیدا ہوں گے وُہ گُناہ میں پیدا ہوں گے اور اُن کو نجات پانے کی ضرورت ہو گی - وُہ سارے تو اُس کو بادشاہ تسلیم نہیں کریں گے - یہ لوگ ساری دُنیا میں پھیل جائیں گے اور کوشش کریں گے کہ یروشلیم سے جتنی دُور جا سکیں چلے جائیں -

غور کریں کہ ہزار برس کے بعد بھی "حیوان اور جھوٹا نبی" ابھی تک دوزخ میں ہیں - اِس سے نظریۂ اعدام[1] (نظریۂ نیستی) غلط ثابت ہوتا ہے - مزید برآں یہ جُملہ بھی اِس نظریہ کو غلط

---

[1] بعض لوگ یہ جھوٹی تعلیم دیتے ہیں کہ خُدا رحیم و کریم ہے - وُہ بے ایمانوں اور شیطان اور گمراہ فرشتوں وغیرہ کو ابدی عذاب میں نہیں رہنے دے گا بلکہ بالآخر اُن کو نیست یا فنا کر دے گا - یعنی اُن کا وجود بالکل ختم ہو جائے گا - اِسی تعلیم کو نظریۂ اعدام یا نیستی کہتے ہیں -

ٹھہراتا ہے کہ "وُہ رات دن ابدالآباد عذاب میں رہیں گے"۔

۲۰: ۱۱- اب ہم کو "بڑے سفید تخت" کی عدالت کے بارے میں بتایا جاتا ہے - یہ "بڑا" اِس لئے ہے کہ اب جو مُعاملات پیش ہوں گے وُہ بہت بڑے ہیں - اور "سفید" اِس لئے ہے کہ جو فیصلے کئے جائیں گے وُہ کامِل اور پاک ہوں گے - خُداوند یسوؔع مُنصِف کی حیثیت سے (یُوحنا ۵: ۲۲، ۲۷) بیٹھا ہے "جس کے سامنے سے زمین اور آسمان بھاگ گئے"۔

اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ عدالت موجُودہ مخلُوقات کی تباہی و بربادی (۲- پطرس ۳: ۱۰) کے بعد وقوع پذیر ہوتی ہے -

۲۰: ۱۲- "چھوٹے بڑے سب مُردے" خُدا کے حضُور میں کھڑے ہوتے ہیں - یہ سارے زمانوں کے بے ایمان لوگ ہیں - دو قسم کی "کتابیں" کھولی جاتی ہیں - "کتابِ حیات" میں اُن سب کے نام درج ہیں جن کا فدیہ مسیح کے خُون سے دیا گیا ہے، جو مخلصی یافتہ ہیں - دُوسری کتابوں میں غیر نجات یافتہ لوگوں کے "اعمال" کی تفصیل درج ہے - جو لوگ اس عدالت میں پیش ہوتے ہیں اُن میں سے کسی کا نام "کتابِ حیات" میں درج نہیں - یہ حقیقت کہ ایک شخص کا نام اُس کتاب میں موجُود نہیں اُسے مُجرم ٹھہراتا ہے - مگر اُس کی سزا کے درجہ کا تعین اُسکے "اعمال" کی تفصیل کے مُطابق ہوتا ہے -

۲۰: ۱۳- "سمُندر" نے وُہ مُردے دے دِئے جو اُس میں دفن ہیں - "موت" یہاں قبروں کی نمائندگی کرتی ہے - جتنے غیر نجات یافتہ لوگ قبروں میں دفن ہیں، وُہ بھی اُٹھیں گے - "عالمِ ارواح" اُن لوگوں کی رُوحوں کو دے دیگا جو بے ایمانی کی حالت میں مَرے - بدن اور رُوحیں دوبارہ مِل جائیں گی اور "مُنصِف" کے سامنے کھڑی ہوں گی -

جس طرح آسمان میں اَجر یا جزا کے درجے ہیں اُسی طرح دوزخ میں سزا کے درجے ہوں گے - اِن کی بُنیاد "اعمال" پر ہو گی -

۲۰: ۱۴- "پھر موت اور عالمِ ارواح آگ کی جِھیل میں ڈالے گئے"۔ اِس کا مطلب ہے کہ پُورے شخص یعنی رُوح، جان اور جسم آگ میں ڈالے گئے - متن اِس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ "یہ آگ کی جِھیل دُوسری موت ہے"۔

عالمِ ارواح اور دوزخ میں فرق ہے - جو لوگ بے ایمانی کی حالت میں مَرے ہیں اُن کے لئے عالمِ ارواح بے بدنی کی حالت میں شعُور کے ساتھ سزا کی جگہ ہے - یہ ایک طرح کی اِنتظار گاہ ہے - ایک درمیانی حالت جہاں وُہ بڑے سفید تخت کی عدالت کا اِنتظار کرتے ہیں -

جو ایمان دار مَر گئے ہیں اُن کے لئے عالمِ ارواح آسمان میں بے بدنی کی ایک مُبارک حالت ہے جس میں وُہ بدن کی قیامت اور جلال پانے کا اِنتظار کرتے ہیں ۔ جب یسوع مَرا تو فردوس میں گیا (لُوقا ۲۳ : ۴۳) ۔ پَولُس اِس کو تیسرا آسمان کہتا ہے (۲ ۔ کرنتھیوں ۱۲ : ۲ ، ۴) جو خُدا کی سکونت گاہ ہے ۔ اعمال ۲ : ۲۷ میں خُداوند کی بے بدنی کی کیفیت کو عالمِ ارواح کہا گیا ہے ۔ خُدا نے اُس کی جان کو عالمِ ارواح میں نہ رہنے دیا ، بلکہ اُس کو جلالی بدن سے ملبّس کیا ۔

جہنم شریر مُردوں کا آخری قید خانہ ہے ۔ اِسی کو آگ کی جِھیل ، جہنم اور دُوسری موت بھی کہا گیا ہے ۔

۲۰ : ۱۵ ۔ اِس عدالت میں فیصلہ اِس بنیاد پر ہوتا ہے کہ کس کا نام "کتابِ حیات میں لکھا ہُوا" نہیں مِلتا ۔ دراصل اگر کسی شخص کا نام وہاں لکھا گیا تھا ، تو وُہ تو پہلے ہی پہلی قیامت میں شریک ہو چکا تھا ۔ چنانچہ اِس آیت کا اِطلاق صِرف اُن لوگوں پر ہوتا ہے جن کو بڑے سفید تخت کے سامنے کھڑا ہونا ہے ۔

ن ۔ نیا آسمان اور نئی زمین (۲۱ : ۱ ۔ ۲۲ : ۵)

۲۱ : ۱ ۔ یہاں ایک سُوال ہے کہ کیا باب ۲۱ اور ۲۲ صرف ابدی حالت کا بیان کرتے ہیں یا باری باری ہزار سالہ بادشاہی اور ابدی حالت کی تفصیل پیش کرتے ہیں ۔ چونکہ ہزار سالہ بادشاہی اور ابدیت بہت سی باتوں میں ایک جیسے ہیں اِس لئے یُوحنا رسُول کی تحریروں میں اگر وُہ ایک دُوسرے کے ساتھ مل جاتے ہیں تو حیرانی کی بات نہیں ۔

یہاں ابدی حالت کو "ایک نئے آسمان اور نئی زمین" کا نام دِیا گیا ہے ۔ اِن کو اُس نئے آسمان اور نئی زمین کے ساتھ گڈمڈ نہیں کرنا چاہئے جن کا ذِکر یسعیاہ ۶۵ : ۱۷ ۔ ۲۵ میں آتا ہے ۔ وہاں ہزار سالہ بادشاہی پیشِ نظر ہے کیونکہ گُناہ اور موت ابھی تک ہیں جب کہ ابدی حالت سے یہ دونوں بالکل خارِج ہوں گی ۔

۲۱ : ۲ ۔ یُوحنا "شہرِ مُقدّس نئے یرُوشلیم کو آسمان پر سے خُدا کے پاس سے اُترتے" دیکھتا ہے ۔ یہ شہر "اُس دُلہن کی مانند آراستہ" ہے "جس نے اپنے شوہر کے لئے سنگار کیا ہو" ۔ چونکہ یہ نہیں کہا گیا کہ یہ شہر زمین پر اُترا اِس لئے بعض سمجھتے ہیں کہ یہ نئی زمین کے اُوپر ہَوا میں مُعلّق ہے ۔ اِس کے پھاٹکوں پر اِسرائیل کے قبیلوں کے نام درج ہیں ۔ اِس حقیقت

سے پتہ چلتا ہے کہ مخلصی یافتہ اِسرائیل کو اِس تک رسائی حاصل ہو گی، حالانکہ وُہ کلیسیا کا حِصّہ نہیں ہیں۔ شرُوع سے آخر تک کلیسیا (دُلہن، برّہ کی بیوی آیت ۹)، اِسرائیل (آیت ۱۲) اور غیر قوموں (آیت ۲۴) میں فرق کو نمایاں رکھا گیا ہے۔

۲۱: ۳۔ یُوحنّا آسمان سے ایک اعلان سُنتا ہے کہ "خُدا کا خیمہ آدمیوں کے درمیان ہے اور وُہ اُن کے ساتھ سکونت کرے گا"۔ چونکہ وُہ "اُس کے لوگ" ہیں اِس لئے اُس کے ساتھ رہنے اور اُس کی رفاقت کا ایسا لُطف اُٹھائیں گے جس کا کبھی خواب و خیال بھی نہیں آیا تھا۔ "خُدا آپ اُن کے ساتھ رہے گا اور اُن کا خُدا ہو گا"۔ کیسا قریبی، انمول اور دِل پذیر تعلق ہو گا!

۲۱: ۴، ۵۔ "اور وُہ (خُدا) اُن کی آنکھوں کے سب آنسُو پونچھ دے گا"۔ اِس جُملے کا یہ مطلب نہیں کہ آسمان میں آنسُو ہوں گے، بلکہ شاعِرانہ انداز میں کہا گیا ہے کہ آنسُو نہیں ہوں گے! "اِس کے بعد نہ مَوت رہے گی اور نہ ماتم رہے گا۔ نہ آہ و نالہ نہ درد"۔ خُدا کے لوگوں کے لئے یہ ساری چیزیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں گی۔

"جو تخت پر بیٹھا ہُوا" ہے، وُہ "سب چیزوں کو نیا بنا" دے گا۔ اُس کی "باتیں سچ اور برحق ہیں" اور یقیناً پُوری ہو کر رہیں گی۔

۲۱: ۶۔ اَبدی حالت کے آغاز کے ساتھ مَوجودہ زمین کے لئے خُدا کے اِرادے پُورے ہو جاتے ہیں۔ جس طرح "الفا اور اومیگا" یونانی حروفِ تہجّی کے پہلے اور آخری حرُوف ہیں اِسی طرح وُہ "اِبتدا اور انتہا" ہے۔ وُہ خِلقت کا خالق اور مقصد ہے، وُہ ہستی جس نے شرُوع کیا اور جو اِختتام کرتا ہے۔ ازلی و ابدی ہستی وُہ ہے جو "پیاسے کو آبِ حیات (نجات)... مُفت" دیتا ہے۔

۲۱: ۷۔ وُہی ہے جو غالب آنے والے کو نئی موانست (دِلی تعلق) کی پُوری وراثت دیتا ہے۔ یہ تعلق ایسا ہے جیسا باپ اور "بیٹے" میں ہوتا ہے۔ جیسا پہلے بیان ہُوا غالب آنے والا وُہ ہے جو ایمان رکھتا ہے کہ یسُوع خُدا کا بیٹا ہے (۱۔ یُوحنّا ۵: ۵)۔ وُہ ایمان کے وسیلے سے دُنیا پر غالب آتا ہے (۱۔ یُوحنّا ۵: ۴)۔

۲۱: ۸۔ مگر سارے تو غالب آنے والے نہیں ہیں۔ بعض "بزدِل" ہوتے ہیں۔ وُہ مسیح کا اِقرار کرنے سے ڈرتے اور گھبراتے ہیں۔ بعض "بے ایمان" ہوتے ہیں۔ وُہ گنہگاروں کے نجات دہندہ کا یقین کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے۔ وُہ سب جو اپنے گُناہوں میں رہتے ہیں خواہ وُہ ایسے بڑے گُناہوں کے مُرتکب ہوں جن کی فہرست یہاں دی گئی ہے خواہ نہ ہوں وُہ غالب

آنے والے نہیں ہو سکتے۔ "گِھنَونے لوگ" جو کراہیت افزا بداخلاقی کے دِلدادہ ہوتے ہیں۔ "خُونی" کینہ پرور اور وحشی قاتل۔ "حرامکار" جو بدکاری اور ہر قسم کے جنسی گُناہ کرتے ہیں۔ "جادوگر" جو بدرُوحوں سے تعلق قائم کرتے ہیں۔ "بُت پرست" جو مُورتوں کی پُوجا کر کے خُدا کی بے عِزّتی کرتے ہیں۔ اور "جھُوٹے" جن کا دِل جھُوٹ بولنے پر مائل رہتا ہے اور دُوسروں کو فریب دیتے ہیں۔ اِن میں سے کوئی بھی غالب آنے والوں میں شامل نہیں ہو سکتا۔ اِن کا آخری حشر "آگ اور گندھک سے جلنے والی جھیل میں ہو گا"۔

۲۱ : ۹۔ قہر کے سات پیالوں والے "فرشتوں ... میں سے ایک" نے یُوحنّا کو پیشکش کی کہ مَیں تجھے نئے یروشلیم کا زیادہ تفصیلی نظارہ کراتا ہُوں۔ اُس نے اِس شہر کو "دُلہن یعنی برّہ کی بیوی" کا نام دیا۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ یہ شہر "دُلہن" کی سکُونت گاہ ہے۔

۲۱ : ۱۰، ۱۱۔ یُوحنّا "رُوح میں ایک بڑے اور اُونچے پہاڑ پر" پہنچایا گیا اور اُس نے دوبارہ دیکھا کہ "شہرِ مُقدّس یروشلیم ... آسمان پر سے" اُتر رہا ہے۔ یہ شہر "خُدا کے جلال" سے منوّر ہے اور قیمتی پتھر کی طرح چمک رہا ہے۔

۲۱ : ۱۲، ۱۳۔ شہر کے چاروں طرف ایک بڑی "شہر پناہ" ہے جس میں "بارہ^{۱۲} دروازے" ہیں جن پر "بارہ^{۱۲} فرشتے" جلوہ دِکھا رہے ہیں۔ اِن دروازوں پر "بنی اِسرائیل کے بارہ^{۱۲} قبیلوں کے نام لکھے ہُوئے" ہیں۔ اور چاروں طرف "تین^{۳}" تین^{۳} دروازے ہیں۔

بارہ^{۱۲} کا عدد اِس کتاب میں اکیس دفعہ اور اِس باب میں سات دفعہ اِستعمال ہُوا ہے۔ عام طور سے سمجھا جاتا ہے کہ اِس کا مطلب حکُومت یا نظم و نسق ہے۔

۲۱ : ۱۴۔ "اُس شہر کی شہر پناہ کی بارہ^{۱۲} بُنیادیں تھیں اور اُن پر برّہ کے بارہ^{۱۲} رسولوں کے بارہ^{۱۲} نام لکھے تھے"۔ یہ اِس حقیقت کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے کہ اُنہوں نے مسیح کے بارے میں تعلیم دے کر کلیسیا کی بُنیاد رکھی تھی (اِفسیوں ۲ : ۲۰)۔

۲۱ : ۱۵، ۱۶۔ "سونے کے گز" یا "پیمائش کے آلہ" سے ناپ کر فرشتہ نے معلُوم کیا کہ شہر کی "لمبائی اور چوڑائی اور اُونچائی" برابر ہے۔ اور ہر طرف سے "بارہ^{۱۲} ہزار فرلانگ" (۱۴۰۰–۱۵۰۰ میل یا ۲۲۴۰–۲۴۰۰ کلومیٹر)۔ یہ شہر مکعب کی شکل یا ہرم کی شکل کا ہوا، مگر بحال شُدہ اسرائیل کی حدُود سے کہیں وسیع تر ہے۔

۲۱ : ۱۷۔ "شہر پناہ ... ایک سو چوالیس^{۱۴۴} ہاتھ" موٹی تھی۔ "آدمی کی یعنی فرشتہ کی پیمائش کے

"مُطابق" ۔ اِن الفاظ کا مطلب ہے کہ آیت ۹ اور ۱۵ کے فرشتہ نے ناپ کے لئے وُہ اکائی استعمال کی جو اِنسان کرتے ہیں ۔

۲۱: ۱۸ - بیان ہؤا ہے کہ "شہر پناہ کی تعمیر یشب کی تھی اور شہر ... خالص سونے کا تھا" ۔ ہمارے لئے اِس کا تصوّر کرنا مشکل ہے ۔ مگر اِس کا مقصد چمک دمک اور شوکت وحشمت کی تصویر پیش کرنا ہے ۔

۲۱: ۱۹، ۲۰ - بارہ "بُنیادیں" بارہ قیمتی "جواہر" سے آراستہ و مزّین ہیں ۔ یہ جواہر ویسے ہی ہیں جیسے سردار کاہن کے سینہ بند پر ہوتے تھے اور اِسرائیل کے بارہ قبیلوں کی نمائندگی کرتے تھے ۔ سارے جواہر کی بالکل صحیح شناخت کرنا ممکن نہیں اور نہ اِن کے رُوحانی مفہوم کا تعیّن کرنا ممکن ہے ۔

۲۱: ۲۱ - "بارہ دروازے بارہ موتیوں کے تھے" ۔ یہاں یہ بات یاد آتی ہے کہ کلیسیا ایک بیش قیمت موتی ہے جس کی خاطر مُنجی نے سب کچھ بیچ ڈالا (متّی ۱۳: ۴۵، ۴۶) ۔

"شہر کی سڑک شفاف شیشہ کی مانند خالص سونے کی تھی" ۔ یہاں بے داغ جلال کا بیان کیا گیا ہے ۔

۲۱: ۲۲، ۲۳ - اِس شہر میں کُچھ چیزیں ناپید ہیں ۔ اِس میں "مقدِس" کی ضرورت نہیں کیونکہ "خداوند خُدا قادرِ مُطلق اور برّہ اُس کے مقدِس ہیں" ۔ اِس شہر میں "سُورج یا چاند" بھی نہیں کیونکہ "خُدا کے جلال نے اُسے روشن کر رکھا ہے اور برّہ اُس کا چراغ ہے" ۔

۲۱: ۲۴ - "غیر قومیں" اُس کے حُسن اور خوبصورتی سے لُطف اُٹھائیں گی اور "زمین کے بادشاہ" خراج لے کر خُداوند کے پاس آئیں گے ۔

۲۱: ۲۵ - اِس شہر کے "دروازے" کبھی "بند" نہیں ہوتے، کیونکہ آنے جانے کی مکمل آزادی اور پُورا پُورا تحفّظ ہے ۔ "اور رات وہاں نہ ہوگی" ۔ اِس سرزمین میں دِن کی روشنی کبھی ماند نہیں پڑتی ۔

۲۱: ۲۶ - جیسا پہلے ذِکر ہؤا "قوموں" کی دولت گویا بہہ کر اِس شہر میں آئے گی ۔ اُن کی ساری "شان وشوکت اور عزّت کا سامان" یہاں جمع ہو جائے گا ۔

۲۱: ۲۷ - کوئی "ناپاک" چیز یا شخص اِس شہر میں "داخل نہ" ہونے پائے گا "مگر وُہی جن کے نام برّہ کی کتابِ حیات میں لکھے ہوئے ہیں" ۔

۲۲: ۱، ۲ - "بلّور کی طرح چمکتا ہؤا آبِ حیات کا ایک دریا . . خُدا اور برّہ کے تخت سے نِکل کر اُس شہر کی سڑک کے بِیچ میں بہتا ہے" اور دریا کے وار پار زِندگی کا درخت" ہے - "اُس میں بارہ قِسم کے پھل آتے" ہیں - اب اِس درخت کا پھل کھانے کی ممانعت نہیں - اِس سے پتہ چلتا ہے کہ خُدا ہر موسم میں ہر چیز بغیر کِسی تعطّل کے مُہیّا کرے گا - "اُس درخت کے پتّوں سے قوموں کو شِفا ہوتی" ہے - یہ اِستعاراتی طریقۂ بیان ہے - اِس کا مطلب ہے کہ وُہ دائمی صِحت سے لُطف اندوز ہوں گے -

۲۲: ۳-۵ - اے - ٹی - پیئرسن اِس کا خُلاصہ یُوں بیان کرتا ہے :

وہاں "لعنت نہ ہوگی" ——— کامل بے گناہی کی حالت -
"خُدا اور برّہ کا تخت اُس شہر میں ہوگا" ——— کامل حکومت -
"اُس کے بندے اُس کی عبادت کریں گے" ——— کامل عبادت -
"وُہ اُس کا مُنہ دیکھیں گے" ——— کامل رفاقت -
"اُس کا نام اُن کے ماتھوں پر لِکھا ہؤا ہوگا" ——— کامل مُشابہت -
"پھر رات نہ ہوگی" ——— کامل برکت کی حالت -
"وہ ابدُالآباد بادشاہی کریں گے" ——— کامل جلال -

س - آخری اِنتباہ، تسلّی، دعوت اور کلماتِ برکت

(۲۲: ۶-۲۱)

۲۲: ۶ - ترجمان فرشتہ یُوحنّا کو دوبارہ یاد دِلاتا ہے کہ جو باتیں دکھائی گئی ہیں، جن کا مکاشفہ دیا گیا ہے، وُہ سب قابلِ اِعتماد ہیں - وُہ "سچ اور برحق ہیں" - اور "خُداوند نے . . . اپنے فرِشتہ کو اِس لئے بھیجا کہ اپنے بندوں کو وُہ باتیں دِکھائے جن کا جلد ہونا ضرور ہے" - اُس نے یُوحنّا کے سامنے سارے واقعات کا ایک وسیع منظر پیش کر دیا -

۲۲: ۷ - اِن ساری باتوں کا نُقطۂ عرُوج مُنجّی کی جلالی آمد ہے - وُہ ہمیں یقین دلاتا ہے کہ "مَیں جلد آنے والا ہُوں" - مُراد جلد بھی ہو سکتا ہے اور اچانک بھی - مگر ہم "جلد" کو ترجیح دیتے ہیں - ہر وُہ شخص جو "نبوّت" کی اِن "باتوں پر عمل کرتا ہے" اُس کو خاص برکت مِلے گی - ہم یہ عمل اِس طرح کر سکتے ہیں کہ اُس کی آمد کی اُمید میں زِندگی گزاریں -

۲۲ : ۸، ۹ ۔ جب "یُوحنّا" نے اِن باتوں کو "سُنا اور دیکھا" تو وُہ اُس "فرشتہ ... کے پاؤں پر سجدہ کرنے کو گرا"۔ لیکن اُس کو ایسا کرنے سے منع کیا گیا ۔ "فرشتہ" تو محض ایک مخلوق ہستی ہوتا ہے۔ سجدہ صرف "خُدا" کو کرنا چاہئے ۔

۲۲ : ۱۰ ۔ یُوحنّا سے کہا گیا کہ "نبوّت کی باتوں کو پوشیدہ نہ رکھ، کیونکہ وقت نزدیک ہے" ۔ یعنی یہ باتیں جلد پُوری ہونے والی ہیں ۔ یہاں "پوشیدہ" رکھنے کا مطلب ہے اِن کو بے نقاب کرنے کو التوا میں ڈالنا ۔

۲۲ : ۱۱ ۔ جب اِن باتوں کے پُورا ہونے کا وقت آئے گا تو بُرائی کرنے والے بُرائی کرنے میں پُختہ ہو جائیں گے، یعنی اِسے چھوڑنے پر تیار نہیں ہوں گے ۔ جب خُداوند زمین پر (دوبارہ) آئے گا تو "نجس" کام کرنے والے کو بدلنے کا موقع نہیں مِلے گا ۔ مگر "جو راستباز ہے" وُہ راست بازی کے کام کرتا جائے گا اور "پاک" لوگ پاکیزگی میں زندگی بسر کرتے رہیں گے ۔

۲۲ : ۱۲، ۱۳ ۔ خُداوند دوبارہ اعلان کرتا ہے کہ "مَیں جلد آنے والا ہُوں" ۔ اِس دفعہ ساتھ وعدہ بھی ہے کہ "ہر ایک کے کام کے موافق دینے کے لئے اَجر میرے پاس ہے" ۔ وُہ پھر اپنی شناخت کراتا ہے کہ مَیں "اَلفا اور اومیگا ... ہُوں" ۔ جس ہستی نے ساری چیزوں کو خلق کیا ہے، وُہی سٹیج کے پَردے کھینچ کر سب کُچھ بند کر دے گا ۔

۲۲ : ۱۴ ۔ "مُبارک ہیں وُہ جو اپنے جامے دھوتے ہیں" یا "مُبارک ہیں وُہ جو اُس کے حُکموں پر عمل کرتے ہیں" ۔ مگر یہاں یہ تعلیم ہرگز نہیں کہ نجات اعمال کے سبب سے ہے ۔ بلکہ یہ کہ نیک کام نجات کا پھل اور ثبوت ہیں ۔ صِرف سچے ایمانداروں کو "زِندگی کے درخت" تک رسائی اور ابدی "شہر" میں داخِل ہونے کا اِختیار حاصِل ہوگا ۔

۲۲ : ۱۵ ۔ جو آسمان یعنی فردوس سے ہمیشہ کے لئے خارِج ہوں گے وُہ ہیں "کُتّے اور جادُوگر اور حرامکار اور خُونی اور بُت پرست اور جھُوٹی بات کا ہر ایک پسند کرنے اور گھڑنے والا" ۔ "کُتّے" یہاں مُراد ہے لُوطی[1] وُہ مرد جو کسبی کا پیشہ اختیار کرتا ہے (اِستثنا ۲۳ : ۱۸)، ناپاک غیر قوم افراد (متّی ۱۵ : ۲۶) یا یہُودیت پرست لوگ (فلپّیوں ۳ : ۲) ۔

---

[1] لُوط کے زمانہ میں سدوم کے شہر میں یہ گُناہ عام تھا ۔ اِسے لُوط کے ساتھ منسُوب کر کے 'لُوطی' کہنا مُناسب نہیں ۔ سدومیت اور سدومی کے لفظ زیادہ موزُوں ہیں ۔
— مترجم ۔

۱۶:۲۲ - خُداوند نے "فرشتہ" کو کلیساؤں" کے لئے پیغام دے کر بھیجا - وُہ اپنے بارے میں کہتا ہے کہ "مَیں داؤد کی اصل و نسل ... ہُوں" - اپنی الُوہیت میں، معبُود ہونے میں وُہ داؤد کا خالق ہے - اپنی بشریت میں وُہ داؤد کی اولاد یا نسل ہے - "صُبح کا چمکتا ہُوا ستارہ" صُبح کو سُورج طلوع ہونے سے پہلے آسمان پر نمودار ہوتا ہے - مسیح پہلے "صُبح کا چمکتا ہُوا ستارہ" کی حیثیت میں کلیسیا کے پاس آئے گا - یہ بات فضائی اِستقبال کے وقت ہوگی - بعد ازاں وُہ آفتابِ صداقت کی حیثیت سے زمین پر آئے گا اور اُس کی کِرنوں میں شِفا ہوگی (ملاکی ۲:۴) -

۱۷:۲۲ - اِس آیت کو دُو طرح سے سمجھا جا سکتا ہے - اوّل، کہ یہ خوشخبری کی اپیل ہے جس میں "رُوح اور دُلہن ... اور سُننے والا" ہر اُس شخص کو جو "پیاسا" ہے، اُبھارتے ہیں کہ نجات کے لئے مسیح کے پاس "آئے" - دوم، پہلے دُو دفعہ جو لفظ "آ" اِستعمال ہُوا ہے وُہ دُعا ہے کہ مسیح واپس آئے - پھر غیر نجات یافتہ لوگوں کو دعوت ہے کہ "آبِ حیات" (نجات) کے لئے مسیح کے پاس آؤ اور اِس طرح اُس کی دُوسری آمد کے لئے تیار ہو جاؤ -

۱۹،۱۸:۲۲ - مُکاشفہ کی "اِس کتاب" میں جو کُچھ لکھا ہے اگر کوئی اِنسان اِس میں "کُچھ بڑھائے گا تو "اِس کتاب میں لکھی ہُوئی آفتیں اُس پر نازِل" ہوں گی - چونکہ اِس کتاب کے مَوضُوعات پُوری بائبل کے تانے بانے میں موجُود ہیں اِس لئے یہ آیت خُدا کے کلام کے کسی حِصّے میں کُچھ بڑھانے کی مذمت کرتی ہے - اِسی قِسم کی سزا اُس شخص کے لئے بھی ہے جو "اِس نبوّت کی کتاب کی باتوں میں سے کُچھ نِکال ڈالے" - اِس بات کا اِطلاق تشریح و ترجمانی کے معمُولی اِختلافات پر نہیں ہوتا، بلکہ بائبل کی کاملیت اور الہامی ہونے کی حیثیت پر حملہ کرنے پر ہوتا ہے - یہ سزا اَبدی موت ہے - "خُدا ... زِندگی کے درخت اور مُقدّس شہر میں سے ... اُس کا حِصہ نِکال ڈالے گا" - مطلب یہ ہے کہ اُس کا ابدی "زِندگی" کی برکات میں کوئی حِصّہ نہیں ہوگا -

۲۰:۲۲ - مکاشفہ کی کتاب ایک وعدہ اور ایک برکت پر ختم ہوتی ہے - وعدہ یہ ہے کہ خُداوند یسوع "جلد" آ رہا ہے - جیسے پہلے بیان ہُوا اِس کا مطلب 'جلد' بھی ہو سکتا ہے اور 'اچانک' بھی - 'اچانک' آ جانے کی اُمید وُہ توقعات اور ہوشیاری پَیدا نہیں کر سکتی جو 'جلد' آنے کی اُمید پَیدا کرتی ہے - ہر مخلصی یافتہ شخص اِس مبارک اُمید کا جواب دیتا ہے کہ "آمین - اے خُداوند یسوع آ" -

جس طرح پَیدائش کی کتاب شرُوعات کی کتاب ہے اُسی طرح مکاشفہ کی کتاب تکمیلات کی

کتاب ہے۔ وہ موضوعات جن کی تمہید پہلی کتاب میں باندھی گئی تھی وہ آخری کتاب میں پھل لاتے ہیں۔ مندرجہ ذیل پر غور کریں:

پیدائش کی کتاب	مکاشفہ کی کتاب
آسمان اور زمین کی تخلیق ۱:۱	آسمان اور زمین کی بربادی ۲۰:۱۱ب
	نئے آسمان اور نئی زمین کی تخلیق ۲۱:۱
زمین پر شیطان کی بادشاہی کا آغاز ۳:۱-۷	شیطان کا آگ کی جھیل میں ڈالا جانا ۲۰:۱۰
گناہ کا داخل ہونا ۳:۱-۷	گناہ کا اخراج ۲۱:۲۷
مخلوقات پر لعنت کا اعلان ۳:۱۷-۱۹	لعنت کا دور کیا جانا ۲۲:۳
حیات کے درخت تک جانے کا حق منسوخ کیا جانا ۳:۲۴ب	حیات کے درخت تک رسائی کی بحالی ۲۲:۲، ۱۹
انسان کی باغِ عدن سے بے دخلی ۳:۲۴ا	انسان کی واپسی پر خیر مقدم ۲۲:۱-۷
موت کا دنیا میں داخلہ ۲:۱۷، ۵:۵	موت کا ہمیشہ کے لئے دور کیا جانا ۲۱:۴
آدمِ اول کی شادی ۴:۱	آخری آدم کی شادی ۱۹:۷
انسان پر غم کا ورود ۳:۱۶	غم کا اخراج ۲۱:۴

۲۲:۲۱ — اب ہم خدا کے کلام اور مکاشفہ کی اِس حیرت افزا کتاب میں آخری برکت تک آ پہنچتے ہیں۔ یہ کتاب خدا کی عدالت، غضب اور قہر کی گھن گرج سے بھری ہوئی ہے۔ لیکن اِس کا اِختتام بہت پُرسکون اور راحت انگیز ہے۔

یوحنا خدا کے لوگوں کے لئے برکت کی یہ دُعا دیتا ہے کہ "خداوند یسوع کا فضل مقدسوں کے ساتھ رہے۔ آمین!"

اِس کتاب میں گنہگاروں اور مقدسوں کا گہرا اور واضح تقابل پیش کیا گیا ہے۔ اِس لئے کلمۂ برکت کا صرف اور صرف "مقدسوں" پر اِطلاق نہایت بجا اور موزوں ہے۔ "آمین!"

تفسیرُ الکتاب عام ایمان داروں کے لئے تحریر کی گئی ہے جس میں سادگی سے پاک کلام کے گہرے بھیدوں سے پردہ اُٹھایا گیا ہے۔ اس پیش کش میں نئے عہد نامے کی نہایت اِحتیاط کے ساتھ آیت بہ آیت تشریح کی گئی ہے۔ سادگی اور سلاست کے باوجود کلامِ مقدّس کے متنازع مسائل سے پہلو تہی نہیں کی گئی، بلکہ مُصنّف نے اِن پر بھی تبصرہ کیا ہے اور اپنی رائے کے ساتھ ساتھ دِیگر مفسّرین کے خیالات بھی درج کیئے ہیں۔ علمِ الٰہیات کے ضمن میں مُصنّف نے اِعتدال پسندی کا دامن نہیں چھوڑا جو اِس کتاب کی ایک اُور خُوبی ہے۔ چنانچہ یہ تفسیر بائبل مقدس کے باضابطہ شخصی مطالعہ کے لئے ازحد مفید ثابت ہوگی۔